بع

در حقیقت کتاب [illegible] ۵

[illegible] چند روزه [illegible] ۵

ورق	قیمت جلد مع کاغذ	قیمت کتاب
ع	۱۲	ع
۱۲		

[illegible] الواله [illegible] محمود [illegible]

رقم

[illegible]

۱۹ [illegible]

جس کتاب پر مصنف کے قلمی دستخط نہ ہوں گے وہ مال مسروقہ متصور ہوگا

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْم

हे पूर्ण विद्याकाधिप ० हे सत्य प्रिय ० हे सर्वेश्वर ०
हे सर्वान्तर्यामिन् ० हे सर्वदा धर्म प्रवर्तक ० हे अस्माक न्यायकर्मा

الہامی کلمہ

میں مسلمان ہو گیا

یا

اختیار الاسلام

حِصّہ اوّل

مصنفہ ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب نومسلم مدرس مدرسہ تعلیم الاسلام
قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

در مطبع انوار الاسلام قادیان مطبوع گردید

تعداد ۸۰۰
قیمت ۴؍

التماس قابل توجّہ

اللہ پاک کا شکر ہے کہ اس پاک پروردگار کے محض فضل و کرم سے اس کار خیر سے یہ عاجز کسی قدر فراغت پا چکا ہے۔ لیکن اس امر کے بیان کرنے سے میں نہیں رہ سکتا کہ آجکل گو مذہب کی تیز ہوا کے چلنے کے باعث ہر ایک خس و خاشاک بھی اُڑ کر سر اور مونہہ پر پڑتا ہے۔ مگر آخر حق غالب ہوگا اور ضرور ہوگا خوش قسمت وہ لوگ جنہیں اعلاء حکمۃ اللہ میں نصرت کا موقع ملا۔ اور مبارک وہ بلند منزلت دانشمند عالی ہمت سرپرست احباب جنکی حوصلہ افزائی اور قدردانی سے دین حق کی امداد ہو۔

مخفی نہ رہے کہ اس عاجز نے رسالہ ہذا میں دین اسلام کے قبول کرنیکے مختصراً وجوہات ہدیہ ناظرین کیے ہیں۔ ہمارا ارادہ نہ تھا کہ غیر مذاہب پر قلم اُٹھاتے۔ لیکن جب دیکھا کہ بعض مخالفین نے بیہاکانہ دریدہ دہانی اور خلاف واقعہ امور کی اشاعت نہائت بے باکی سے کی۔ کہ کلیجہ مُنہ کو آتا ہے اور دل پاش پاش ہوتا ہے۔ تو لامحالا بخوف معصیت کسیقدر دفاعی طور سے اُن بیجا افتراپردازیوں کا نوٹس لینا پڑا۔ کیونکہ جس صورت میں مخالف پہلو سے ماہ بماہ بیسیوں ٹریکٹ اور ماہواری رسالجات کی بوچھاڑ پڑ رہی ہے اور ہماری ناجائز سکوت میں مخالفین کی طرف سے جہلاء اور عوام پر ناحق حُجّت قائم ہوتی جاتی ہے۔ اور ہم باوجود صادق ہونیکے کاذب قرار دیئے جاتے ہیں تو میں نے مناسب سمجھا کہ اسلام کی خوبیوں کو پیش کریں۔ اور منہیات مکروہات سے بیزاری کا اظہار کریں۔ اور بطور نمونہ مشتے از خروارے مفصّلہ ذیل جیسے بیجا حملوں کی تردید میں صرف لا نسلم کہیں جنکی اصلیت قرآن اور اسلام میں نہیں اور جنہیں نہائت تحکم اور سینہ زوری سے اسلام اور قرآن سے منسوب کیا جاتا ہے۔ نقل کفر کفر نباشد۔ نعوذ باللہ

قرآن کہتا ہے کہ "اولوں کا پہاڑ آسمان پر ہے۔ (سورہ مؤمنون)" مندرج رسالہ آریہ مسافر بابت فروری
یہ بالکل غلط اور نادرست ہے۔ اور حوالہ غلط ہے

اسلامی فلاسفی یہ ہے کہ "آدم کے آنسوؤں سے ہلیلہ بلیلہ گل و ریحان اُگا اور ہاتھی کے سر سے سوئر اور شیر کے ناک سے بلّی پیدا ہو پڑی (دیکھو تاریخ طبری)" جواب۔ یہ اسلام اور قرآن نہیں سکھلاتا۔ لہذا اعتراض

اسلامی فلاسفی یہ ہے کہ "حضرت موسیٰ کے کپڑے پتھر لیکر بھاگا اور کہا کہ ای پتھر کپڑے دیجا۔ آریہ مسافر بابت

ﷺ دوسرا تیسرا حصہ کتاب کا طیار
دیکھو صفحہ آخری

اختیار الاسلام

دیباچہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ایک زمانہ وہ تھا کہ یہ عاجز اپنے حقیقی مالک و رازق سے بکلی ناآشنا اور دور پڑا ہوا تھا اور اپنے دیگر رشتہ داروں (سکھوں) کی طرح ورطۂ ضلالت میں حیران اور سرگردان تھا اور نہ جانتا تھا کہ میں اس دنیا میں کیوں پیدا ہوں۔ اور مجھے کیا کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا۔ لیکن آج وہ وقت ہے کہ میں محض خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہزاروں ظلمتوں کو چیر پھاڑ کر ہدایت اور نور کے چشمہ پر آپہنچا ہوں اور نعمت خداداد سے حظ وافر اور لذت بے اندازہ اُٹھاتا ہوں جسکے مقابلہ میں دنیا و مافیہا کی نعمتیں ہیچ ہیں پس جب میں نے اپنی قوم کو شرابخوری اور جہالت میں سرگردان پایا اور خدا کی معرفت سے بے نصیب دیکھا تو میرے دل میں ایک تلاش حق کا جوش پیدا ہوا جسکے ذریعہ سے میں اُس خزانہ کو پہنچ گیا جس سے اب میں مالامال ہو رہا ہوں اور نہیں چاہتا کہ اپنے بھائی بندوں اور دیگر رشتہ داروں کو اس کی خبر تک نہ دوں۔ پس میں نے ضروری سمجھا کہ قوم کو پیغام پہنچا دوں لیکن چونکہ میرا یہ ارادہ محض نیک نیتی اور حب الوطنی اور ہمدردی بنی نوع انسان مبنی ہے اسلئے میں اُمید کرتا ہوں کہ قوم متوجہ ہو کر میری التماس پر غور کرے گی اور ہر ایک ذی عقل متنفس اس تحریر سے متمتع ہوگا انشاءاللہ تعالیٰ۔ کیونکہ ہر ایک دانشمند کو معلوم ہے

نوٹ ہر خاص و عام پر واضح ہو کہ میں ابتدا میں سکھوں کے گھر میں پیدا ہوا تھا اور کچھ عرصہ تک ان کے ہی مذہب پر عامل رہا۔ اگر سچ پوچھو تو کوئی بھی مذہب نہیں تھا کیونکہ ان لوگوں کی وحشیانہ زندگی اور آزادانہ طور سے حلال و حرام میں بے تمیزی کا سمندر بہ رہا ہے کسیکو کوئی ممانعت نہیں۔ گرنتھ یہ نہیں کہتا کہ فلاں چیز

کہ پنجاب میں خصوصًا اور دیگر بلاد میں عمومًا کسقدر زور و شور سے سلسلۂ اموات شروع ہے اور طاعون بجلی کیطرح مختلف مقامات پر لوگونکو نیست و نابود کر رہی ہے ایسی صورت میں میں خیال نہیں کر سکتا کہ کوئی محض افترا پردازی اور دھوکے بازی اور دیگر ناجائز طریق سے خلق خدا کو گمراہ کرنے کی کوشش کرے۔ اور جب چھوٹے چھوٹے گاؤں میں بیسیوں مردے ہر روز نکلتے ہیں۔ اور ہزاروں یتیم بچے ہمیشہ کے لئے بیکسی اور کس مپرسی حالت میں چھوڑے جاتے ہیں تو کیا کوئی گمان کر سکتا ہے کہ کوئی بھلا مانس اور سمجھدار اس غدار دنیا اور چند روزہ زندگانی پر بھروسہ اور اعتبار کر کے لوگونکو روحانی اور جسمانی نقصان پہنچاوے۔ سو بھائیو! یقینًا سمجھو کہ جو کچھہ میں لکھوں گا بفضلہ و بتوفیقہ دنیا کو ناپائدار سمجھکر اور لوگوں کی دردناک حالت کو محسوس کر کے اور اپنی جان کو ہتھیلی پر رکھکر شہادت حقہ کے بوجھہ سے سبکدوش ہونے کے لئے لکھوں گا۔ خواہ کوئی مانے یا نہ مانے۔ میری حالت تو یہ ہے کہ میں ایسے شخصکو خبیث اور ناپاک دل سمجھتا ہوں جو ایکطرف تو جھوٹھ اور فریب سے لوگوں کی روحانیت اور طریق مذہب پر حملہ کرتا ہے۔ اور ساتھہ ہی ایسے شخص کو بھی اُس سے کمتر نہیں سمجھتا جسکو حق تو پہونچگیا ہے اور صدہا نشان اور بیشمار پیشگوئیاں پوری ہوتی دیکھ لیں مگر کسی کمینگی اور شخصی لحاظ یا خوف یا سوسائٹی اور رشتہ داروں کے بیجا رعب اور بیہودہ ڈر سے حق کے قبول کرنے میں لیت و لعل کرتا ہے۔ ایسے لوگ درحقیقت دہریہ ہوتے ہیں انھوں نے یقین کر لیا ہے کہ اس دنیا کے سکول کا کوئی آقا اور ماسٹر نہیں جو ان سے باز پرس کرے۔ لیکن اب خداوند کریم زبردست اور قہری نشان دنیا کو جتلانا چاہتا ہے کہ درحقیقت اس دنیا کا کاروبار یعنی زمین و آسمان سورج چاند اور ستاروں کا نظام ایک پاک ذات رب العلمین کے ارادہ خاص سے ہو رہا ہے۔ وہ

بقیہ نوٹ صفحہ اول: حلال ہے یا فلاں شے حرام ہے یا ماں بہن سے نکاح جائز ہے یا ناجائز! صرف دوسروں کی طرف دیکھکر بعض باتوں کو حلال اور بعض کو حرام تجویز کر لیا جاتا ہے۔ مگر بعد ازاں میں آریوں کے اصول کا پابند ہو گیا اور تناسخ یعنی اواگون کے مسئلہ کا قائل۔ آخر اس اواگون کے چکر سے خاص فضل الٰہی نے میری دستگیری کر کے چھڑایا۔ اور مناسب سمجھا کہ سکھوں اور آریوں کی خدمت میں بھی اس راستی اور تبلیغ حق کو پہونچایا جائے شاید کوئی رشید و سعید حق اور حقیقت کو پالیوے۔ منہ

دل کے اندھے اور عقل سے بے بہرہ اور بے نصیب ہیں۔ جو یہ سمجھتے ہیں کہ دنیا کے کارخانے
مثلاً ریل تار برقی۔ کالج اور دیگر طرح طرح کی مشینیں اپنے اپنے منتظموں محافظوں اور منیجروں
کے ارادوں اور طاقتوں اور قواعد کی پابندی سے چل رہے ہیں۔ لیکن یہ دنیا کا کار
خانہ یوں ہی بغیر کسی کی زیر نگرانی کے چل رہا ہے۔ یہ اُنکی کوتاہ اندیشی اور کم فہمی ہے کہ
وہ ایک چھوٹے سے چراغ کو جسکی روشنی چند منٹ سے زیادہ نہیں جاتی اُسکو کسی شخص
واحد کی صنعت اور ملکیت سمجھتے ہیں اور بغیر کسی کے جلانے کے نہیں چل سکتا۔ سورج جیسا
چراغ جس کی روشنی کروڑوں میل تک جاتی ہے اُسکی نسبت یہ خیال ہے کہ یہ چراغ (سورج)
خود بخود روشن ہے اور کسی کے قبضہ تصرف یا ملکیت میں نہیں اور کوئی اس کا روشن کرنیوالا
نہیں۔ پس خوب یاد رکھو کہ جسحالت میں چھوٹا سا کارخانہ بغیر منتظم کے نہیں چل سکتا اور
چھوٹا سا چراغ بغیر کسی کے جلانے کے نہیں جل سکتا تو پھر کیا وجہ ہے کہ دنیا کا یہ لمبا چوڑا کارخانہ
یا مدرسہ بغیر کسی محافظ یا مالک کے یوں ہی چل رہا ہے؟ یقیناً سمجھو کہ اس جہان کا مالک
اور متکفل ضرور ہے یہ مدرسہ جس میں ہم لوگ ایک وقت مقررہ تک تعلیم پانے یا آیندہ
زندگی کے لئے زاد راہ حاصل کرنے کے لئے آئے ہوے ہیں۔ اور اس جہان میں اعمال کی
تخم ریزی کرتے ہیں لیکن موت کے بعد ہمارا ضرور امتحان ہوگا اور اپنے اعمال کا حساب کتاب
ہوگا۔ ممکن نہیں کہ ایک ادنیٰ کالج یا مدرسہ کا معائنہ اور امتحان ہو پھر اس عظیم الشان مدرسہ
(دنیا) کا امتحان نہ ہو۔ اور دنیوی امور کے امتحان کے بعد گوناں گوں نتائج پیدا ہوں پر اس
سنسار کے اقوال افعال حسب مراتب کوئی بہتر یا خراب نتیجہ اور پھل نہ لاویں۔

ایک اور امر قابل غور یہ ہے کہ انسان کی فطرت میں مرکوز ہے کہ جب کوئی اسپر ادنیٰ
احسان کرتا ہے تو وہ ضرور اپنے محسن اور مربی کا شکریہ ادا کرتا ہے اور ادب اور محبت اور نجابت
سے پیش آتا ہے مثلاً زید اگر عمرو کو یکصد اشرفی مفت عطا کرے تو عمرو ضرور عمر بھر زید کا
ممنون احسان رہے گا پس وہ رب العالمین جس نے ہمیں آنکھ ناک کان ہاتھ پاؤں اور
قویٰ اور اعضا بخشے ہیں اُس کا ہمیں کس قدر شکر گذار اور فرمانبردار ہونا چاہیے۔ اُسکی نعمت
مثلاً آنکھ کو جو کسی حادثہ سے ضائع ہوگئی ہو۔ دنیا و مافیہا کی تمام دولتوں اور وجاہتوں کو

خرچ کرکے بھی واپس مول لینا چاہیں تو بھی وہ نعمت واپس نہیں ہو سکتی۔ پھر جس صورت میں ایک ضائع شدہ انگلی کروڑوں یا بیشمار روپیوں سے بڑھکر قیمت رکھتی ہے تو پھر اور اعضا اور قوی جن کا شمار نہیں کسقدر بے بہا اور قیمتی خداداد نعمتیں ہیں۔ پس جو سلیم الفطرۃ انسان ایک ادنیٰ احسان سے اپنے محسن کا گرویدہ اور عمر بھر ممنون اور مطیع رہتا ہے پھر اسے وہی رب العالمین کا کسقدر ممنون اور احسانمند ہونا چاہیے جس نے ہزارہا بلکہ بیشمار انعام و اکرام سے ہمیں بہرہ ور کیا ہے۔ اعلیٰ قومیت۔ طاقت۔ وقت۔ صحت۔ فرصت۔ علو ہمتی۔ حسن نیک اولاد یا نیک والدین ... وغیرہ وغیرہ انسان کو اپنے خالق مالک سے عطا ہوئے ہیں۔ وہ انسان بڑا ہی بدبخت اور شقی ہے جو انسانی آقا سے ادنیٰ چیز لیکر اسے اپنا محسن اور مطاع بنا لیتا ہے اور اسکے رنج کرنے سے کوسوں بھاگتا ہے۔ لیکن اُس زبردست قادر مطلق خدا سے اتنا رشتہ اور تعلق پیدا نہیں کرتا جس نے اُسے اسقدر فیوض اور انعامات سے مالا مال کیا ہے کہ جس کی کوئی حد نہیں اور اُسکی ناراضگی اور عدول حکمی سے اسقدر ترساں اور لرزاں نہیں ہوتا جس قدر ایک ادنیٰ چیز اسی کی موجودگی سے کئی ایک امور سے احتراز کرتا ہے۔ اور بدن پر لرزہ پڑتا ہے ؛

وہ ذات جس نے اتنے قوےٰ اور محاسن سے تمھیں برومند کیا ہے۔ کیا وہ تمسے اسبات کی بازپرس نہیں کرے گا کہ تمنے فلاں فلاں ہتھیار اور طاقتیں کہاں اور کسکی اطاعت اور فرمانبرداری میں خرچ کیں۔ ایک ادنیٰ ملازم یا شاگرد اپنے فرائض منصبی کو ادا کئے بغیر اپنے آقا کے سامنے کسی طرح عہدہ برآ نہیں ہو سکتا۔ پھر یہ اُمید مت رکھو کہ تم لوگ اس دنیا میں صرف چارپایوں کی طرح کھانے پینے سے اور اپنی پیدائش کی علت غائی کو سرانجام پہنچانے کے بغیر اس جہان کے آقا یعنی باری تعالےٰ کے حضور میں کسی طرح کی رستگاری حاصل کر سکو گے

اسجگہ بعض صاحبان یہ سوال کرینگے۔ کہ کیا ہم پرمیشر اور اُسکی جزا سزا کے منکر ہیں اور اُسکے فرمودہ کے بموجب عملدرآمد نہیں کرتے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ عملی طور سے قریبا ہر ایک فرقہ کے لوگ الاماشاءاللہ پرمیشر پر ایمان نہیں رکھتے کیونکہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ وہ

کسی حاکم اور افسر کی حاضری میں کسی طرح کی خیانت اور بے ایمانی نہیں کرتے لیکن اُنکی غیبت
اور خدا تعالیٰ کے حضور میں ہر طرح کی شوخی اور بد دیانتی سے فرق نہیں کرتے۔ یہی ایمان
ہے یعنی خدا کا خوف دل سے اور ہاتھوں کے عملوں سے ایسا ظاہر کیا جاوے کہ انسان کو وہ
قادر کرتار دیکھتا ہے اور انسان اُسکی نافرمانی سے ایسا ڈرے جیسے کہ ایک زہریلے سانپ کے
ڈسنے سے بھاگتا ہے۔ اگر در حقیقت انسان ایسے زبردست آقا کو حاضر ناظر سمجھتا ہے جو اس
زمین اور سورج چاند کا بنانے والا ہے اور تمام نظام شمسی اُسکے اشارہ پر کاٹھ کی پُتلی کیطرح کام
کرتا ہے۔ ممکن نہیں کہ یہ ذرہ بے مقدار اُسکی نافرمانی یا کسی طرح کے ظلم اور ناجائز تصرف کی راہوں
پر قدم رکھے۔ کیونکہ ایسا کون احمق ہے جو دیدہ و دانستہ اپنے تئیں ہلاکت گاہ میں ڈالتا ہے
پس ایسے ایمان کو حاصل کرنے کے لئے انسان جہانتک اُس کا قابو چلتا ہے مجاہدہ اور
نفس کُشی کرے۔ اگر دنیا و مافیہا بھی قربان کرکے ایسا ایمان حاصل ہو تب وہ خسارہ
میں نہیں بلکہ عین نفع ہے۔ مگر حقیقی طور سے خدا کی ہستی کا یقین اور ایمان حاصل نہیں
ہو سکتا جب تک کہ انسان اسکے حصول کے لیے ہر یک عزیز و خویش اور والدین کو
بھی قربان کرنے کے لیے طیار نہ ہو جاوے اور بشرطیکہ وہ اس امر کے مزاحم اور روک ٹھہر
جاویں۔ اگر سچے دل سے انسان اس امر کی کوشش کرتا ہے اور ہر ایک خویش و اقربا اور
دنیوی رشتہ داروں پر پرماتما کو ترجیح دیتا ہے اور اُسکے حکم کے مقابلہ میں اپنے نفس
اور والدین اور دوستوں کے لحاظ اور فرمایشوں کو نظر انداز کرتا ہے تو وہ پاک ذات ضرور
اپنا چہرہ اُسے دکھاتی ہے اور اپنے کلام اور الہام سے مشرف کرتی ہے۔ اور جب یہ خدا تعالیٰ
کے مُنہ کی باتیں سُن لیتا ہے اور بار بار مکالمہ الٰہیہ ہوتا ہے اور جو کچھ مولیٰ کریم اُسے کہتا ہے
وہ ویسا ہی اعجازی صورت میں پورا ہو جاتا ہے اور انسان کا سینہ نور اور یقین اور معرفت
سے بھر جاتا ہے پھر جو سرور کی حالت انسان پر طاری ہوتی ہے وہ وہی جانتا ہے جسے
اس شیریں اور لذیذ پھل کے کھانے کا موقع حاصل ہے لیکن جب انسان سالہا سال کی دراز مدت
تک اسکے آستانہ پر گڑگڑاتا ہے اور آخر کار اُکتا جاتا ہے اور پتھر کے بت کیطرح اوپر سے
کوئی صدا یا جواب نہیں آتا تو یقین کر لینا چاہیے کہ جس طریقہ اور جس دروازہ سے وہ آئے

پکارتا ہے وہ طریقہ ٹھیک نہیں اور نہ اسطرح اُسنے پسند کیا کہ اُسے پکارا جائے یا تعریف کیا جائے
اسکی وجہ یہ ہے کہ اُسکی ذات بخل اور عیب سے پاک ہے۔ وہ ہرگز گوارا نہیں کرتا کہ اپنے پیارے
پیار کی بات نہ کرے۔ اگر کوئی وفادار ملازم کسی کارخانہ میں سالہا سال کام کرتا جاتا ہے لیکن
اُسکے آقا کی کوئی خیر خبر اور اُسکی زندگی کا کوئی نشان اور علامت اسکے ذہن یا مشاہدہ میں
نہیں آتی تو پھر آخر کار وہ اُسکو مردہ سمجھکر یا بے حقیقت جانکر ہر ایک طرح کی بددیانتی او
بدنیتی اور نقصان وہ اعمال کیطرف عود کر آتا ہے اور کوئی اُمید وبیم دلانے والی ہستی نہیں
جو اُسے شرارتوں سے روکے اور اعمال صالحہ کیطرف ترغیب وترہیب دے یہی حال اُن
قوموں اور لوگوں کا ہے جو الہامات اور مکاشفات کے منکر ہو گئے ہیں اور الہام اور مکاشفات
کے قبول کرنے والی طاقتوں اور قویٰ سے کام نہ لیکر انھیں بالکل معطل اور بیکار محض کر دیا ہے
جس کا نتیجہ بوجہ نہ پتہ لگنے ہستی باری تعالیٰ کے یہ ہوا کہ وہ درپردہ یا عملی صورت میں آشکارا
طور سے اسکے اوامر اور نواہی کی رعایت اور پروا نہیں کرتے اور طبعاً اور قدرتاً احکام الٰہی
کی عزت اور توقیر اُن کے دلوں سے اُتر جاتی ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ پشت بہ پشت رسمی
طور سے اللہ تعالیٰ کا زبان سے اقرار کرتے ہیں ورنہ ان کے دلوں میں ایک چیراسی جتنی بھی
اسکی شوکت وعظمت اور قدرت کا خیال نہیں ہوتا۔ پھر وہ دل کھولکر یا معرفت الٰہی سے محروم ہوکر
باوجود انسان ہونے کے چارپایوں کی طرح زندگی بسر کرنے لگ جاتے ہیں۔ مگر اسلام جسکو
خاکسار نے اختیار کیا ہے اُسکا پابند عنایت ایزدی سے ہمیشہ الہام اور مکاشفات سے بہرہ ور
ہوتا ہے اور گویا اُسکو اپنی آنکھوں سے بذریعہ قبولیت دعاء اور الہام وغیرہ اُسکو دکھاتا
ہے اور اُسکو خواہ نخواہ ماننا پڑتا ہے کہ اللہ کریم قادر مطلق سمیع بصیر اور حی وقیوم
ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ گناہ اور معاصی اس سے دور اور کافور ہو جاتے ہیں بلکہ وہ
باری تعالیٰ کی قدرت نمائی کے سامنے گناہ کا ارتکاب کرنا محالات سے سمجھتا ہے ؛

جسطرح ہمنے اوپر بیان کیا ہے کہ جب کسی کارخانہ کا مالک حی وقیوم اور زندہ موجود
ہوتا ہے تو اُسکی زندگی تک وفادار نوکر دیانت وامانت کے کام کرتا رہتا ہے لیکن جب
اُسکے آقا کی خبر نہیں ملتی اور اُسکی زندگی اور ہستی پر شبہ پڑ جاتا ہے تو اُسکی دیانت وامانت

اور فرائض منصبی کے سرانجام دینے میں نمایاں کوتاہی اور نقص واقع ہو جاتا ہے۔ اسی طرح الہام سے منکر قومیں ہر صدی اور ہر زمانہ میں اپنے اعمال اور افعال کو بوجہ نہ معلوم ہونے مالک حقیقی کے بدلتی رہتے ہیں اور اُن کے عقائد افعال اور رسومات وہ نہیں رہتے جوان کے بزرگوں کے تھے۔ سو یہ بات قدرتی ہے کہ جب بھیڑوں کے ریوڑ اور جوانوں کی فوج کا کوئی محافظ افسر یا نگران حال نہیں ہوتا تو اُسکے افراد منتشر ہو کر جادۂ راستی سے تتر بتر ہو کر بھٹک جاتے ہیں اور گوناگوں تکالیف اور قسما قسم کے مصائب اپنے اوپر وارد کر لیتے ہیں اور اُن فوائد آرام اور منافع خوشی اور صحت کے اسباب سے محروم ہو جاتی ہیں جو دوسری حالت میں میسر نہیں ہو سکتے ہیں۔ پس اسیطرح شتر بے مہار قوموں اور اُن کے افراد کا حال ہے جو اپنے بزرگوں یعنی رشیوں منیوں کے اصول اور طریق مذہب کو ترک کر دیتے ہیں۔ پھر اپنے طبعزاد اصول مذہب کو تراشکر زندگی بسر کرنے لگتے ہیں پر انسان آخر غلطی کھا جاتا ہے اور ناقابل برداشت ریاضتیں اور مشقتیں اپنے اوپر وارد کرتا ہے۔ لیکن چونکہ صحیح اصول اور سچے اعتقاد جنپر انسان کی روحانیت اور تعلق باللہ و فیوض الٰہیہ اور برکات ربانیہ منحصر و موقوف ہوتے ہیں انھیں انسان اپنے دماغی طاقتوں اور خود تراشیدہ خیالات سے تجویز نہیں کر سکتا۔ چنانچہ ان دنوں میں بھی جو مانع پیش اُفتادہ میں کہ آج عیسائی اور آریہ اور دیگر فرق مخالف وہ نہیں ہیں جو ان کے مذاہب کے بانی مبانی تھے۔ نہ اُن بزرگوں کے اصول معتقدات اور اعمال ان لوگوں میں موجود ہیں اور نہ ہی اُن رشیوں منیوں اور حواریوں کی سی برکات اور فیوض الٰہیہ ان منتشر شدہ یا بھولے بھٹکے ہوئے لوگوں کے شامل حال ہیں اور اب مصیبت اور وقت یہ ہے کہ بوجہ گم کرنے جادۂ راستی و صراط مستقیم کے مغضوب علیہم اور ضالین ہو کر الہام الٰہی قدرتاً بند ہو گیا تسپر یہ لوگ ایکطرح سے حقیقی مالک کو پہچان اور ہر دو جانکر الہام سے منکر ہو گئے ہیں ❊

پس جب باریتعالےٰ کو محض بیجان اور زرگت اور بے حقیقت جانتے ہیں تو پھر اعمال خیر میں لازماً کوتاہی واقع ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اُن کا دل کہتا ہے کہ وہ (خدا) کبھی بولتا بھی نہیں

اور نہ کبھی وہاں سے کوئی جزا سزا صادر ہوئی ہے پھر خواہ نہ خواہ اسکی رضا کے لیے بعض امور کا کرنا اور نہ کرنا فضول ہے چنانچہ آریوں کا بھی یہی حال ہے۔ اگر آپ پوچھو کیا پنجاب میں کوئی ایسے بیس[2] آریہ بھی ہیں جنکا وید پر عملدرآمد ہے تو جواب میں افسوس سے یہ کہنا پڑے گا کہ بیس چھوڑ ایک متنفس آریہ بھی نہیں جو یہ دعوے کر سکے کہ میں وید کا متبع ہوں۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ اول تو وید کا مستند اور کامل ترجمہ بھی نہیں ہوا اور نہ اُسکے اوامر اور نواہی سے اطلاع ہو سکتی ہے پھر اُسپر عملدرآمد کا ہونا محال ہے۔ چونکہ دیانند جی وید کے آخری حصہ کا مطلب نہیں سمجھا یا پھر ممکن ہے کہ وید کچھہ کہہ رہا ہو اور آریہ مہاشے کچھہ اور کر رہے ہوں۔ قصہ کوتاہ وید کی اُن نامعلوم احکام کو تو جانے دو۔ جو ستیارتھ پرکاش میں بھی لکھا ہے اُسپر بھی عمل نہیں کرتے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ مردہ کے جلانے کے لیے پچھتر[۷۵] روپے کا روغن زرد درکار ہے اور چھتیس[۳۶] روپے کی کستوری بھی ازبس ضروری ہے علاوہ ازیں آدھ من صندل کی لکڑی اور اگر تگر..... وغیرہ کل اسباب کو جمع و فراہم کرنے کے لیے قریباً دوسو[۲۰۰] روپے کی لاگت آتی ہے[1] جس سے کسی ایک آریہ کا مردہ جلانا چاہیے۔ مگر یہ عالمگیر اصول ہمارے دیس میں واجب العمل نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ خاص قادیان میں آریوں نے بموجب حکم ستیارتھ پرکاش ایسا نہیں کیا اور نہیں کر سکتے۔ اگر ایسا کیا جاوے تو چند سال تک آریوں کو اپنے گھر بار کی قرقی کا فکر پڑ جاوے۔ قطب شمالی میں تو ایسا ہونا ہی محال ہے کیونکہ وہاں کستوری کے لیے ہرنوں کا شکار بھی نہیں ہو سکتا اور ہرن وہاں نہیں پائے جاتے[2]۔ علاوہ ازیں اور بہت سے مسائل ایسے ہیں جنپر آریہ لوگ عملدرآمد نہیں کرتے۔ چنانچہ ہمارے قادیان اور لاہور میں کئی معزز آریوں کے گھروں میں نیوگ کی سخت ضرورت درپیش ہے لیکن کبھی نہیں سنا کہ انھوں نے حسب فرمودہ وید عام طور سے مشتہر کر کے اپنی پیاری بیویوں کو اولاد لینے کی خاطر کسی غیر دوست و آشنا سے ہمآغوش کرایا ہو۔ اگر انھوں نے ایسا نہیں کیا تب بھی وہ گنہگار اور پاپی ہیں کیونکہ بوجہ نہ اولاد ہونیکے اُنکی نجات معرض خطر میں ہے اگر در پردہ پرائیوٹ طور سے اندر خانہ ایسا ہوتا ہے تب

[2] اسیطرح ویدک دھرم [illegible] ستیارتھ پرکاش [illegible] صفحہ ۵۱۵

[1] دیکھو ستیارتھ پرکاش باب ۱۳ صفحہ ۶۲۸ -

بھی وہ دشٹ پاپی اور گنہگار ہیں کیونکہ حسب فرمودہ پنڈت دیانندجی پوشیدہ طور سے نیوگ کرانا زناکاری سے کم نہیں۔ پس عملدرآمد سے یہ لاپرواہی اور خدائی مواعید سے اس قدر لا اُبالی اور بیخوفی صرف اس لیے پیدا ہوئی ہے کہ دل میں وہ پرمیشر کو بیجان پتھر یا بے حقیقت مٹی کوڑے کیطرح گمان کرتے ہیں۔ ورنہ وہ خدا سے ڈر کر ضرور اُسکی فرمودہ کی تعمیل میں کوشش کرتے۔ اسیطرح اور فرقوں کا حال ہے۔ مثلاً سکھوں کا یہ حال ہے کہ باوجودیکہ انھیں معلوم ہے کہ جناب باوانانک صاحب کا چولا مبارک جسے یہ لوگ متھا ٹیکتے ہیں اور نہایت ادب اور تعظیم سے پیش آتے ہیں لیکن جو کچھ چولا صاحب پر حضرت باوا صاحب قدس سرہ اپنی وصیت لکھ گئے اُسپر عملدرآمد کرنے سے روگردانی کرتے ہیں۔ حالانکہ چولا صاحب جو ڈیرہ بابانانک کی سمادھ میں موجود ہے اسمیں صاف صاف لکھا ہے کہ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَام یعنی سچا دھرم جو خدا کو پیارا اور منظور ہے وہ صرف اسلام ہے۔ اور علاوہ ازیں نماز اور پنج ارکان اسلام اور آیات قرآنی سے چولا صاحب بھرا پڑا ہے پر جہالت اور ظلمت نے ایسا زور کیا ہوا ہے کہ باوجود دیکھنے کے نہیں دیکھتے اور باوجود سننے کے نہیں سنتے۔

حضرت باوا صاحب جو سکھ مذہب کے بانی مبانی ہو گذرے ہیں وہ بزرگان دین اسلام کے مقبروں اور روضوں پر چلہ کشی کیا کرتے تھے چنانچہ ملتان سرسہ۔ پاک پٹن وغیرہ مختلف مقامات میں باوا صاحب نے مسلمان بزرگوں کی قبروں کے نزدیک بغرض استفادہ فیوض وبرکات چلہ کشی کی اور اُن چلہ گاہوں کو متھا ٹیکنے کے لیئے اینک لاکھوں سکھ دور و دراز کا سفر طے کرکے وہاں پہونچتے ہیں مگر باوا صاحب کی رضا اور منشا اور طریق زندگی اور اصول مذہب پر عملدرآمد کرنے کے باب میں یہ لوگ سخت روگردان اور منکر ہیں۔ اور نہیں چاہتے کہ اپنے گرو کیطرح مکہ معظمہ کا حج کریں اور کلمہ اور درود پڑھ کر اپنی روحانیت کو ترقی دیں پس یہ سب دہریت اور کفر اور بے ایمانی صرف اس لیے پیدا ہوئی کہ انھوں نے گمان کرلیا کہ موت کے بعد کوئی کسی قسم کی بازپرس نہیں کرے گا۔ یہ شیطانی خیالات ہیں ہر ایک کو اپنے اعمال خیر وشر کی جزا وسزا بھگتنی پڑے گی۔ جو اپنے گرو اور بزرگ کا واک نہیں مانتے اور جو

کچھہ انھوں نے کر کے دکھایا وہ نہیں کرتے وہ ضرور خدا کی درگاہ میں قابل مواخذہ ہیں پس بھائیو! یاد رکھو یہ دنیا گذشتنی و گذاشتنی ہے ایک وقت ایسا آنے والا ہے کہ ہم میں سے ہر ایک صفحہ ہستی سے اُٹھا لیا جاوے گا اور وہ تمام جنکی خاطر یا لحاظ یا محبت سے حق قبول نہیں کیا جاتا سب ہمارے پیچھے رہ جاوینگے اور ہمارے اعمال کے بغیر کوئی ہمارے ساتھ بارگاہ الٰہی میں نجات اور راحت کا باعث نہ ہوگا۔ اگر ہم کسی محسن اور افسر کا کہنا نہ مانیں اور تمرد اور گردن کشی سے پیش آویں تو جو کچھہ ہمیں یہاں گزند اور نقصان پہونچنے کا احتمال ہے وہ ہر ایک پر ظاہر ہے۔ لیکن وہ رب العالمین جو ہمارے ذرہ ذرہ کا خالق اور ہماری تمام آسودگیوں اور راحتوں کا مہیا کرنے والا ہے۔ اگر ہم اُسکی نافرمانی اور عدول حکمی کریں تو پھر کیا وہ اپنے پیدا کردہ ناشکر گذار مخلوق کو بے سزا چھوڑ دے گا؟ کیا وہ جس نے ہمارے لیے اتنے بڑے بڑے سامان اور لاتعداد انعام و اکرام مہیا کیے ہیں اپنے فرمانبرداروں اور نافرمانوں سے یکساں سلوک کرے گا؟ ہرگز نہیں +

حاصل کلام! سب بھائیوں کو معلوم ہو کہ ہمنے جو دین اسلام قبول کیا ہے وہ درحقیقت وہی مذہب قبول کیا ہے جسکے پابند باوا نانک صاحب تھے۔ پس جو شخص باوا صاحب کا سکھہ کہلا کر ان کے مذہب اور اصول کردار اور گفتار اور رفتار کا قائل اور پابند نہیں وہ درحقیقت پاپی اور گنہگار ہے۔ اور اس قابل ہے کہ خدا اُسے دوزخ میں ڈالے۔ یا اس دنیا میں ہی اپنے عذاب طاعون وغیرہ سے ہلاک کرے کیونکہ اُسنے باوا صاحب جیسے مہاتما بزرگ اور پرمیشر کے پیارے بندہ کا کہنا نہ مانا۔ اور حق کو پا کر دیدہ و دانستہ چند روزہ دنیاوی فوائد اور تعلق داروں سے محبت کر کے حق کو رد کیا۔ اور باوا صاحب کے فرمان عالیشان کو ردی چیز کیطرح پھینک دیا +

ناظرین! ہمارا دین اسلام کو قبول کرنا سوائے رضاء الٰہی اور باوا صاحب کی پیروی اور خوشنودی کے اور کوئی مدعا مدنظر نہیں جیسا کہ آیندہ انشاء اللہ مفصل معلوم ہوگا۔ ہمنے اسلام کو غور سے دیکھا اور تجربہ سے معلوم کیا بے شک اُسے خدا تعالیٰ سے کامل تعلق پیدا کرنے والا پایا۔ اور خدا کو عملی اور مشہود اور محسوس طریق سے حی و قیوم اور متکلم پایا۔ یہی وجہ ہے

کہ ہم کسی طرح سے اسلام کو ترک نہیں کر سکتے (اول تو خدا آزمایش میں نہ ڈالے) مگر بفضلہ وبتوفیقہ اسلام کو ترک کرنے سے آگ میں زندہ جلایا جانا آسان سمجھتے ہیں الحمداللہ ان یشاء اللہ - اسبات کے ثبوت میں ہمارا یہ کہنا کافی ہے کہ ہمنے اپنے پیارے اور مہربان والدین اور بھائیوں بہنوں اور دیگر رشتہ داروں کو صرف اسلام کی خاطر چھوڑا نہ کسی اور غرض کیلیئے ہر ایک دانشمند جانتا ہے کہ وطن سے بیوطن یا اپنی جائے سکونت سے الگ ہوکر کالے پانی (عبور دریائے شور) جانا اور اپنی جایداد اور املاک منقولہ غیر منقولہ سے دست بردار ہونا آسان کام نہیں ہے - جو اپنے والدین کو ہمیشہ کے لیے ترک کرتا ہے جو کچھہ اُسکے دل پر گذرتا ہے وہی اُس امر سے واقف ہے اور دوسروں کیلیئے تو یہ صرف ایک کہانی ہوجاتی ہے -

مثنوی

کروں رنج اور غم کو میں کیا رقم
کہ خاموش ہے یاں زبانِ قلم

ہوا جب کہ ماں باپ سے میں جدا
نہ تھا کوئی میرا خدا کے سوا

مری کس مپرسی کی حالت نپوچھ
وہ تکلیف اور وہ صعوبت نپوچھ

عزیزوں کی فرقت کا تھا ایک غم
ہوئی اسپہ غربت ستم پر ستم

کروں تنگ دستی کا میں ذکر کیا
کہ تھا مفلسی کا مجھے آسرا

پیاسے تھے اپنے ہی جب خون کے
تو اُمید رکھتا میں کیا غیر سے

فراق وطن اور غم اقربا
خدا کے لیئے سب گوارا کیا

کیا ترک سب عیش و آرام کو
نہ چھوڑا مگر دین اسلام کو

وہ دیں جس کو لائے تھے تیرا الانام
سچائی میں جس کی نہیں کچھہ کلام

کسی واقعہ میں کسی کی جان و مال کا ستیاناس ہوجایا کرتا ہے لیکن سننے والوں کے لیئے ایک قصہ کا رنگ معلوم ہوتا ہے - بس ہمنے جو رضائے الٰہی اور خوشنودی ایشر کے لیے تکلیف اور نقصان برداشت کیا یہ نقصان اُسکی رضا کے مقابلہ میں ہیچ ہے - اللہ تعالیٰ! جس کے پاس کسی چیز کی کمی نہیں اُسنے ہمیں سب کچھہ بلکہ اُس سے بڑھ چڑھ کر عطا کیا - اگر

ہمیں دنیوی فوائد اور وسائل منفعت مد نظر ہوتے تو ہم نعوذ باللہ متمول قوموں (عیسائیوں اور آریوں اور سکھوں) کیطرف رجوع کرتے۔ قصہ کوتاہ جو کوئی خدا کے لیے تھوڑا سا چھوڑتا ہے خدا اُس سے کہیں بڑھ کر عطا فرماتا ہے +

پھر ہم اصل مضمون کیطرف رجوع کر کے کہتے ہیں کہ ہماری اور ہر ایک سعید الفطرت انسان کی یہ عادت نہیں کہ دوسروں کی صرف عیب جوئی اور نکتہ چینی کریں۔ بلکہ ہم ایکبات کو جو درحقیقت انسانی فطرت کے برخلاف ہے اُسکو ترک کرا کر اُسکی جگہ ایک احسن اور عمدہ نیکی پیش کرتے ہیں اور جو واقعی نقص ہیں اور حیا اور عقل کے دشمن مسائل ہیں اُن کے نقص اور عیب ظاہر کرنا چاہتے ہیں اور جو نیکی اور عقل و فہم کے موافق مسائل ہیں اُنھیں پیش کر کے انکی خوبی اور حُسن دکھانا چاہتے ہیں۔ علاوہ ازیں ہمنے اپنے رسالہ میں یہ امر بدلایت تام ثابت کیا ہے کہ سچا اور عقل اور خدا کے فعل کے موافق کونسا مذہب ہے اور اسکی شناخت کے لیے کیا کیا ذریعہ اور معیار ہیں۔ آج کل کے لوگوں کی اتنی لمبی عمریں نہیں ہوتیں کہ ویدک پستکوں کو جو ہزاروں صفحوں پر مشتمل ہیں اُن کے مطالعہ اور تحقیقات سے انسان حق و باطل میں فیصلہ کر سکے اور نا ہی یہ انسان کے احاطہ قدرت میں ہے کہ عقلی اور نقلی مباحثات سے کسی فریق کو یہ منوا سکے کہ فلاں قول و فعل گناہ میں داخل ہے یا فلاں قول و فعل ثواب یا عذاب کا موجب ہیں۔ کیونکہ ہزاروں مباحثات ہوئے اور لاکھوں عقلی دلائل پر مبنی کتابیں لکھی گئیں مگر فیصلہ نہ ہوا کہ یسوع کا خدائی کا دعویٰ کرنا اور گائے کا گوشت کھانا اور نیوگ کرانا اور شراب پینا وغیرہ وغیرہ امور تمام فرقوں کے نزدیک گناہ یا ثواب قرار پا گئے ہوں۔ پس آخر کار آسمانی فیصلہ سے خدا نے خود فیصلہ کیا کہ فلاں قول و فعل اور کردار اور گفتار مقبول اور محبوب ہیں۔ چنانچہ ہم بتفصیل لکھیں گے کہ جسطرح ابراہیم موسیٰ داؤد عیسیٰ محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مخالف اور ان کے کردار اور گفتار پر اعتراض کرنیوالے ارادہ الٰہی سے نیست و نابود ہو گئے اور وہ خود عنایت ایزدی سے عزت و شرف اور فروغ پا کر اپنی پیدائش و بعثت کی علّت غائی کو بوجہ احسن سرانجام دیگئے۔ ایسا نہیں ہوا کہ اپنے فرائض منصبی کو اُدھورا چھوڑ کر نامکمل حالت میں

کاٹے گئے۔ اور اپنے مشن کو حسب منشا پورا نہیں کر گئے +

اس زمانہ میں بھی خدائے احکم الحاکمین نے عجیب اور کھلا فیصلہ کیا ہے اور تمام عقلی و نقلی مباحثات اور روز کے آئے دن جھگڑوں کا قطعی فیصلہ کر دیا ہے یعنی یہ کہ پنڈت لیکھرام جی نے دعا کی تھی کہ "ہے پرمیشر ہم دونوں میں سے (مرزا غلام احمدؐ و لیکھرام) جسکے قول اور فعل کردار اور گفتار اور اعتقادات اور احکامات تیری نظر میں مقبول پسندیدہ اور تیری رضا جوئی کے لیے اکسیر ہیں اُسکو عزت اور فرخ بخش اور جو تعصب اور ہٹ دھرمی میں ڈوبا ہوا ہے اُسکو ذلت سے بھرے ہوئے عذاب کا مزہ چکھا۔ کیونکہ صادق کی طرح کاذب تیری پاک درگاہ میں کبھی عزت نہیں پاسکتا۔ (دیکھو کلیات آریہ مسافر صفحہ ۵۰۴ و ۵۰۵)

پس خدا تعالیٰ نے جو رحیم و کریم اور سمیع و بصیر ہے اور وہ اپنے نیک بندوں پر کسی صورت میں ظلم نہیں کرتا پنڈت لیکھرام کو ذلت کے عذاب سے اُٹھا کر اُسکے تمام اصول مذہب اور فروع ملت (آریہ سماج یعنی ویدک دھرم) اور قول و فعل پر قلم پھیر دیا اور حضرت مرزا صاحب اور اُن کے مذہب اسلام اور اُن کے کردار گفتار کی اپنے پاک ہاتھوں سے تصدیق کی۔ کیونکہ بقول ہر ایک انصاف پسند اور لالہ لیکھرام کے "پرماتما کا کوئی کام بغیر حکمت اور انصاف کے ظہور پذیر نہیں ہوتا" (دیکھو کلیات آریہ مسافر صفحہ ۳۹۹)

ہم پنڈت دیانند جی کے قول کی بھی اسجگہ تائید کرتے ہیں جو وہ ذیل میں لکھتے ہیں۔ "چونکہ پرمیشر حقیقی انصاف کرنے والے آدمیوں کو عزت بخشتا ہے اور گناہ اور ثواب کرنے والوں کے لیے گناہ اور ثواب کے صحیح صحیح نتائج کا بطریق مناسب ناظم ہے اسلیے اُس پرمیشر کا نام ادیما ہے"۔ ستیارتھ پرکاش صفحہ ۹ +۔ پس اُس رحیمانہ اور کریمانہ برتاؤ سے جو ہمیشہ خداتعالے اپنے ماموروں اور رسولوں سے کرتا آیا ہے ہر ایک بحث اور سر دردی کا فیصلہ ہو گیا ہے۔ پس ہم اول اپنی مختصر سوانح عمری لکھیں گے کہ کسطرح خدا کی عنایت اور رحمت نے اس عاجز کو حق کی طرف کھینچا پھر کسطرح اُس نے کیسے پیار سے ہر مخالف کے گزند اور نقصان

+ حاشیہ۔ پنڈت دیانند صاحب کا قول ہے کہ "جو پرمیشر کو جاننے والے۔ دھرم پر چلنے والے کل دنیا کے فیض رساں شخص سے کوئی دشمنی کرے گا وہ ضرور برباد ہوگا" دیکھو ستیارتھ پرکاش باب ۱۱ صفحہ ۳۰۲

سے محفوظ رکھا۔ بعد ازاں ہم ناظرین پر ظاہر کرینگے کہ ہمنے اسلام میں کیا دیکھا ہے اور دیگر مذاہب میں ہمیں تشفی اور اطمینان اور گناہوں کا علاج میسر نہ ہوا ہمنے جو کچھہ حق و باطل سمجھا اُسکو

بقیہ حاشیہ: بیشک پنڈت جی نے حق کہا ہے۔ لیکھرام پشاوری نے دنیا کے قیصر سان اور دھرم پر چلنے والے دشمنی و عداوت کی اور اُسکی بربادی چاہی پر حقیقی انصاف پسند اور عادل پرماتما نے اُسکو ہلاک اور برباد کیا۔ اُس نے الہامات الٰہیہ اور کلمات ربانیہ کو تمسخر اور حقارت کی نظر سے دیکھا سو خدا نے اپنے منہ کی باتوں اور اپنے پیارے کی عزت قائم کرنے کے لیے اس دشمن حق اور عدو دین کو نیست و نابود کیا اور اُسکی تمام باتوں اور دعووں اور اصولوں کو جو سراسر غلط تھے خاک اور راکھہ میں ملا دیا اور اُن تمام سچے اور حق و راستی اور معارف سے بھرے ہوئے الہامات کو جنپر وہ تمسخر اور استہزا کرتا تھا واقعی طور سے تصدیق کی چنانچہ مفصلہ ذیل بیان سے ظاہر ہوگا جو لیکھرام نے اپنی موت سے پہلے اپنی کتاب تکذیب براہین احمدیہ میں اپنے ہاتھ سے شائع کیا تھا

نقل مطابق اصل

لیکھرام	کیفیت از خاکسار
مرزا۔ خدا تیری برکتیں اردگرد پھیلائے گا اور ایک اُجڑا ہوا گھر تجھسے آباد ہوگا +	بیشک اُجڑا ہوا گھر آباد ہوگیا جس میں اسوقت پچاس سے زیادہ مرد اور عورتیں آباد ہیں اور ہندوستان اور دیگر دور دراز ممالک اور امصار و بلاد میں برکتیں پھیلتی جاتی ہیں ہزار ہا کوس سے حضرت مرزا صاحب کے دلدادہ مرید قادیان میں آتے ہیں خدا کی باتیں کبھی ٹل نہیں سکتیں +
لیکھرام۔ اردگرد برکتیں نہیں پھیلیں اور قادیان آباد شدہ ہے اجاڑ اور ویران ہوگیا ہے +	یہ بالکل جھوٹھ ہے۔ یہاں کے باشندے جانتے ہیں کہ مرزا صاحب کے در دولت پر ۲۰۰ آدمی آبسے ہیں اور ہائی سکول کالج اور شفاخانہ موجود ہے۔ اور مدرسہ میں بھی کم از کم ڈیڑھ سو دو سو لڑکا تعلیم پا رہا ہے۔ اب لیکھرام کے جھوٹھ کا اعتبار کریں یا مذکورہ بالا آبادی کو دیکھکر صحیح واقعہ کا اعتبار کریں ؟ ۔
مرزا ایک ڈراونا گھر برکتوں سے بھر دے گا +	بیشک گھر ایسا آباد ہے کہ اس سارے نواح قادیان میں کوئی بھی آباد نہیں بلکہ اس ضلع میں بھی کوئی نہیں +

صاف صاف نرم الفاظ میں تہذیب سے بیان کر دیا ہے تاکہ تعصب اور جور و ستم اور جھوٹھ کا ناش ہو اور حق اور راستی کا لوگوں کے دلوں پر پرکاش ہو۔ بعض جگہ جو ہمنے ذرہ تیز

بقیہ حاشیہ **لیکھرام** آجتک کیا آپ کا گھر خدا نے نحوستوں سے بھرا ہوگا؟

نحوستوں سے آپکا گھر بھر گیا ہے کیونکہ آپکے گھر میں آپکی ذریت سے کوئی بھی بیٹا نہیں رہا اور آپ بھی عین جوانی میں حسرتوں کے ساتھ چل بسے اور ایک راستبازکے ساتھ مباہلہ کرکے غضب الٰہی کا نشانہ ہوگئے اور بیوی وغیرہ سب کا خاتمہ ہوگیا۔ قسم بخدا کی لایزال آپکا گھر جس میں بوم شوم کے بغیر اور کوئی سکونت پذیر نہیں نحوستوں سے بھرا ہوا ہے اور ہمسایہ بھی اُس گھر سے ڈرتے اور خوف کھاتے ہیں تاکہ لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَمَنْ خَلْفَهُ

مرزا تیری ذریت منقطع نہیں ہوگی اور آخری دنوں تک سرسبز رہے گی۔

لیکھرام آپ کی ذریت جلد منقطع ہو جاوے گی غایت درجہ تین سال تک شہرت رہے گی +

بیشک الہام الٰہی نے وہ زور دکھایا ہے کہ اس وقت مرزا صاحب کے بیٹے بیٹیاں موجود ہیں اور پوتے بھی موجود ہیں اور ممکن نہیں کہ خدا کی باتیں ٹلیں۔ یقین کامل ہے کہ آخری دنوں تک آپکی ذریت رہیگی + (یا الٰہی جب پنڈت آریہ کا ایسا جھوٹھ نکلا تو پھر اور آریوں کا کیا حال ہوگا۔ ان لوگوں کی جلد تر آنکھیں کھول کہ اسپر ایمان لاویں جسکے ادنیٰ خادموں نے کاشی اور متھرا کے مشرکوں بت پرستوں کو توحید کا سبق دیا اور دیا نند جی اور وایو اگنی کی پرستش سے بچایا) پنڈت جی مہاراج جھوٹھ کا ناش ہوا اور سچ کا پرکاش ہو۔ آپ نے یہ سرتاپا دروغ کہاں سے سیکھا۔ مرزا صاحب کی ذریت کا حال تو قادیان کے آریوں کو بھی معلوم ہے کہ پانچ لڑکے اور دو لڑکیاں بفضل خدا موجود ہیں مگر آپ کے ہاں کچھ بھی نہیں۔ آریہ صاحبان کو بھی لازم ہے کہ اب یا تو آریہ سماج کے دوسرے نیم سے انکار کرنا چاہیے کیونکہ پرمیشور نے باوجود دیاکاری اور دیانند کو اور وایو کے اپنے بھگت اور مہاتما پنڈت کو ہائے ناکامی اور نامرادی کی راہ سے ہلاک کیا اور اُسکے خاندان کو خاک میں ملا دیا۔ یا اسلام قبول کرنا

فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ۔ الخ

اور گرما دینے والے الفاظ استعمال کیے ہیں وہ کسی طرح کی درشتی اور بدتہذیبی پر مبنی نہیں

بقیہ حاشیہ

مرزا: خدا تیرے نام کو اُس روز تک جو دنیا منقطع ہو جائے عزت کے ساتھ قائم رکھے گا +

چاہیے کیونکہ فیصلہ رحم و کرم کا جو رحیم و کریم خدا سے ہوا وہ اسلامی مرد کے حق میں ہوا + در این چہ شک جس صورت میں ۲۵ سال سے یہ وعدہ الٰہی روز افزوں چمک دمک سے پورا ہو رہا ہے پھر کون احمق اس عزت و عظمت کو جو لاکھوں انسانوں کے دلوں میں مرکوز اور معمور ہے منقطع ہونے والی تصور کر سکے ہم بڑے وثوق اور یقین سے بھرے ہوئے دل کے ساتھ دعوی کر کے کہتے ہیں کہ ایسا ہی ہوگا جو الہام الٰہی کہتا ہے کیا ممکن ہے کہ کوئی خدا کے کاموں اور ارادوں کا مزاحم ہو سکے ع دشمن چہ کند چو مہرباں باشد دوست +

لیکھرام: خدا کہتا ہے کہ چند روز تک نہایت ذلت اور خواری کے ساتھ قادیان میں کچھ تذکرہ رہے گا پھر معدوم محض ہو جاویگا

بیشک آپکے فرضی کمزور ناتوان پرمیشر نے ایسا کہا ہوگا جو ایک مکھی کو بھی اپنی قدرت ناقصہ سے پیدا نہیں کر سکتا اور قدامت میں ارواح اور ذرات عالم کا شریک اور ان سے کمتر ہے - اگر خدا نے آپکے کہا ہوتا تو وہ ضرور ویسا ہی کرتا بلکہ یہ ناپاک کلمہ خناس نے آپسے لکھوایا جس سے آپکو ہی معدوم محض ہونا پڑا اور وہ تمام ملکوں میں عزت کے ساتھ یاد کیا جاتا ہے اور روز مرہ سے جیتا جاگتا قادیان میں دندنا رہا ہے - مگر آپ اور آپ کی آل اولاد کی خاک اور راکھ بھی نہ رہی اور تمام خیر اندیش یہی کہتے ہیں کہ مرزا صاحب کی بددعا نے آپ پر غضب الٰہی برپا کیا ہے اور آپ کے مذہب کی تردید کر دی الحمد للہ رب العلمین +

مرزا: تیری دعوت کو دنیا کے کناروں تک پہونچاوے گا +

یہ الہام الٰہی جو چوبیس ۲۴ سال سے زیادہ عرصہ کا ہو چکا ہے شائع کیا گیا تھا اب پورا ہو رہا ہے رسالہ ریویو آف ریلیجنز کے ذریعہ سے تمام یورپ امریکہ آسٹریلیا وغیرہ میں آپ کی دعوت پھیل رہی ہے لیکن لیکھرام خاک میں ہے لیکن اُس کا حریف روز افزوں ترقی اور راحت میں ہے اور اپنے فرض منصبی اور امر بعثت میں سرگرم ہے - درحقیقت سکھ دکھ اپنے کرم کا پھل اور جزا سزا ہوتی ہے پس جو کچھ قادر کرتار نے کیا اُسکو سر تسلیم خم کر کے

اور نہ کسی کی دل آزاری کے لیے لکھے ہیں بلکہ محض احقاق حق ملحوظ خاطر ہے یا البغض متعصب اور تاریکی

بقیہ حاشیہ

مان لینا چاہیے۔ کیونکہ اُس کا مقابلہ نہیں ہو سکتا اور نا ہی اُسکی بھیجی ہوئی سزا کو غیر محل اور ظالمانہ طور سے یک طرفہ فیصلہ اور ڈگری سمجھنا چاہیے۔ کیونکہ عالم کل اور بےنظیر دانا و بینا ہے +

لیکھرام جب خود محمد صاحب کی یہ آرزو پوری نہ ہوئی تو آپ کس باغ کی مولی ہیں +

لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبع اور پنجوقت باآواز بلند مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کی شہادت دینے والے ہر ایک بر اعظم بلکہ ہر ایک ملک اور شہر میں موجود ہیں چنانچہ لندن لورپول پیرس سینٹ پیٹرزبرگ اور امریکہ میں مسجدیں موجود ہیں مسلمان بابانگ بلند مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کے مشن کی اشاعت میں مصروف ہیں۔ ہاں یہ حق ہے کہ سوائے آریہ ورت کے دوسرے ممالک میں بید بے ثمر کا کوئی خواہاں نظر نہیں آتا۔ بلکہ آریہ ورت میں بھی کوئی وید کا عامل نہیں +

الہام میں تجھے عزت کے ساتھ اُٹھاؤں گا +

ناظرین کو معلوم ہے کہ حضرت اقدس مرزا صاحب کو مدت سے الہاماً یہ بشارت ملی ہوئی ہے کہ تیری اسی برس کے قریب عمر ہوگی اور جبتک تیرا مشن کمال کو نہ پہنچے گا خدا تجھے برقرار رکھے گا۔ اور کوئی نہیں کہ تجھے قتل وغیرہ سے آسیب پہنچا کر خدائی رسالت کو درہم برہم کرنے میں کامیاب ہو سکے۔ سچ ہے کہ ٢٥ سال سے مخالفوں نے ناخنوں تک زور لگایا مگر آپ کا بال بیکا نہ ہوا +

لیکھرام۔ آپ اُٹھائے جانے کے قابل ہیں میری بھی یہ دعا ہے کہ بہت جلد اُٹھائے جاویں اور درکات میں ڈالے جاویں +

پنڈت جی آپ ہی اُٹھائے جانے اور درکات (دوزخ کے درجات) میں ڈالے جانیکے قابل تھے جیسا کہ سرِ شکستیاں اور ریاکاری پرمیشور نے کر دکھایا۔ اب بھی اگر کوئی لیکھرام اور اُسکے اصول کے بطلان اور اُسکے غضب الٰہی کے نشانہ بننے کا منکر رہیگا تو وہ پاپی اور اپنی جان کا دشمن ہے +

الہام تیرا نام صفحۂ زمین ...

بیشک خدا کے ماموروں اور رسولوں اور اوتاروں کا نام ابدتک رہتا ہے

کے فرزندوں کے کانوں سے جھپے نکلنے منظور ہیں۔ اور کسی قدر اُن لوگوں کے متعصبانہ عزائم

بقیہ حاشیہ سے کبھی نہیں اُٹھایا جائے گا +

لیکن ابو جہل اور لیکھرام جیسوں کا نام و نشان صفحہ روزگار سے اُٹھ جاتا ہے اور کوئی بعد میں نام لیوا اور پانی دیوا باقی نہیں رہتا اور اُنکی آل و اولاد بھی غضب الٰہی سے نیست و نابود ہو جاتی ہے جیسا کہ وقوع میں آیا۔ سچ ہے ولا یخاف عقبٰہا +

لیکھرام۔ کیا آپکے سوا محمد صاحب اور سب پیغمبروں اور پیشوایان اسلام کا نام صفحہ ہستی سے خود منفک ہو گیا جو آپ کا بھی چرچا رہے گا +

بیشک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور صدہا پیغمبروں اور پیشوایان اسلام کا نام برابر چلا آتا ہے لیکن اگنی وایو (ہوا) انگرا۔ آدیت (سورج) جنپر وید نازل ہوا اُن کا نام اور اُنکی سوانح عمری اور چال چلن اور نیوگ وغیرہ کے رواج دینے والوں کا نام اور حال معلوم نہیں۔ البتہ یہ فرق بھی مشکل نظر آتا ہے کہ وایو ہوا کو کہیں یا وایو خدا کو کہیں یا کسی دیوتا کو تصور کریں یا لفظ وایو سے کوئی رشی تعبیر کریں۔ خدا کے برگزیدوں کا نام برابر سورج چاند کی طرح ہر ملک و ہر ولایت میں چمکے گا مگر جس کا خاتمہ زبوں و خراب آپکی طرح ہو اُس کا...... نام و نشان کوئی دانشمند عزت سے نہیں لے گا۔ اور نہ کبھی لیا گیا +

ہرا ۱۔ اور ایسا ہوگا کہ سب لوگ جو تیری ذلت کے فکر میں لگے ہوئے ہیں اور تیرے ناکام رہنے کے درپے اور تیرے نابود کرنیکے خیال میں ہیں وہ سب ناکام رہینگے اور ناکامی کے ساتھ مرینگے

بیشک لیکھرام جوان دنیا سے ناکام گیا۔ اور تمام آریوں کو شرمندہ کر گیا بے ریب جو حضرت مرزا صاحب کی ناکامی کے درپے اور ذلت کا خواہاں تھا وہ پنڈت لیکھرام تھا سو وہی ناکامی اور ذلت کی موت سے مرا ذلت سے اسلیے کہ وہ تو ناکاری کے سبب سے قتل ہوا جیسا کہ پیسہ اخبار مورخہ ۱۳ مارچ ۱۸۹۷ء میں لکھا ہے واللّٰہ اعلم بالصواب۔ اور یا اپنی گذشتہ جون کی کرتوت کی پاداش میں اپنی سزا کو پہنچا کیونکہ خدا کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ علاوہ ازیں پنڈت دیانند جی بھی ناکام و نامراد دنیا سے سدھارے اور وید کا ترجمہ بھی پورا کر کے نہ گئے بلکہ جس کام کو شروع کیا تھا وہ ادھورا

کا دندان شکن جواب دیا گیا ہے جنکے نہ ایک دفعہ نہ دو دفعہ بلکہ صدہا مرتبہ جواب دیئے گئے ہیں

بقیہ حاشیہ

مگر جو خدا کا فرستادہ ہوتا ہے خدا اُسکی خود حفاظت فرماتا ہے ممکن نہیں کہ دنیا کے ناچیز مخالف اور حاکم رب العالمین کے فرستادہ کے مزاحم اور روک ہو سکیں جو خدا کے پیارے اور فرستادہ پر گرتا ہے وہ خود ہی گر کر چور ہو جاتا ہے اگر ایسا نہ ہو تو خدا کو کوئی بھی نہ مانے۔ خدا کی بادشاہت ہر جگہ ہے اُسکے ارادوں کا جو مزاحم ہوتا ہے وہ کاٹا جاتا ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اَلْمُلْکُ لَکُمْ دِیْنُکُمْ کا نقارہ بجا کر گئے ہیں ایسا نہیں ہوا کہ کسی ناکامی نامرادی نے انھیں گرفتار کیا ہو۔ اگر خدا کے فرستادوں اور پرمیشر کے مامورں کی اتنی بھی عزت نہ ہو کہ لوگوں کے ہاتھوں سے اُنکی حفاظت ہوتی رہے تو حیف ہے ایسے کمزور ناتوان پرمیشر پر۔ نعوذ باللہ من ذالک +

لیکھرام - آجتک تو کوئی اس کا مخالف اور مکذب ناکامی اور نامرادی سے نہیں مرا ..... بلکہ مرزا اور اُسکے پیشرو محمد کے مخالف اسی طرح شادکام رہکر سرکوبی و گوشمالی کرتے رہینگے اور نیز بذریعہ اشتہارات و بحکم خداوندی مکاریوں کے مکر ظاہر کرتے رہیں گے +

لیکھرام! اگر اب تو زندہ ہوتا تو ہم تجھے بتلاتے کہ مولوی اسمٰعیل علیگڈھی عبداللہ آتھم عیسائی پنڈت دیانند مولوی غلام دستگیر قصوری اور مولوی عبداللہ و عبدالعزیز و محمد لدھیانوی اور حمید اللہ پشاوری وغیرہ وغیرہ کہاں گئے۔ اور اب تو درکات میں اپنے کرموں کا پھل اور سزا کا ذائقہ چکھ رہا ہے۔ ناظرین خود سوچیں کہ بحکم خداوند تعالیٰ کون شادکام رہ کر حق کے دشمنوں کی سرکوبی اور گوشمالی کر رہے ہیں اور کس مہاشے اور کس کے مکر اور جھوٹھ ظاہر ہو رہے ہیں۔ خدا کی قدرت تو دیکھو جو خدا کے ماموروں کے حق میں اس جرأت اور بے باکی سے ناپاک الفاظ منہ پر لاتا ہے اسکو خدا تعالیٰ ذلت کی مار سے ہلاک کرتا ہے کیونکہ بقول تیرے و پنڈت دیانند کے خدا کی درگاہ میں صادق کی طرح کاذب کبھی عزت نہیں پا سکتا +

ھرگز نہ میں خدا تجھے کبھی کامیاب کر دے گا

الہام الٰہی سچا ہے۔ خدا تعالیٰ نے مرزا صاحب کو جلسہ اعظم مہوتسو میں تمام ادیان باطلہ پر کامل فتح اور غلبہ دیا اور لاکھوں انسانوں کو رہنمائی اور

لیکن وہ لوگ نہایت جرأت اور بیباکی سے پھر بار بار لکھتے اور شائع کرتے ہیں اور پبلک کا دل دکھاتے

پیشگوئی ۱

اور تیری ساری مرادیں تجھے دے گا + وہ لڑکا موعود صاحب شکوہ اور عظمت و دولت ہوگا اور تین کو چار کرنے والا ہوگا۔ اپریل ۸۶ اور تجھ میں اس سے برکت پاوینگی اور میں تیری ذریت کو بہت بڑھاؤں گا اور برکت دوں گا +

نیک اندیشی کا گرویدہ بنایا اور دین و دنیا کی ہر ایک لعنت سے چھڑایا۔ لیکن لیکھرام جی اور پنڈت دیانند جی کا بیج تک مارا گیا اور گھر بار اُجڑ گیا فاعتبروا یا اولی الابصار۔ عقلمندو! انکے بد انجام سے عبرت پکڑو۔ گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں +

ناظرین کو معلوم ہے کہ جس وقت یہ الہام لڑکے کی نسبت ہوا تھا اُسوقت حضرت مرزا صاحب کے گھر میں دوسری بیوی سے ایک لڑکا بھی نہ تھا اسلیئے تین کو چار کرنے والے کے معنے معلوم نہ ہوئے۔ عجیب قدرت الٰہی ہے کہ تین کو چار کرنے والا لڑکا بھی پیدا ہوگیا یہ انسانی طاقتوں سے بالاتر بات ہے کہ جس صورت میں ایک بھی بچہ نہ ہو تو یہ امر شائع کردے کہ تین لڑکوں کے بعد چوتھا لڑکا پیدا ہوگا۔ اول تو کسیکو اپنی زندگی کا اعتبار نہیں پھر بیوی کی زندگی اور بچوں کے پیدا ہونے اور زندہ رہکر چوتھا لڑکا پیدا ہونے کی پیشگوئی اپنے پاس سے کسطرح کرسکتا ہے۔ یہی معجزہ خدا نما معجزہ ہے جس سے خدا کے وجود اور علم غیب اور قدرت کاملہ کا ایمان پیدا ہوتا ہے آریوں پر افسوس کہ ایسے نشان دیکھکر ماننا تو درکنار ٹھٹھا کرتے ہیں۔ اور اگر پوچھا جائے کہ کیا تمنے مرزا صاحب کی کوئی پیشگوئی سچی ہوتی دیکھی ہے تو انکار کرتے ہیں حالانکہ آریوں کا پیشوا دیانند لکھتا ہے کہ جھوٹی گواہی دینے والے یا سچی گواہی کو چھپانے والے کی زبان کاٹ ڈالنی چاہیے +

لیکھرام ہمارا الہام ہے کہ لڑکا کیا تین سال کے اندر آپ کا خاتمہ ہوجائیگا اور آپکی ذریت سے کوئی باقی نہ رہے گا (کلیات آریہ مسافر)

قادیان والے آریہ واقف ہیں کہ لیکھرام نے یہ کسقدر جھوٹ بولا ہے اب ایک کے بجائے چار لڑکے موجود ہیں اور خود لیکھرام کے کچھ نہیں۔ انصاف کرنے والے خود سوچ سمجھ لیں گے۔ اب انصاف پسندی اور عدل پروری کیلئے کس خاموش رہنے والے اور سچی گواہی کے چھپانے والے مہاشے کے سر کو پیٹیں اور کس پردھان سبھا کا گریبان چاک کریں جو جھوٹ کو جھوٹ نہیں مانتا اور حق کو حق نہیں گردانتا۔ بلکہ نہ تو وہ ایمان لاتا ہے اور نہ دوسرون کو ایمان لانے دیتا ہے اور لیکھرام ہی کو راست باز کہتا جاتا ہے۔ منہ

ہیں۔ اس لیے اگر کسی جگہ درشتی محسوس ہو تو آریہ مسافر میگزین ۱۹۰۳ء و ۱۹۰۴ء کے نمبروں کا مطالعہ کرنا چاہیے تاکہ معلوم ہو کہ طرفین میں زمین و آسمان کا فرق ہے یا نہیں +

اخبار الاسلام

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ہم لوگ جگت کو اوپتن کرنے والے جگدیشور کی مہما اور استت کرتے ہیں اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پرماتما دیالو اور کرپالو ہے مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ وہی پرلوک اور مہاپرے کے دن کا مالک ہے اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ہے انو یہم پرمیشر ہم تیری ہی اوپاسنا کرتے ہیں اور تیری ہی سہایتا چاہتے ہیں اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ہم کو ست کا مارگ دکھا صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ان رشیوں اور منیوں کا مارگ جنپر تو نے اپنی خاص کرپا کی ہے غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ان دشٹوں اور پاپیوں کا ڈگر نہ دکھائیو جنپر تیری کروپی ہوئی + اٰمِيْن +

چند سال سے زیادہ عرصہ گذرا ہے کہ میں اپنے والدین اور دیگر خویش و اقربا میں بود و باش رکھتا تھا اور انھیں کی طرح غفلت اور تاریکی میں زندگی بسر کرتا تھا اور پرائمری اسکول میں تعلیم پاتا تھا اور ابھی میری عمر چودہ[۱۴] سال سے متجاوز نہ تھی کہ ایک کتاب بنام رسوم ہند کے مطالعہ سے + دفعتہً مذہب کے متعلق یہ خیال پیدا ہوا کہ ممکن ہے کہ ہم سکھوں کا موجودہ مذہب انسان کو

حاشیہ + اس کتاب میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات اور مدارج عالیہ پڑھ کر میرا دل لوٹ گیا اور تمنا کی کہ کاش پرمیشر مجھے بھی ان کا مرتبہ اور قرب عطا کر دیتا مگر معاً یہ خیال بھی آیا کہ اس طرح ہر ایک متنفس بھی تمنا کر سکتا ہے اور یہ خواہش کسی صورت میں پوری نہیں ہو سکتی بعد ازاں حضرت امام مہدی کا جن کا ظہور آخر زمانہ میں مقدر تھا ان کے حالات پڑھکر دل میں وہی خواہش پیدا ہوئی کہ ہے نرنکار یہ فضل مجھے ہی عنایت ہو جاوے۔ ورنہ کم از کم اتنا تو ضرور ہو کہ حضرت امام مہدی کے

پر بیشتر تک پہونچانے کے لیے کافی نہ ہو اور گرنتھ صاحب * جس میں توحید اور چند اخلاقی باتوں کا ذکر ہے دوسری انسانی ضروریات کے بارے میں تمام احکام دربارہ امور کردنی و ناکردنی پر حاوی نہ ہو اور ہم مینڈک کی طرح ایک تنگ و تاریک گڑھے میں پڑے ہوں اور اپنے حقیقی مالک خالق سے ناواقف اور ناآشنا ہی دنیا میں آویں اور ویسے ہی بے نصیب اور محروم ہو کر اس دار فانی سے چلے جاویں۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ کثرت مطالعہ سے اور نیز غور و فکر سے میں اس امر پر بخوبی واقف ہو گیا تھا کہ ہماری قوم (سکھ) کی یہ حالت ہے کہ ان لوگوں میں علم بہت کم ہے اور خداشناسی اور روحانیت بکلی معدوم ہے اور ہزار ہا جوان سکھ انگریزی فوجوں میں بھرتی ہونے اور دولت اکٹھا کرنے کو دنیا

بقیہ حاشیہ اصحاب میں داخل ہو جاؤں اور ثواب دارین حاصل کرسکوں۔ الحمد للہ کہ یہ آخری دعا جو بحالت اضطرار..... کی گئی تھی قبول ہو گئی اور امام مہدی کے اصحاب میں داخل کیا اور اُمید ہے کہ حضور علیہ السلام کے قدموں میں زندگی بسر کروں + منہ

*

حاشیہ آجکل سکھ مذہب کی کتاب گرنتھ صاحب کے نام سے مشہور و معروف ہے لیکن اسمیں وہ تعلیم اور مواعظ حسنہ جن کی تلقین حضرت باوا نانک صاحب کیا کرتے تھے موجود نہیں انسانی دست مال سے بہت کچھ تغیر و تبدل واقع ہو گیا ہے اور انجیلوں کیطرح کئی جنم ساکھیاں طیار ہو گئیں اور باوا نانک کی تعلیم محرّف مبدّل ہو کر گم گشتگان راہ حق کے لیے کالعدم ہو گئی ہے اور بہت سے مسائل جو انسان کی ضروریات کے لیے از بس ضروری ہیں اُن سے بالکل عاری ہے اور سکھوں کو اُن مسائل کیلئے اور کتب اور رسومات کیطرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ گرنتھ صاحب میں توحید کا ذکر خیر پایا جاتا ہے۔ مگر تمدنی و اخلاقی اور ملکی ضروریات جو صدہا ہیں جن کے بغیر زندگی زندگی نہیں وہ اس کتاب میں قطعاً نہیں۔ مثلاً شادی غمی نکاح طلاق طرز معاشرت بیع و شریٰ تقسیم ترکہ اور اقوام سے تعلق رکھنے اور حاکم و محکوم ہونیکے ضوابط و قوانین سے یہ کتاب بے نصیب اور تہیدست ہے۔ در اصل باوا نانک صاحب قرآن شریف کے پیرو اور متبع تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اُنھوں نے دور و دراز کا سفر طے کر کے مکہ معظمہ کا حج کیا اور صدہا

ہیں آنے کا مقصد اعلیٰ خیال کیے ہوئے ہیں اور لاکھوں اندھوں کی طرح دنیا میں آتے ہیں اور شراب خواری اور فسق و فجور میں زندگی بسر کر کے اندھے ہی چلے جاتے ہیں اور اس امر سے بکلی بے خبر اور ناآشنا ہیں کہ دنیا میں آنے کا اصل مدعا اور علت غائی کیا ہے اور مابعد الموت ہمیں کونسی ضروریات درپیش ہوں گی اور اپنے ہر ایک کردار اور گفتار کا کسطرح جواب دینا ہو گا بعد ازاں یہ خیال پیدا ہوا کہ ممکن ہے کہ عیسائی مذہب ہی حق اور راستی پر مبنی ہو یا بدھ یا اسلام یا پارسیوں کا مذہب خدا کیطرف سے ہو اور ہم یوں ہی جیسے خالی ہاتھ دنیا میں آئے ویسے ہی حق اور روحانیت کے سرمایہ سے تہیدست ہو کر اس جہان سے چلدیں قصہ کوتاہ میں مذہب کے بارے میں نہایت تشویش اور گھبراہٹ میں مبتلا ہو گیا اور ایک ایک دن گذارنا دوبھر ہو گیا۔ مگر چونکہ میں اپنے قدیمی مذہب میں خوب سرگرم تھا اور ہر روز صبحکو اٹھکر اشنان کرنا اور ذکر الٰہی میں ایک حد تک مصروف رہنا میری دلی خواہش اور روحانی غذا تھی اور حتی الامکان دور دور چلکر پنڈتوں اور سادہوؤں کی صحبت سے مستفید ہونیکی کوشش کرتا تھا مگر تسلی اور طمانینت کہیں دستیاب نہیں ہوتی تھی۔ اور تلاش حق میں دل ہر وقت بیقرار و مضطرب رہتا تھا مگر بایںہمہ اس غیر معمول تلاش حق اور اضطرار کو ہر ایک سے چھپاتا تھا کہ ایسا نہ ہو کہ مجھے کوئی دیوانہ یا مخبط الحواس سمجھے اور کہے کہ اس چھوٹی عمر میں ایسے خیالات دلپر مستولی ہیں تو آیندہ کیا ہو گا۔ مگر میں اپنی جستجو اور تلاش حق میں مصروف رہا۔ چنانچہ اول اول میں نے اپنی تحقیقات اور تلاش کا دائرہ صرف پنڈتوں اور سادھوؤں تک محدود رکھا اور اپنے جاہل بھائیوں کی طرح مسلمانوں اور ان کے مذہب کو نہایت نفرت سے دیکھتا تھا اور ان کو مُسلے مُسلے کہکر پکارا کرتا تھا اور تحقیر اور حقارت آمیز کلمات کے استعمال سے دریغ نہ کرتا تھا۔ مگر میں

بقیہ حاشیہ فقرا اور بزرگان دین اسلام کی صحبت سے مدت العمر مستفید ہوتے رہے۔ چونکہ قرآن شریف روحانی جسمانی ملکی تمدنی اخلاقی برکاتی اور افاضۂ خیر کی تمام شاخوں کو سیراب کرنے کے لیے کافی سرمایہ رکھتا ہے اس لیے باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ نے ضروری نہ سمجھا کہ اپنی جنم ساکھی میں تمام انسانی شاخوں کو سیراب کرنیکے لیے تمام احکام تحریر کرتے۔ ان کا چولہ جو قصبۂ ڈیرہ بابا نانک میں موجود ہے جو کچھ اسمیں باوا صاحب تحریر کر گئے

ایسا کرنا بھی کسی قدر ٹھیک اور بجا تھا کیونکہ ہمارے گرد و نواح میں عموماً اور ہمارے گاؤں میں خصوصاً ایسے مسلمان بود و باش رکھتے تھے جو خدا اور رسول اور اسلام کے پاک اصول سے بکلی ناواقف اور وحشیوں کی طرح زندگی بسر کرتے تھے۔ نماز روزہ کا تو ذکر کیا کئی کئی دن تک اشنان کرنا اور ہاتھ منہ دھونا بھی انھیں نصیب نہ تھا۔ علاوہ ازیں اشیاء خورد و نوش اور ان کے غلیظ برتنوں کو دیکھکر میری نفرت اور کراہت اور بھی بڑھتی جاتی تھی اور دل میں یہی سمجھے ہوئے تھا کہ بس یہی اسلام ہے جو ان لوگوں کے طرز معاشرت سے ظاہر ہوتا ہے اور یہی مسلمان ہیں اور یہی ان کے مذہب کے اصول۔ لیکن یہ میری بڑی بھاری غلطی تھی کہ میں نے غلط اور نادرست اندازہ لگایا اور اسی غلطی میں صدہا بلکہ ہزارہا سکھ اور دوسرے متلاشی حق گرفتار ہیں وہ نہیں جانتے کہ درحقیقت مسلمان بننا اور اسلام کے پاک اصول پر چلنا اور ہی بات ہے اور نام کے مسلمانوں پر اسلام اور اسکی ماہیت کا اندازہ کرلینا بدبختی اور حماقت ہے۔ پس کوئی دانشمند صرف بیدین اور گندے نام کے مسلمانوں کے ٹھوٹھے اور پیالوں پر نجاوے۔ کیونکہ مذہب اسلام اور چیز ہے اور اسکی پاک تعلیم سے دور افتادوں کو اسلام کی حقانیت کا معیار ٹھیرانا ایک احمقانہ حرکت ہے جس سے ہر ایک دانشمند کو پرہیز کرنا لازمی ہے +

گو میرے دل میں اسلام کے ان بُرے نمونوں نے کئی طرح کے شبہات ڈالے مگر عنایت ایزدی نے میری دستگیری کی اور مجھ جیسے لاکھوں غلط اندازہ کرنے والوں میں سے مجھے چن لیا اور اپنی رحمت خاص سے ایک نیک مدرس کی صحبت نصیب ہوئی جو ارکان اسلام کے پابند اور ظاہری و باطنی پاکیزگی میں حصہ وافر رکھتے تھے۔ بس اُن کی صحبت اور نیک نمونہ سے اتنا ہوا کہ میرے دل میں جو بُرے نمونوں کو دیکھکر بیجا کراہت اور نفرت جاگزین تھی وہ دور ہو گئی اور دل میں کہا کہ یہ سخت نالائق حرکت اور بدبختی کے آثار ہیں کہ اسلام اور اسکے پاک اصول اور صداقت کے اصل آثار کو بغیر دیکھنے کے خود بخود فیصلہ کرلیا جاوے۔ حق تو یہ ہے کہ ہر ایک مذہب کے اصول کی پڑتال کیجاوے بعد ازاں اسپر رائے زنی یا نکتہ چینی کرنا بجا ہے ورنہ غلط فیصلہ کرکے اپنے تئیں ہلاک کرنا ہے پس اُن کی صحبت سے میرے دل پر یہ اثر ہوا کہ میں اسلام اور دیگر مذاہب کو ایک ہی نظر سے دیکھنے لگا اور کسی خاص مذہب کو کسی دوسرے پر یوں ہی ترجیح نہ دیتا تھا۔ مگر حق جوئی کا اتنا جوش اور

اشتیاق موجزن تھا کہ بیان سے باہر ہے۔ آخر کار خیال آیا کہ گھر سے ہجرت کر جاویں اور دنیا میں آزادانہ طور سے بطور خود دیکھیں کہ ہر ایک مذہب کس پایہ اور خوبی سے پُر ہے۔ مگر ساتھ ہی خورد سالی بے سامانی اور ناتجربہ کاری کے خطرات دھمکیاں دے رہے تھی کہ باہر جا کر میں کہاں بود و باش رکھوں گا اور مصائب و شدائد میں میرا کون معین و مددگار ہوگا اور دکھ درد کے وقت کون میرا غم غلط کرے گا؟ اور والدین اور بھائی بہنوں کی مفارقت کسطرح برداشت کر سکوں گا۔ غرض اسطرح کے وجوہات پیش کر کے دلکو بہت سمجھایا کہ چند سال کے بعد اس معاملہ میں دست درازی کرنی چاہیے ابھی وقت نہیں لیکن میں بار بار بے اختیار ہو جاتا تھا اور دیر یہی خیال غالب رہتا تھا کہ اگر کل موت آجاوے تو پھر کون جواب دہ ہوگا۔ آخر کار مینے شرم و حیا سے کام لے کر اپنے ایک مسلمان اُستاد سے اس ہجرت کا اظہار کیا اُنھوں نے نہایت زور اور تاکید سے یہی سمجھایا کہ ابھی وہ وقت اور عمر نہیں کہ ایسے کام کا اقدام کیا جاوے مگر پھر بھی دل میں یہی خیال پیدا ہوا کہ عمر کا اعتبار نہیں اور ان کے مشورہ پر عملدرآمد کرنا ٹھیک نہیں کیونکہ اُنھیں اپنی ملازمت کے متعلق خطرہ پیدا ہو گیا تھا اور میرے رشتہ داروں کیطرف سے ایذا رسانی اور مقدمات وغیرہ کا خوف دامنگیر تھا اس لیے مینے ان کی رائے کو قبول نہ کیا۔ حاصل کلام اسی کشمکش میں خاکسار نے گھر سے ہجرت کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا چنانچہ انھی دنوں میں جب میں ان خیالات میں محو و مستغرق تھا تو ایک دفعہ ایسا ہوا کہ میں کوٹھے پر چڑھکر بہت رویا اور بغیر بستر کے وہیں چھت پر لیٹ گیا اور دل سے مخاطب ہو کر کہا کہ اپنے پیارے والدین اور بھائی بہنوں کی جدائی اور تفرقہ سے جس قدر باہر جا کر رونا اور افسوس کرنا ہے وہ ماتم آج یہیں کر لو اور اپنے لیے اُن سبکو زندہ در گور دفن کر لو۔ کیونکہ دوبارہ اُن سے ملاقات کرنا ایک امر محال ہو جاوے گا بس آج ان مربی اور محسن لوگوں کے احسانات اور فوائد دنیوی سے بکلی نا اُمید ہو جاؤ۔ بس تو آپ اپنے تئیں ایسا فرض کرے کہ گویا تو لپنے گھر اور پیاری والدین اور پیار کرنے والی بہنوں اور دیگر خویش و اقربا سے الگ ہو کر دور کے لق و دق جنگل میں پڑا ہے جہاں چاروں طرف سے درندوں کی خوفناک آوازیں بدن پر لرزہ ڈالتی ہیں اور کوئی صورت بچاؤ کی نظر نہیں آتی اور سوائے مالک حقیقی کے تیرا کوئی غمگسار نہیں اور اپنوں اور بیگانوں کے

احسانات اور محبتوں کو یاد کرکے جس قدر جدائی کا احساس ہو سکتا ہے نہیں کرے۔ ان خیالات میں ساتھ ساتھ دعا بھی کرتا تھا کہ "ہے دیالو کرپالو انوپیم! تو مجھے اس غم سے نجات بخش جس میں تو مجھے اب مبتلا دیکھتا ہے۔ تیرے سوا کوئی اس امر سے واقف نہیں۔ کوئی ایسی راہ دکھا جس سے مجھے اس غمسے رہائی حاصل ہو جاوے جس کا تیرے سوا کوئی چارہ گر نہیں۔ اور تیرے آگے کوئی بات ان ہونی نہیں"۔ اسطرح درگاہ الٰہی میں نہایت سوز و گداز اور تضرع و التہاب سے دعائیں کرتا تھا آخر اسی حالت میں نیند آگئی اور خواب میں دیکھا کہ میں گھر سے بھاگا ہوں اور اپنی گلی میں جہاں جہاں قدم رکھتا ہوں قدم قدم پر آتش سوزاں کا کنواں نکل آتا ہے جسمیں سے برابر آگ کے خوفناک شعلے نکل رہے ہیں۔ لیکن یہ عاجز مغرب کیطرف بھاگا جاتا ہے اور آٹھ کوس تک یہی حالت رہی آخر کار یہ عاجز ایک مکان پر چڑھ گیا مگر اُس کی چھت پھٹ گئی اور آتشکدہ نمودار ہو گیا پھر میں اُس مکان سے نیچے کود پڑا اور آنکھ کھل گئی۔ اُسوقت میں نہیں جانتا تھا کہ خواب کیا ہوتا ہے اور اُسکی تعبیر کیا حقیقت رکھتی ہے مگر اس خوفناک نظارہ کی کیفیت میرے دل میں رہ گئی اور گھر والوں کی محبت میرے دلسے کم ہوتی گئی اور اپنے سکونتی مکان سے روز افزوں نفرت پیدا ہو گئی۔ چند روز کے بعد اس عاجز نے پھر نہایت گریہ و بکا سے جناب الٰہی میں عرض کی کہ "ہے قادر کرتار جب تو نے یہ سوز اور جلن اور عشق میرے دل میں بھڑکا دیا ہے تو پھر تو ہی اس کا علاج کر اور اس پیاس کو بجھا کہ تیری درگاہ میں کسی چیز کی کمی نہیں اور تیری پاک ذات میں بخل بھی نہیں پھر تو مجھے صاف طور سے صراط مستقیم دکھا دے میں سچے دلسے اس امر پر طیار ہوں کہ تجھے راضی کروں۔ جس مذہب میں میں تجھے خوش اور راضی کر سکتا ہوں مجھے اُس سے اطلاع بخش کہ میں تیرے لیے ہر ایک عزیز اور محبوب تعلقدار کو چھوڑنیکے لیے ہمہ تن طیار اور مستعد ہوں۔ حتیٰ کہ میں اُن پیارے والدین کو بھی تجھپر قربان کرنیکو طیار ہوں جن کی محبت اور احسان یاد کرکے میرا کلیجہ پاش پاش ہوتا ہے"۔ اس دعا کے بعد میرے دل میں ڈالا گیا کہ مختلف قوموں میں جو مختلف پرمیشر کے نام مشہور و معروف ہیں اُن کا وظیفہ کرو۔ پھر جس قوم میں راستی ہوگی اور جس زبان اور قوم کے اسماء الٰہی بابرکت ہوں گے اُسی طرف تمہیں کھینچ لیا جاوے گا۔ پس اس ہدایت اور ایماء الٰہی کے مطابق خاکسار پرمیشر یا الٰہی

یارب یا اللہ وغیرہ وغیرہ اسماء باری تعالیٰ کا وظیفہ کرنے لگا۔ اکثر جنگلوں میں جاکر بالکل تنہائی میں یہ وظیفہ پڑھا کرتا تھا اور نہایت اضطرار اور درد انگیز سوز و گداز سے جناب الٰہی میں رو رو کر دعائیں کرتا تھا۔ چند روز بعد میں نے خواب میں دیکھا کہ یہ عاجز اور ایک اور لڑکا جو میرا ہم محلہ اور ہم مکتب تھا ہم دونوں ایک خوفناک آگ سے صحیح سلامت نکل آئے ہیں مگر ہمارے ہاں کے باقی لوگ آتش سوزاں میں ڈھیر ہو گئے ہیں اس خواب کے بعد یکایک میرا دل اسلام کی طرف جھک گیا اور بجائے نفرت اور وحشت کے دل میں اسلام کی محبت اور انس جاگزین ہوا اور ایسا یقین ہو گیا کہ خدا اسی مذہب میں مل سکتا ہے اس خواب کے بعد یکایک میرا دل اچاٹ ہو گیا اور اپنے گاؤں کے در و دیوار پر نحوست برستی ہوئی نظر آتی تھی۔ میں نہایت حیران اور پریشان تھا اور نہ جانتا تھا کہ کہاں جاؤں اور کس کے پاس جاؤں۔ آخر کار توکلا علی اللہ میں اپنے گھر سے نکلا اور گھر کے ہر ایک خوبصورت چہرہ پر حسرت آمیز نگاہوں سے دیکھتا تھا اور اپنی زاد بوم کو چشم پر آب ہو کر الوداع کہتا تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مجھمیں اور میرے خویش و اقربا میں ایسی دیوار حائل ہونے والی ہے کہ قیامت تک پھر یہ لوگ مجھسے دور و مہجور

حاشیہ مجھے ان دنوں میں خواب کی حقیقت معلوم نہ تھی اور نہ اسکی تعبیر کیطرف توجہ کرتا تھا آخر مشرف باسلام ہونے کے بعد جب میںنے ایک نیکمرد سے یہ خواب بیان کیا تو اُنھوں نے فرمایا کہ وہ دوسرا لڑکا بھی اسلام میں داخل ہو جاوے گا سو خدا کا شکر ہے کہ دو سال بعد وہ دوسرا لڑکا بھی اسلام میں داخل ہو گیا یعنی اصلی سکھ ہو گیا اور گمراہ سکھوں کے مذہب سے نکلکر حضرت باوا نانک صاحب کی تعلیم اور وصیت پر پورا عمل کیا جسکو بطور وصیت چولا صاحب پر حضرت باوا نانک صاحب تحریر کر گئے ہیں۔ مگر افسوس کہ دنیا کیسی اندھی ہے کہ لاکھوں سکھ چولا صاحب کو متھا ٹیکتے ہیں۔ مگر جو جو کچھ چولہ صاحب پر حضرت باوا صاحب قدس سرہ العزیز نے دربارہ نماز اور کلمہ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ لکھا ہے اُسکی حقیقت کو نہیں مانتے۔ صرف متھا ٹیکنے سے کیا فائدہ مترتب ہو سکتا ہے جب تک اُسپر عمل نہ ہو۔ منہ

اور ناآشنا ہوں گے اور کوئی ایک بھی بہی خواہ نہ ہوگا۔ اس دردناک حالت میں جبکہ میں اُن سے الگ ہونیکو تھا۔ جدائی اور تفرقہ کے احساس سے کلیجہ مُنہ کو آتا تھا اور دل طرح طرح کے خیالات مستولی تھے جن کو میں الفاظ کا جامہ پہنانے سے عاجز ہوں۔ ہاں اتنا لکھنا ضروری ہے کہ بظاہر تمام دنیوی اُمیدوں کو خاک میں ملاتا تھا اور آنکھوں سے لگاتار آنسوؤں کی جھڑی لگی ہوئی تھی اور دل میں غم واندوہ کی گھٹا چھائی ہوئی تھی اور میں اپنے تئیں خستہ حال اور بیکس مظلوم کی طرح دیکھتا تھا مگر زبان یا دل پر کسی کی شکایت نہ تھی۔ کبھی ہجرت کرنے کی اُمیدیں اور ثمرات دل میں جرأت پیدا کرتے تھے گاہے گھر والوں کی محبت بھری نگاہیں اور سفر وحضر کی تکالیف کلیجہ کو ہلا دیتی تھی اور والدہ ماجدہ جو ہم چار بھائیوں میں سے بڑھ کر مجھے خصوصیت کے ساتھ محبت اور پیار کرتی تھیں اُنکی مصیبت اور رنج کو میں تصور میں نہ لا سکتا تھا جو عنقریب میری عدم موجودگی میں اُنپر آنے والا تھا دل میں خیال آیا کہ یہ لوگ جو آج اس قدر محبت کرتے ہیں کہ مجھکو اُن سے کوئی بھی عزیز اور پیارا معلوم نہیں ہوتا لیکن کچھ عرصہ کے بعد اُن سے بڑھ کر میرا کوئی بھی دشمن اور مخالف نہ ہوگا۔ غرض جب میں باہر نظر ڈالتا تھا تو قدم باہر پڑتے تھے اور جب میں گھر کیطرف دیکھتا تھا تو آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے تھے۔ اور میرا اُن سے الگ ہونا درحقیقت موت کے برابر تھا۔ قصہ کوتاہ جو حالت مجھپر اس وقت گذری اُسکی کیفیت وہ لوگ سمجھ سکتے ہیں جنھوں نے ایسی مفارقت کا تجربہ کیا ہے اور وہ مصیبت اور افسوس جو والدہ صاحبہ کو میرے لیے برداشت کرنا پڑا صرف وہی محسوس کر سکتا ہے جس کا کوئی بچہ یوں ہی گرگ وشیر کا شکار ہو گیا ہو یا کسی اور دردناک حالت میں مبتلا ہو کر راہی عالم بقا ہو گیا ہو۔ پس اس دردناک ماجرا کو زیادہ طول دینا ٹھیک نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ بہتوں کے دل دکھیں اور بہنوں کی آنکھیں پُرآب ہوں۔ ہر ایک سمجھ سکتا ہے کہ جو چودہ سالہ بچہ اپنے بڑے کنبہ سے جبرًا الگ کیا جاتا ہے اور اُسپر اور اُس کے والدین کے دل پر کیا کیا صدمہ گذرے ہوں گے۔ اور کب تک اُنھوں نے رو رو کر راتیں گذاری ہوں گی۔ مگر آخر کار خدا کے فضل وکرم نے میری ایسی دستگیری کی کہ میں نے ان سب کمشدوں کو ڈھونڈا اور اپنے پیارے وطن اور خویش وعزیز کو اپنے زعم میں ہمیشہ کے لیے زندہ درگور کیا۔

وہ بیچارے اس سرگذشت سے بکلی بیخبر تھے اور نہ جانتے تھے کہ میں اُن کے لیے رونے اور پیٹنے کا سامان طیار کر رہا ہوں۔ اور میں خوب محسوس کرتا تھا کہ یہ لوگ عنقریب میری نسبت ایک دردانگیز حالت میں گرفتار ہو جاوینگے اور مجھے اپنے خیال میں مردہ سمجھکر تمام خاندان کے مرد و زن نوحہ میں مصروف ہو جاویں گے اور سال تک پردرد مصیبت میں گرفتار رہیں گے۔ المختصر بڑے زور اور جبر سے اپنے دلی جوشوں اور محبتوں کو دبایا اور کلیجہ کو تھاما اور گھر سے کچھہ زاد راہ لیکر روانہ ہوا اور گھر والونکو کہدیا کہ میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے جاتا ہوں انھوں نے حسب معمول اجازت دی پھر میں وہاں سے روانہ ہو کر بمقام کرتارپور آیا پھر دوسرے روز پیادہ چلکر امرتسر کے قریب آ پہونچا ابھی شہر دو تین میل کے فاصلہ پر تھا کہ رات ہو گئی اور سخت اندھیرا ہو گیا اور بوجہ تنہائی اور غیر معمولی تاریکی کے دل پر خوف اور حزن طاری ہوا اور دلمیں خیال آیا کہ فی الحال گھر واپس جانا قرین مصلحت ہے کیونکہ جب پہلی ہی اتنی تکلیف اور عزیزوں قریبوں سے جدائی اور مفارقت برداشت ہو گئی ہے تو پھر دوسری دفعہ زیادہ لمبا سفر اور اُسکے مشکلات کا سامنا کرنا پڑیگا اور خوردسالی کے خطرات بھی جاتے رہیں گے۔ انہی خیالات میں یکایک میری زبان پر زور سے القا ہوا کہ **"کس ندیدم کہ گم شد از رہ راست"** اس جملہ سے میرے دل میں تقویت اور حوصلہ پیدا ہو گیا۔ اور یقین ہو گیا کہ وہ خدا جس کی خاطر میں نے یہ تکالیف اور صعوبتیں برداشت کیں اور اپنے والدین اور بھائیوں کو ایک ردی چیز کیطرح پھینک دیا۔ اگر وہ درحقیقت ہے اور اس جہان کا حقیقی خالق مالک ہے اور ہر ذرہ پر اُس کا قبضہ و تصرف ہے تو مجھے ہرگز ضائع نہیں ہونے دے گا وہ بڑا وفادار اور زبردست طاقتوں کا مالک ہے پھر کیونکر ہو سکتا ہے کہ وہ اس سے بے اعتنائی کرے جس نے اسکو ہر ایک شے پر ترجیح دیکر قبول کر لیا ہے اور اُسکی خاطر صدہا بلائیں قبول و اختیار کر لی ہوں۔ وہ ہرگز مجھے نہیں چھوڑے گا خواہ بظاہر مصائب اور تکالیف کی گھنگھور گھٹا چھائی ہوئی ہو تھوڑی سی دیر کے بعد میں سڑک سے ایک طرف ہو کر تنگ و تاریک درختوں کے جھنڈ میں آ بسیرا کیا اور درندوں اور دیگر حشرات الارض سے ڈرتے ڈرتے وہ رات کاٹی تیسرے روز یہ عاجز بمقام لاہور پہونچا۔ لیکن کھانا کھانے کے بعد شہر سے دو تین میل باہر جا کر کہیں کے

کھیتوں میں آسویا۔ کیونکہ شہر میں کوئی واقف نہ تھا۔ غرض جسطرح یہ رات کاٹی اس کی کیفیت ہر ایک بطور خود ذہن میں لا سکتا ہے۔ کہ ایک کمزور اور ناواقف اور ناتجربہ کار لڑکے کو جنگل میں کن کن تکلیفوں اور حاجتوں اور خوف وحزن کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ اسی طرح میں نے جوں توں کر کے چند مہینے کاٹے محض خدا کے فضل وکرم نے ہر ایک مصیبت اور تکلیف سے بچایا آخر کار ایک نہایت معمّر مسلمان مسمّی مستقیم کے ہاتھ پر یہ عاجز مشرف باسلام ہوا اور نماز وروزہ سے آگاہی ہوگئی بعد ازاں یہ عاجز بمقام گوجرانوالہ پہونچا۔ چند روز قیام کرنیکے بعد مولوی خدابخش صاحب جالندھری سے ملاقات ہوئی میں نے ہر چند اُن سے اپنی سکونت اور وطن کو چھپانا چاہا لیکن اُنھوں نے خود ہی کہدیا کہ تمھاری زبان سے معلوم ہوتا ہے کہ تم جالندھر کے گرد ونواح کے باشندہ ہو۔ آخر کار مجبورًا مجھے اپنا پورا پتا اور تمام سرگذشت سنانی پڑی۔ میں نے اخفاء حال اس لیے کیا تھا کہ مبادا میرے والدین کسی مسلمان کو طمع دیکر مجھے واپس کرانے کی کوشش کریں۔ انھوں نے مجھے بار بار یقین دلایا کہ کوئی مسلمان ایسا نہیں کرسکتا کہ ایک ادنیٰ طمع سے ایک شخص جو اسلام میں داخل ہوا ہے اسکو پھر کفر کیطرف[*] واپس کراوے پھر وہ مجھے حضرت مولٰنا المحترم حکیم **نورالدین** صاحب عم فیضہٗ کے پاس لے گئے کچھ عرصہ کے بعد اُنھوں نے مجھے مدرسہ میں داخل کر دیا اور خاکسار کی تعلیم دوسال کے وقفہ کے بعد پھر شروع ہوگئی۔ ادھر میں تعلیم پاتا تھا اُدھر میرے اصلی گھر میں زور شور سے رونا پیٹنا جاری تھا جیسے ہندوؤں اور سکھوں میں کسی عزیز کے مرنے پر عام طور سے ہوا کرتا ہے۔ انھوں نے خیال کیا تھا کہ یا تو اس عاجز کو بھیڑیا اُٹھا کر لیگیا ہے یا کسی ندی نالے میں ڈوب کر مرگیا ہے۔ میری مادر مہربان کی حالت ناگفتہ بہ ہے۔ وہ بیچاری دیوانہ وار کلاس فیلوں کے گھروں میں پھرتی تھی اور میرے ہم مکتب لڑکوں کو طمع دیتی تھی تا کہ کسی سے میرا پتا لگے۔ لیکن کسیکو میری جائے رہائش سے مطلق اطلاع نہ تھی۔ مگر وہ بیچاری تمام کی تمام ہر روز مدرسہ میں جاتی اور زار زار روتی اور جہاں میں بیٹھکر پڑھا کرتا تھا وہ غم کی ماری اُسجگہ کو اپنے لخت جگر سے خالی جگہ دیکھکر آہیں بھر کر اور کلیجہ دونوں ہاتھوں سے تھام کر رہجاتی تھی مگر کچھ نہ بنتا تھا۔ غرض اسطرح محبت وممتا کی گرفتار ماں رونے پیٹنے میں گذارتی تھی۔ اور قریب تھا کہ صدمات ہموم وغموم سے دماغ میں فطور آجاوے

[*] نوٹ خدا تعالیٰ کی قدرت ہے کہ مسیح کے حواری اس قدر غیرت ایمانی اور دنیا سے سرد مہری نہیں رکھتے تھے جتنی کہ آجکل ایک ادنیٰ مسلمان رکھتا ہے کیونکہ یہودا اسقریوطی حواری نے مسیح کو ۳۰ روپے لیکر گرفتار کرادیا تھا اور پطرس نے بوجہ خوف کے اُنپر لعنت کی پس یہ دونان ہمتی کا خاصہ مسیح کے حواریوں ہی میں مشاہدہ ہوا ہے کہ انھوں نے ادنیٰ ابتلا پر خود حفاظتی کے لیے نہ صرف اپنے پیر بھائیوں کی ہی نیش زنی کی بلکہ اپنے مرشد پر بھی ہاتھ صاف کیا اور اس فرمان پر کہ خدا محبت ہے "خوب عمل کیا۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ تھے اپنے امام و مرشد کو طمانچے لگوائے اور اُسے بھیڑ بکری کیطرح ذرا سے لالچ پر ذبح کرادینے کو دشمنوں کے سپرد کیا۔ سچ ہے کہ جیسی دھات ہوتی ہے ویسے ہی اُس سے اوزار بنتے ہیں۔ اور جیسی زمین ہوتی ہے ویسے ہی اُس سے پھول پھل اُگتے ہیں مقتدا کی خاطر سینہ سپر ہوکر دشمنوں سے مقابلہ کیا اور بھیڑ بکری کی طرح ذبح ہوگئے۔ مگر طمانچے کھانے والوں نے یہانتک نوبت پہنچادی۔ پس یہ محمدی اور عیسوی روحانی تعلیموں کی تاثیرات میں زمین و آسمان کا فرق اظہر من الشمس ہے۔ منہ

کہ میرا خط جا پہونچا جس میں یہ لکھا گیا تھا کہ آپ کسی طرح کا فکر اور اندیشہ نہ کریں میں خیریت سے ہوں مگر مسلمان ہو گیا ہوں۔ اس خط خیریت نمط کے پہونچنے سے والدہ صاحبہ کی جان میں جان آگئی اور سال بھر کا دکھ درد جو رونے پیٹنے سے اُنھیں پہونچا تھا وہ سب خواب و خیال ہو گیا اور بڑی خوشی و شادمانی منائی گئی اور تمام رشتہ داروں کو جو دور نزدیک رہتے تھے کہلا بھیجا کہ مردہ پھر زندہ ہو گیا ہے اور اتنی خوشی و خورمی حاصل ہوئی کہ میرے مسلمان ہونے کے صدمہ کو بالکل محسوس و مشہود نہ کیا بلکہ سارا کنبہ جو تعداد میں اُنیس ۱۹ مرد اور عورتیں تھیں سب کے سب خوش ہو گئے۔ مگر تیسرے چوتھے روز کے بعد یاد آیا کہ خط کو پھر دوبارہ پڑھکر معلوم کرو کہ یہ عاجز کہاں بود و باش رکھتا ہے لیکن اس عاجز نے ارادۃً اپنا پورا پتا تحریر نہ کیا تھا کیونکہ اسمیں مصلحت یہی تھی کہ کسی موزوں موقعہ پر ملاقات کے لیے اُن کو اُتار چڑھاؤ دیکر راضی کریں تاکہ وہ جبر اور اکراہ سے اس عاجز کو تنگ نہ کرسکیں۔ آخرکار دو سال کے بعد جناب مکرم مولوی خدا بخش صاحب کی معرفت ایک عہد نامہ ہوا جسکی رو سے یہ قرار پایا کہ اگر وہ الدین کسی طرح اس عاجز کو کفر کی طرف واپس کرنے کے لیے مجبور نہ کرینگے اور جہاں چاہے اسکو رہنے کی اجازت دینگے اور جس مذہب میں رہنا پسند کرے اسمیں اسکو رہنے کی مخالفت نہ کرینگے تو یہ عاجز گھر والوں کی ملاقات کے لیے آسکتا ہے ورنہ تمام عمر کسی رشتہ دار کو مُنہ دکھانے کا روادار نہ ہوگا +

پہلی ملاقات

جب یہ بات پختہ و پزہو چکی تو میں گھر آیا۔ ابھی یہ عاجز گھر سے ڈیڑھ میل پر ہی تھا کہ جناب والدہ صاحبہ بوجہ کمال شفقت مادری کے وہیں مجھے ملنے کے لیے تشریف لائیں اور گلے لگا کر اس قدر روئیں کہ آنسوؤں سے اُن کا کُرتہ تر ہو گیا اور میری آنکھوں سے بھی آنسو نکل پڑے اور میں نے کہا کہ اب تم کیوں روتی ہو جس کی تم خواہش کرتی تھی وہ آخر حاصل ہو گئی اب رونے سے کیا فائدہ مگر اس بات کا اُنپر کیا اثر ہو سکتا تھا۔ آخر میں گھر پر گیا اور بھائی اور بہنیں رو رو کر ملیں یہ ایسا دردناک نظارہ تھا کہ اسکو یاد کرکے اب بھی دل میں درد پیدا ہو جاتا ہے اور چشم پر آب ہو جاتی ہیں اس ملاقات میں کوئی بحث اور مباحثہ پیش نہیں آیا صرف نرمی اور نیک اخلاق

کے ساتھ دوسروں کی معرفت مجھے کفر کی ترغیب دی گئی۔ آخرکار تیسرے روز میں گھر سے رخصت ہوا لیکن ماں کی عجیب محبت ہوتی ہے اور حیرت آتی ہے کہ والدہ صاحبہ مجھے رخصت کرتے کرتے پانچ کوس تک برابر ساتھ ساتھ چلی آئی اور نہ چاہتی تھی کہ رخصت ہو۔ آخر درد دل سے آہ کھینچکر مجھ سے رخصت ہوئی +

دوسری ملاقات

جب میں دوسری مرتبہ اپنے والدین اور دوسرے خویش واقربا کو ملنے کی غرض سے گھر آیا تو گھر والوں کی حالت نفرت کیطرف مائل دیکھی اور ہر ایک یہی چاہتا تھا کہ جسطرح ممکن ہو سکے اسکو دوبارہ شدھ کرنے کی کوشش کی جاوے چنانچہ بہت کچھ طمع دی گئی اور پنڈت وغیرہ بھی سمجھانے بجھانے کی غرض سے بلائے گئے تھے۔ چنانچہ ایک پنڈت صاحب نہایت نرمی اور محبت سے یوں سمجھانے لگے کہ ابھی تمھارا کچھ نقصان نہیں ہوا تم ہردوار میں جاکر اور گنگاجی کا اشنان کرکے دو چار روز کے اندر اپنے بھائی بندوں میں ملکر بیٹھ سکتے ہو تمنے مسلمان بنکر کیا لیا۔ میں نے کہا کہ میں تو پہلے ہی سے اپنے بھائیوں کے ساتھ ملکر بیٹھنا چاہتا ہوں یہ تو صرف آپ لوگوں کی طرف سے توقف اور دیر ہے۔ یا میرے بھائیوں کی غلطی اور سُستی ہے کہ وہ اس امر کے لیے طیار نہیں۔ پنڈت جی نے کہا نہیں مہاراج میں ابھی باہم صلح اور رضامندی کرا دیتا ہوں۔ آپ تسلی رکھیں۔ میری اس نرمی پر پنڈت صاحب اور تمام رشتہ داروں کو بہت ہی اُمید بندھ گئی اور ہردوار جانے کی طیاریاں کرنے لگ پڑے جب خاکسار نے پنڈت جی سے کہا کہ مجھے پہلے بتلا دیا جاوے کہ جو کچھ ہردوار میں جاکر مجھسے کرانا ہے وہ مجھے یہیں بتلا دو تو پنڈت جی نے بعض فضول اور بیہودہ اور بے سروپا رسومات کا نام لیا اور بعض نے کہا کہ گئو موتر اور گوبر بھی کھلایا پلایا جاوے۔ میں نے ادب سے عرض کی کہ پنڈت جی مہاراج ان رسومات کی ادائیگی سے میری روح اور چال چلن پر کیا اثر پڑے گا۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ مجھے کوئی روحانی یا جسمانی فائدہ ان رسموں کے ادا کرنے سے مترتب ہو سکے ہاں اگر درحقیقت اس میں خیر و برکت ہے تو چند روز آپ میرے سامنے مثلاً گئو موتر پیکر دکھائیے اگر آپ کے چہرہ میں کچھ مزید رونق اور تروتازگی

نمودار ہوئی یا کوئی اور باطنی فائدہ محسوس ہوا تو مجھے ہردوار جانے میں کوئی عذر نہیں ۔ لیکن اگر پیشاب سے آپ کے چہرہ کا رنگ متغیر ہو کر کریہ المنظر ہو گیا تو میں ایسے کام کو کرنے سے معذور ہوں ہاں اگر اس میں خیر و خوبی ہے تو آپ کو اس کام کے کرنے سے لیت ولعل نہیں کرنی چاہیئے ۔ مگر افسوس کہ پنڈت جی نے اس کار خیر کے کرنے سے صاف انکار کر دیا ۔ میں نے کہا کہ جب آپ گندگی اور نجاست سے بھاگتے ہیں تو میں اسکو دیانت داری اور نیک نیتی نہیں سمجھتا کہ جس کام سے آپ کوسوں بھاگتے ہیں مجھے اُس کے کرنے پر مجبور کرتے ہیں مجھے اس میں سے شرارت کی بدبو آتی ہے مجھے آپ معاف رکھیں ۔ کیا کبھی باوا نانک صاحب نے بھی ایسے فعل کا ارتکاب کیا ہے ؟ حالانکہ وہ ایسے پکے مسلمان تھے کہ مدت العمر مسلمان بزرگوں کی صحبت میں رہے اور سالہا سال اسلامی ممالک میں عمر بسر کی اور مکہ معظمہ کا حج بھی ادا کیا اور حیات محمد خان کی لڑکی سے انھوں نے نکاح کیا اور آجتک بخارا و خیوہ واقعہ ترکستان میں انکو کروڑوں آدمی باوا نانک ہندی کہتے اور صالح اور پرہیزگار مسلمان یقین کرتے ہیں اور انھیں باوا نانو بھی کہتے ہیں ۔ بھلا کبھی باوا نانک صاحب نے اُن اسلامی ملکوں سے واپس آکر آپ جیسے پنڈتوں کے کہنے پر عمل کیا ہے ؟ ہرگز نہیں بلکہ وہ تو روضہ خواجہ عبدالشکور سلمی علیہ الرحمۃ پر سرسہ میں دیرتک چلہ کش رہے جہاں اب تک صدہا سکھ جاتے ہیں اور اُس مکان کو متھا ٹیکتے ہیں اور نذر و نیاز چڑھاتے ہیں ۔ پس پنڈت جی میں نے کوئی نیا مذہب اختیار نہیں کیا بلکہ باوا نانک صاحب کا مذہب اختیار کیا ہے جسکو میرے بھائی بند اور دیگر رشتہ دار فراموش کر بیٹھے ہیں ۔ میں تو چاہتا ہوں کہ میں اپنے بھائی بندوں سے مل بیٹھوں لیکن میں کیا کروں میرے خویش و اقربا اُن باتوں سے نفرت اور انکار کرتے ہیں جن کے باوا نانک صاحب عاشق زار تھے وہ مدت العمر نماز روزہ حج زکوٰۃ اور دیگر شعائر اسلام کے پورے پابند اور پکے مسلمان تھے لیکن اس زمانہ میں سکھوں نے اُن سے منہ پھیر لیا ہے اور گورو گوبند سنگھ اور ان کے جانشینوں نے ان لوگوں سے بہت بُرا سلوک کیا کہ حضرت باوا صاحب کی تعلیم اور مذہب سے روگرداں کر دیا ہے ۔

انشاء اللہ تعالےٰ آگے چلکر اس امر پر کافی و وافی بحث کی جاوے گی کہ آیا باوا نانک صاحب مسلمان تھے یا سکھ سردار تھے ۔ اتنے میں ایک سردار صاحب بولے کہ بھائی اب بہت کچھ کہا گیا ہے اب بس کرو میرا دل بھی نرم ہوتا جاتا ہے ایسا نہ ہو کہ مجھے بھی مسلمان ہو کر اپنے بال بچوں سے الگ ہونا پڑے

میں نے کہا کہ یہ حق اور راستی ہے اس کا ضرور اثر ہوگا اگر تم حق کو قبول نہ کروگے تو ضرور ایکدن تمھاری اولاد اسلام قبول کرے گی اور دیوی دیوتاؤں کو ترک کریگی اور ہندوؤں کی صدہا مشرکانہ رسومات جو تم لوگوں نے ہندوؤں سے سیکھ لی ہیں سب کو ترک کردیں گی ۔ مگر بدقسمت ہر وہ قوم جو جس غرض کے لیئے دنیا میں آئی چند روزہ زندگی سے پیار کرکے پرمیشر کو بھلا دیا اور نہ خود صراط مستقیم اختیار کیا اور نہ اپنی اولاد اور بیچبر عورتوں کو حق قبول کرنے دیا اور اپنے مذہب کے باقی مبانی باوانانک کی تعلیم سے برملا انکار کیا +

سردار صاحب بیشک جو کچھ آپ نے فرمایا وہ حق ہے یعنی باوا صاحب اکثر مسلمانوں کے ملکوں میں سیر و سیاحت کرتے رہے اور مکہ معظمہ میں بھی گئے تھے اور اکثر مسلمان فقیر اور بزرگان دین کی صحبت میں فیضیاب ہوتے رہے تھے ۔ مگر ہم کیا کریں گورو گوبند سنگھ صاحب بھی تو قابل اطاعت اور فرمانبرداری ہیں انھوں نے کیس سر پر رکھنے کا حکم دیا اور خالصہ مذہب کی بنیاد ڈالی مگر حق یہی ہے کہ ہمارے مذہب کے باقی مبانی تو درحقیقت باوا صاحب ہی ہیں لیکن گرو گوبند سنگھ صاحب نے ہماری قوم کو مسلمانوں کے ہاتھوں سے بچایا ہے اسلیے ضرور ہے کہ ہم انکا نام بھی جپیں اور اُن کی تعظیم بھی کریں +

خاکسار ۔ گوروگوبند صاحب کا آپ کی قوم پر کوئی احسان نہیں بلکہ انھوں نے ناحق تمکو مسلمانوں کی طرف سے بدظن کرکے بغاوت پر آمادہ کرکے آئے دن خونریزیاں کیں اور کرائیں گو یہ صرف اس خیال سے واجب التعظیم واطاعت ہیں کہ ایک نازک موقع پر آپ لوگوں کو تکلیف سے رہائی دلائی اس خیال پر تو ہر ایک محسن کا مذہب تمکو اختیار کرلینا چاہیے خصوصًا انگریزوں کا جنھوں نے اسقدر آرام اور راحت اور خبر کے سامان تمھارے لیے مہیا کردیے اور روزانہ خصومتوں کو یکسر مٹادیا گرنتھ صاحب اور جنم ساکھیوں کو پڑھو تو معلوم ہوگا کہ باوا نانک صاحب نے کیا کیا تمکو سکھایا گورو گوبند نے تو تمپر بڑا ظلم کیا کہ تمکو اسلام سے دور پھینک دیا ۔ ڈیرہ بابا نانک کی سمادھ میں جو باوا صاحب کا چولا اب تک موجود ہے باوا صاحب اُسپر لکھ گئے ہیں کہ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ یعنی سچا دھرم صرف اسلام ہے جو خدا کے ہاں قبول کیا جائے گا۔ اب بتاؤ کہ یہ کسقدر ظلم صریح اور مجنونانہ حرکت ہے کہ باوا صاحب کی وصیت پر تم عمل نہیں کرتے +

سردار صاحب اس میں شک نہیں کہ چولا صاحب باوا صاحب کو پرمیشر سے ملا تھا اور جو کچھ اُسپر لکھا ہوا ہے وہ قدرت کے اکھر (حروف) ہیں اور ہم لوگ پشت بہ پشت اُسکو متھا ٹیکتے آئے ہیں اور جو کوئی اسکے آگے سر نہیں جھکاتا اُسے پاپی اور دُشٹ خیال کرتے ہیں لیکن آپ خوب جانتے ہیں کہ اگر ہم مسلمان ہو جاویں تو ہمیں پھر اپنے خویش و اقربا میں رہنا محال ہو جاوے گا اور کسیکو مُنہ دکھانے کے لائق نہ رہیں گے +

خاکسار ۔ سردار صاحب ! جس صورت میں آپکو بخوبی معلوم ہے کہ حضرت باوا نانک صاحب اپنی طرز زندگی اور آخری وصیت سے جو منواتر چار سو سال سے آپ لوگوں کے ہی پاس رہی اپنے تئیں مسلمان ثابت کر گئے ہیں تو پھر سخت نادانی اور بیوقوفی ہوگی کہ لوگوں کے ڈر سے پرمیشر اور باوا نانک کے احکام کو رد کیا جاوے ۔ کیا پرمیشر اور باوا صاحب سے بہت ڈرنا چاہیے یا لوگوں سے ۔

ایک اور سردار صاحب نے کہا کہ چولہ صاحب میں کچھ اور لکھا ہوگا تم یونہی ہمکو دھوکا دیرہے ہو اسپر پہلے سردار صاحب نے کہا کہ نہیں بھائی اُسال گذشتہ میں جو چولا صاحب کے بارہ میں بہت شور برپا ہوا تھا میں بھی وہاں جاکر دیکھ آیا تھا یہ سب حق بات ہے لیکن ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ باوا صاحب کس طرح سے مسلمانوں کی سی نماز پڑھتے ہوں گے +

اب مذکورہ بالا بیان سے صاف ثابت ہوگیا کہ ان لوگوں کو اسلام کی صداقت اور اپنے اصلی مذہب کی نسبت کس قدر یقین حاصل ہوگیا ہے لیکن دنیا ایسی غدار ہے کہ انسان دیکھتے ہوئے پھر نہیں دیکھتا اور سُنتے ہوئے پھر نہیں سُنتا ۔ کیا یہ لوگ اب بھی کسی طرح اپنے تئیں سوا مشرف باسلام ہونے کے مُنہ دکھانے کے لائق ہیں؟ آریوں کی تو اسی میں پردہ پوشی ہو جاتی ہے کہ انھوں نے وید کا مُنہ نہ خود دیکھا اور نہ دوسروں کو دیکھنے دیا اگر یورپ کے محقق فلاسفروں نے اسکے ترجمے کرکے دنیا کو اس کی ماہیت وحقیقت سے آگاہی دی تو پھر یہ کہدیتے ہیں کہ یہ ترجمے غلط ہیں ۔ گو ایسے عذر کو کوئی بھی نہیں سُنتا مگر تاہم ان کے مُنہ پر ایکبات چڑھ گئی ہے جس سے وہ اپنی پردہ پوشی کر لیتے ہیں لیکن سکھ صاحبان کے پاس اب کوئی عذر نہیں ۔ اگرچند سال پہلے کوئی مالوہ کا سکھ چور اس چولہ صاحب کو چرا لیجاتا تو اور بات تھی لیکن اب تو اس کا چھپانا بھی محال ہوگیا اور راز نہانی افشا ہوگیا ۔ بہرحال ان لوگوں سے بار بار پوچھنا چاہیے کہ کیا تم دنیا میں

ہمیشہ رہو گے اور تمھارے شریک اور رشتہ دار جن سے ڈر کر تم باوا صاحب کے مخالف ہو گئے ہو
تمھارے ساتھ جاویں گے۔ آجکل پنجاب میں طاعون سے لوگ کتوں اور چیونٹیوں کیطرح مرتے
ہیں اور صدہا گاؤں برباد ہو کر نابود ہو گئے اور ہزاروں بچے اور نوجوان اپنے گھر والوں کی ہلاکت
کے بعد طاعون اور پیاس سے دردناک عذاب میں مبتلا ہو کر دنیا سے اس حال میں گذر گئے کہ اُن کو
کوئی پانی تک دینے والا نہ تھا حتی کہ بعض مقامات پر ننھا بچہ اپنی مردہ ماں کا دودھ پیتا ہوا دیکھا گیا
آخر وہ بھی بھوکھ اور پیاس سے موت کا شکار ہو گیا مگر اس بربادی بخش طاعون میں کسی نے
کسیکا ساتھ نہ دیا یہانتک کہ بعض قریب رشتہ داروں نے اپنے عزیز بچوں کو دوا اور پانی دینے
سے مُنہ چُرایا۔ اب بتلاؤ کہ یہ غیر معمولی ہلاکت جو اس سرزمین میں اب ہو رہی ہے کیا یہ پرمیشر
کی طرف سے مخلوق پر ظلم ہے ؟ ہر گز نہیں۔ یہ ان لوگوں کی بدبختی اور نافرمانی کا نتیجہ ہے جسے
یہ بھگت رہے ہیں۔ خدا کو عذاب دینے سے کیا فائدہ وہ لوگ جو اپنے رشتہ داروں اور شریکوں سے
اسقدر ڈرتے ہیں کہ پرمیشر سے اس کا دسواں حصہ بھی نہیں ڈرتے۔ کیا وہ اس قابل نہیں کہ
وہ کتوں اور چوہوں کی طرح ہلاک ہوں اور کوئی اُن کا پرسان حال نہ ہو میرے خیال میں آتا
ہے کہ ہر ایک سکھ جو باوا صاحب کی وصیت پر عمل نہیں کرتا وہ ضرور اس قابل ہے کہ اُس کا گھر بار
برباد ہو جاوے اور ہر ایک عزیز شے جس کی خاطر باوا صاحب جیسے خدا پرست و خدا رسیدہ انسان
اور پرمیشر جیسے محسن و مالک کو ناراض کر کے فائدہ اور سرور اُٹھانا چاہتا ہے وہ اُس کے لیے دکھ
اور مصیبت کا باعث ہو **شعر** میاد ادل آں فرومایہ شاد + کہ از بہر دنیا دہد دیں بباد +

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ مجھے اپنے بھائی صاحب کی ملاقات کے لیے راولپنڈی جانیکا
اتفاق ہوا جہاں وہ فوج میں ملازم تھے شام کے قریب جب فوج کی حاضری ہونے لگی تھی اُس وقت
مجھے بھائی صاحب نے ایک سکھ میجر صاحب سے ملاقات کرائی اُن سے یہ باتیں ہوئیں +

میجر صاحب تم نے بہت غلطی کی کہ اپنے پاک دھرم کو ترک کیا اور رشٹ اور پاپی بن گئے +

خاکسار۔ میں نے کوئی غلطی نہیں کی۔ آپ فرما دیجیے کہ کون سے اعمال بد آپ مجھمیں پاتے ہیں اور
وہ کونسی خوبیاں ہیں جو آپ میں ہیں اور مجھمیں نہیں ہیں۔ میں خوب جانتا ہوں کہ ہمارے سکھ
بھائیوں کا اندرونی حال کیا ہے اور شراب اور زنا اور دیگر قبیح اعمال میں وہ کہانتک پھنسے ہوئے ہیں +

میجر صاحب۔ آپ نے غلطی یہ کی ہے کہ جہاں پرمیشر نے آپ کو گھڑا کیا تھا اور جہاں آپکو رہنا چاہیے تھا وہاں نہ رہے۔ آپ نے اپنے مذہب کے تبدیل کرنے میں گویا پرمیشر کی غلطی نکالی ہے یعنی جو کچھ پرمیشر نے کیا ہے اسطرح نہیں ہونا چاہیے تھا بلکہ جسطرح آپ نے کیا ہے اسطرح ہونا قرین مصلحت تھا +

خاکسار۔ اگر اپنی حالت کو سنوارنے میں پرمیشر کی غلطی ثابت ہو جاتی ہے تو پھر کوئی بھی ایسا شخص نہیں جس نے اپنی حالت کو تبدیل نہ کیا ہو اور پرمیشر کی غلطی نہ نکالی ہو +

میجر صاحب۔ میں نے اپنے باپ دادا کا مذہب بحال رکھا ہے اور جہاں تھا وہیں ابتک ہوں اور نہ کوئی غلطی پرمیشر کی نہیں نکالی +

خاکسار۔ آپ نے تو بہت غلطیاں نکالی ہیں۔ مثلاً جب آپ پیدا ہوئے تھے آپ کے بدن پر کوئی وردی اور زیب و زینت کے سامان نہ تھے۔ اب آپ نے اسحالت کو بہت سا تبدیل کر دیا ہے اور پرمیشر کی غلطی نکالی علاوہ ازیں آپ کو چاہیے تھا کہ بھوسہ الگ کرکے آرد گندم طیار نہ کراتے اور نہ روٹیاں پکواتے کیونکہ اس میں پرمیشر کی غلطی ثابت ہو جاوے گی کیا پرمیشر درختوں کے ساتھ روٹیاں پیدا کرنیکو بھول گیا تھا؟ اگر آپ کے خیال کے موافق تمام عورتیں جسطرح وہ برہنہ پیدا ہوئی تھیں اسیطرح وہ ننگی پھریں اور مرد بھی علیٰ ہذا القیاس اپنی پہلی حالت کو اختیار کرلیں تو عجیب تماشا ہو۔ چونکہ سردار صاحب ایک معزز عہدہ پر سرفراز تھے اور ان کے ماتحت افسر اُسوقت موجود تھے اور بہت سے سپاہی بھی ان باتوں کے سُننے کے لیے آئے تھے سردار صاحب کو بہت سی خفت اُٹھانی پڑی۔ اصل بات یہ ہے کہ انسان کے لیے پرمیشر نے مختلف حالتیں رکھی ہیں ایک وقت میں اُسے ماں کا دودھ پیکر گذارہ کرنا پڑتا ہے دوسرے وقت اسکو اور قسم کی نفیس یا ملیّن غذا کی ضرورت ہوتی ہے اسلیے بمقتضای وقت ہر موسم میں اپنی غذا اور لباس کو تبدیل کرنے میں اور اپنے غلط خیال اور غلط مذہب کے ترک و تبدیل کرنے میں ذرہ بھر بھی لیت و لعل نہیں کرنی چاہیے آخر معاملہ بعد از موت پرمیشر سے پڑیگا یہ دنیا اور والدین اور بھائی بند کسی کے ساتھ نہ جاوینگے ہر ایک اپنے کیے کا ذمہ دار ہوگا +

اس کے بعد مینے اُن سپاہیوں اور افسروں سے جو میری طرف دیکھکر افسوس کرتے تھے مخاطب ہوکر کہا کہ بھائیو! میں نے کوئی نیا مذہب قبول نہیں کیا بلکہ میں نے تو وہی قدیمی مذہب قبول

کیا ہے جسکو باوانانک صاحب نے مکہ اور دیگر بلاد اسلام میں جاکر قبول کیا تھا۔ اگر کسیکو شک ہو تو ڈیرہ بابا نانک میں اُن کی سمادھ پر جو چولا صاحب ہے اُسپر باوا صاحب کی وصیت پڑھ لے کہ اسمیں صاف طور سے لکھا ہے کہ اسلام برحق ہے اور باقی سب مذاہب جھوٹھ ہیں۔ بعض نے تعجب کیا اور ماننے میں نہ آئے تھے اور کہا کہ ہم خود جاکر تحقیقات کرینگے اور پھر اس کا جواب دیں گے مگر کسی نے اس امر کی تحقیق کر کے ہمیں اطلاع نہ دی اور نہ حق قبول کیا اب ہم کسطرح سمجھ لیں کہ یہ لوگ سچے سکھ اور گرو کے صادق چیلے ہیں۔ صدہا کوسوں تک روپیہ کمانے کے لیے جاتے ہیں اور جان کو خطرہ میں ڈالکر خوفناک دشمنوں سے مقابلہ کرتے ہیں مگر حق بینی اور حق کے قبول کرنے میں انکو ایسی موت نظر آتی ہے کہ الامان +

بہت عرصہ نہیں ہوا کہ یہ عاجز بھیرہ ضلع شاہ پور میں تعلیم پاتا تھا اور ہمارے اُستاد ایک عیسائی صاحب تھے وہ اکثر لڑکوں کو کسی نہ کسی پیرایہ میں مذہبی تعلیم بھی دیتے تھے ایک دفعہ اُنھوں نے لڑکوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ مسلمان ہمیشہ تا دم مرگ خدا سے یہی دعا مانگتے رہتے ہیں کہ یا الٰہی سلامتی ایمان اور خاتمہ بالخیر ہو اس سے معلوم ہوا کہ انھیں کامل ایمان نصیب نہیں ہوتا اور اسیوجہ سے خاتمہ بالخیر کے بارہ میں انھیں دھڑکا لگا رہتا ہے۔ مگر ہم لوگوں کو ایسے خطرات بالکل نہیں ہوتے کیونکہ ہم تو کفارہ مسیح پر ایمان لے آتے ہیں اس لیئے کوئی خدشہ اور خوف دربارہ خاتمہ بالخیر ہمارے دلمیں نہیں رہتا۔ اس اعتراض کے جواب میں سب لڑکے لاجواب ہو گئے اُنھوں نے مجھسے کہا کہ تم ہی اس کا جواب دو کیونکہ حضرت مرزا صاحب کے مریدوں سے شیطان بھاگتا ہے۔ آخر کار خدا کے محض فضل سے میرے دل میں یہ جواب آیا کہ صاحب! کیا آپ کو اپنے ایمان کے کامل ہونے کا یقین ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ ہاں۔ میں نے کہا کہ انجیل مصنفہ لوقا میں لکھا ہے کہ مسیح اپنے شاگردوں کو مخاطب ہو کر فرماتے ہیں کہ اگر تم میں ایک رتی کی برابر بھی ایمان ہو تو تم اگر اس توت کے درخت کو حکم دو کہ دریا میں چلا جاوے تو وہ تمھاری ماننے لگا اور انجیل متی میں لکھا ہے کہ اگر تم میں رتی کے برابر ایمان ہوگا تو تمھارے اشارہ سے پہاڑ حرکت کرینگے اور زہر کے پیالے تم پی لو تو زہر تمھیں اثر نہ کرے گی اور اگر سانپ تمھیں ڈسیں تو تمھیں کوئی گزند نہ پہونچے گا۔ پس جس صورت میں ایک ادنےٰ عیسائی کے ایماندار ہونے کی یہ علامتیں ہیں کہ وہ ایک رتی

بھر ایمان کی برکت اور تاثیر سے ایسے معجزے کر سکے گا پھر آپ جیسے کامل ایماندار تو ضرور اس سامنے کے درخت کو اکھاڑ کر پھینکدینگے یا کوئی اور قابل قدر کرامت دکھا کر ہمیں اپنے ایماندار ہونے کا ثبوت دینگے اس جواب پر وہ نہایت شرمندہ ہوگئے۔ آخر جب بار بار لڑکوں نے انھیں مجبور کیا کہ آپ ضرور جواب دیں تو انھوں نے نہایت دبی زبان سے کہا کہ ہم ایمان کے حصول کی کوشش کر رہے ہیں۔ میں نے کہا کہ ابھی آپ یہ کہہ رہے تھے کہ ہمیں کامل ایمان حاصل ہوگیا ہے اور کوئی شک و شبہ باقی نہیں رہا اب ایک رتی بھر ایمان کے لیے کوشش کرنے کا اظہار کرتے ہیں۔ اگر سفید ریش ہونے تک بھی کوشش کرنے سے آپکو رتی بھر ایمان نصیب نہ ہو تو اب کہاں اُمید ہو سکتی ہے کہ کامل ایمان حاصل ہو جاوے۔ میں تو جانتا ہوں کہ پنجاب بھر میں کوئی رتی بھر ایمان والا عیسائی خواہ وہ سیاہ ہو یا سفید ہرگز نہ پایا جاوے گا۔ بعد میں انھوں نے کہا کہ اچھا اب جانے دو سبق پڑھو۔ میں نے کہا کہ اب سبق کا مزہ نہیں رہا کیونکہ ہمیں اور فکر دامنگیر ہو رہا ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر کوئی ہم سے پوچھے گا کہ تم کس سے پڑھکر آئے ہو تو ہمیں مجبوراً یہی جواب دینا ہوگا کہ ہم ایسے اُستاد سے پڑھے ہیں جو قریباً بے ایمان تھے اسپر تمام لڑکے جو کلاس میں موجود تھے سب قہقہہ مار کر ہنس پڑے اور میں نے کہا صاحب جی! ہم لوگوں کے ایماندار ہونیکی علامت یہ ہے کہ پنج ارکان اسلام کا پابند ہونا اور شرک اور فسق و فجور سے بکلی متنفر اور کنارہ کش ہونا اور شفقت علیٰ خلق اللہ و تعظیم لامر اللہ کا مصداق ہونا چاہیئے سو ایسے اسلام میں ہزاروں ہیں اور وہ مزید ترقی اور شیطانی دستبرد سے محفوظ رہنے کے لیے دعائیں کرتے رہتے ہیں۔ مگر آپ لوگوں میں کوئی ایک بھی ایسا نہیں کہ رتی بھر ایمان رکھتا ہو گویا سارے بے ایمان ہیں۔

اسی مقام پر مجھے بازار میں ایک مدرس پنڈت سے گفتگو کرنے کا اتفاق ہوا جس کا خلاصہ ہدیہ ناظرین کرتا ہوں اُمید ہے کہ یہ گفتگو دلچسپی سے خالی نہ ہوگی +

پنڈت صاحب نے کہا کہ کیا تم لوگ گوشت کھانا جائز سمجھتے ہو۔ اگر جائز سمجھتے ہو تو کیا یہ بیرحمی نہیں کہ اپنی جان کی خاطر صدہا بیگناہ جانیں تلف کی جاویں +

خاکسار۔ جہانتک دنیا میں دیکھا گیا اور تجربہ اور تاریخ نے پتا دیا یہی معلوم ہوا کہ دنیا میں ہر ایک چیز جو خدا تعالیٰ نے پیدا کی ہے وہ سب انسان کے لیے جو اشرف المخلوقات ہے کسی نہ کسی کام میں مفید ثابت ہوئی ہے حتیٰ کہ نجاست اور سانپ اور چوہے وغیرہ بھی کئی انسانی مطالب کے بہم پہونچانیکے لیے

پیدا ہوئے ہیں۔ یعنی جس صورت میں ادنیٰ ترین مخلوقات انسانی ضروریات اور حاجات کے لیے ازبس ضروری ہیں تو یہ گمان کرنا کہ بکری۔ مرغی۔ تیتر۔ بٹیر۔ مرغابی۔ گائے۔ بیل وغیرہ بیفائدہ اور لغو پیدا کیے گئے ہیں۔ یہ ایک بیہودہ اور غلط خیال ہے۔ پس وہ پاکذات اور خالق کائنات جس نے اپنی حکمت کاملہ سے بعض درختوں کو کانٹے لگائے ہیں اور جو سردیوں میں درختوں سے پتے اتار لیتا ہے اور عین حاجت اور ضرورت کے وقت گرمیوں میں درختوں کو پتوں سے بھرا ہوا سایہ دار بنا دیتا ہے اُس نے اپنی حکمت کاملہ اور قدرت تامّہ سے ان تمام جانوروں کو صرف انسانی خوراک کے لیے پیدا کیا ہے بس اس خداداد نعمت سے محروم رہنا نادانی ہے نہ کہ دانائی۔ ہاں اگر کوئی یہ کہے کہ اس سے جیاگھات (بیرحمی) ہوتی ہے لہذا ان خداداد نعمتوں سے محروم ہونا پسند کرتا ہے تو بہتر ہے کہ پانی پینا اور سانس لینا بھی ترک کردے اور اپنی جان پر کھیل جاوے کیونکہ ہزاروں کیڑے پانی کے ایک قطرہ پینے سے اور سانس لینے سے ہلاک ہوجاتے ہیں۔ اگر کسی کے زخم میں کیڑے پڑجاویں تو غالباً اُن کی پرورش کرنا ماسیوں کا اصول اصلی ہوگا۔ مگر یہ ساری باتیں کہنے کی ہیں عمل کی نہ پوچھو +

ایک اور دلیل جو گوشت خوری کے جواز میں پیش کی گئی ہے کہ دنیا میں ہر ایک چیز اسقدر ترقی کرنا چاہتی ہے کہ باقی تمام جانوروں کو صفحہ ہستی سے نیست ونابود کردیتی اور پاؤں رکھنے کی گنجائش نہ ہوتی۔ اگر پرمیشر ایک خاص حد تک اُن کی تعداد کو کم نہ کرتا۔ مثلاً اگر بڑھ کے سارے بیج محفوظ رہتے اور تلیر طوطے انکو تلف نہ کرتے تو چند سال تک دنیا میں بڑ ونگی سوا کوئی درخت ہی نظر نہ آتا اسی طرح بھیڑ بکری کی تعداد کو کم اور محدود کرنے کے لیے ان پر انسان کو مسلط کردیا ہے۔ جس طرح جنگلوں میں قدرت نے شیر چیتے وغیرہ گوشت خوار مخلوق بنائی ہے اور اسمیں وہ درندے ادنیٰ حیوانات کا شکار کرنے میں گناہ گار نہیں کیونکہ قدرت نے ان کی غذا صرف گوشت ہی قرار دی اسیطرح خداتعالیٰ نے شہروں میں بھی ایک قوم (انسان) کو گوشت خوار پیدا کیا تاکہ جنگلوں اور شہروں میں اعتدال یکساں قائم رہے +

تیسری دلیل یہ ہے کہ انسانوں کے دانتوں کی خاص بناوٹ یہ ظاہر کررہی ہے کہ ان سے گوشت کھایا جاوے اور گوشت کے ٹکڑے ہڈی سے جدا کیے جاویں کیونکہ انسان کے اگلے دانت روٹی کے

کاٹنے کے لیے پیدا نہیں کیے گئے۔ اسی طرح شکاری جانوروں کے ناخن دار پنجے اور اُن کے دانتوں اور خمدار پنجوں کی خاص بناوٹ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ صانع عالم کا خاص منشا اور ارادہ یہی ہے کہ گوشت کھایا جاوے۔ پس جس علیم وحکیم پرمیشر نے منطقہ حارّہ کے گرم ملکوں میں کثرت سے درخت پیدا کیے ہیں اور منطقہ باردہ میں کسی خاص فائدہ اور حکمت سے بڑے بڑے سایہ دار درخت پیدا نہیں کیے اُس نے اپنی کمال دانائی اور حکمت سے گوشت خوار اور غیر گوشت خوار حیوانات میں اور اُن کے اعضا میں خاص فرق اور تمیز رکھدی ہے اور اپنے فعل اور نیچر سے ظاہر کر دیا ہے کہ فلاں اوزار گوشت خواری میں مستعمل ہونے چاہییں۔ اور قاعدہ ہے کہ جو لوگ اپنے آقا کے فرمودہ کے بموجب ہتھیاروں کا مناسب اور برمحل استعمال کرتے ہیں وہ مظفر و منصور ہوتے رہتے ہیں اور جو اُن سے کام نہیں لیتے وہ مقابلہ کے وقت بہت نقصان اُٹھاتے اور بودا پن دکھلاتے ہیں چنانچہ بیسیوں دفعہ گوشت خور قوموں نے آریہ ورت پر حملہ کیا اور ان وہم پرست آریہ کو ناکامی کا مزہ چکھایا۔ دل کے اندھے ٹھوکر پر ٹھوکر کھا کر اب بھی نہیں سنبھلتے۔ حالانکہ شاہان اسلام اور اہل انگلستان گوشت خوار ہیں اور ہمیشہ آریوں پر فتحمند ہوتے رہے ہیں ✦ پھر بھی ماسی آریوں کے کان نہیں کھلتے۔ یاد رہے کہ اول اول جو آریوں نے ہندوستان کو فتح کیا اور اصلی باشندوں کو مغلوب کرکے پہاڑوں اور جنگلوں میں بھگا دیا تھا وہ آریہ بھی گوشت خوار تھے وید سے یہ امر بداہت تام ظاہر ہوتا ہے۔

خیر یہ اُن لوگوں کی داستانیں اور حالات ہیں جنھوں نے دنیا میں ملک گیری کی اور حکومت و سلطنت آریہ ورت میں قائم کر گئے تھے مگر آج کل کے آریوں کو اس امر سے کیا واسطہ یہ تو ایک چڑیا کے مارنے کے بھی روادار نہیں ہوتے خواہ کوئی ویداُن کے سر پر کھڑا ہو کر پڑا ڈھائی دے اور آریہ ورت کا ناک میں

✦ **نوٹ** ہماری یہ مراد نہیں کہ صرف گوشت خور ہی ملک گیری کا ذریعہ ہے بلکہ اتحاد قومی بھی بڑا ذریعہ ہے لیکن شجاعت۔ تہور۔ حوصلہ کے لیے گوشت ایک لابدی لوازمات سے ہے چنانچہ قانون قدرت اور روز کا مشاہدہ ظاہر کر رہا ہے کہ جنگل میں جو گوشت خور جانور قدرت نے بنائے ہیں مثلاً شیر چیتہ باز جُرّہ شکرہ وغیرہ وہ قوت وشجاعت میں گوشت نہ کھانے والے جانوروں سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہیں وجہ یہ کہ شیر جنگل میں چارپایوں کا بادشاہ کہلاتا ہے + منہ

دم آجائے۔ ان میں اگر بہت جوش اور حب الوطنی موجزن ہو تو صرف اتنا ہو گا کہ نہایت گندے اور بدبودار الفاظ میں کسی کو گالیاں دیکر دل کو ٹھنڈا کر لیں گے اور اسی میں فتح کا نقارہ بجائینگے مگر دیانندی منتھ سے ثابت ہوتا ہے کہ ہرنوں وغیرہ کو مارنا اور بیسیوں روپے کی کستوری مردہ کے ساتھ جلانے کو حاصل کرنا لازمی اور ازبس ضروری ہے ایسا ہی پچھتر روپے کا روغن زرد مردہ کے ساتھ جلانا بھی فرض ہے۔ دیکھو ستیارتھ پرکاش مصنفہ دیانند۔ صفحہ ۶۲۸

علاوہ ازیں گوشت انسان کا طبعی اور قدرتی کھانا ہے جو انسان ابتدا سے کھانا شروع کرتا ہے چنانچہ شکم مادر میں بھی جو خون کھاتا ہے وہ بھی درحقیقت بحالت رقیق گوشت ہوتا ہے۔ پس جو لوگ اپنے طبعی طعام کو ترک کر کے گھاس اور درختوں کے پتوں پر گذارہ کرنے لگجاتے ہیں وہ دوسرونکی نسبت جو خداداد نعمتوں کو مناسب طور سے استعمال کرتے ہیں بہت کمزور اور ضعیف الخلقت نسل چھوڑ جاتے ہیں۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ جب سے آریوں نے اسلام کی مخالفت میں گوشت ترک کردیا ہے تب سے یہ لوگ اقوام غیر کے قبضۂ تصرف میں چلے آتے ہیں اور حمیت اور عقدہمت و حوصلہ و علو ہمت ان سے مفقود ہو گیا ہے۔ اکثر پنڈت اور برہمن گوشت سے سخت نفرت کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ پنڈت اور عام برہمنوں کو گورنمنٹ فوج میں بھرتی نہیں کرتی کیونکہ یہ لوگ پرلے درجہ کے بزدل اور نامرد ہوتے ہیں +

واضح ہو کہ گوشت کھانے سے جس قدر نقصان شرفا اور خاندانی لوگونکو اٹھانے پڑتے ہیں وہ بیشمار ہیں۔ چنانچہ دیکھا جاتا ہے کہ ہندوؤں میں متبنہ بنانے کی رسم جو چلی آتی ہے یہ بھی اسی غلطی کا بدنتیجہ ہے۔ انسان اپنے ہاتھوں سے دوسرے کو چند روپیہ مفت دینا امر محال سمجھتا ہے لیکن دوسرے کی اولاد نرینہ کو اپنا بیٹا قرار دیکر اپنی تمام عمر کا سارا کا سارا اندوختہ اسکے حوالہ کر دیتا ہے یہ سب نقصان دراصل گوشت کو ترک کر دینے کا وبال ہے۔ اور جو لوگ گوشت کا استعمال کرتے ہیں وہ بہت کم بلکہ شاذ و نادر بے اولاد رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے اس بیہودہ جھوٹھ سے نفرت کی کہ دوسرے کے بیٹے کو اپنا بیٹا قرار دیا جاوے اور لاکھوں روپے کی جائیدادیں اسکے حوالہ کی جاویں جنہیں اُس کا کوئی حق نہیں۔ دوسرے کے بیٹے کو اپنا بیٹا بنانا محض جھوٹھ ہے اور یہی وجہ ہے کہ آریوں کو نیوگ کی ضرورت پڑی ہے۔ دراصل یہ لوگ بچے دینا پرنتیشر کیسکو

پیسہ دینا نہیں چاہتے اس لیے یہ لوگ نیوگ کے ذریعہ سے اپنے آشناؤں اور دوستوں سے اپنی بیوی کو کا منہ کالا کرا کر اولاد لیتے ہیں۔ مگر پھر بھی اولاد اپنی نہیں ہو سکتی کیونکہ جس کا نطفہ ہے اسکی خو بو رگ و ریشہ میں بچہ کے نمودار ہوں گی * تاریخ میں نہایت غور اور فکر سے دیکھا ہے کہ ہند میں

*حاشیہ بہت سی زبردست ریاستیں جو اہل ہنود کے لیے باعث فخر اور عزت تھیں لا اولاد راجاؤں کے ہاتھ سے جاتی رہیں اور کروڑوں روپیوں کی جائداد اور وسائل منفعت غیروں کی نذر ہو گئی ہیں مثلاً ریاست ناگپور واقعہ ممالک متوسط جس کا راجہ لا ولد رہ کر ۱۸۵۳ء میں انتقال کر گیا تھا انگریزی علاقہ میں شامل ہو گئی۔ اسی طرح ریاست میسور جو جنوبی ہند میں زبردست ریاست ہے اس کا راجہ لا ولد ہو کر گذر گیا اور اپنی بے بہا ملک و دولت کو بصد حسرت و افسوس غیروں کے سپرد کر کے راہی ملک بقا ہوا۔ اسی طرح اور بھی کئی راجگان ہند لا ولد ہونے کے دکھ کا شکار ہو کر دنیا سے گذر گئے جن کے ذکر کی اس جگہ گنجایش نہیں۔ مگر بقول آریہ سماج اُن کا انجام بخیر نہیں ہوا کیونکہ وہ بے اولاد رہکر دوزخی و پاپی ہوئے۔ مگر اسی طرح ہم یہ بھی اعتراض کر سکتے ہیں کہ پنڈت لیکھرام جی کو بھی مکتی و نجات حاصل نہیں ہوئی کیونکہ اُسکی اولاد چھوٹی عمر میں مر گئی آریوں کے پرمیشر پر بہت ہی افسوس آتا ہے کہ اُسکو بھی اُس نے لڑکا دیکر آتش دوزخ سے نہ بچایا جس نے مذہب کے لیے اپنی زندگی کو وقف کر دیا حتیٰ کہ اپنی جان تک سے بھی فرق نہ کیا یعنی دھرم کی خاطر بلیدان (شہید) ہو گیا اگر ایسے صادق وفادار آریہ کو مکتی نصیب نہیں تو دوسروں کا کیا حال جنھوں نے دھرم کے لیے لیکھرام سے عشر عشیر بھی دکھ درد نہیں اُٹھایا۔ پس مندرجہ بالا بیان سے ظاہر ہے کہ یا تو نہایت ہی سرگرم اور پکے آریوں کو مکتی (نجات) نصیب نہیں جیسے کہ لیکھرام کو نصیب نہیں ہوئی کیونکہ وہ بے اولاد رہا اور اس دار فانی سے بحسرت و یاس رہگرای عالم جاودانی ہو گیا یا مکتی کے لیے اولاد کا ہونا غیر ضروری ہے اور بقول تمھارے جو شرط حصول مکتی کے لیے قرار دی ہے وہ سراسر غلط اور بے بنیاد اور بے اثر ہے + منہ

کوئی مسلمان نواب ایسا نہیں گذرا جس کی ریاست اس لیے سرکاری علاقہ میں الحاق ہو گئی ہو کہ اُس کا کوئی وارث نہیں رہا۔ مگر اہل ہنود کیطرف دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ کئی راجاؤں مثلاً راجگان ستارہ جھانسی ناگپور۔ میسور کو اپنا ملک و دولت اپنی زندگی کے بعد سرکار انگریزی کے حوالہ کرنا پڑا یا کسی غیر کے سپرد کرنا پڑا کیونکہ اُن کے کوئی اولاد نہ تھی جو تخت و تاج کی وارث ہوتی اس لیے بہت معزز لوگ اور راجگان ہند کروڑوں روپیوں کی جائدادیں یونہی رائگاں کھو دیتے ہیں جن میں سے اپنی حین حیات میں ایک روپیہ دینا باعث تکلیف سمجھتے ہیں۔ اگر یہ لوگ گوشت کو استعمال کرتے رہتے تو انھیں لاولد رہ کر اپنی ساری عمر کے اندوختہ مال کو غیروں کے سپرد نہ کرنا پڑتا اور نہ نیوگ کی بیہودہ رسم کے ذریعہ سے اپنی پیاری بیویوں کو دس گیاراں مشٹنڈوں کے حوالہ کر کے اپنی عزت کو خاک میں نہ رلانا پڑتا غرض جو خفتیں اور نقصان اس رسم سے آریوں کو برداشت کرنے پڑتے ہیں اور اصل خاوندوں کو Temporary عارضی خاوندوں یعنی بیرج داتاؤں کے مابین خصومتیں اور رنجشیں باعث تکلیف ہوتی ہیں انکی تفصیل کی اسجگہ گنجایش نہیں آیندہ اس مضمون پر بحث ہوگی انشاء اللہ تعالےٰ +

ماں یہ بات قابل غور ہے کہ اولاد کے بغیر آریوں کی نجات نہیں جیسے کہ منوجی لکھتے ہیں مگر یہ بھی بیہودہ خیال ہے۔ کیا کسی کے اختیار میں ہے کہ وہ زبردستی اور جفاکشی سے اولاد حاصل کرے اگر ایسا ہونا ممکن تھا تو سب سے پہلے وہ لوگ ضرور کوشش کرتے جنھوں نے لاکھوں روپیوں کی جائداد اور ریاستیں پیدا کیں مگر اپنے بعد کوئی صلبی جانشین ایسا نہ چھوڑا جو اُن کی کریاکرم کرتا اور نرک (دوزخ) سے اُنھیں نجات دیتا۔ آخری وقت میں وہ بستر مرگ پر صد ہا حسرتیں ساتھ لیکر اس جہان فانی سے گذر گئے مگر کوئی لڑکا پیدا نہ ہو سکا جس سے اُنکی مکتی وابستہ تھی۔ بیٹے کو سنسکرت میں پُتر کہتے ہیں جس کے معنے دوزخ سے چھڑانے والے کے ہیں یعنی جو تناسخ کے چکر سے رہائی دیکر سرگ میں پہنچاتا ہے وہ بیٹا ہے۔ بعض لوگ محض کور باطنی یا تعصب سے اندھے ہو کر یہ بیان کرتے ہیں کہ گوشت خور لوگ زیادہ بیرحم اور سنگدل ہوتے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ یہ محض دھوکا اور بے سمجھی ہے۔ علم تاریخ اور روز کے مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ معاملہ برعکس ہے کیونکہ آریہ لوگوں نے بقول ان کے جو گوشت نہیں کھاتے تھے ہند کے اصل باشندوں کو مار کر ملک سے نکالدیا یا انکو ہمیشہ کے لیے غلام بنالیا

اور تمام ملک اور جائداد ان سے چھین لی گئیں اور خود بخود ملک گیری کی طمع میں بیدست وپا لوگوں پر آپڑے اور ان کا نام ونشان مٹا دیا لیکن اہل اسلام نے ایسا نہیں کیا بلکہ جب بار بار راجہ جیپال اور انند پال اور دوسرے ہندوستان کے راجاؤں نے افغانستان پر چڑھائیاں کیں تو پھر وہ بیچارے اپنے سرد مقامات کو چھوڑ کر اس گرم ملک میں انکی سزا دہی کے لیے آئے۔ اور یہی مناسب سمجھا کہ ان شورہ پشت لوگوں کو اپنے ماتحت رکھیں ورنہ ہمیشہ باعث تکلیف اور حرج ہونگے۔ زمانۂ اسلام سے پہلے ہندوستان کے راجاؤں میں جس قدر باہم خونریزیاں ہوتی رہتی تھیں اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ کیسے رحیم اور نرم دل تھے۔ آج کل بھی اگر ریلوے سٹیشنوں پر بعض ہندو بابوؤں کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ مسافروں سے اسطرح سے درندگی کے ساتھ پیش آتے ہیں جسطرح قصاب بکری اور بھیڑ سے سلوک کرتا ہے۔ علاوہ ازیں یہ امر قابل غور ہے کہ اکبر بادشاہ نے ہندوؤں سے وہ سلوک کیے ہیں کہ آریوں نے اپنے موہوم اور نامعلوم کروڑوں برس میں کسی غیر قوم سے ایسا کبھی نہیں کیا۔ چنانچہ اس رحیم کریم بادشاہ نے راجہ بھگوان داس کو امیر الامرا اور راجہ مان سنگھ کو کمانڈر انچیف افواج مغلیہ کے عہدہ پر سرفراز کیا ہوا تھا + جس کے ماتحت تمام معزز مسلمان سردار تھے +

اسی طرح آریوں کا یہ کہنا بھی غلط اور سفید جھوٹھ ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلایا گیا ہے کیونکہ صلح اور آشتی سے کوئی کسی کی بات مان بھی جاتا ہے مگر سختی اور درشتی سے ضد میں آکر صدہا ہلاکتیں اور ذلتیں اپنے اوپر قبول کر لیتا ہے مگر دوسرے کی بات نہیں مانتا۔ آریہ ورت کو جو تکلیف اہل اسلام سے پہنچی ہے وہ صرف اسقدر ہے کہ محمود بادشاہ نے سومنات اور متھرا اور کوٹ کانگڑہ کے بتخانے اجاڑ دیے اور بت پرستی سے نکالکر توحید کیطرف رہنمائی کی اور اورنگ زیب نے بنارس میں ایک عظیم الشان بتخانہ توڑ کر مسجد بنوائی تا اسجگہ جہاں بیجان پتھروں کی پرارتھنا اور اپاسنا ہوتی تھی وہاں اَللّٰہُ اَکْبَرُ کی توحید کا پھریرہ بلند ہو اگر یہ کام برے ہیں تو ہمیں بتلانا چاہیے کہ آریہ ورت میں سوائے توحید کے اور کونسی بات شایاں تھی۔ آج کل کے نکتہ چیں آریوں کی یہی خراب عادت ہے کہ دوسرے کے نیک کاموں کو بھی جائے اعتراض ٹھیراتے ہیں۔ حالانکہ خود بت پرستی اور مورتی پوجا کے دشمن ہیں لیکن پھر بھی اپنے حامیوں (محمود وغیرہ) جنکے عشر عشیر

تک بھی نہیں پہونچے باایںہمہ دوسروں کی نکتہ چینی کرنے کو طیار ہیں لیکن گھر کا حال نامعلوم۔
قصہ کوتاہ گوشت کا کھانا یا نہ کھانا اسلام لانے کے لیے مستلزم نہیں اور ایسا نہیں کہ جو
گوشت نہ کھائے وہ مسلمان نہیں ہو سکتا بلکہ جس کی مرضی ہو کھاوے۔ صرف کھانے پینے سے
انسان مسلمان نہیں بن سکتا۔ بلکہ اسلام اور چیز ہے جس کی کسی قدر حقیقت ہدیۂ ناظرین ہے +

حقیقتِ اسلام

پیشتر اس کے کہ ہم حقیقت اسلام بیان کریں اس قدر بیان کرنا ضروری ہے کہ انسان کی پیدایش کی
علت غائی کیا ہے۔ سو جاننا چاہیے کہ دنیا میں لاکھوں بلکہ کروڑوں جانور پائے جاتے ہیں اور وہ
طرح طرح کے قویٰ اور استعدادیں رکھتے ہیں۔ لیکن کوئی جانور بھی اپنی پیدایش کی علت غائی
اور کمال کو نہیں پا سکتا جب تک کہ وہ کسی خاص تعلیم اور تربیت سے سدھایا نہ جاوے مثلاً گھوڑا
جو نہایت خوبصورت اور مفید جانور ہے جب تک کو جوان اُسکو گھسنے میں نہ لگائے اور طرح طرح کی
تربیت اُسے نہ دے اور اسکی عادات طبعیہ و بہیمیہ کو تادیب سے بہرہ ور نہ کرے اُسوقت تک اسکی خوبصورتی
تیز رفتاری اور چستی و چالاکی سب عبث جاتی ہے اور اس لیے وہ ہمارے واسطے چنداں مفید نہیں
ہو سکتا۔ اسی طرح دوسرے حیوانات کا حال ہے کہ جب تک ضروری تعلیم اور تربیت کے نیچے لاکر
اُن کی طاقتوں اور قویٰ کو افراط تفریط سے بچاکر قابو میں نہ لایا جاوے اُسوقت وہ جاندار
اور اشیا اپنے کمال اور علت غائی کو نہیں پہنچ سکتیں جن کے لیے صانع عالم نے انھیں پیدا
کیا ہے۔ پس اب ہمیں دیکھنا چاہیے کہ جس صورت میں ادنیٰ ترین مخلوق بھی اپنے آقا کی کسی خاص
غرض کو پورا کرنے کے لیے پیدا کی گئی ہے اس لیے ضرور ہے کہ انسان جو بہ لحاظ اشرف المخلوقات
ہونے کے صدہا قویٰ اور طاقتوں کے ساتھ اس دنیا میں پیدا ہوا ہے وہ بھی خاص غرض اور علت
غائی کے لیے اس جہان میں بود و باش رکھتا ہے۔ سو جسطرح ایک گھوڑا تربیت پذیر ہونے یا
نہ ہونے کے صورت میں مفید یا ضرر رساں بلکہ ہلک حیوان بنجاتا ہے اسی طرح اگر انسان کی
تربیت اور تعلیم کو باقاعدہ سرانجام کیا جاوے۔ تو یہ نہ صرف ایک مہذب اور مدنی الطبع مخلوق

بجاتا ہے بلکہ دنیا کے ہزار ہا فرد بشر کے لیے ہر دو روحانی اور جسمانی پہلو سے چشمۂ فیض و رحمت بن جاتا ہے۔ اور اپنے مالک حقیقی ربّ العالمین سے مکالمہ اور مخاطبہ کا شرف حاصل کر کے دنیا میں اعلیٰ سے اعلیٰ طبقہ کے انسانوں میں داخل ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر اس جانور کے قویٰ اور طاقتیں مناسب طور سے تختۂ مشق نہ ہوں بلکہ وہ جنگلی بہائم کی طرح شتر بے مہار ہے تو دوسرے جنگلی درندوں کی طرح آزادانہ زندگی بسر کر کے بدترین خلائق سے ہو جاتا ہے اور اسکے پاس بیٹھنا ہر ایک پہلو سے خطرہ اور نقصان کا باعث ٹھیرتا ہے پس جسطرح اور جانوروں کی تربیت اور تعلیم ازبس ضروری ہوتی ہے اسی طرح اس اشرف المخلوقات کی تعلیم روحانی بطریق اولیٰ لابدی ہے اس تعلیم کو دنیا میں مذہب کی تعلیم کہا جاتا ہے اور اسی کے لیے ہمیشہ سے ہر مذہب و ملّت کے افراد نے بقدر امکان کوشش کی ہے +

اسی تعلیم کے اعتبار سے جس کا اوپر بیان ہو چکا ہے دنیا کو ایک سکول یا مدرسہ کہنا بجا ہوگا اور اسمیں رہنے والے طالب علم ہیں۔ پس جسطرح ہر ایک سکول میں لائق مدرس کا ہونا ازبس ضروری ہے اسی طرح عالمگیر سکول میں بھی ہر صدی اور ہر زمانہ میں کسی کامل رہبر اور پیغمبر کی اشد ضرورت محسوس ہوتی رہی ہے اور قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک قوم میں کوئی نہ کوئی نذیر اور رسول ضرور آتا رہا ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو دنیا کے لوگ جنگلی جانوروں کی طرح خورونوش اور طبعی تقاضوں کے پورا کرنے کے سوا اور کوئی قابل قدر بزرگی اور فوقیت حاصل نہ کر سکتے۔ ہم بالفاظ دیگر بحیثیت مجموعی یوں کہہ سکتے ہیں کہ ابتدا روزگار میں دنیا کا باہم تعلق ایسا نہ تھا جیسا کہ اب ہے اس لیے حسب ضرورت اور مقدرت انھیں انبیاء کے ذریعہ سے ہدایت ناموں سے بہرہ ور کیا اور کرتا رہا ہے حتیٰ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تمام ملکوں کے تعلق ایکدوسرے سے وابستہ ہو گئے اور کامل ہدایت نامہ تمام دنیا کے لیے یک لخت دینا ضروری ہوا۔ جسطرح علوم و فنون ایک چالیس سالہ مرد کے لیے بمنزلہ خوراک کے ہو جاتے ہیں سو اُن کمالات کی کتابیں اور صنعتیں اور ان کی ترقی اور تربیت بچہ کے لیے ہرگز جائز نہیں پس جب اللہ تعالیٰ نے ۶۱۰ء میں دنیا کو اسکے تمام قویٰ اور دور دور کے ملکوں کے باہم تعلقات میں جوان پایا تو اُس قادر کریم نے مہربان باپ کیطرح دنیا کا آسمان سے نکاح کر دیا یعنی دنیا کو بوجہ بعثت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

روحانی کمالات اور فیوض و برکات سے مالامال کر دیا۔* پھر اسی حالت میں دنیا کو نہیں چھوڑ دیا بلکہ مثل سابق بعد ازاں جب جب بچہ کی طرح دنیا بیمار ہوئی اور کھانسی نزلہ یا اور مرض وبائی نے زور کیا تب تب اُس ذات پاک نے مہربان باپ کی طرح الہام اور وحی سے طرح طرح کی بدعات اور گمراہیوں سے دنیا کو شفا بخشی اور ہمیشہ اُس کا یہی قاعدہ رہا اور یہی رہے گا۔ الہام اور کشوف کا دروازہ نہ کبھی بند ہوا اور نہ ہو سکتا ہے اور نہ کبھی بند ہوگا کیونکہ دنیا اکثر انسان کے بچہ کی طرح بیمار ہو جایا کرتی ہے اس قانون قدرت کو دیکھکر تعجب اور انکار نہیں کرنا چاہیے اسمیں کوئی ظلم اور ناانصافی نہیں ہے بلکہ ظلم تو اُن لوگوں پر ہے جنھوں نے مذہب اور پرمیشر پر اپنی جانیں قربان کرنی قبول کرلیں مگر جس کی خاطر یہ صعوبتیں اور درد دکھ سہے جاتے ہیں وہ ہاں یا ہوں تک نہ کرے۔ رشیوں پر جو پرمیشر نے ویدوں کا پرکاش کیا انھوں نے کونسا عمل کیا جس کی پاداش میں ان کو پرمیشر کے مکالمہ کا شرف حاصل نہ ہوا اور باقی مخلوقات نے کونسا بُرا عمل کیا جس کے بدلے وہ پرمیشر سے مردود اور مہجور ہو گئے۔ حق اور انصاف یہی ہے کہ جسطرح بچہ کی ابتدا میں خبرگیری کی جاتی ہے اسی طرح اسکی عافیت کے لیے سامان ہر لحظہ اور ہر آن میں مہیا ہوں۔ ورنہ ناگہانی مرض سے بچہ جانبر نہ ہو سکے گا اسی طرح رفتہ رفتہ ترقی کرنے والی دنیا کا حال ہے اگر یکدفعہ زمانہ سلف کے اجڈ اکھڑ آریوں کے سر پر وید کا انبار رکھدیا تو بیشک یہ ظلم ہوا کہ بجائے فاعدہ کے پہلے ہی ایک ضخیم کتاب اُن کے لیے گلے کا ہار ہوگئی اور قوم کو ایسا پیس ڈالا کہ ابدالآباد سے محکوم اور مملوک اور غلام (ہندو) قرار پاگئی اور قومی نشو ونما کی طاقتیں سلب ہو کر رہ گئیں گویا پرمیشر نے غلطی سے ایسا کیا کہ سنار کی ٹک ٹک اور لوہار کی ایک (دھم) +

مگر ہم اپنے اصلی مطلب کیطرف رجوع کر کے کہتے ہیں کہ انسان اپنے کمال اور علت غائی کو نہیں پہونچ سکتا تاوقتیکہ اُس کا نشو و نما اسکے خالق مالک اور آقا کی ہدایات کے موافق نہ ہو کیونکہ انسان بذات خود تو اتنا کمزور اور ناتوان ہے کہ یہ اپنی غور و فکر سے کام لیکر اپنے ہم جنس فرد بشر کی رضا حاصل نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ خود اپنی مرضیات اور خواہشات کو بتلا نہ دے سو جس صورت

---

*حاشیہ۔ آریوں کو اسموقعہ پر خوب یاد رکھنا چاہیے کہ دنیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے الہامی کتب اور

ہیں کمزور انسان اپنے جیسے کو راضی نہیں کرسکتا تو وہ ذات پاک جو وراء الورا ہے جسکو اُس نے نہ خود کبھی دیکھا ہے اور نہ کبھی اُسکی رضا اور غضب کی راہوں سے کوئی اطلاع ہوئی ہے اسکو خود بخود

بقیہ حاشیہ۔ اور انبیا سے محروم اور بے نصیب نہیں رہی قرآن شریف سے پہلے بھی دنیا کو توریت اور انجیل اور ہزاروں صحف مطہرہ اور ہدایت نامے عطا ہوتے رہے ہیں مگر وہ عالمگیر مذہب نہ تھے مہذب لوگوں کی بود وباش جو دور دور واقع تھی اور وہ تہذیب اور علم میں ایکدوسرے سے بہت فرق رکھتے تھے اور آجکل کیطرح شرق وغرب کے باشندے ایک ہی وید سے گیان حاصل کرکے اُسکے متحمل نہیں ہوسکتے تھے جس کی ماہیت اور کیفیت اور تراجم کو آج بھی شرق وغرب کے علما فضلا سمجھہ نہیں سکے اس لیے انصاف اور حکمت اسی میں تھی کہ اس مدرسہ (دنیا) کی مختلف شاخوں میں اول اول صرف قاعدہ توحید کا ہی پڑھایا جاتا اور وید شریف کا بوجھل اور کمرشکن بستک معصوم بچہ کی کمر پر رکھنا ایسا ہی صریح ظلم اور کھلی حماقت تھی جسطرح قاعدہ پڑھنے کے لائق اطفال اور کنیا ابجی کو ایک ضخیم علمی کتاب کے پڑھنے پر مجبور کرنا نادانی محض ہے اگر تھوڑا تھوڑا کرکے وید کا پرکاش ہوتا تو وید کے پرکاش میں پرمیشر دیالو اور کرپالو عقلمند ٹھہرتا مگر ابتو نیم حکیم خطرہ جان کا معاملہ درپیش ہے کیونکہ یکدفعہ چاروں ویدوں کے پرکاش سے بدہضمی ہوگئی اور پہلی حالت جاتی رہی۔ غالباً یہی وجہ ہوئی ہے کہ جسطرح گدھے کے بچہ پر طاقت سے زیادہ بوجھ لادا جاوے تو وہ اپنے کمال کو نہیں پہونچتا بلکہ پستہ قد کریہ صورت حیوان بنجاتا ہے اسی طرح آریوں پر بھی ظلم ہوا ہے کہ شروع میں ہی بیچاروں پر بوجھ لادا گیا کہ بجائے ایک سیر کے ایک من بوجھ اپنر رکھدیا۔ پس کسی بچہ کا اس طرح شکایت کرنا کہ مجھپر صریح ظلم ہے کہ مجکو بی اے کلاس کے لائق پروفیسروں سے تعلیم نہیں دلائیجاتی اور نہ شیکسپیر کے دراما اور ملٹن کے افسانے سکھائے جاتے ہیں اور نہ سائنس کی باریک موشگافیوں اور دقیق مسائل سے آگاہ کیا جاتا ہے پس ایسے نادان مورکھ کی ایک نہ سننی چاہیے اسکو اگر جبراً اور قہراً پہلی جماعت میں قاعدہ پڑھنے کے لیے مجبور کیا جاوے تو حقیقی رحم کو جس کا وہ مستحق بڑا ہوکر آپ پالے گا ۔ منہ

اپنی منگھڑت تجویزوں اور خود تراشیدہ کاموں سے کسطرح راضی کر سکتا ہے۔ پس سوچنا چاہیے کہ مندرجہ بالا بیان سے صرف برہموؤں کے اصول کی بیخکنی مراد نہیں جو اپنے لیے کانشنس یا ضمیر قلب کو کامل رہبر گمان کرتے ہیں بلکہ ساتھ ساتھ آریوں کے لیئے بھی تنبیہ ہے جنھوں نے نہ کبھی وید پڑھا اور نہ کبھی سُنا۔ دیانند کے مقلدوں کو پورا آریہ ہم اس لیے نہیں مانتے کہ اول تو وہ اس کے ستیارتھ پرکاش کی معمولی ہدایات دربارہ شادی و مرگ اور طریق معاشرت پر عملدرآمد نہیں کرتے اور دوسرے یہ کہ چاروں ویدوں کے اجار (اوامر) اور ناچار (نواہی) پر انکو اطلاع نہیں ہوئی کیونکہ ان کے تراجم بھی نہیں ہوئے تھے کہ دیانند ادھورا کام چھوڑ کر دنیا سے لبعد حسرت و افسوس چل بسا۔ ای بسا آرزو کہ خاک شدہ۔ اور آیندہ نسلوں کے آریوں کو ایسی حالت میں چھوڑ گیا کہ نہ گھر کے رہے نہ گھاٹ کے۔ اسکی وجہ یہ کہ تعلیم کامل نہیں ملی دیانند نے تمام ویدوں کا پنتھ ہدیہ ناظرین نہیں کیا اور نہ مخنث وغیرہ (نامرد) کے بیاہ اور شادی کے پورے قاعدے درج کیے جسکو ہم آگے چلکر بتشریح تام لکھیں گے ان شاء اللہ تعالےٰ مگر اسجگہ ہمارا مقصد اعلیٰ یہ ہے کہ اسلام جسکو راقم نے اختیار کیا اُس کی تفصیل بقدر امکان ہدیہ ناظرین کریں اور وہ یہ ہے کہ **اسلام** کے یہ معنی ہیں کہ انسان اپنی تمام طاقتوں اور اپنے تمام قوی کو خدا کے سپرد کردے اور اُس کا مرنا اور جینا اور کھانا اور پینا اور تکالیف شاقہ اور مصائب شدیدہ کا برداشت کرنا صرف اسلیے ہو کہ کسی پہلو سے اُس کا جلال ظاہر ہو جاوے اور ہر حرکت و سکون صرف اس لیے ہو کہ اُس کا خالق مالک راضی ہو جاوے اور رنج میں راحت میں عسر میں یُسر میں رضا بقضا کا معاملہ اور کسی خوفناک حالتین ہی صدق و وفا ہاتھ سے نہ دے۔ اور عقل۔ عفت۔ شجاعت۔ عدل۔ رحم۔ صدق۔ وفا۔ صبر۔ استقامت۔ شکر۔ محبت۔ سخاوت۔ ہمت۔ ایثار۔ حیا۔ خشوع۔ خضوع۔ فہم۔ فراست۔ فصاحت۔ بلاغت۔ عداوت۔ علم الیقین۔ عین الیقین۔ سمع۔ بصر وغیرہ کو مناسب موقع اور عین محل پر استعمال کرکے باریتعالیٰ کا جلال ظاہر کرے گویا ان طاقتوں کو اپنی انانیت اور خودی میں آکر استعمال نہ کرے بلکہ اس کا ہر ایک مندرجہ بالا قوت سے کام لینا صرف خدا تعالےٰ ہی کے لیے ہو۔ اور اپنی نفسانیت اور ذاتی منفعت کو للہیت پر قربان کردے یا بالفاظ دیگر ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ انسان اپنے تئیں اور اپنے تمام ارادوں اور خواہشوں کو خدا کے ارادوں

اور خواہشوں پر قربان کر دے - اگر یہ کسی خبیث سے عداوت رکھتا ہے تو صرف اسلیے کہ ایسا شخص اپنی طاقتوں کو بیجا اور نامناسب مواقع پر استعمال کرتا ہے - اگر یہ کسی ظالم سے جنگ کرتا ہے تو صرف اس لیے کہ اس ظالم کی بوجہ ظالمانہ دست درازی کی سرکوبی کر کے اس کی قوت رحم کو بحال کرے اور خلق خدا کو اس سے امان دے - اگر خوفناک وفتنوں میں اپنی جان پر کھیل جاتا ہے تو صرف اس لیے کہ اسکے مرنے سے خدا تعالےٰ کی عزت وشوکت اور راستی کا بول بالا ہو - ایسا نہ ہو کہ اپنی ذاتی بڑائی یا ناموری یا کسی اور نفسانی اغراض کے لیے سر کٹوائے غرض مخلوق کی بھلائی اور خدتعالے کی کبریائی کے اظہار کیخاطر اگر اسکے مال وجان اور عزت وشرف پر بھی آبنے تو یہ ان سب چیزوں کو خس وخاشاک کی طرح ردی سمجھکر اپنی تمام عزیز چیزوں کو حتی کہ اپنے پیارے والدین اور بھائی بہنوں اور دیگر خویش واقربا کو قربان کر دے مگر حق بات کا انکار نہ کرے اور خدا سے ہر حالت میں صدق ووفا رکھے - ایسا ہوا کرتا ہے کہ اکثر دل کے کچے لوگ اپنی ناکامیوں اور مالی نقصانوں کے وقت خدا سے وہ محبت اور وفا نہیں رکھتے جو اپنی آسودگی اور کامیابی اور فرخندہ حالی رکھتے ہیں ایسے لوگوں کے لیے صرف اپنی من مانی خواہشیں اور ذاتی منفعتیں ہی خدا ہوتی ہیں اور حقیقی خدا سے حجاب میں ہوتے ہیں چنانچہ جب ان کے ارادوں میں ناکامی ہوتی ہے تو وہ پھر باطل اور لوگوں کے بیجا رعب اور مال وجان اور دیگر اشیاء کی منفعتوں کی طرف رجوع کرتے ہیں اور خدا کے اوامر ونواہی کی پروا نہیں کرتے اور جہاں استقامت - صبر اور ایمان سے کام لینا چاہیے تھا وہاں ایسا کرنے سے چوک جاتے ہیں +

پس جب انسان اپنا کچھ بھی نہیں رکھتا بلکہ اپنا غصہ بھی اسجگہ ظاہر کرتا ہے جہاں اس کے غصہ سے کسی بدی اور خدا کی خفگی کے سامان دور ہوتے ہوں اور اس کی ساری خوشیاں اسی امر پر موقوف ہوں کہ کسی طرح خدا کی سلطنت دنیا میں بحال ہو جاوے یعنی اس امر میں کہ انسان خدا کے اوامر پر عملدر آمد کرے اور نواہی سے پرہیز کرے - اور اپنی ہر ایک قسم کی انانیت اور خودی محبت الٰہی میں بھسم ہو جاوے تو پھر ایسے مسلمان پر ایک ایسی حالت آتی ہے کہ دنیا سے منقطع ہو کر اسپر ایک موت آجاتی ہے کیونکہ وہ اپنے آپ کو خدا پر قربان کر چکتا ہے پھر اس قربانی سے قرب الٰہی حاصل ہوتا ہے یعنی عالم سفلی سے منقطع ہو کر اس کی روح عالم علوی کی طرف پرواز کرتی ہے اور اپنے حقیقی رب کریم سے ایسی محبت ہو جاتی ہے کہ کوئی دنیاوی

نقصان اور رنج اور حزن اس کی ترقی کا مانع نہیں ہو سکتا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ اسکے صدق و وفا کو دیکھتا ہے تو آسمان کی طرف سے ایک محبت الٰہی کی آگ اُسپر نازل ہوتی ہے پھر وہ انسان گویا دوبارہ مر کر جیتا ہے۔ پھر اُس کی تمام آلائشیں اور کدورتیں جناب الٰہی اپنے ہاتھ سے دھو ڈالتا ہے اور اُسکے سینہ کو فراخ کر دیتا ہے۔ پھر اس عظیم الشان تبدیلی کے بعد وہ وہ نہیں رہتا جو پہلے تھا اس کا ہاتھ خدا کا ہاتھ اور اس کا رنج خدا کا رنج ہو جاتا ہے اور اس کا دشمن خدا کا دشمن ٹھیرتا ہے ایسے شخص سے مقابلہ کرنا گویا خدا سے مقابلہ کرنا ہوتا ہے کیونکہ اس کے ارادے اور افعال و اقوال خدا کے ارادوں اور افعال و اقوال کے ظل اور سایہ ہوتے ہیں۔ ان میں اس کی کوئی نفسانیت اور ذاتی غرض نہیں ہوتی اسیوجہ سے اُس میں اور خدا میں جو پردے اور حجاب حائل ہوتے ہیں وہ دور ہو جاتے ہیں پھر وہ ہر ایک کام اسطرح کرتا ہے گویا وہ حقیقی مربی کو اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ اور دنیا داروں اور بادشاہوں کے رعب اسکو کسی کام کے کرنے سے نہیں روک سکتے خدا کی ہستی اور اُس کی شوکت قدرت اور زبردست طاقتیں اس کے دل پر مستولی ہوتی ہیں اسلیے بادشاہوں اور دیگر عمائد کو نظر میں نہیں لا سکتا کیونکہ جس کا کوئی بادشاہ دوست اور مددگار ہوگا پھر وہ چوکیداروں کو کیوں نظر میں لانے لگا اسی طرح کوئی معصیت اور شرارت اُس سے ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ اُسکو کسی فعل شنیع کا ارتکاب کرنا ایسا ہی محال ہو جاتا ہے جسطرح ایک ادنیٰ ملازم کسی حاکم اعلیٰ کے حضور میں کوئی بے ایمانی نہیں کر سکتا۔ لیکن ایسی حالت نصیب نہیں ہو سکتی جبتک کہ انسان اپنی طاقتوں اور مختلف قواء کو جن کا اوپر نام لیا گیا ہے حتی الامکان خدا کی اطاعت میں لگا کر آیندہ ترقی کے لیے دعائیں نہ کرے۔ کیونکہ دنیا میں قانون قدرت اسی طرح جاری ہے کہ جب تک ہم اپنے تمام زور کے ساتھ اپنے فرائض کو ادا کر کے آئندہ ترقی کے خواہاں نہ ہوں بلکہ اکیطرح کا استغنا اُس سے ظاہر کریں تو ممکن نہیں کہ آئندہ ترقی دستیاب ہو۔ جب ہم اپنے آقا کے کام کو بخوبی سرانجام دینگے تو لامحالہ وہ ہمسے یوں کہے گا کہ تم اس طرح کی عرضی لکھکر ہمارے ہاں پیش کرو تو وہ منظور کی جاوے گی اسیطرح اللہ جل شانہ نے اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ میں اشارہ فرمایا ہے پس اسطرح بار بار

دعا کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ سے الہام اور وحی کا سلسلہ شروع ہو جاوے گا اور وہ سننا نہ طرح سے ہموم و غموم کے وقت تسلی اور طمانینت حاصل ہو گی اور تائیدات الٰہیہ سے وہ بابرکت ہوگا اُسکو خدا کے الہام اور وحی کے شرف سے ایسی خوشی ہوتی ہے اور سرور سے سینہ اسطرح بھر جاتا ہے کہ کوئی نعمت اس نعمت کا ہم پلہ نہیں ٹھہر سکتی۔ جس کسیکو مطالعہ اور مخاطبہ الٰہیہ کا شرف حاصل ہے وہی اسکے سرور اور روحانیت کی قدر اور شناخت کر سکتا ہے۔ الہام ہونیکے بعد جو سرور اور لذت ہوتی ہے اس حالت سرور کو بیان کرنا الفاظ میں نہیں آسکتا۔ دراصل کسی لذت کو انسان بیان نہیں کر سکتا خواہ وہ جسمانی ہو یا روحانی یہی وجہ ہے کہ انبیاء و رسل اور ان کی اتباع کرنے والوں نے حق کے قبول کرنے اور اس پر استقامت رکھنے میں اپنے صدق اور وفا کو اس حد تک پہنچایا ہے کہ انھوں نے اپنے اوپر ہزاروں موتوں اور ہلاکتوں کو قبول کر لیا اور خویش و اقرباکو زندہ درگور سمجھ لیا مگر اس ایمان اور سرور سے جدائی اور انکار ہرگز قبول نہیں کیا میں اس بات کو بیان کرنے سے شرم نہیں کرتا بلکہ تحدیث بالنعمت کے طور پر اقرار کرتا ہوں کہ محض خدا کے فضل و کرم سے بارہا مجھے بھی الہام ہوا اور اُس ذات پاک کی آواز سنائی دی جو زمین و آسمان کا خالق ہے۔ میں اپنے کانوں سے اور روحانی قویٰ سے الہامات اور مکاشفات کو آزما چکا ہوں اس لیے مجھے الہام وغیرہ سے انکار کرنا ایسا ہے جیسا کہ اپنے تئیں آگ میں ڈالنا بلکہ اس سے بھی بڑھ کر۔ درحقیقت جب انسان اپنا آپ خدا کے لیے قربان کر دے تو تعجب مت کرو کہ اس سے خدا کا مکالمہ اور مخاطبہ ہوتا ہے بلکہ تعجب اس میں ہے کہ اگر ایسی بھاری قربانی اور تبدیلی کے بعد بھی خدا کی آواز نہ سنائی دے اور عجیب کرشمۂ قدرت اس سے ظہور پذیر نہ ہوں۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ لوگ مذہب کے بارے میں کیونکر لاکھوں روپے اور اپنے عمر بھر قربان کر سکتے ہیں جب تک کہ درگاہ الٰہی سے جواب نہ آوے۔ درحقیقت وہ پرمیشر نہیں بلکہ پتھر اور بیجان گوسالہ ہے جو اپنے پرستاروں کو جواب دینے سے عاری یا عاجز ہو۔ اس میں اس کا کیا بگڑتا ہے اگر وہ اپنے پرستار کو تسلی دیدے۔ اسلام یہ نہیں سکھاتا کہ کروڑوں برس ہوئے کہ پرمیشر بول چکا اور الہام سے فارغ ہو بیٹھا اور اب اسکی ضرورت نہیں رہی۔ اگر اب اس کی ضرورت نہیں تو پھر کیوں نئی نئی بدعتیں اور گمراہیاں لوگوں کے دلوں پر غلبہ پا رہی ہیں۔ سو جاننا چاہیے کہ تمام زمانہ

ایک ہی طرح کا نہیں ہوتا ہے ہر ایک زمانہ میں یا ہر موسم میں طرح طرح کی ضرورتیں اور حاجتیں اور موسمی بیماریاں بنی آدم کو پیش آتی ہیں اس لیے ضرور ہے کہ ہر زمانہ کے مرض کے لیے مناسب دوا اور تریاق طیار ہو اور کوئی نمونہ بطور انجن کے لوگوں کو آسمان کی طرف کھینچے۔ بیشک قرآن شریف کامل ہدایت نامہ ہے اس کے احکام میں کوئی نسخ اور فسخ نہیں وہ احکام اٹل ہیں مگر کسی ایسے حکیم کی ہمیشہ ضرورت ہوتی ہے کہ مرض زمانہ کو شناخت کر کے مناسب والے دوائی خانہ سے نکالکر لوگوں کو دے جس سے بگڑی ہوئی دنیا پھر رو باصلاح ہو۔ بعثت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت شیطان جلالی رنگ میں برسر کارزار تھا سو اُسوقت قرآن کی جلالی تعلیم نے اپنا رنگ دکھایا اور ناحق تلوار اٹھانے والوں کو تلوار سے کاٹا گیا اور اب ہمارے زمانہ میں دجّال نے جمالی رنگ میں بذریعہ تحریر اپنا زہر اُگلا ہے سو اسوقت قرآن جمالی رنگ کی تعلیم کا نسخہ تجویز کرتا ہے۔ پس ہر زمانہ کے لیے کوئی روحانی ڈاکٹر ضرور ہونا چاہیئے تا درست اور مناسب نسخہ موسمی بخارات کے لیے اکسیر کا حکم رکھے مگر افسوس ہے کہ لوگ اس نیچرل اصول سے گھبراتے ہیں اور اسلام کے سوا دوسرے تمام مذاہب خدا کے تازہ بتازہ الہام اور زندہ تعلق سے انکاری ہیں اور کہتے ہیں کہ فرمانبردار بزرگ اور نافرماں دشٹوں سے خدا کا معاملہ فی زمانہ یکساں ہے ہر ایک سے رب العالمین نے تیوری چڑھائی ہوئی ہے خواہ ایک اپنے دھرم کے لیے بلیدان ہو جاوے اور دوسرا تمام زور کے ساتھ اسکے اور اسکے پرمیشر کا علانیہ مقابلہ کرے مگر بقول ان کے بدکار اور نیکوکار ایک ہی رسّی میں باندھے جاتے ہیں ایکطرف حق پرست اور پاپی لہو لہان ہو رہے ہیں مگر وہ گوسالہ کسی کی یاری نہیں کرتا حیف ہے ایسے گم سم مردہ پرمیشور پر دنیا میں بہت سے مذہب اپنی عمر پاکر نابود ہو گئے اور بہت سے نابود ہو رہے ہیں۔ ایک وقت ایسا تھا کہ فیوض و برکات الٰہیہ اور عنایات متکاثرہ ابتدا میں اُن مذہب کے پابندوں کے شامل حال تھیں مگر رفتہ رفتہ جب وہ صراط مستقیم سے بھٹک گئے وہ شرف انعامات اُن سے مفقود ہو گئے۔ چنانچہ ایک وقت عیسائی لوگ ایسے باکرامت گمان کیئے جاتے تھے کہ ایک رتی بھر ایمان والے عیسائی بھی پہاڑوں اور درختوں کو اشارہ سے چلا سکتے تھے دیکھو متی باب ۱۷ آیت ۲۰ لیکن اب وہ رتی بھر ایمان بھی اُنسے دور ہو گیا اور اسی وجہ سے کرامات بھی اُن سے مفقود ہو گئی۔ اسی طرح یہودیوں کا حال ہے اور نیز دوسرے مذہب والوں کا کہ ابتدا

میں ان کے ساتھ خدا کا زندہ تعلق تھا یعنی مکالمہ الٰہیہ اور تزکیہ نفس اور کثرت سے دعاؤں کا قبول ہونا اور وہ تمام برکات اور انعامات جو انبیا اور خدا کے نیک بندوں پر بارش کیطرح برستے ہیں ان کے ساتھ تھے لیکن زمانہ حال میں اسلام کے سوا سب مذاہب اُن بے بہا انعامات سے محروم ہو کر شاخ بے برگ و بید بے ثمر ہو گئے ہیں۔ اس دردناک حالت پر ہر ایک کو رونا آتا ہے کہ یہ لوگ اتنا نہیں سمجھ سکتے کہ خدا کے احکام اور سنن ہمیشہ غیر متبدل ہوتے ہیں جسطرح ہمیشہ بارش ہوتی ہے اور کنوؤں کے پانی بحال رہتے ہیں اور لوگ عافیت سے زندگی بسر کرتے ہیں اسی طرح ضرور ہے کہ انسان کی روحانی ترقی اور نشو و نما کے لیے بھی آسمانی نور اور ہدایت کی بارش ہوتی رہے دیکھو اگر چند سال بارش متواتر نہ ہو تو لوگ جاں بلب ہو جاتے ہیں اور کنوؤں کے پانی بھی انحطاط تک پہنچ جاتے ہیں اور لوگوں کی جسمانی زندگی پر ایک موت آنے لگتی ہے اسیطرح اگر آسمانی بارش یعنی الہام الٰہی صدی میں کسی ایسے کامل انسان کا سینہ روشن نکرے جس سے ہزاروں کے سینے روشن ہو جاویں اور روحانی نہریں ملک میں بہ نکلیں جنسے تمام لوگوں کے دل سرشار و منور ہو جاویں تو بنی نوع پر روحانی موت آجاتی ہے لوگ کفر اور فسق و فجور میں گرفتار ہو کر آزاد وحشیوں کیطرح زندگی بسر کرنے لگتے ہیں چنانچہ حضرت عیسیٰ کے بعد چھ سو سال تک کوئی نبی نہ آیا تھا اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے زمانہ میں لوگوں کی حالت ابتر تھی اور ہر ایک طرح کے گناہوں میں لوگ غرق تھے اور انسانی قویٰ اور طاقتیں یعنی صبر۔ استقامت۔ اور غصہ ناواجب جگہوں پر استعمال ہوتے تھے اور ذاتی اغراض اور نفسانی مقاصد ہر ایک کے دل پر غلبہ پا گئے تھے۔ پس ان تمام بدیوں اور ناپاکیوں کے دور کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے عظیم الشان رسول بھیجا بعد ازیں اللہ تعالیٰ ہمیشہ کامل انسانوں کو پیدا کرتا رہا ہے جس سے زمانہ کی غلط کاریاں اور بدعات رو باصلاح ہوتی رہی ہیں۔ سو جاننا چاہیے کہ صدہا بلکہ ہزارہا سال کا تجربہ اور تاریخ ہمیں اس بات کا یقین دلاتی ہے کہ تریاق اور زہر میں جو آج سے صدہا سال پہلے اثر موجود تھا وہی آج موجود ہے اور جسطرح پانی میں پیاس بجھانے کی خاصیت تھی اسیطرح وہ تاثیر آج بھی موجود ہے پس جس حالت میں مادی اشیاء کی تاثیروں میں تغیر و تبدل واقع نہیں ہوا پھر لازماً یہ بھی ماننا پڑتا ہے کہ ان

مادیات کے استعمال کرنے والوں کی روحانی حالت میں تغیر عظیم وقوع میں نہ آنا چاہیے اگر انھوں نے روحانی خوراک میں تغیر و تبدل یا افراط و تفریط سے کام نہیں لیا تو روحانی ثمرات کیوں مفقود ہو گئے۔ سو واضح ہو کہ جسمانی خوراک تو بہرحال وہی ہے جو صدہا سال پہلے تھی لیکن اتنا ضرور ماننا پڑتا ہے کہ ان لوگوں کی روحانی خوراک یعنی مذہبی اصول میں ضرور انسانی دخل اور تصرف واقع ہو گیا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اب عیسائیوں میں رتی کے برابر ایمان نہیں رہا اور آریوں میں بھی ضرور فرق عظیم دخل پذیر ہو گیا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ لوگ رشیوں کی برعکس خدا کے الہام و کلام سے محروم ہو گئے اور نیز وید اور کم از کم ستیارتھ پرکاش جس میں وید کی کامل تعلیم کا انعکاس ابھی نہیں ہوا اس کے عامل بھی اب صفحہ ہستی سے مفقود ہیں۔ کیونکہ آج کل کے نام کو آریہ لوگ صرف لاف و گزاف مار رہے ہیں۔ مگر ان میں سے وید پر عملدر آمد کرنے والا الا ماشاء اللہ کوئی بھی دکھائی نہیں دیتا اور بہت سے سماجی آریوں نے وید اور ستیارتھ پرکاش کے مشہور اور منحوس مسئلہ نیوگ کو زناکاری سے تشبیہ دیکر وید اور ستیارتھ پرکاش کی اس عزت اور وقعت کو کھو دیا جو انھیں چند سال پہلے حاصل تھی۔ مگر باوجودیکہ بعض احکام کو انھوں نے انسانی فطرت کے خلاف تصور کیا پھر بھی وہ سماج میں داخل ہیں اس سے معلوم ہوا کہ صرف کہنے کو آریہ ہیں لیکن عملاً عقلاً وید کی تعلیم کو دھکے دے رہے ہیں چنانچہ ہم آئندہ دو چار ایسے آریوں کے تو نام درج کرینگے جنھوں نے وید کی تعلیم سے بیزاری ظاہر کی ہے۔ مگر قوم سے ڈر کر یا عذار دنیا کے دام اور رعب میں گرفتار ہو کر سماج میں ہی شامل ہیں۔

پس مندرجہ بالا بیان سے ظاہر ہو گیا کہ اسلام کے سوا سب مذہبوں کے پابند برائے نام یا بطور گفتن اپنی اپنی تعلیم کے پابند اور پیروکار ہیں۔ مگر دل میں اُن تعلیموں سے انکاری ہیں اس امر بات کا جواب کہ ان لوگوں کی روحانی حالت ایسی کیوں نہیں رہی جیسی کہ ان میں سے ہر ایک مذہب کے ابتدا میں تھی حق بات یہ ہے کہ اصل ہدایت اور نور جس سے روحانی بیماریاں اور جذام دور ہو جاتے ہیں وہ ان لوگوں کے ہاتھ سے جاتی رہی پس اب اپنے مُنہ میاں مٹھو ہیں۔ مگر اسلام میں ایسی حالت نہیں کہ برائے نام مسلمان ہوں۔ در اصل سچا وہی مذہب ٹھہر سکتا ہے جو ہمیشہ سے ایک سا ہی ہو اور خدا کا تعلق ہر ایک تو مرید اور رشد ہو ہونے والے سے ویسا ہی ہو جیسے

جیسے کہ اُس کے ابتدا میں بزرگان دین کو ہوا تھا۔ اگر کوئی گبر یا بت پرست اپنے خلاف اصول اور افعال بد کو ترک کر کے سچے دھرم میں داخل ہو کر اُنھی نیک ثمرات اور تائیدات الٰہیہ سے بہرہ ور نہیں ہو سکتا جن سے اُس مذہب کے اوائل میں بڑے بڑے بزرگ اور مہاتما بھگت متمتع اور ممتاز ہوئے تھے پھر حیف ہے اس کے شدہ ہونے پر اور ویل ہے اسکی ریاضت کشی اور لاف و گذاف پر۔ کیونکہ جس زمین میں پہلے انگور یا سوم کا رس حاصل ہوتا تھا اب اس میں کیوں انگور نہیں اُگ سکتا۔ اس کا باعث یہی ہے کہ یا تو انگور کے صحیح سالم بیج یعنی اصول مذہب درست نہیں رہے یا اُس کی آب پاشی یعنی اعمال صالحہ میں نمایاں کوتاہی ہے جس سے وہ نتائج مترتب نہیں ہوتے جو پہلے ہوتے تھے۔ پس اے بھائیو! خوب یاد رکھو اُس مذہب پر مت گرویدہ ہو جاؤ۔ جو تمھیں صرف قصے اور کہانیوں پر ہی چھوڑتا ہے اور اپنے قدیمی برکات اور تاثیرات سے عاری اور بے نصیب ہے۔ اسلام نہیں سکھاتا کہ صرف دو چار مجہول الاسم رشیوں پر ہی الہامات کا سلسلہ بند ہو گیا اور اُسکے انعامات پر مہر لگ گئی بلکہ جو کوئی اسلام میں داخل ہو خواہ وہ عیسائی ہو یا یہودی یا آریہ ہو وہ اسلام میں داخل ہو کر اُن تمام برکات کا وارث ہو گا جو ابتدائے عالم سے طالبان حق پاتے رہے ہیں۔ قرآن انجیل کیطرح یہ دعویٰ نہیں کرتا.... کہ اب اسکے پیرو ہمیں رائی بھر بھی ایمان نہیں بلکہ وہ کہتا ہے کہ اسکے پیرو اور متبع اسی جہان میں بہشتی زندگی اور ایمان دار ہونے کا حظ اُٹھاتے ہیں اور خوف و حزن میں ہمیشہ خدا اُن کی تسلّی اور اطمینان کرنے کو مستعد ہے اور الہام اور کشوف سے اُن کے دلوں کو اپنی تجلیات سے سرشار اور بہرہ ور کرتا ہے۔ اسلام یہ نہیں کہتا کہ تو ہمیشہ کے لیے لیلے کیطرح نرم اور نامرد ہو جا اور ہر طرح کے ظلم و ستم سہتا جا پر ظالم بدکار کا مقابلہ نہ کر بلکہ وہ یہ تعلیم دیتا ہے کہ اُس ظالم بدکار کو کوئی سزا دینی چاہیے جو دوسروں کو گھروں سے نکالتا ہے اور ان کے مال و متاع اور عزو شرف پر حملہ کرتا ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دیکھا کہ آپ اپنے گھر اور عزیز اور وطن سے نکالے گئے اور صدہا بے گناہ اصحاب صرف اسلیے بھیڑ بکری کی طرح ذبح کیے گئے کہ انھوں نے شرک اور بت پرستی سے انکار کیا اور خدا تعالیٰ کو واحد لاشریک یقین کیا تو پھر آپ نے اُن سفاک ظالموں کو ان کے ظلم اور دست درازی کی

سزا دی اور بہنوں کو معاف کیا جن کی معافی میں اصلاح ملحوظ خاطر تھی۔ پس وہ تعلیم اسلام کے مقابلہ میں ناچیز اور ناقص ہے جو صرف رحم ہی کی قوت کو استعمال کرانا چاہتی ہے اور ساتھ ہی وہ تعلیم بھی خلاف عقل ہے جو قوت انتقام کو حد تک پہنچاوے یہانتک کہ حقیقی رحم کالعدم ہو جاوے۔ اسلام قوت حمیت اور حیا سے کام لینے کی تعلیم دیتا ہے اور مردوں اور عورتوں کو آنکھیں نیچی رکھنے کی تعلیم دیتا ہے اور بیگانہ مرد اور عورت کو پاک نظر سے بھی جھانکنے کی اجازت نہیں دیتا کیونکہ اس میں بھی شیطانی محرکات افعال بد کی منشی ہوں گی۔ جیسے کہ اس بیہودہ اور بیجا کھل اور آزادی نے یورپ میں بُرا اثر اور نمونہ پیدا کیا۔ اور **اسلام** یہ بھی جائز نہیں رکھتا کہ ایک مرد کی عورت بصورت نہ اولاد ہونے کے یا صرف لڑکیوں کے پیدا ہونیکے دوسرے کے پاس اولاد لینے کی خاطر جاوے اور مختلف خاوندوں اور یاروں سے مُنہ کالا کراوے اور دیوث خاوند اُسکے پیچھے پیچھے دوڑتا پھرے جیسے کہ آریوں کی الہامی کتاب وید کا مستند خلاصہ ستیارتھ پرکاش کا حکم اور تعلیم ہے۔ اور **اسلام** یہ بھی جائز نہیں رکھتا کہ کسی مخنث اور نامرد کو لڑکی دی جاوے اور اس معصوم کنیا کی اس بدبخت سے شادی کی جاوے پھر اولاد لینے کے لیے کسی اور بیج داتا کی تلاش کی جاوے۔ یہ بدبخت تعلیم دیانند نے ہمارے آریہ ورت میں پھیلائی ہے اور قوم کی ناک کٹوائی ہے دیکھو ستیارتھ باب ۴ دربارہ نکاح۔ **اسلام** یہ بھی نہیں سکھاتا کہ زبردستی کسیکو مذہب میں داخل کیا جاوے جیسے کہ قرآن کریم میں آیا ہے کہ **لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ** یعنی اشاعت دین میں جبر اور اکراہ ہرگز جائز نہیں کیونکہ مذہب میں داخل ہونا صرف کھانے پینے اور زبانی اقرار کرنے سے ہرگز وابستہ نہیں بلکہ مشرف باسلام ہونا دل سے تعلق رکھتا ہے اور سفلی زندگی اور دنیاوی ہموم و غموم پر ایک موت وارد کرانی چاہتا ہے اور غیریت سے کلی انقطاع اور خدا کی اطاعت اور ارادوں اور قضاء و قدر میں کلی اتفاق اور محویت مانگتا ہے۔ **اسلام** یہ نہیں سکھاتا کہ خدا چند ہزار برس سے خالق ہے بلکہ وہ ہمیشہ سے خالق اور رازق ہے اور رہے گا + **اسلام** یہ نہیں

+ **نوٹ** حضرت آدم بھی پہلے خلیفہ یعنی بادشاہ بنے۔ رعایا ہوگی تو بادشاہ بنے ورنہ ہر ایک سمجھ سکتا ہے کہ بغیر رعیت بادشاہت ناممکن ہوتی ہے اسطرح کے کئی آدم پیدا ہو چکے ہوں گے۔ جیسے کہ ایک روایت بھی اس امر کی موید ہے

سکھاتا کہ خدا اگلے زمانوں میں اپنے بندوں سے ہمکلام ہوتا تھا اور اب اسپر مہر لگ گئی ہے بلکہ ابد تک اس کے بندوں کے لیے الہام کا دروازہ کھلا ہے۔ کیونکہ جب وہ ہم جیسے ناچیز ذرہ بیمقدار کو الہام سے محروم نہیں رکھتا تو پھر کیونکر قبول کیا جاوے کہ وہ اوروں سے نہیں بولتا۔ اِسلام یہ نہیں سکھاتا کہ کلام الٰہی کی اشاعت اور تبلیغ کما حقہ لوگوں تک نہ ہو اور یوں ہی لوگ جزا اور سزا کے مکلف ٹھہرائے جاویں اور خدا کا کلام ہزار ہا سال مستورات کی طرح چھپا رہے۔ دوسری کتابوں کی حکومت اور غلبہ ہو مگر خدا کے کلام کو دنیا داخل دفتر کر دے جیسے وید کا حال بجا لکھے مگر قرآن اسبات کا سخت منکر ہے کہ لوگوں کو گذشتہ جنموں کے بدلے سزا اور جزا تو مل رہی ہے پر کسی بدبخت مہاشہ اور پنڈت آریہ کو معلوم نہیں کہ وہ کن جرموں اور گناہوں کی پاداش میں لنگڑا اور لولہ ہوا ... ہے۔ اسلام یہ سکھلاتا ہے کہ ان لیس للانسان الا ما سعی یعنی جو کرو سو بھرو۔ اسلام وید کی طرح انسان کو اسطرح کا سفید جھوٹ بولکر دھوکا نہیں دیتا کہ نیوگ کرو یا فلاں کار خیر میں حصہ لو تو تم انجام کار تم راجہ بنجاوگے۔ اگر یہ حق ہوتا تو ایک ارب اور چھیانوے کروڑ برس کے تجربہ اور ہزار ہا دفعہ سور اور کتوں کے جنموں میں سزا بھگتنے کے بعد تمام آریہ مہاشہ نیک ہو جانے اور سب کے سب شرق وغرب پر حکمران ہوتے اور ان کے سوا اور کوئی راجہ دنیا میں نظر نہ آتا مگر نتیجہ میں یہ صاف دروغ بے فروغ نکلا۔ کوئی با اختیار راجہ بھی نظر نہیں آتا بلکہ تناسخ اور وید کے منکر ہی راجہ بنے ہوئے ہیں۔ اسلام یہ نہیں سکھاتا کہ پسو اور جوں تک نہ مار۔ اور پانی کے ایک قطرہ کے پینے سے ہزار ہا کیڑوں کو مار کر جیا گھات نہ کر اور گوشت نہ کھا۔ بلکہ وہ تعلیم دیتا ہے کہ تو اشرف المخلوقات ہے دنیا کی ہر ایک چیز سے جائز طور سے متمتع ہو اور حد سے نہ گذر۔ مگر رحم عقل عفو انتقام صبر استقامت شرم وحیا وغیرہ تمام قویٰ سے مناسب موقع اور محل میں کام لے ایسا حلیم لیلا نہ بن کہ بھیڑیا ہڑپ کر جاوے اور ایسا سنگدل اور منتقم بھی نہ ہو جا کہ رحم کی طاقت جو خدا نے تجھے دی اسکو تو تباہ کر بیٹھے۔ حاصل کلام یہ کہ ہر ایک راستی اور حق کا مدعی صرف اتنا کہکر بار ثبوت سے سبکدوش نہیں ہو سکتا کہ اگرچہ ہمارے آباء واجداد کی سی کمال درجہ کی قوت قدسی وکمالات ایمانی عرفانی اخلاقی برکاتی وتاثیراتی ہم میں نہیں پائی جاتیں مگر بہر حال ہم انکو

مذہب اور اصول کے پابند ہیں۔ یہ سب بیہودہ دعوے اور نالائق اور ناخلف ہونیکے آثار ہیں۔ ایسے لوگوں کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی کہے کہ ہمارے بزرگ بادشاہ تھے اور ان کے ہاں ہزاروں گھوڑے رتھ اور بگھیاں تھیں اور عظیم الشان محلوں میں وہ بود و باش رکھتے تھے لیکن ہم بھی بوجہ اُن کی اولاد ہونے کے اُن سے کسی پہلو میں کم نہیں گو بظاہر کنگال اور چوڑا بردار شودر ہیں اور جاہ وحشم کے سامان اگرچہ کبھی خواب میں بھی نہیں دیکھے مگر ان سب چیزوں کی تصویر جو ہمارے پاس موجود ہیں اس لیے ہم عزت اور رفعت میں اُن سے ذرہ کم نہیں۔ پس جاننا چاہیے کہ یہ محروم اور بے نصیب لوگوں کی لافیں ہیں اور جو ایسا دعوے کرتے ہیں وہ دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں۔ اِسلام اپنے اندر داخل ہونے والوں کو پرانے گلے سڑے قصوں اور کہانیوں تک ہی محدود اور مسدود نہیں رکھتا بلکہ ان لوگوں کو مولیٰ کریم سے ایک عجیب پیوند ہو جاتا ہے اور خدا تعالیٰ کے انوار و فیوض اور برکات و الہام انکے دلوں پر اُترتے ہیں اور معارف اور نکات ان کے مُنہ سے نکلتے ہیں ایک لذیذ محبت الٰہی جو لذت وصال سے پرورش پاتی ہے اور ایک یقین ان کے دلوں میں رکھا جاتا ہے جب وہ دعا کرتے ہیں وہ اُن کی سنتا ہے جب وہ پکارتے ہیں تو وہ انھیں جواب دیتا ہے اور وہ ماپوں سے بڑھ کر اُن سے پیار کرتا ہے اور اُن کے در و دیوار پر برکتوں کی بارش ہوتی ہے پس وہ اُنکی ظاہری اور باطنی اور روحانی اور جسمانی تائیدوں سے شناخت کیے جاتے ہیں، ایسا ہرگز نہیں ہوتا کہ وہ نعوذ باللہ پتھر کیطرح گنگ سُن ہوگیا ہے۔ پس یقیناً یاد رکھو کہ یہ آریوں کا خیال غلط ہے کہ خواہ کوئی وید ی سو سال اسکے آستانہ پر واویلا کرے پر اُس سنگدل کو کچھ رحم نہیں آتا ایک ادنیٰ دولتمند بھی ایک ارادتمند فقیر کی گریہ وبکا کا جواب دیتا ہے اور بوقت ضرورت اُسکی حاجت براری کرتا ہے اور رحمدل اور نیک کہلاتا ہے مگر ویدی پرمیشور ایسا ہے کہ گویا وہ اب رمگرائے عالم بقا ہوگیا ہے۔ میں ایسے فرضی پرمیشور سے بیزار ہوں اور ذرہ بھی خطرہ محسوس نہیں کرسکتا بلکہ کوئی دانشمند بھی اس سے کسیطرح کے نفع و نقصان کا اُمیدوار نہیں ہوسکتا غالباً یہی وجہ ہے کہ آریوں نے پرمیشور کو ایسا بےحس بےحرکت اور بیجان گو سالہ سمجھا کہ انھوں نے دعا اور اُسکی قبولیت سے انکار محض کردیا۔

اگر یہ پرمیشور کو تمام صفات کاملہ سے موصوف اور تمام معائب اور نقائص سے پاک سمجھتے
تو بے شک ان کے دلوں پر اس کی رفعت اور قدرت اور جبروت کا سکہ بیٹھتا اور آریوں کو قبولیت
دعا کی آس ہوتی مگر اسلام ایسے سنگدل ناکمزور اور بے رحیم اور نا انصاف پرمیشر کو پیش نہیں کرتا کیونکہ ہر ایک عقلمند
سمجھ سکتا ہے کہ پرمیشر اپنے فرمانبرداروں سے نیک سلوک کرتا ہے اور دُشٹ اور پاپی لوگوں
سے اُس کا برتاؤ بوجہ عدل و انصاف اور قدرت کاملہ کے دگرگوں ہونا چاہیے کیونکہ راست
بازوں اور بدکاروں میں فرق ہونا لازم ہے مگر آریوں کے ساتھ ایسا نہیں ہوا چنانچہ ہم
ابھی ثابت کرینگے کہ پرمیشر نے بحیثیت نیاکاری ہونے کے آریوں سے کوئی نیک سلوک
نہیں کیا غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ خدا کا برتاؤ آریوں سے دو باتوں پر منحصر ہے یا تو یہ لوگ
اعلیٰ درجہ کے نیک ہونے چاہییں تھے کیونکہ انھیں خدا کا کلام ملا تھا اور یہ دوسروں کی نسبت
ہدایت اور صراط مستقیم پر زیادہ قدم مارتے رہے ہیں سو اس صورت میں یہ نافرمانوں کی
نسبت زیادہ آسودہ حال اور فارغ البال ہونے ضروری تھے اور ہمیشہ تمام دنیا کے راجہ بننے تھے
مگر تاریخ پر نظر ڈالنے سے ہر ایک پر یہ امر بداہت تام کھل جاوے گا کہ جو جو مصیبتیں اور
ہلاکتیں دوسرے مذاہب کے پابندوں کے ہاتھوں سے آریہ ورت پر آئیں اُن کی نظیر کہیں
نہیں پائی جاتی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یا تو یہ آریہ نہ تھے یا بصورت دیگر ہم یہ کہہ سکیں
گے کہ جس تعلیم کو یہ لوگ آلہی تعلیم اور ہدایت سمجھے ہوئے ہیں وہ درحقیقت کسی شیطان
کی شیطنت اور گمراہی ہے جس پر انھوں نے عمل کرکے بخوبی معلوم کرلیا کہ اس پر عملدرآمد کرنے کا
نتیجہ لاکھوں سال سے سوائے بدبختی اور دنیوی تکالیف کے اور کچھ نہ نکلا سکندر اور دارا
محمود غزنوی اور محمد غوری امیر تیمور و بابر کی آئے دن کی گوشمالی سے معلوم ہوتا ہے کہ
یہ لوگ نامعلوم وقتوں سے فسق و فجور یعنی نیوگ کاری دختر کشی اور ستی وغیرہ کے
التزام سے بدترین خلائق ہوگئے تھے اس لیے ضرور تھا کہ ان گمراہوں کو دنیا میں اپنے
کرموں کی پاداش میں سزا ملتی رہتی۔ اگر درحقیقت یہ لوگ حق پر تھے اور خواہ نخواہ پرمیشر
نے دشٹوں کو اپنے فرمانبردار آریوں پر مسلط کیا تب بھی اسکے عدل و انصاف پر افسوس
آتا ہے۔ علاوہ ازیں اسطرح کا عذر کرنا کہ ابتدا میں آریہ موحد ہوں گے یہ بھی غلط ہے کیونکہ جب

تاریخ کا پتا لگتا ہے آریہ ورت میں توحید کا چراغ کبھی روشن نہیں دیکھا گیا کیونکہ تینتیس کروڑ دیوتاؤں کی داستان بھی عہد عتیق کی معلوم ہوتی ہے بنارس متھرا اور سومنات اور جگناتھ جی کے بتخانہ زمانہ قدیم کے ہیں یہ بت پرستی اور برہمن پرستی کے کھنڈرات رشیوں کے زمانہ کے معلوم ہوتے ہیں ہمیں کروڑوں پجاریوں اور بنارس اور سومنات کے مہانما پنڈتوں کی رائے پر چند سالہ آریوں کی لاف وگذاف سے کہیں بڑھکر اعتبار ہے۔ بہر حال اگر وہ نیاکار راست بازوں اور تاریکی کے فرزندوں میں کوئی مابہ الامتیاز قائم نہیں کرتا اور نہ کسی راست باز کی سنتا ہے نہ کسی دشمن حملہ آور پر اپنی خفگی کا اظہار کرتا ہے اور نہ کسی دشمن دین کو ہلاک کر کے اپنی قوت اور زندگی کا ثبوت یا سکہ دنیا میں بٹھاتا ہے اور نہ اپنے پرستاروں اور نہایت فروتنی سے کتے بلیاں بننے والونکو کوئی سہارا اور امید دلاتا ہے تو پھر کسی طالب حق کو کیوں اتنی تڑپ اور خواہش اور مضطرانہ حالت ہو کہ اسکی رضامندی سے خوش ہو اور اُسکے غضب سے ترساں اور لرزاں ہو۔ اور گناہ سے بچنے کی کوشش کرے

بھلا اگر کوئی ایسے مردہ پرمیشور کو معزول شدہ خیال کرے اور دہریہ ہو کر زندگی بسر کرے اور مذکورہ بالا تاریخی بادشاہوں کیطرح اُسکے فرمانبردار مہاشوں کو دربدر کرے جیسے کہ زمانہ گذشتہ میں ہوتا آیا ہے تو پھر بھی کوئی سوروا اور مہاشہ اسکو سرتسلیمات دیالو اور نیاکار یقین کرتا جائے گا؟ میں تو ہرگز نہیں مان سکتا کہ اسکو ایک تحصیلدار جتنا با اقتدار اور صاحب قدرت و اختیار گمان کروں۔ اسلام ایسے پرمیشور کو پیش نہیں کرتا جس کے ماننے والوں اور فرمانبرداروں کی وہ گت ہوتی رہی کہ الامان اسمیں شک نہیں کہ آریوں نے باری تعالی کی ذات پاک کی سخت بیقدری اور ہتک عزت کی ہے جسکی پاداش میں خدا نے ان کو بھی بیقدر و بیعزت کر دیا ایسا کہ اسکی نظیر تاریخ میں پائی نہیں جاتی۔ اسلام ہمیں یہ سکھلاتا ہے کہ **اَلرَّبُّ عَلٰی ظَنِّ عَبْدِہٖ** یعنی جسطرح کا تم خدا پر ظن کروگے ویسا ہی تم اُس سے صلہ اور عنایت کے امیدوار رہو بس وہی کامل انسان روحانی اور جسمانی پہلو سے ٹھہر سکتا ہے جو خدا تعالی کو تمام صفات کاملہ سے موصوف اور تمام معائب سے مبرا سمجھتا ہے اور ... سکے صفات کا مظہر ہو کر

خدائی صفات کا اپنی ذات میں انعکاس کر سکتا ہے۔ اگر آریہ لوگ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے متبع صحابہ کیطرح اللہ تعالیٰ کو اسما والحسنیٰ سے موسوم و موصوف اور تمام عیوب سے پاک اور عزیز اور مقتدر یقین کرتے تو ضرور انکو اہل اسلام کی طرح دنیا میں بھی عزت ملتی اور آخرت میں بھی ان کا بھلا ہوتا مگر آریوں نے علی الخصوص پرمیشور کو صفات رحمانیت اور مالکیت سے خالی اور بے نصیب تجویز کیا ہے یعنی نہ پرمیشور کو دنیا وما فیہا کا مالک حقیقی گردانا اور نہ بغیر ہماری کوششوں کے اکثر نعمار کا مہیا کرنے والا سمجھا پس خدا میں صفات رحمانیت اور مالکیت کے نہ ماننے کا نتیجہ بھگتنا پڑا اور ایسا ہوا کہ خدا کی رحمانیت کی صفات کا عکس ان لوگوں پر نہ پڑا اسی وجہ سے یہ لوگ انسانی مالکیت یعنی سلطنت سے اور انسانی رحمانیت یعنی مراحم سلطانی کی صفات سے محروم اور بے بہرہ ہو گئے اور قدرت الٰہی نے اپنی اُن دو صفات کا عکس یا پرتوہ اُنپر نہ ڈالا جنسے یہ منکر ہو گئے سو یہ دنیا میں کمزور اور خائب و خاسر اور یہودیوں کی طرح ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ کا مصداق بن گئے۔ پس کسی سکندر یا محمود یا بابر نے اُنپر کوئی ظلم نہیں کیا بلکہ انھوں نے خود اپنے آپ پر ظلم کیا کہ خدا کو ناقص اور کمزور تصور کیا سو خدا نے بھی انھیں ایسا ہی کمزور اور نکما کر دیا یہی وجہ ہے کہ یہ بادشاہوں کی طرح بڑی بڑی جاگیریں اور جائیدادیں سخاوت میں دیکر اپنے تئیں خدا کی صفت رحمانیت کا مظہر قرار نہ دے سکے اور نہ دے سکتے ہیں انھوں نے خدا تعالیٰ کو صفات رحمانیت اور مالکیت سے جواب دیا پس نتیجہ یہ ہوا کہ قدرت نے انھیں ہر ایک قبضہ تصرف سے محروم کیا۔ اصل بات یہ ہے کہ کامل انسان چونکہ صفات الٰہیہ کا مظہر ہوتا ہے اس لیے ضرور ہے کہ ہر ایک سلیم الفطرت اور کامل انسان میں خدا کی صفات اور تخلیات کا انعکاس ہو اور ظلی طور پر کامل انسان خدا کی صفات کے مظہر ہوں جیسے کہ خدا تعالیٰ کی صفات رحمانیت اور مالکیت ہر وقت اور ہر لحظہ میں مشاہدہ ہوتی رہتی ہے اس لیے کامل انسان وہی ہو سکتا ہے جس میں رحمانیت اور مالکیت کا بیّن طور سے عملاً و فعلاً پتا لگتا رہے چونکہ آریہ لوگ خدا کی رحمانیت اور مالکیت کے منکر ہیں اسلیے بموجب آیت ذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِي

ظننتم بربکم اردٰکم فاصبحتم من الخاسرین یعنی یہ کہ تم نے اپنے رب پر برا
ظن کیا پس اُس نے تمکو خاسر کر دیا اور اُس کے انعامات کے حصول سے بے نصیب رہ گئے
پس وہ اب اس قابل ہی نہیں رہے کہ مخلوق پر بغیر مانگے انعام و اکرام کر کے خدا کی صفات
رحمانیت اور مالکیت کا انعکاس کر سکیں یہ خدا کا فضل ہمیشہ صرف مسلمانوں کے ساتھ
رہا ہے کہ وہ خدا تعالے کو رحمٰن اور مالک مانتے رہے ہیں جس کے عوض میں جناب الٰہی کی
صفات رحمانیت اور مالکیت نے ان میں کامل اور اتم طور سے انعکاس کیا اور اس قدر
ملک و دولت اور ذاتی غنا اور وسعت حوصلہ اور بے نظیر سخاوت کرنے کا موقع اور توفیق
ان لوگوں کو دیگئی کہ تمام روے زمین پر اسکی مثال ڈھونڈنا لاحاصل ہے چنانچہ دیکھا
گیا کہ اہل اسلام میں سے بعض ایسے اقبالمند اور عالی ہمت بادشاہ ہو گذرے ہیں کہ وہ
ہندوستان جیسا ملک بھی بخش دیتے تھے چنانچہ نادرشاہ نے ہند کو فتح کرنے کے
بعد پھر یہ ملک محمد شاہ کو دیدیا اور زمان شاہ والیے افغانستان نے چند توپوں کو
دریائے جہلم سے نکالے جانے پر سارا پنجاب رنجیت سنگھ کو بخشدیا علاوہ ازیں عرب و
عجم میں اور بھی بہت بندگان خدا ایسے گذرے ہیں کہ انھوں نے کروڑوں روپیہ
سخاوت میں دیا۔ ہمارے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے یہانتک سخاوت کی کہ لینے
والوں سے کہدیا کہ جتنا اُٹھا سکتے ہو زر و سیم اُٹھالو اور بعضوں نے سلطنتیں دوسروں
کو دیدیں اور خود دنیا سے انقطاع کلی اختیار کیا۔ لاریب یہ لوگ ہیں جنمیں خدا کی رحمانیت
اور مالکیت نے کامل طور سے انعکاس کیا تھا یعنی جسطرح اللہ تعالے بیحساب اور بغیر مانگے
کے سورج اور چاند اور صدہا اَن گنت نعمتیں انسانوں کو دیتا ہے اور اُسکے انعامات
کی قیمت نہیں ادا ہو سکتی اسی طرح ظلی طور سے وہ صفات کامل طرح پر اسلام کے کامل
انسانوں میں منعکس ہوئیں۔ مثلاً ہاتھ پاؤں آنکھیں اور صدہا جسمانی اور روحانی
قوی اور مختلف طاقتوں کی قیمت میں اگر دنیا و ما فیہا بھی خرچ کیا جاوے تب بھی وہ
نعمتیں کسی کو عند الطلب میسر نہیں آسکتیں اسیطرح تخلقوا باخلاق اللہ کے عامل
لوگوں کی خوبیاں اور احسانات اور مواسات اور ہمدردی کے اظہار بمقابلہ ہندوؤں اور

آریوں کے بے انتہا اور بیشمار ہیں بلکہ کسی اور قوم اور مذہب میں یہ نہیں دیکھا گیا کہ کوئی
کامل انسان ایسا پیدا ہوا ہو جو عملاً و فعلاً خدا کی رحمانیت اور مالکیت کا مظہر ہو سکے کیا
کوئی ہندوستان جیسے ملک کو آجکل سخاوت میں دیسکتا ہے یا کسی راجہ اور عیسائی نے
ایسا کیا ہے بلکہ مؤخر الذکر صاحب تو پگڑی اور کرتہ دینے سے بھی جی چراتے ہیں۔ حاصل
کلام یہ ہے کہ کامل انسان خدا کی صفات کا مظہر ہے۔ اس کا سمیع بصیر رحیم کریم علیم خبیر
رحمان اور مالک وغیرہ وغیرہ ہونا باری تعالیٰ کی صفات کا عکس ہے لیکن جو درحقیقت پرمیشر
کو متکلم علیم خبیر رحمن رحیم اور سمیع بصیر اور مجیب مانتا ہے اور سمجھتا ہے وہ خدا کو اپنی آنکھوں
سے دیکھتا ہے اور اس کا کلام اپنے کانوں سے سنتا ہے اسی لیے کسی معصیت اور گناہ کا
ارتکاب اس سے ہونا ہی محال ہو جاتا ہے۔ کیونکہ بوجہ اس کے سمیع اور عالم السر والاخفیٰ
ماننے کی غیر بینہ بھسم ہو کر محبوبیت اور للہیت اس کے رگ و ریشہ میں سرایت کر جاتی ہے
پھر جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے خدا کی تمام صفتیں اس کے اندر اپنا عکس اور پرتوہ ڈالتی ہیں
اس کے سمیع بصیر اور ہزاروں کوسوں تک کام کر سکتی ہے اور درمیانی پردے اور حجاب
دور ہو جاتے ہیں چنانچہ اس حالت کو جسے کشف کہتے ہیں بہت سے لوگ جانتے ہیں اور
صاحب تجربہ ہیں ایسے لوگوں کی سمع بصر سخاوت مالکیت عفو وغیرہ وغیرہ قوتیں ترقی یافتہ
ہو کر ایسے مدارج پر پہونچ جاتی ہیں کہ ان سے بعض اوقات بے اختیار ایسے امور ظہور پذیر
ہو جاتے ہیں کہ وہ ان لوگوں کی نظر میں جو اس کوچہ میں دسترس نہیں رکھتے معجزے اور
کرامتیں ظاہر ہوتی ہیں اور عام دنیا ایسے کرشمۂ قدرت کو محال جانتی ہے کیونکہ جس نے
مینڈک کیطرح اپنی زندگی اور قویٰ کو بیکار اور محدود کر رکھا ہو وہ جانتا ہے کہ کنوئیں
کے باہر ریلوے کے کارخانے اور سٹیمر وغیرہ سب خیالی اور محال باتیں ہیں جو قانون قدرت
کے برخلاف ہیں۔ قصہ کوتاہ جو کچھ اوپر لکھا گیا ہے یہی جڑ معجزات اور کمال انسانیت کی
ہے اور یہ امور جو اوپر لکھے گئے ہیں اسلام کی روح رواں ہیں یہ صرف خیالی اور قیاسی باتیں
نہیں کیونکہ میں نے ثابت کر دیا ہے کہ اہل ہنود صفات رحمانیت اور مالکیت کے اظہار سے صرف
اسی لیے محروم ہو گئے ہیں کیونکہ انھوں نے اللہ جل شانہ کی مذکورۃ الصدر صفات کا پرتوہ

اپنی ذات پر پڑنے نہیں دیا اسی وجہ سے یہ لوگ سلطنت سے محروم ہو گئے تا خدا کی رحمانیت
اور مالکیت کے انعکاس کا عملی ثبوت پیش نہ کر سکیں اور انھوں نے اپنے تئیں بوجہ اپنی بدظنی
دربارہ صفات الٰہیہ کے ایسا کمزور کر لیا ہے کہ ان میں کوئی کامل انسان نظر نہیں آتا۔ یہ امور واقعات
اور تاریخی حالات پر مبنی ہیں اس لیے واقعات کا انکار محض جھوٹ اور افترا ہوتا ہے جو کسی نیک
دل مہاشے کے شایاں نہیں ✦

پس اب آریوں کے لیے یہی مناسب ہے کہ خدا تعالیٰ کو صفت رحمانیت سے خالی تجویز
نہ فرمائیں کیونکہ اس صفت کے انکار سے بہت کچھ نقصان ہوا اور ہو رہا ہے علاوہ ازیں ہر
ایک دانشمند پر یہ امر پوشیدہ نہیں کہ ہم ہر روز مشاہدہ کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ بغیر ہماری کوشش
کے (جو فی الحقیقت خدا تعالیٰ کی صفت رحمانیت کا تقاضا ہے) سورج چاند اگنی وایو
اور صدہا بے بہا نعمتیں عطا فرماتا ہے اور بروقت بارش کا برسنا اور ہواؤں کا چلنا بھی
اسی کی صفت رحمانیت کا نتیجہ ہے نہ کہ کسی ساماجی مہاشے کی گذشتہ جنموں کے اعمال کا پھل ہے
جب کہ خود سور کتا اور جنگلی درندوں مثلاً شیر چیتے بھیڑیے کی جونوں میں نمایاں دیکھا جا
ہوتا رہا ہو مگر ان بھلے مانسوں کے نزدیک وہ شخص بھی عادل نہیں ٹھہر سکتا جو کسی فقیر
یا تنگدست کی بلا کسی مزدورانہ خدمت اور محنت مشقت کی حاجت براری اور کریمانہ
ہمدردی کرتا ہے اور وہ عالی ہمت اور جوانمرد اُمرا جنھوں نے ہزارہا روپیہ دیگر دیانند
ویدک کالج کی بنیاد ڈالی اور صدہا غربا اور مساکین کی امداد کی اور انسداد تعلیم کا کیا ہے
اور ہزارہا غربا کو مفت پڑھا کر اعلیٰ عہدوں پر سرفراز فرمایا ہے وہ بھی اصول آریہ سماج
کے اعتبار سے نا انصاف اور ظالم ہیں کیونکہ آریوں کا یہ اصول ہے کہ اس دنیا میں بہت
سے دکھ اور تکلیفیں اور رنج و غربت اور مسکینی گذشتہ جونوں کے اعمال قبیحہ کے نتائج
اور سزائیں ہیں جو انھیں بہرصورت بھگتنی چاہییں کیونکہ پرمیشر ہرگز اس امر کو روا نہیں
رکھ سکتا کہ کوئی عاجز گنہگار مورد عفو ہو کر بلا سزا اُس کے ہاتھ سے رہائی پا جاوے۔ پس
اگر بعض جوانمردوں نے ہزارہا غربا کو مسکینی اور گذشتہ جنموں کی سزا سے چھڑایا ہے
تو حسب ریانندی منتھ وہ خود مجرم ٹھہر گئے کیونکہ جو لوگ مال و جان خرچ کر کے غریبوں اور

اپاہج لوگوں کی مدد کرتے ہیں تو وہ گویا اُن بدکاروں کو اپنے اعمال بد کی سزا اور پاداش سے بچانے کی سعی کرتے ہیں اور پرمیشر کے انتظام تناسخ میں مخل اور اُس کی معدلت گستری میں سخت رخنہ انداز ہیں سو اُمید نہیں کہ ایسی باغیانہ حرکات قابل عفو ہوں۔ ہاں اگر کوئی صاحب یہ کہے کہ بعض تکالیف اور دُکھ سُکھ اس جہان کے اعمال کا نتیجہ ہیں اور بعض گذشتہ جنموں کے کرموں کا پھل ہیں اس لیے غربا اور مصیبت زدوں کی تکالیف کا دور کرنا اور ان کی تعلیم وغیرہ کا انتظام کر کے صرف اس دنیا کے تازہ اعمال کے نتائج کو باطل کرنا منظور خاطر ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو کسی کا یتیم ہونا اور راجہ کے گھر میں پیدا ہونا بھی گذشتہ اعمال کے جنم کا ثمرہ اور نتیجہ ہے اور پھر دوسری بات قابل غور یہ ہے کہ ہمیں کیا معلوم کہ فلاں مصیبت زدہ کنگال پر جو مصیبت پڑی ہوئی ہے وہ کسی گذشتہ جنم کی کرتوت کا نتیجہ ہے اور تازہ گناہوں کا وبال نہیں یہ تو صرف ڈھکوسلا اور رجماً بالغیب ہے کہ فلاں شخص نے فلاں گناہ کیا ہوگا۔ ہم کہتے ہیں کہ اس نے نہیں کیا ہوگا۔ اسیطرح اسلام یہ بھی نہیں سکھاتا کہ خدا گاہ بگاہ اندر یا یسوع کیطرح ایک عورت کے شکم میں چلا جاتا ہے اور نو ماہ گندہ خون سے پرورش پاکر ناپاک راہ سے پیدا ہوتا اور دنیا کو شانتی بخشتا ہے یا لوگوں کے لیے نجات اور کفارہ کا سامان بناتا ہے اور بدذاتوں کی بدذاتی اور خونیوں اور زانیوں کی ہر ایک بدکردار شرارت اور فسق و فجور کو دیدہ و دانستہ عروج دیتا ہے **اسلام** یہ بھی نہیں سکھاتا کہ کسی نادان بڈھے کی حماقت سے جو اپنے سر کو دیوار سے یا بیل غرض ٹکرا کر پھوڑ لیتا ہے کہ اسکے اور عزیز کے سر سے آنے والی مصیبت اور عذاب ٹلجاتا ہے اول تو مسیح علیہ السلام خود مصلوب ہو کر جاں بحق ہوئے ہی نہیں چنانچہ اُن کی قبر شہر سرینگر ملک کشمیر میں موجود ہے۔ بالفرض اگر وہ نصاریٰ کی نجات کے لیے کفارہ ہو گئے تھے تو چاہیے تھا کہ عیسائیوں کے گناہ معاف ہوجاتے اور وہ گناہ جو آدم کے دانۂ گندم کے کھانے سے ذریت آدم کو ورثہ میں ملا معاف ہوجاتا یعنی یہ کہ مرد اپنی پیشانی کے پسینہ سے روٹی کھاوے گا اور عورت دردزہ سے بچہ جنے گی۔ سو کم از کم عیسائی مرد اور عیسائی عورتیں تو خون مسیح پر ایمان لا کر ان ہر دو تکالیف سے سبکدوش ہوجاتیں مگر خون مسیح نے انھیں خاک بھی فائدہ

ندیا چنانچہ تمام قوموں کی طرح عیسائی مرد اور عورتیں دکھ سکھ میں یکساں شریک ہیں بس خلاصہ کلام یہ کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے صدہا قوتیں اور طاقتیں عنایت کی ہیں جو حقیقت خدا کی صفات انسانی شیشہ میں منعکس ہیں اس لیے کامل انسان وہ ہے جو صبر۔ استقامت حلم۔ حمیت۔ ایمان۔ حیا۔ خشوع۔ انتقام۔ جرأت۔ شجاعت وغیرہ وغیرہ تمام قوتوں اور طاقتوں سے کام لے کر انھیں کمال تک پہنچاوے۔ ایسا نہ کرے کہ صرف ایک قوت رحم سے کام لیکر بھیڑ بکری سے عاجز تر ہو کر پر شرارت بدمعاشوں کو لوٹ کھسوٹ کا موقع دے۔

قصہ کوتاہ جو کچھ مختصراً حقیقت اسلام کے بارہ میں لکھا گیا ہے وہ ہر ایک با انصاف اہل النظر پر قوی اثر پیدا کرے گا۔ لیکن باایں ہمہ دنیا میں بہت سے دل کے اندھے ہیں جو اس بیان سے رو با صلاح نہیں ہو سکتے اور بہت سے ایسے ہیں کہ جنکے دلوں پر کئی طرح کے غبارہ اور تعصب کی ظلمتیں حاوی ہیں اور وہ حق و باطل میں فیصلہ نہیں کر سکتے۔ کیونکہ اس دار الابتلاء دنیا میں طالب حق کے لیے آج کل لوگوں نے بہت بڑے پتھر ڈال دیے ہیں جنسے صحیح سلامت اور کامیابی کے ساتھ نکل آنا ہر ایک کا کام نہیں۔ چنانچہ جس صورت میں دنیا کا اس بات پر ہی اتفاق نہیں کہ گناہ اور ثواب کیا ہے تو پھر طالب حق کو کسطرح پتا لگے کہ فلاں قوم کے ساتھ حق ہے اور فلاں قوم ورطہ ضلالت میں سرگردان ہے۔ پس جب مشکلات اور گمراہ لوگوں کی چالاکیوں اور مکروں کا یہ عالم ہے تو ہمپر فرض ہے کہ ایک ایسا معیار حق پیش کریں جس کی قوت شوکت اور نور اور رعب کے سامنے مخالفین اسلام ایسے عاجز اور خائب و خاسر نظر آئیں جیسے آفتاب کی روشنی میں چمگادڑوں کو بھاگنے کی راہ نہیں ملتی۔ سو وہ معیار صداقت مفصلہ ذیل ہے +

گناہ پر فیصلہ کن بحث اور معیار صداقت

جہانتک غور اور فکر سے کام لیا گیا ہے آخر کار یہی معلوم ہوا کہ دنیا میں کروڑوں افراد بنی آدم اپنے منہ میاں مٹھو بن رہے ہیں اور اپنے سوا ہر ایک کو گمراہ اور بیدین سمجھتے ہیں۔ لیکن ہمارا

سوال یہ ہے کہ جس صورت میں ابتک اس امر کا فیصلہ ہی نہیں ہوا کہ گناہ کیا ہے اور ثواب کیا ہے پھر بغیر تصفیہ اس اہم مسئلہ کے یونہی اپنے دل میں یقین کر لینا کہ میں ہی حق پر ہوں اور میرا ہی انجام بخیر ہوگا اور دوسروں کو دوزخ مقدر ہے سو یہ ایک محض دھوکا اور بے وقوفی ہے کیونکہ ہر ایک جانتا ہے کہ تمام قوموں کا اسپر اتفاق نہیں ہے کہ فلاں قول اور فعل گناہ میں داخل ہے اور فلاں گفتار اور کردار گناہ میں داخل نہیں مثلاً بعض فرقے شراب پینا سخت گناہ سمجھتے ہیں اور بعض کے عقیدہ کے موافق جب تک روٹی توڑ کر شراب میں نہ ڈالی جاوے اور ایک نومرید مع بزرگان دین کے اُس روٹی کو نہ کھاوے اور اُس شراب کو نہ پیوے تب تک دیندار ہونے کی پوری سند حاصل نہیں ہو سکتی۔ ایسا ہی بعض کے نزدیک اجنبی عورت کو شہوت کی نظر سے دیکھنا بھی زنا ہے مگر بعض کا یہ مذہب ہے کہ ایک خاوند والی عورت بیگانہ مرد سے بیشک اُس صورت میں ہم بستر ہو جاوے جبکہ کسی وجہ سے اولاد نہ ہونے سے نومیدی ہو اور یہ کام نہ صرف جائز بلکہ بڑے ثواب کا موجب ہے اور اختیار ہے کہ دس یا گیارہ بچوں کے پیدا ہونے تک ایسی عورت بیگانہ مرد سے بدکاری میں مشغول رہے۔ ایسا ہی ایک کے نزدیک جوں یا پسو کا مارنا بھی حرام ہے اور دوسرا تمام جانوروں کو سبز ترکاری کی طرح سمجھتا ہے اور ایک کے مذہب میں تمام سفید اور سیاہ سُور بہت عمدہ غذا ہیں اور ایک کے نزدیک سور کا چھونا انسان کو ناپاک کر دیتا ہے۔ اب اس سے ظاہر ہے کہ گناہ کے مسئلہ میں دنیا کو کلی اتفاق نہیں ہے عیسائیوں کے نزدیک حضرت مسیح خدائی کا دعوی کر کے پھر بھی اول درجہ کے معصوم ہیں مگر مسلمانوں کے نزدیک اس سے بڑھ کر کوئی بھی گناہ نہیں کہ انسان اپنے تئیں یا کسی اور کو خدا کے برابر ٹھیراوے۔ پس جب مندرجہ بالا بیان سے ظاہر ہو گیا کہ گناہ کی حقیقت اور ماہیت پر بنی نوع انسان کا کلی اتفاق نہیں تو پھر طالب حق اور راستی کا پیاسا کیونکر یقین کرے کہ فلاں امر گناہ میں داخل ہے اور فلاں امر گناہ میں داخل نہیں اور کون فارغ جج بیٹھا ہے جو ان ہزارہا متضاد گناہوں اور اختلاف راؤں میں تصفیہ کرے کیا کسی متلاشی حق کے لیے رونے کا مقام نہیں کہ اسکو ایسی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے جب وہ کروڑوں کو دیکھتا ہے کہ انکے نزدیک گائے کو ماں سمجھا جاتا ہے اور کروڑونکو

دیکھتا ہے کہ گانے کو حرام قطعی یقین کرتے ہیں اور اسطرح کے صدہا مسائل مختلفہ پر قومیں اپنی اپنی رائیوں پر اصرار کر رہے ہیں اور ضخیم کتابیں لکھی جا چکی ہیں جن کے مطالعہ کرنیکے لیے بھی آجکل کی عمر کافی نہیں تاکہ متلاشی حق اُنکو دیکھ بھال کرے حق و باطل میں فیصلہ کرے۔ پس میں پوچھتا ہوں کہ لاکھوں مباحثے ہو چکے اور لاکھوں کتابیں شائع ہو چکیں مگر کیا وجہ ہے کہ متلاشی حق کے راہ سے ابھی پتھر نہیں اُٹھے اور کسی نے ایسا راستہ صاف نہیں کیا جو تمام مذاہب کے سرپرستوں اور پابندوں پر فوقیت لیگیا ہو۔ اگر کوئی کہے کہ عقلی اور نقلی دلائل سے ہم متلاشی حق کی تسلی کر دینگے تو یہ بھی غلط ہے کیونکہ اگر ایسا ممکن تھا تو ضرور لاکھوں ہیکڑ ہو جاتے اور دروغ بیفروغ کا گھر اُجڑ جاتا کیونکہ دیکھا گیا ہے کہ آریوں ہندوؤں عیسائیوں اور دیگر فرق مخالف نے ہر پہلو سے حق و باطل میں فیصلہ کرنا چاہا کیا زبان سے کیا ہاتھ سے کیا روپے اور جان و مال سے مگر کسیکو ایسی فوق الطاقت اعجازی صورت نصیب نہ ہوئی جو تمام [illegible] کی آنکھوں کو چندھیا دے۔ پس میں طالبان حق کی خدمت میں ایک طریق فیصلہ پیش کرتا ہوں جس سے تمام ظلمتوں اور تاریکیوں کو ہمیشہ کے لیے رفع دفع کر دیتا ہے اور حلال و حرام اور گناہ اور ثواب میں قطعی فیصلہ کی راہ دکھا دیتا ہے۔ پس پیشتر اس کے کہ ہم اس فیصلہ کو ہدیہ ناظرین کریں اس قدر عرض کرنا ضروری ہے کہ یہ دنیا جیسے کہ ہم پہلے لکھ آتے ہیں ایک مکتب یا مدرسہ ہے جس میں لوگ معرفت الٰہی اور دین حق کیلیے آئے ہوئے ہیں پس جاننا چاہیے کہ اگر کسی سکول میں بعض لڑکوں کا یہ مذہب ہو کہ فلاں کام کے کرنے میں ہمارا آقا یعنی ہیڈ ماسٹر ہمسے راضی ہوگا اور بعض نے اسلیے انکار کیا اور کہا کہ فلاں کام کے کرنے سے اُستاد خوش ہوگا اب بتلاؤ کہ اگر اسطرح لڑکوں کی چند پارٹیاں یا فریق بنجاویں اور ہر ایک فریق بزعم خود الگ الگ کام میں اپنے اُستاد کی خوشی کو محدود کرتا ہے تو پھر کسطرح فیصلہ ہو؟ کہ حق کس فریق کے ہاتھ میں ہے اور باقی تمام فریق ناحق تعصب اور کوتاہ اندیشی یا حماقت میں گرفتار ہیں پس آخرکار ایک فریق کا سردار کہتا ہے کہ اسطرح روز کی بحث اور مباحثہ میں سالہا سال سے کوئی نیک نتیجہ نہیں نکلا اور ایسا فیصلہ ناطق نہیں ہوا کہ جس سے جھوٹے کا منہ سیاہ اور راست باز کا منہ سرخ و سپید ہو

پس بہتر یہ ہے کہ تمام فریقوں کے سردار اور تابعین دعا مانگیں یعنی اپنے اُستاد سے جو تمام لڑکوں کے حالات سے واقف اور پورا دانشمند عقیل و فہیم ہے ایک شے طلب کریں جو اُسکے پاس ہے پس جس سردار اور اُسکے فریق کے افراد سے وہ اُستاد جو صاحب عقل فہم و فراست ہے خوش ہے اور اُن کی کردار اور گفتار سے راضی ہے وہ شے مطلوب اُس سردار اور فریق کو دے گا جس کے اقوال اور افعال سے وہ اتفاق رائے رکھتا ہے لیکن جس فریق سے وہ ناراض اور خفا ہے اور اُنکو بوجہ نافرمانی کے فی الحقیقت انعام و اکرام مطلوبہ کا مستحق نہیں سمجھتا وہ اُسکو ہرگز نہیں دے گا۔ پس اسطرح کے فیصلہ ناطق سے یہ امر بداہت تمام منکشف ہو جائے گا کہ کن لڑکوں کے راہوں اور اعمال اور اقوال سے اُستاد خوش ہے اور کن کے کرموں اور فعلوں سے ناخوش ہے اور کیا کیا اُس کے نزدیک حلال و حرام ہے اور کیا کیا نہیں۔ آخر کار اُن تمام لڑکوں میں سے دو فریق کے سرداروں نے دعا مانگی کہ اُستاد صاحب جس ...... فریق کے کرم اور فعل تیرے ہاں رضامندی کے باعث ہیں اُن کو فلاں انعام بخش تاکہ صادقوں اور فرمانبرداروں کو تیری رضا اور خوشنودی کا تمغہ ملجاوے۔ اور بدکردار نافرمان لڑکوں کی ہمیشہ کے لیے روسیاہی ہو جاوے اور آیندہ کبھی کسی سکول میں ایسا تنازع نہ رہے کہ اُستاد کس شے کو حلال سمجھتا ہے اور کس چیز کو حرام جانتا ہے چند ماہ کے بعد پھر لڑکوں میں تنازع برپا ہوا کہ اُستاد کی خوشنودی اور ناراضی کا پھر فیصلہ ہونا چاہیے۔ چنانچہ پھر بصورت مذکورہ بالا حق بجانب فریق کو ایکدفعہ اور غیر فریق پر کامل فتح نصیب ہوئی جو پہلے مقابلہ میں شریک نہ ہوا تھا قصہ کوتاہ اسطرح سات دفعہ فیصلہ کیا گیا مگر ہر بار اُستاد نے اُس ایک ہی فریق کی سنی جس کے کرم اور کام پسندیدہ تھے اور باقیوں کی دعا اور درخواست کو ناپسند اور رد کیا اور اُس فریق کے لائق ممبروں کو اکثر اپنے ارادوں اور احکام سے قبل از وقت خبر بھی دیدیتا ہے کیونکہ دانا و مہربان اُستاد یا حاکم اپنے احکام اور ارادوں سے گاہے گاہے سوائے فرمانبرداروں کے اوروں کو اطلاع نہیں دیتا بس جس لڑکے کا یہ کہنا بار ہا ٹھیک ہوا ہو کہ ہمارے اُستاد صاحب فلاں حکم جاری کرنیوالے ہیں تو پھر چند روز کے بعد وہی امر وقوع میں آجاوے تو لوگ

جو ضدی اور کینہ ور نہیں ہوتے وہ اس لڑکے کی دوستی اور صداقت کو نمونہ کے طور پر گمان کر کے اور اسکے ساتھ تعلق اور راہ و رسم پیدا کرتے ہیں لیکن بد طینت حسد و بغض کی آتش میں جلتے ہیں اور در پردہ یا علانیہ گندے الفاظ نکالتے یا چوٹ و نکتہ ۔

اب سوچنے کا مقام ہے کہ اُستاد بھی لائق فائق ہے اور عدل و انصاف میں بھی شہرۂ آفاق ہے اور اپنی ذاتی اغراض سے بکلی پاک و صاف ہے اور اسکے علم و فہم اور عقل و اندازہ میں کوئی نقص بھی نہیں ۔ بھلا پھر بھی اگر کوئی شورہ بخت اور بد نصیب یہ کہے کہ ہاں پہلی دفعہ یوں ہی (Chance) یعنی اتفاق ہو گیا تھا ورنہ ہمارے نمبر ہر ایک فریق سے متجاوز تھے مگر جب چند بار اسیطرح فیصلہ ہوا تو کیا کوئی نیک دل یہ کہہ سکتا ہے کہ رجسٹرار یا ممتحن ہم سے حسد اور دشمنی اور کینہ رکھتا ہے اور ہماری جماعت کے لڑکوں کو دیدۂ و دانستہ بغض اور کینہ سے فیل کر دیتا ہے ؟ اور ہماری پارٹی سے عداوت ذاتی رکھتا ہے ؟

آمدیم بر سر مطلب ۔ ناظرین با تمکین وچار کریں کہ ہم تمام لوگ یعنی ہندو و مسلمان آریہ ۔ سناتن ۔ عیسائی وغیرہ اس دار الابتلا یا مزرعۃ الآخرۃ یا مدرسۃ الدنیا میں چند روز کے لیے آئے ہیں پس ہمیں اُن لوگوں کے ساتھ ہونا چاہیے جن کے کرم یعنی اعمال اور اعتقاد دربارہ حلال و حرام برحق اور خدا کی نظر میں مقبول اور پسندیدہ ہیں جنکی صداقت پر خود اس دنیا کے رجسٹرار یا منتظم یعنی رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ نے مہر لگا دی ہے اور ایسا نہیں چاہیے کہ خود بخود ان لڑکوں کی طرح آپس میں حرف بحث و مباحثہ میں ہی اپنی چند روزہ زندگانی کا خاتمہ کر بیٹھیں اور اصل غرض جو اس دنیا میں آنیکی ہے وہ فوت ہو جاوے پس اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ آیا اس دنیا میں اس جہان کا مالک کبھی ایسا کرتا ہے یا کبھی اُس نے راستبازوں اور اُن کے دشمنوں میں اسطرح فیصلہ کیا ہے اور قبل از وقت بعض امور کی اطلاع اپنے پیاروں اور فرمانبرداروں کو دی ہے ؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایسا ہمیشہ سے ہوا کرتا ہے اور حال میں بھی کئی بار یہ خدائی فیصلہ وقوعہ میں آچکا ہے جسکی رو سے اُن تمام متضاد مسائل دربارہ حلال و حرام اور عقائد فاسدہ و باطلہ میں یکسر فیصلہ ناطق ہو گیا ہے اور کسی متلاشی حق کو حق کے قبول کرنے میں کوئی تاریکی اور ظلمت یا عذر سدّ راہ نہیں رہا ۔

اور ایسا ہی ہونا چاہیے کیونکہ جس صورت میں ادنیٰ عقل و فہم والا اُستاد یا ادنیٰ کارخانہ کا ایک مجازی مالک بھی اپنے فرمانبرداروں اور دشمنوں میں تمیز کرتا ہے اور صدق و وفا دکھانے والوں سے عمدہ ترین سلوک اور احسان کرتا ہے اور نافرمان اور بدکردار کو مورد غضب کرتا ہے تو پھر وہ رب العالمین جس کے گھر میں کسی چیز کی کمی نہیں وہ ایسی خوبیوں اور صفات حسنہ سے اپنے تئیں کیوں محروم اور بے نصیب رکھے؟ سو جاننا چاہیے کہ ایسا فیصلہ ناطق جو تمام جھگڑوں اور اختلاف رائے اور غلط عقیدوں کا یکسر خاتمہ کرتا ہے وہ کئی بار وقوع میں آ چکا ہے چنانچہ ذیل میں ہم ایک نظیر کو پیش کرتے ہیں اور پھر ناظرین سے انصاف چاہتے ہیں کہ آیا اب بھی کسی بُت پرست مردہ پرست یا کسی اور دشمن دین کو حق کے قبول کرنے میں شک و شبہ باقی رہا ہے؟ +

خدا تعالیٰ کا فیصلہ

اور

آریوں پر اتمام حجت

جاننا چاہیے کہ جب دنیا کی ایسی حالت ہو جاتی ہے کہ ایک قوم ایک خاص چیز کو جائز اور دوسری کو ناجائز قرار دینے لگتی ہے اور ایک سود اور نیوگ کو بھی حلال اور باعث رضاء الٰہی سمجھنے لگتی ہے اور دوسری ان امور کے ارتکاب کو غضب الٰہی کا پیش خیمہ تجویز کرتی ہے تو اس قابل رحم دنیا کا ایسا حال ہو جاتا ہے جیسے کہ اُس مدرسہ کا حال تصور میں آ سکتا ہے جس میں افسروں اور لڑکوں میں سالہا دراز تک درباره اُمور دینی و ناکردنی ایک جھگڑا برپا ہو اور ہر ایک سرکش لڑکا ہر امر میں اپنی راہ اختیار کرے اور اپنی رائے پر ہی زور دے پس ایسے مدرسہ کی خیر اُسی صورت میں ہے کہ مدرسہ کا حاکم اعلیٰ بذات خود شریروں اور نیک نیتوں میں کھلم کھلا فیصلہ کر دے بشرطیکہ ایسا حاکم اعلیٰ درجہ کی عقل اور فہم اور دیانت امانت اور دیگر صفات حسنہ سے

منصف ہو۔ اسیطرح اس دنیا میں خدا تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے سچائی کے طالبوں کے لیے قطعی فیصلہ کیا جسمیں کسی نیک دل نیک نیت فردبشر کو عذر کرنے کی گنجایش نہیں۔

اور وہ فیصلہ یہ ہے

ناظرین کو معلوم ہوگا کہ حضرت اقدس مرزا غلام احمد مسیح موعود علیہ السّلام نے خدا تعالیٰ سے الہام پاکر اور خدا کی تائیدات سے مؤید و منصور ہوکر ہر ایک مذہب و ملت کے امام و مقتدا کی خدمت میں بایں غرض لاکھوں رجسٹری شدہ خطوط بھیجے کہ خدا تعالےٰ کے قرب حاصل کرنے کی صرف ایک صراط مستقیم ہے جسے **اِسلام** کہتے ہیں اور باقی سب مذاہب جادہ راستی سے منحرف اور رد و گردان ہیں اور اپنی قدیم روحانیات اور برکات سے عاری اور نادار ہیں جنسے اُن کے ابتدائی عمل درامد کرنے والے ممتاز تھے۔ اب صرف اسلام ہی ہے جو تمام مذاہب کی خوبیوں اور ان تمام قدیمی فیوض الٰہیہ اور برکات ربانیہ سے مشرف ہے جو ابتدا سے خدا کے رسولوں اور ان کے سچے اتباع کنندوں کے شامل حال رہی ہیں چنانچہ اس دعوے کے ابطال کرنے والے کو ہزارہا روپے انعام دینے کا وعدہ بھی کیا۔ آخرکار ایک شخص لیکھرام نام جو اپنے تئیں تمام آریہ ورت کے ہندوؤں اور خصوصاً آریوں کی ناک سمجھتا تھا وہ حضرت اقدس محبوب صمد میرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقابلہ میں آکھڑا ہوا۔ اور حضرت اقدس عؑ نے اسلام اور قرآن کریم اور نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اثبات میں چند کتابیں بھی تصنیف کی ہوئی تھیں اور اُن میں سے ایک کتاب سرمہ چشم آریہ کے خاتمہ پر لکھا کہ اگر کوئی ان تمام دلائل عقلیہ و نقلیہ کو جو میں نے سرمہ چشم آریہ میں لکھی ہیں اگر کوئی پھر بھی یہ کہے کہ ان دلائل اور حقائق و معارف نے میرے پر کچھ اثر پیدا نہیں کیا اور نہ میں ان دلائل اور مرزا صاحب کے عقائد دربارہ قرآن کریم و محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق پر ..... انتا ہوں بلکہ میں اس کتاب سرمہ چشم آریہ کو بار بار پڑھ کر اور سمجھکر علانیہ کہتا ہوں کہ اسلام اور اسکے اصول صحیح اور درست نہیں بلکہ وہ سب غلط اور نادرست ہیں تو ایسا مخالف مباہلہ کرکے خدائی فیصلہ کی درخواست حسب مندرجہ کتاب مذکور کرے تو اللہ تعالیٰ ضرور ایسے باطل پرست کو اس مقابلہ میں ہلاک اور خائب و خاسر

کرے گا اور تمام امور کردنی و ناکردنی کے متعلق ایسا فیصلہ ہو جاوے گا کہ کسی عقلمند کو شک کا امکان نہ رہے گا پس جب لالہ لیکھرام اس کتاب کو بغور پڑھ چکا تو اُس نے مباہلہ کے لیے طیاری کی اور جناب الٰہی میں بایں الفاظ سچے فیصلہ کی درخواست کی جسکو ہم بقدر امکان وگنجایش اُسی کے الفاظ میں درج کرتے ہیں۔ دیکھو کلیات آریہ مسافر صفحہ ۵۰۵

خدائی فیصلہ کی درخواست ازجانب لیکھرام

پس کسی دانا کے اس مقولہ پر کہ دروغگو را تا بدروازہ باید رسانید۔ پر عمل کر کے مرزا صاحب (وکیل اسلام) کی اس آخری التماس کو منظور کرتا ہوں اور مباہلہ کرتا ہوں (یعنی خدا کا فیصلہ مانگتا ہوں) میں نیاز التیام لیکھرام شرما ولد پنڈت تارہ سنگھ شرما (مصنف تکذیب براہین احمدیہ) اقرار صحیح بدرستی ہوش وحواس کر کے کہتا ہوں کہ مینے مرزا صاحب کے دلائل کو بخوبی سمجھہ لیا لیکن اُنھوں نے میرے دل پر کچھہ اثر پیدا نہ کیا اور میں پرمیشور کو حاضر ناظر جانکر اقرار کرتا ہوں کہ وید ہی ست ودیاؤں کا پُستک ہے۔ اور میری روح اور مادہ انادی ہیں اور خدا نے نیست سے ہست نہیں کیا اور نہ وہ کسی کا گناہ بخشتا ہے اور نہ اُسکے ہاں شفاعت کارگر ہے۔ بلکہ قدیم انصاف سے ہر ایک اپنے کرموں کا پھل محدود پاتا ہے اور وید اور اُسکی ساری تعلیمات کو خدا کیطرف سے مانتا ہوں قصہ کوتاہ وید (یعنی آریہ سماج کی تعلیم) کو پرمیشور کی تعلیم یقین کرتا ہوں۔ جسطرح میں راستی کے برخلاف باتوں کو غلط سمجھتا ہوں ایسا ہی میں اسلام کو اور قرآن اور اُسکے اصولوں اور تعلیموں کو جو وید کے مخالف ہیں انکو غلط اور جھوٹھا ... سمجھتا ہوں لیکن میرا دوسرا فریق مرزا غلام احمد

حاشیہ: مرزا صاحب کو دروغگو گمان کرکے تا بدروازہ پہونچاتا ہے لیکن یہ بددعا اُسی پر اُلٹ پڑی کیونکہ بذات خود دروغگو ثابت ہو کے تا بدوزخ رسید ہوا الحمد للہ علیٰ ذالک اور مرزا صاحب بفضلہ تعالےٰ صادق وراستباز ثابت ہو کر اسی دنیا میں بہشتی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ منہ

(صاحب) ہے وہ قرآن کو خدا کا کلام جانتا ہے اور اُس کی سب تعلیمونکو درست اور صحیح سمجھتا ہے اور (غلطی سے) لوگوں کو دھوکے میں پھنساتا ہے ہے پرمیشور ہم دونوں میں سچا فیصلہ کر (ایسا ہو) کہ جہالت اور تعصب اور جور و ستم والے کا ناش ہو کیونکہ کاذب صادق کی طرح کبھی تیرے حضور میں عزت نہیں پاتا۔ دستخط لیکھرام شرما از پشاور +

فیصلہ کی درخواست از جانب حضرت مرزا غلام احمد صاحب

از سرمہ چشم آریہ صفحہ ۹۰-۱۰۱

بعد حمد و صلوٰۃ میں عبداللہ الاحد الصمد غلام احمد ولد میرزا غلام مرتضیٰ صاحب مرحوم (مؤلف کتاب براہین احمدیہ) حضرت خداوند کریم کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ دین اسلام اور قرآن کریم منجانب اللہ ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے رسول ہیں۔ قرآن کریم تمام پاک صداقتوں اور سچائیوں پر مشتمل ہے اور اُسکی تعلیم ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنے وجوب ذاتی اور قدامت ہستی اور قدرت کاملہ اور دوسرے اپنے جمیع صفات میں واحد لاشریک ہے اور سب مخلوقات کا خالق اور سب ارواح و اجسام کا پیدا کنندہ ہے اور صادق وفادار اور ایماندار کو ہمیشہ کے لیے نجات دیگا وہ رحمٰن اور رحیم اور توبہ قبول کرنے والا ہے اور ان تمام باتوں کا دُہرا ثبوت مجھے اُس نے بذریعہ الہام بھی دیدیا ہے۔ الغرض میں دل و جان سے قرآنی صداقتوں اور اُسکی کل تعلیموں کو منجانب اللہ مانتا ہوں اور دوسرا فریق مخالف (آریہ) دعوے کرتا ہے کہ نعوذ باللہ سیدنا محمد مصطفیٰ سچے نبی نہیں اور قرآن کریم انجیل نہ تورات وغیرہ سب جعلی کتابیں ہیں اور خدا کیطرف سے نازل نہیں ہوئیں اور کہتا ہے کہ خداتعالیٰ ارواح اور اجسام کا پیدا کنندہ نہیں اور نجات یعنی مکتی ابدی ہرگز نہیں اور جو کچھ ویدوں میں بھرا ہوا ہے وہ سب سچ ہے اور اس کے برخلاف جو قرآن شریف میں ہے وہ سب جھوٹھ ہے سوائے قادر مطلق خدا تو ہم دونوں فریقوں میں سچا فیصلہ کر اور ہم دونوں میں سے جو شخص اپنے بیانات میں اور اپنے عقائد میں جھوٹا ہے

اور بصیرت کی راہ سے نہیں بلکہ تعصب اور ضد کی راہ سے ایسی باتیں
منہ پر لاتا ہے جنپر یقین کرنے کے لیے کوئی قطعی دلیل اسکے ہاتھ میں نہیں
پس اے قادر کبیر کوئی اپنا عذاب نازل کر کے کاذب کی پردہ دری کر
اور صادق کی مدد کر۔ اور لعنت سے بھرے ہوے دُکھ کی مار ایسے شخص
کو پہونچا جو دانستہ سچائی سے دور اور راستی کا دشمن اور راست بازی کا
مخالف ہے کیونکہ سب قدرت اور انصاف اور عدالت تیرے ہی
ہاتھ میں ہے آمین یارب العلمین ✢ (مرزا غلام احمد قادیانی)

غرض ابھی یہ مقدمہ خدا تعالے کی عدالت میں پیش ہوا ہی تھا کہ لیکھرام نے پھر
حضرت اقدس ع کو یہ لکھ بھیجا کہ جو چاہو میری قضاء و قدر کی نسبت پیشگوئی کردو میری
طرف سے اجازت ہے اسپر حضرت مرزا صاحب نے ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء کو بذریعہ الہام اشتہار
دیا کہ یہ شخص مسمی لیکھرام پشاوری اپنی بدزبانیوں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بے
ادبیوں کی سزا میں عذاب شدید میں مبتلا ہو جاوے گا اور (۱) چھ برس کے اندر
(۲) بذریعہ تیغ براں (۳) ہیبت ناک طور سے اس غدار دنیا سے رخصت ہو جاوے گا اور اس کو
مارنے والا فرشتہ بشکل انسانی ہوگا جو ہرگز گرفتار نہ ہو سکے گا اور (۴) اس کا مرنا ایسے
دردناک طور سے ہوگا کہ لوگوں کے دل ہل جاویں گے اور عید کے دوسرے روز اُسکی
زندگی کا خاتمہ ہو جاوے گا۔ یہ سارا ماجرا کرامات الصادقین۔ برکات الدعاء۔ اور آئینہ
کمالات اسلام میں بتفصیل تام و تشریح مالاکلام بار بار شائع کیا گیا۔ اُدھر سے لیکھرام نے بھی
بڑی شد و مد سے شائع کیا کہ مجھے الہام ہوا کہ مرزا صاحب (نعوذ باللہ) تین سال کے
اندر بمرض ہیضہ فوت ہو جاویں گے اور علاوہ ازیں لیکھرام نے یہ تحریر کیا کہ ہمارا الہام یہ
کہتا ہے کہ لڑکا کیا تین سال کے اندر اندر آپکا (مرزا صاحب کا) خاتمہ ہو جاوے گا ✦

حاشیہ مرزا صاحب بفضل اللہ تعالیٰ آجتک جو ۲۲ جولائی ۱۹۰۲ء ہے زندہ صحیح سلامت ہیں
اور بجائے ایک لڑکے کے چار لڑکے اور دو لڑکیاں موجود ہیں مگر لیکھرام جل کر راکھ ہو گیا

اور آپ کی ذریت میں سے ایک بھی زندہ نہ رہے گا۔ (دیکھو کلیات آریہ مسافر صفحہ ۵۰۱ سطر ۳۲ - ۳۳ -)

پس مندرجہ بالا بیانات سے ہر ایک دانشمند پر یہ امر بہ بداہت کھلگیا کہ اہل اسلام اور اہل وید یعنی آریوں کے درمیان جھگڑا برپا ہو گیا تھا اور ہر ایک اپنے مذہب کو منجانب اللہ گردانتا تھا لیکن صورت فیصلہ یہ قرار پائی کہ وکیل اسلام (مرزا صاحب) اور وکیل اہل وید و آریہ سماج (لیکھرام) حقیقی مالک سے دست بدعا ہوں کہ وہ جو دیالو اور کرپالو اور سرب شکتیمان ہے وہ اپنوں اور بیگانوں میں اور بھگتوں اور پاپیوں میں قطعی فیصلہ کرے یعنی جس کے اصول منجانب اللہ اور خدا کی نظر میں پسندیدہ ہیں اسکو روز افزوں ترقی نصیب ہو لیکن جو ناحق کی طرف داری کرتا ہے اور خدا کی نافرمانیوں اور تعصب اور ہٹ دھرمی پر اصرار کرتا ہے اسکو لعنت سے بھرے ہوئے دکھ کی مار ہو تاکہ اس کے ہم مذہب اور ہم قوم اس کے اصول اور مذہب سے تائب ہو کر سچے اور

بقیہ حاشیہ

اور گھر تباہ ہو گیا اب اُس بدبخت کو کیا سزا دینی چاہیے جس نے نہایت کمینگی سے خدا پر افترا کرکے لوگوں کو دھوکا دیا اور کہا کہ تین سال کے اندر مرزا صاحب کا اور اُن کے خاندان کا خاتمہ ہو جاوے گا اور اُن کی ذریت سے ایک بھی زندہ باقی نہ رہے گا اب ہم لیکھرام کو جھوٹا سمجھیں یا آریہ مت کے فرضی پرمیشر کے درپے ہوں یا ویدک دھرم کا قلع قمع کریں کیونکہ لیکھرام کا الہام خام غلط گیا اور اُس کا وبال اُس کو اور اُس کی ذریت کو جڑ سے کاٹ گیا الحمد للہ خدا کا انصاف آریہ وکیل کو ہلاک کرکے اس کے اصول کو باطل کر گیا اور اسلام اور اس کے اصول کی تصدیق ہو گئی۔ کیونکہ پرماتما کا کوئی کام بغیر حکمت اور دانائی کے ظہور پذیر نہیں ہوتا۔ دیکھو کلیات آریہ مسافر صفحہ ۳۹۹ مگر نہایت ٹھنڈے دل سے ناظرین کو خواہ وہ آریہ ہندو ہوں یا مسلمان احمدی و غیر احمدی ہوں اس امر پر غور کرنا چاہیے کہ آج سے دو سو برس جو لوگ ہماری طرح اس ملک میں بود و باش رکھتے تھے اور نیک و بد اعمال کے مرتکب ہوتے تھے وہ اب کہاں گئے اور وہ خوبصورت محبت کرنیوالی مائیں اور دلفریب عفیفہ بیویاں اور بھائی غمگسار بہنیں جنکی خاطر حق و باطل (بت پرستی) اور حلال و حرام

وہ اب کہاں ہیں اور وہ ہمارے بزرگ آباء و اجداد جنہوں نے ہمارے محض وجودی نشوونما کی خاطر اپنے آپ پر سیکڑوں سیاہ کاریاں [illegible] گداگروں اور بادشاہوں کی گذرگاہ ہے اور وہ زبردست حاکم جنکے رعب و سطوت سے دلوں پر لرزہ پڑتا تھا اور ملک میں تہلکہ پڑ جاتا [illegible] کیسا احمق اور اپنی جان پر ظلم کرنیوالا ہے کہ اپنے اور بیگانوں کے رعب اور ملامت سے ڈر کر خدا کے زبردست اور صاف فیصلہ کو قبول نہیں کرتا [illegible] پاک اور مبرا ہے اور سچا فیصلہ کرنا اور فتح و شکست اسی کے اختیار میں ہے وہ مجرم اور دیدہ دانستہ حق سے روگردانی اور فرار کرنیوالا [illegible]

پاک اصول والے مذہب کو اختیار کریں۔ اور جھوٹے مذہب کی کتاب اور احکام بد سے پرہیز کریں۔ کیونکہ خدا جو مہربان اور دیالو ہے وہ ہرگز ایسا نہیں کرتا کہ نیک اور صلحکار کو بغیر قصور کے ہلاک کردے اور کاذب اور ملعون کو عزت بخشے کیونکہ بقول سوامی جی کل دنیا کا فیض برسان اور دھرم پر چلنے والا آدمی پیدا ہوتا ہے مگر مفسد اور فتنہ پرداز قبل از وقت کھایا جاتا ہے۔ ببتار ص ۲ باب ۱ خدا تعالےٰ کی قدرت دیکھو کہ مرزا صاحب تو اب تک بفضل اللہ تعالےٰ بخیریت زندہ اور صحیح و سلامت ہیں اور لالہ لیکھرام اپنی کرتوتوں اور ان بے ادبیوں اور گستاخیوں کی سزا میں اسی روز یعنی عید کے دوسرے روز ہلاک ہوا جیسا کہ چار سال پہلے بذریعہ الہام مشتہر ہو چکا تھا اور مارنے والا فرشتہ بشکل انسان تھا وہ عین شہر لاہور میں دن کے وقت ہزاروں انسانوں کے درمیان اس شخص کو ہلاک کر گیا جس کے سر پر غضب الٰہی پڑا منڈلاتا تھا اور حسب پیشگوئی تلوار سے لیکھرام ہلاک ہوگیا* اور آریہ سماج اور وید کے

حاشیہ اس موقع پر یاد رکھنا چاہیے کہ اگر معاملہ برعکس ہوتا یعنی لیکھرام جیتا رہتا تو جو کچھ آریوں نے شور مچانا تھا اور بار بار جلسے کر کے گالی گلوچ اور ٹھٹھے تمسخر سے کام لینا تھا وہ ہر ایک کو قیاس کرنے سے خوب سمجھ میں آسکتا ہے اگر خدانخواستہ مرزا صاحب موصوف کے برخلاف لیکھرام کی پیشگوئی پوری ہو جاتی تب بھی آریوں کی درندگی کا سماں خوب ذہن میں بندھ سکتا ہے خدا جانے آریہ سبھیں اور اسلام اور بانیٔ اسلام اور قرآن شریف کی شان میں کیا کچھ کہتے اور کیا کچھ لکھ کر تاریخ کے اوراق کو سیاہ کرتے۔ مگر اتنا تو بخوبی ہر ایک ذہن نشین کر سکتا ہے کہ رام بھجدت اور یوگندر پال جیسے دودھ میاں پُرجوش آریہ مسجدوں کے دروازوں پر آکھڑے ہوتے اور نمازیوں کو شدھ کرنے کے لیے تمام سامان مہیا کر لیتے اور بیچارے مسلمانوں کو بازاروں میں چلنا پھرنا محال ہو جاتا اور دفتروں میں منہ دکھانا مشکل ہو جاتا۔ اسی طرح اگر لیکھرام مرزا صاحب کی طرح عمر رسیدہ ہوتا اور گذر جاتا...... تب بھی انھیں خدائی فیصلہ کے قبول کرنے میں چون و چرا نہ کرنا چاہیے تھا مگر اب تو یہ بات...... خواہ عمر کے متعلق ہو خواہ عمدہ صحت کے متعلق ہو آریوں کے ہی حق میں بہتر نظر آتی ہے مگر جہاں خدائی فیصلہ ہوا کرتا ہے اور کروڑوں کے ایمان

اصول اور تعلیم پر کذب کی مہر لگا کر اسلام کی تعلیم اور اصول کی صداقت پر ایسی پختہ مہر لگا دی کہ کسی بحث اور مباحثہ سے ایسا ہونا ناممکن تھا ✣

اب ہر ایک عقلمند بنظر تعمق اور مطالعہ کے بعد اپنی عاقبت کو سنوار سکتا ہے یا اسکو بگاڑ سکتا ہے اور اسبات پر یقین کرے گا کہ پرمیشور جو سرب شکتیمان اور بے انتہا طاقتوں کا مالک ہے اور بایں ہمہ نیاکاری اور دیالو (رَحِیْم) بھی ہے اس نے ان سب باتوں کو مدنظر رکھکر نہایت صفائی اور انصاف سے ایسا فیصلہ کر دیا جیسے کہ ایک مدرسہ کا حاکم اعلیٰ متنازعہ فیہ امر میں اپنے قول فیصل سے تصفیہ کرتا ہے اور کسی کوتاہ اندیش لڑکے کو چون وچرا کرنے کی گنجایش نہیں چھوڑتا یعنی اس مقدمہ میں یہ فیصلہ ہو گیا کہ آیا قرانی تعلیم اور اسلامی اصول اس جہان کے مالک حقیقی کی نظر میں پسندیدہ ہیں یا ویدک دھرم کے اصول - کیونکہ ہر ایک فریق نے پرمیشر سے دعا مانگ کر بھی الہام آلہی مشتہر کیا تھا کہ جھوٹے کو دکھ کی مار ہو گی چنانچہ لیکھرام کا الہام کہتا تھا کہ نعوذ باللہ وکیل اسلام (مرزا صاحب) تین سال تک رحلت کر جاویں گے لیکن حضرت مرزا صاحب کو الہاماً معلوم ہوا تھا کہ لیکھرام جو اسلام اور بانی اسلام کا مکذب اور توہین کرنے والا ہے اسکی یاداش اور سزا میں فلاں تاریخ اور فلاں ذریعہ سے ہلاک ہو جاوے گا اور کوئی نہیں کہ اسے بچا سکے پس قسم اگر آریہ سماج خدا تعالےٰ کو قادر مطلق اور ستّ (سچ) کا حامی اور اسَتّ (جھوٹ) کا ناش کرنے والا اور نیاکاری اور دیالو یقین کرتی ہے تو اب اُسپر فرض ہے کہ لیکھرام کی موت

بقیہ حاشیہ

اور دھرم پر اثر پڑتا ہے وہاں پرمیشر ایسی سنگدلی اور ظلم کا اظہار نہیں کیا کرتا کہ صادق کو تباہ اور خائب وخاسر اور ناکام ونامراد کر کے لوگوں کو آپ بے ایمان بناوے اور حق وباطل میں گڑبڑ ڈالدے پس جو کچھ حق وانصاف خدا کی درگاہ میں نظر آیا اُس کا اظہار دنیا میں کر دیا اب اگر کوئی مانے یا نہ مانے ہر ایک شخص اپنے دلکو خوب جانتا ہے اور اپنے مافی الضمیر کا ذمہ وار ہو گا - انسان زبان سے سو جھوٹی دلیلیں جوڑتا ہے لیکن اس کے باطن میں نفس لوّامہ اسکو ملزم کرتا ہے کہ ہمیں ضرور حق کا بول بالا ہوا اور جھوٹ کا ناش ہو گیا - بل الانسان علی نفسہ بصیرۃ ولو القی معاذیرہ

اور اُس کے ناکام و نامراد رہنے سے عبرت پکڑے ورنہ آیندہ کبھی منہ پر یہ الفاظ نہ لانے کہ پرمیشور جھوٹھ کا ناش کرنے والا اور حق کا حامی ہے اور نہ کبھی آریہ سماج اپنے دوسرے نیم یعنی اصول کا ذکر بھی کرے کہ پرمیشور حق و باطل میں انصافانہ فیصلہ کر دیتا ہے اور وہ عادل رحیم اور بے عیب ہے اور وہ پرماتما کاذب کو جس کے کرم اور کام اچھے نہوں نیکو کار منش کے مقابلہ میں خائب و خاسر کر دیتا ہے اور اُسپر لعنت * اور دُکھ کی مار ہوتی ہے پس اگر لیکھرام کا

---

* حاشیہ — دراصل لیکھرام دونوں جہان سے نامراد گیا - وجہ یہ کہ عین عالم شباب اور اُٹھتی جوانی میں اپنے حریف کے مقابلہ میں ہلاک ہو گیا اور اپنے نامراد مرنے سے اپنے مذہب کا بطلان بذات خود بپایۂ ثبوت پہونچا گیا اور پیسہ اخبار ۱۳ مارچ ۱۸۹۷ء میں لکھا ہے کہ "اس شخص کے مارے جانے کی مشہور روایت یہ ہے کہ یہ شخص کسی عورت سے ناجائز تعلق رکھتا تھا اور یہی عام طور سے کہا جاتا ہے اور یقین کیا جاتا ہے"۔ پس اس سے زیادہ اور کیا ذلت ہو گی کہ دنیا سے جاتا ہوا اپنی زندگی بھر کی عزت کو خاک میں ملا گیا - ہاں یہ قدر ہو سکتا ہے کہ بموجب مسئلہ نیوگ وہ کسی آریہ مہاشے کی راج دُلاری عورت سے زنا نہیں بلکہ نیوگ کرتا ہوگا اس لیے اسی کار خیر اور اُس کی استری کی سیوا میں شہید ہو گیا جس کی نظیر آریہ ورت میں مفقود ہے - ہاں زمانہ سلف کے ہندوؤں میں ایسے آریہ بہت تھے جسطرح پانڈو راجہ کی عورت کنتی اور مادری وغیرہ نے کیا اور جس طرح بیاس جی نے چترانگد اور بچتر وبرج کے مرنیکے بعد اُن اپنے بھائیوں کی بیویوں سے نیوگ کرکے امبکا امبا کے بطن سے دھرت راشٹر اور امبالکا کے بیٹے پانڈو اور داسی کے بطن سے ودُر کو پیدا کیا وغیرہ وغیرہ دیکھو ستیارتھ پرکاش باب ۴ مگر تعجب یہ ہے کہ پانڈو جو پانچ بھائی تھے اُن سب کی زوجہ دروپدی ہی تھی - کیا یہ راجہ وید مقدس پر عملدرآمد کرنے تھے یا منو کے قوانین پر جس نے گیارہ قسم کے بیٹے تجویز کیے ہیں جن میں ایک قسم کا بیٹا لکھا ہے کہ دختر بد اختر قبل از نکاح اپنے پتا یعنی باپ کے گھر میں ہی خلوت میں لڑکا پیدا کرلے - منہ

معاملہ اور خدائی فیصلہ جس نے اُسے جھوٹا اور ناکام قرار دیا ہے۔ اگر در حقیقت سچ مچ سرب شکتیمان پرمیشور کے بدرستی ہوش و حواس اور جیتے جاگتے ہوا ہے تو بیشک وید اور آریہ سماج کی تعلیم کا خاتمہ ہو گیا ہے۔ ہاں اگر آریہ سماج کا دوسرا نیم ٹھیک نہیں یا پرمیشور کی صفات اُس نازک وقت میں جب وید اور اس کی تعلیم کا قلع قمع ہو رہا تھا کارگر نہ تھے تو بیشک کوئی فضول اور معقول عذر بن سکتا ہے مگر بے فائدہ کیونکہ آخر جھوٹ جھوٹھ ہی۔ عذر گناہ بدتر از گناہ ہے حق یہ ہے کہ اگر اس تمام کارروائی اور فریقین کے بیانات کو کسی حاکم مجسٹریٹ کے انصاف پر چھوڑا جاوے تو بیشک آریو نپر ڈگری ہو جاوے گی بلکہ ہو گئی *

اسجگہ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ لیکھرام نے اپنے تئیں بچانے کے لیے کوشش بلیغ کی۔ چنانچہ وہ ہمیشہ دیہات اور قصبات میں وعظ کیا کرتا تھا لیکن عید کے دوسرے روز کو نزدیک آتے دیکھکر طبعاً اُس کے ہوش و حواس باختہ ہوتے تھے اور وہ حسب معمول مارچ ۱۸۹۷ء کو ملتان کی طرف سے اپنا مقرر کردہ لیکچر چھوڑ لاہور آگیا اور گاؤں اور قصبوں میں اپنی زندگی کو کافی طور سے محفوظ نہ پاکر عین دار الخلافہ لاہور میں آچھپا۔ در حقیقت پنجاب میں لاہور سے اور کوئی جگہ اُسکے ذہن میں نہ آتی تھی جو زیادہ محفوظ ہو۔ قصہ کوتاہ اس نے خود حفاظتی میں کوئی انسانی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا تھا مگر اجل نے سب تدبیروں کے مقفل دروازوں کو توڑ پھوڑ کر مکان کی چوتھی منزل میں اُسے جا لیا وہ دیہات اور شہروں سے کنارہ کشی کر کے آچھپا تھا مگر خدا کا غضب سب دروازوں اور حجابوں کو چیر پھاڑ کر عین لیکھرام پر بجلی کیطرح آپڑا اور ایک کی جان جانے سے لاکھوں کی جانیں بطلان اور ناراستی سے نکل جادۂ راستی پر آگئیں فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِكَ

پس مندرجۂ بالا بیان سے ظاہر ہو گیا کہ حق کس مذہب اور کس کتاب میں ہے میں پہلے کہہ آیا ہوں کہ آریہ یا عیسائی صرف عقلی دلائل اور نقلی تو دۂ طوفان سے کسی متلاشئ حق کی تسلی نہیں کر سکتا چنانچہ تاریخ گواہی دیتی ہے کہ لاکھوں کتابیں لکھی گئی ہیں جنمیں ایک چیز کے حلال اور مفید ہونے کے ثبوت میں صدہا ورق سیاہ کیے گئے ہیں اور دوسری میں اسی چیز کے حرام اور انسانی صحت کے لیے مضر اور نقصان رساں ہونے میں

صدہا عقلی و نقلی ثبوت درج ہیں الغرض کونسا جج اور فارغ منش انسان ایسا ہے کہ ان صدہا بلکہ ہزارہا مسائل مختلفہ کی تحقیقات میں موشگافی سے کام لے کر ان کی حقانیت اور ماہیت کو پہونچے اگر ہر ایک مدرسہ کا ہیڈ ماسٹر یا کسی کارخانہ کا افسر اعلیٰ اپنے نوکروں اور ماتحتوں کو عقلی دلائل سے ہی اپنے تمام امور کردنی و ناکردنی منوایا۔ تو غالباً کسی کارخانہ یا مالک کا انتظام اور بندوبست سرانجام کو نہیں پہنچے گا۔ بلکہ دنیا میں یہی قاعدہ ہے کہ جب بادشاہ کسی پر بدرجہ کمال خوش و خورم ہوتا ہے تو اُسکو عزو شرف سے ممتاز کر کے کسی جگہ کا حاکم بناتا ہے اور اس کے اوامر و نواہی اور اقوال و افعال جو بادشاہ کی نظر میں پاس ہو کر دوسروں کے لیے بجائے نمونہ کے ہوتے ہیں۔ بادشاہ کے فرمانبرداروں کے لیے حجت ٹھہرتے ہیں اور جو شخص حاکم اعلیٰ کے اقوال و اعمال سے روگردانی کرتا ہے وہ باغی اور بادشاہ کا نافرمان سمجھا جاتا ہے۔ اسیطرح اب لیکھرام اور حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے باہمی مقابلہ اور مباہلہ سے معلوم ہو گیا کہ خدا کو کس کے کام پسند ہیں اور کس کے ناپسند ہیں پس اب کسی کا اس فیصلہ سے انکار کرنا ایسا ہے جیسے کوئی کہے کہ درحقیقت میں اس قابل تھا کہ یونیورسٹی مجھے فلاں امتحان میں پاس کر دے مگر اس نے بے ایمانی اور حسد اور بغض سے کام لیکر مجھ حقدار کو محروم کیا اور فلاں نالائق کو اس عزو شرف سے ممتاز کیا جسمیں اُس کا کوئی حصہ اور حق نہ تھا +

پس واضح ہو کہ اس فیصلہ سے معلوم ہو گیا کہ خدا کی نظر میں کونسی کونسی چیز حلال ہیں اور کونسی کونسی حرام۔ اب کسی انصاف پسند آریہ کو صداقت قرآن میں جائے اعتراض اور عذر کرنے کی گنجایش نہیں +

بعض کوتاہ اندیش اور عقل کے دشمنوں نے یہ ظن کیا کہ لیکھرام کو مرزا صاحب کے کسی مرید نے مار دیا ہو گا پس ان لوگوں سے پوچھنا چاہیے کہ اگر مرزا صاحب یا آپ کے کسی مرید نے ایسی پیشگوئی کو اپنے ہاتھوں سے پورا کرنے کی ٹھانی ہوئی تھی تو کیا ایسے بدکاموں اور منصوبوں اور چوریوں کے لیے سالہا سال پہلے اشتہار دیا کرتے ہیں کہ فلاں دشمن کو فلاں روز اور فلاں تاریخ اور فلاں وقت اور اتنے سال میں قتل کر دیا جائے گا ایسی حالتوں اور صورتوں میں اگر کسی کا وار اتفاقاً چلتا بھی ہوتا ہے تب بھی وہ وار چل نہیں سکتا کیونکہ کوئی بشر قبل از وقت ایسا نہیں کہہ سکتا کہ قتل

کرنے والا کبھی گرفتار نہ ہو سکے گا خواہ تمام دنیا اُس کے گرفتار کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرے۔ یہی تو معجزہ اور خدائی طاقت اور زندہ پرمیشور کے علم غیب اور قدرت کاملہ کا ثبوت ہی کہ بذریعہ اشتہارات و اخبارات اس پیشگوئی کی اشاعت اپنوں اور بیگانوں کے ہاتھوں سے ہوئی اور تمام قوم آریہ اور ہنود اور اہل اسلام کی حقانیت اور بطلان کا معاملہ آپڑا اور فریقین بڑی انتظار میں تھے کہ جس قوم کے وکیل کی دعا کارگر ہوئی اور جس کا دشمن ہلاک ہو گیا وہی قوم راست باز کہلائیگی اور اُسی کے اصول اور اُسی کا مذہب مخالف اور مغلوب ہونیوالے فریق کو اختیار کرنا پڑے گا اور فریقین میں سے جو ہلاک ہو گیا اور جسکی دعا رد کیگئی وہ اور اُس کا مذہب علیٰ رُؤس الاشہاد غلط اور جادۂ راستی سے دور تسلیم کرلیا جاوے گا ؛

حق یہ ہے کہ اگر اسموقعہ پر پرمیشور نے دیدہ و دانستہ اپنے پیارے بندہ کی رعایت اور تائید نہ کی اور یا نہ کرسکا تو بہت ہی انصافی اور قابل مواخذہ حرکت اُس سے سرزد ہوئی ایسی بیوفائی اور غیریت اور ناآشنائی کبھی کسی نالائق آقا سے بھی ظہور میں نہیں آئی چہ جائیکہ اسکو پرمیشور کیطرف منسوب کیا جاوے۔ پس اب تمام آریوں اور راستی کے پیاسوں کیلیے ایک عبرت کا مقام ہے کہ اگر لیکھرام جیسے وید کے فدائی کی پرمیشور نے ذرہ مدد اور دستگیری نہ کی اور ویدک دھرم اور ویدک اصول کی لاج نہ رکھی تو ایسے قدیمی سنگدل بیرحم بےزبان اور بیکس وجود بے سود سے اور کس چیز کی اُمید ہو سکتی ہے ؟ ایسے نازک موقع میں اُسنے دعا قبول نہ کی تو پھر اور کونسا ایسا موقع ہو گا کہ اُسکی مدد اور نصرت پر بھروسہ کیا جاوے۔ جس حالت میں لیکھرام ساری عمر وید وید گاتا پھرا اور اُس نے اپنی جان و مال اور عزت و شرف وید کے پرمیشور کی عزت قائم کرنے کے لیے وقف کر رکھا تھا پھر ہر ایک حق پسند اہل علم و دانش پر فرض ہے کہ جلد تر ایسے پرمیشور اور اُسکی تعلیم سے کنارہ کشی کرے پیشتر اسکے کہ اُس کا ناک میں دم آجاوے اور سوائے دہریہ بننے کے اور کوئی راہ نہ سوجھے وید کے پرمیشور کی بھی بُری عادت ہے کہ وہ دعا قبول نہیں کیا کرتا کیونکہ زمانہ سلف کے آریوں کو بھی نیک بخت اسیطرح دم دیتا رہا ہے ایکطرف تو وہ کہتا ہے کہ مجھسے اسطرح دعا مانگو کہ "ہے سبھا اور قوم کے مالک آپ اُن لوگوں کو جو ہمارے ساتھ دشمنی کریں یا غیبت کریں۔ یا ہمارے ساتھ فریب کریں اُن سکو جلا کر خاک کر ڈالیے"

کا وکیل نہیں گردانا تھا سو واضح ہو کہ یہ بالکل دروغ بیفروغ ہے کیونکہ اگر اُسکو وکیل ویدک دھرم نہیں ٹھیرایا تھا تو قوم کے نے ہر جوانی کا انتخاب کیا اگر اُسے وکیل نہیں ٹھیرایا تھا تو بعد از وقت لیکھرام کی موت کے بعد اس راز نہانی اور بدگمانی کا کیوں جب تک پنڈت کی جوانی چال کی اور مقابلہ مباہلہ میں زندگی اور ناکامیابی آریوں کی اُمید وں کی قبلہ گاہ بنی ہوئی تھی اُسوقت تک شتے بادآمد۔ مگر اب کیا ہو سکتا تھا۔ مناسب تھا کہ جب اُس نے مباہلہ کیا اُسی وقت اُسکو جواب دیتے کہ لالہ صاحب ہم نہیں جانتے

دیکھو دیانندی یجروید بھاش صفحہ ۱۰۹۲) مگر دوسری طرف محمد غوری - سلطان محمود کو غلبہ بخشکر آریہ ورت کی وہ گت بنوائی کہ آریوں کو اس کے سوا اور کوئی بات بن نہ آئی کہ آیندہ پرمیشر کے وعدوں پر اعتبار نہ کیا جاوے یا ویدک دعاوں کے نیک بد اثر ہونے کا انکار محض کیا جاوے اگرچہ چوتھا حصہ وید کا دعاوں سے بھرپور ہے لیکن پرمیشور نے اپنا اعتبار آپ گنوایا ہے اور رہی سہی عزت سے ہاتھ دھو بیٹھا ہے ہمیں کسی اور کا کیا قصور - آپ بیتی اور آپ بیتی کا معاملہ ہے ۱؎

ہاں اسجگہ اتنا بیان کر دینا بھی ازبس ضروری ہے کہ حضرت مسیح الزمان ہادی الدوران صلوات الرحمن نے ہرایک کور باطن کے تمام عذرات کو پاش پاش کرنے کی غرض سے یہ بھی اعلان دیدیا تھا کہ اگر آریہ سماج لیکھرام کی ✻ موت کو خدا کے غضب اور لعنت کا نتیجہ نہیں

✻ **حاشیہ** بعض لوگ اپنی کم فہمی اور قلت تدبر سے یہ کہتے ہیں کہ بیشک لیکھرام کی نسبت جو پیشگوئی تھی پوری ہوگئی کہ وہ تاریخ اور وقت اور میعاد اور دن مقررہ میں ہی تمام شرائط مختلفہ کے مطابق ہلاک ہو کر اپنے مذہب آریہ کا باطل اور ہیچ ہونا ثابت کر گیا لیکن آتھم کی نسبت جو پیشگوئی حضرت مرزا صاحب نے کی تھی وہ پوری نہیں ہوئی بس اس غلطی اور قلت تدبر کا جواب یہ ہے کہ ہم مخالفین سے دریافت کرتے ہیں کہ تم بڑے سے بڑا صرف اتنا ہی اعتراض کر سکتے ہو کہ مرزا صاحب خدا تعالیٰ سے علم غیب اور الہام پا کر پیشگوئی نہیں کرتے بلکہ اپنی دماغی طاقتوں اور لوگوں کے امراض مخفیہ اور تقاضا و عمر وغیرہ کا ملاحظہ کرکے پیشگوئی کر دیتے ہیں - بس انکو یاد رکھنا چاہیے کہ مرزا صاحب نے منجملہ اور بہت سی پیشگوئیوں کے دو زبردست پیشگوئیاں کی ہیں ایک تو شصت ۶۰ سالہ بڈھے انسان کے حق میں کی ہے جسکی کیفیت یہ ہے کہ اگر یہ عبداللہ آتھم حق کیطرف رجوع نہ کرے گا یعنی اپنی شوخیوں اور اسلام پر بیجا حملوں اور توہین اور ہتک آمیز کلمات سے پرہیز نہ کرے گا تو وہ پندرہ ۱۵ مہینے کے اندر ہاویہ میں گرایا جاویگا اور دوسری پیشگوئی کی حقیقت یہ ہے کہ لیکھرام جو مضبوط مستنڈا اور تیس ۳۰ سالہ ہٹا کٹا جوان پنڈت ہے - اپنی گستاخیوں اور شرارتوں اور توہین و ہتک آمیز کلمات کی سزا میں جو اس نے اسلام اور بانیٔ اسلام کے حق میں لکھے اور رہے ہیں چھ سال کے اندر اندر دن کے

۱؎ - اے میری قوم ! اے میرے قدیمی مہربانو ! اے میرے پیارے بھائی بندو ! اے میری پیاری نیک طینت ماؤ اور میری زاد بوم کے بچو جوانو میں نہیں لانا چاہتا تھا مگر کیا کروں کس کے آگے روؤں اور کس کے آگے اور کس جنگل میں جا کر اپنے دل کا بخار نکالوں اور اس کا فرضی پرمیشر کن نرم الفاظ کے ذریعہ سے اسکی اصلاح کروں اور کن تہذیب کے الفاظ کا جامہ پہناؤں جس کا قول مباہلہ مذکورہ بالا سے ہر کس و نا کس

سمجھتی اور مباہلہ مذکور کی رو سے میری دعا کا اثر تجویز نہیں کرتی جس سے وید اور آریہ سماج کی مخالف تعلیم اور غلط اصول کا خدائی فیصلہ سے یکسر قلع قمع متصور کیا جاوے تو پھر دوبارہ آریوں کو موقع دیا جاتا ہے کہ ان میں سے کوئی مشہور و معروف جوان اور مضبوط کلیجہ والا آریہ اس امر پر پھر قسم اٹھا جاوے تو اس حالت میں ایسے قسم کھانیوالے کے لیے میں پھر بد دعا کروں گا پس اگر ایسا کرنے والا ایک سال کے اندر خدا کے قہر سے جسمیں انسانی ہاتھوں کی آمیزش اور منصوبہ متصور نہ ہو سکے تو بیشک مجھے (میرزا صاحب) لیکھرام کا قاتل اور آپ ہی منصوبہ قرار دیا جاوے لیکن اگر دوسرا بھی سال کے اندر آسمانی بلا اور غضب سے ہلاک ہو گیا اور ہم

بقیہ حاشیہ

چھٹے گھنٹے اور چھ کے چھٹے چھکے میں اور عید کے دوسرے دن ضرور بضرور ہلاک ہو جاوے گا اور کوئی اسکو بچا نہیں سکتا - اب ہر ایک محقق جان سکتا ہے کہ ظاہر عوارض اور بیماریوں اور عمر کے تقاضاء کو مد نظر رکھکر کوئی ایسا نہیں کر سکتا اور نہ کسی احمق مفتری نے کیا ہے کہ مضبوط جوان کے لیے تو یہ پیشگوئی کرے کہ یہ بہر صورت ہلاک ہو گا اسکو کوئی کسی صورت میں بچا نہیں سکتا اس کی موت اٹل ہے جو فلاں دن وارد ہو کر رہے گی اور ساٹھ سال کا بڈھا ضرور بچ جاوے گا بشرطیکہ یہ اپنی سابقہ شرارتوں اور افتراپردازیوں سے باز آجاوے - اب ہم صرف عقلمندوں سے پوچھتے ہیں کہ کیا کوئی احمق ایسا ہے کہ اپنی طرف سے جھوٹھ بولے اور یہ پیشگوئی کرے کہ فلاں جوان سی سالہ کسی حالت میں جانبر نہیں ہو سکے گا بلکہ اپنی کرتوتوں کی پاداش کو پہنچے گا اور فلاں شصت سالہ پیرمرد صحیح سلامت رہیگا اگر نرم دل ہو گیا اور رجوع الی الحق کر لیا پس ان دونوں پیشگوئیوں کو یکجائی طور سے دیکھا جاوے تو معلوم ہو گا کہ مرزا صاحب نے ان پیشگوئیوں میں ظاہری عوارض اور جسمانی کمزوریوں اور عمر کے تقاضاؤں کو ملحوظ خاطر نہیں رکھا بلکہ ان سب باتوں کا الٹ کیا ہے جس سے ہر ایک مادی خیالات والے انسانوں کے ظنون فاسدہ اور اعتراضات باطلہ کالعدم ہو جاتے ہیں پس اب بھی اگر کوئی بد اندیش اور بد نیت ان پیشگوئیوں پر اعتراض کرے تو اسکی مرضی - ہمنے حق و باطل میں فرق دکھلا دیا ہے مگر خبیث اور بد باطن اس صداقت سے بھی محروم ہی رہینگے جنکے دل نیز اپنی گذشتہ اعمال بد کیوجہ سے زنگ آلود ہیں

دوگوں انجام پذیر ہوتے پاتے تو تم ہی سوچلو کہ کیا کرتے اور کیا کہتے اور مسلمانوں سے کسطرح پیش آتے - خواہ کوئی مانے یا نہ مانے یکے آزموت ہے ہر شخص اپنے کرموں اور نیک و بد اعمال کے نتائج کا مصداق اور نشانہ ہو گا جہاں جھوٹوں اور حق پوشوں

(بقیہ مضمون حاشیہ صفحہ) ایسی امکانی صورت ذہن میں آسکتی ہے جسکی آڑ میں بیٹھکر میں اس دردمندانہ نوحہ اور مرثیہ کو قوم تک پہنچا سکتا ؟ ہرگز نہیں - سچ کہو - اگر تم لوگ (آریہ صاحبان) اس مباہلہ کو
حقیقت ہے کہ بل الانسان علی نفسہ بصیرۃ و لو القی معاذیرہ یعنی انسان اپنے نفس کی کرتوتوں اور سیاہ کاریوں اور حق پوشیوں کو اندر ہی اندر خوب جانتا پہچانتا ہے خواہ وہ لوگوں کے روبرو کیسے ہی عذر بیان کرے
غدار دنیا کو - قدم - کھینے والوں کے لیے رونا اور دانت پیسنا ہو گا + مٹ

(مرزا صاحب) صحیح سلامت رہے پھر ہر ایک دانشمند آریہ پر فرض ہے کہ مباہلہ کے نتیجہ یعنی بطلان مذہب آریہ کا اقرار کرے اور اسلام اور اس کے اصول حقہ کا اقرار کر کے نیکوں اور ان کے اصول کا پابند ہو لیکن افسوس صد افسوس کوئی نیک نیتی سے مقابلہ پر نہ آیا ایک شخص گنگا بشن نام خم ٹھونک کر آیا لیکن روپے وغیرہ کی تمنا کا اظہار اور عذرات وغیرہ پیش کر کے گیدڑ کیطرح دُم دبا کر بھاگ گیا۔ حق یہ ہے کہ لیکھرام کے قتل اور اس کے نتیجہ سے قوم کا دل ہل گیا تھا اس لیے تاب مقابلہ نہ لا کر وہ بھی بھاگا مگر اپنی گستاخی کی سزا پا گیا یعنی اسکے بعد بہت جلد ہلاک ہو گیا اور اسکی جوانی اور مضبوطی عمر و دولت افسری ماتحتی کسی کام نہ آئی۔ اللہ اکبر! کیسا معجزہ ہوا

اس بیان کے بعد بھی اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ اتفاقیہ طور سے صرف ایک لیکھرام کی نسبت پیشگوئی نہایت صفائی سے پوری ہو گئی لیکن اس سے یہ نہیں ہو سکتا کہ آریوں کی ساری قوم کے افراد اپنے اصول اور وید کی تعلیم کو باطل گردانکر اسلام اور اس کے اصول کو اختیار کر لیں اور مرزا صاحب کے نزدیک جو حلال و حرام اور دیگر امور کردنی و ناکردنی ہیں ان کو خدا کیطرف سے پسندیدہ اور تصدیق شدہ مان لیں کیونکہ بقول شیخ علیہ الرحمۃ

گاہ باشد کہ کودکِ ناداں * بغلط بر ہدف زند تیرے

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ صرف یہی ایک مباہلہ اور خدائی فیصلہ نہیں ہوا جس میں خدا تعالیٰ نے مرزا صاحب اور ان کے اسلام اور امور کردنی و ناکردنی کی تصدیق کی ہے بلکہ اسطرح کے کئی واقعات نے مرزا صاحب اور ان کے مذہب کی صداقت پر مہر کر دی ہے چنانچہ مولوی غلام دستگیر قصوری نے اپنی کتاب فصل رحمانی کے صفحہ ۲۷ میں یہ دعا کی کہ یا الٰہی ہم دونوں (مرزا صاحب و غلام دستگیر) میں سے جو شخص حق کو دیدہ و دانستہ ترک کرتا ہے اور تیری درگاہ میں مقرب اور مکرم معظم نہیں تو اُس کا ستیاناس کر کیونکہ تمام قوت عدالت اور انصاف تیرے ہی پاس ہے اور تو احکم الحاکمین ہے پس تو ایسا کر کہ فریقین میں سے جو جھوٹھ اور ناراستی کو اختیار کرتا ہے اسکو ہلاک کر کے صادق کی تصدیق کرتا کہ ایک کے ہلاک ہونے سے لاکھوں کے لیے حق و انصاف کا راستہ کھل جاوے اور جھوٹھ کا ناس ہو

۵۷۔ اختیار الاسلام۔ جلد ۲۔ مشتمل بر تفسیر انجیل متی و تردید عیسائیت لے ئے الف رحوائین جلد ادین۔ منہ

اور سچ کا بول بالا ہو- قربان جائیے اس دیالو اور ریاکاری رب العالمین پر کہ اُس نے تاریخ طبع کتاب مذکور کے بعد ایک ماہ کے اندر ہی مکذب و مباہل مولوی مسطور کو عذاب شدید میں گرفتار کر کے فنا کر دیا اور اسکی دردناک موت سے لوگوں کے لیے عبرت کا باعث ہوگئی اور لیکھرام کیطرح اپنی مخالفت میں اپنی قوم یعنی ہمخیال اور ہم عقیدہ لوگونکو شرمندہ کرگیا اور صدہا بحثوں کا یکسر خاتمہ کرگیا اسی طرح مولوی محمد اسماعیل علیگڈھی اور مولوی محی الدین المعروف بہ عبدالرحمن ساکن لکھو کے۔ اور حمید الدین پشاوری وغیرہ وغیرہ نے لیکھرام کیطرح مورد غضب الٰہی ہو کر اپنے اصول اور اعمال اور اقوال اور عقائد کو غلط اور سراسر باطل ثابت کردیا اور ہمخیال و ہم مذہب پر اتمام حجت کرگئے - اب بھی اگر کسی اندھے اور دنیا پرست کی آنکھیں نہ کھلیں اور کانوں کے جھپتے نہ نکلیں تو ہمیں ہمارا کیا قصور اور نقصان ہے - چونکہ خدا تعالےٰ نے نہ صرف ایک مقدمہ میں بلکہ کئی مقدمات میں اپنے ہاتھ سے قطعی فیصلہ دیدیا اور سب پر مرزا صاحب کو ڈگری دیدی اس لیے اگر اب بچوں کیطرح پھر بحث اور مباحثہ پر اصرار کرے اور کہے کہ فلاں امر گناہ میں داخل ہے اور فلاں کام ثواب کا موجب ہے اور اسطرح کے صدہا فروعی مسائل پیش کرے تو یہ نہایت کمینگی اور بدذاتی ہوگی گویا در پردہ یہ کہنا ہوگا کہ پرمیشور نے انصاف اور عدالت سے روگردانی کر کے نہایت قبیح اور مکروہ رعایت جھوٹوں سے کی اور بجائے جھوٹھ کے سچ کا ناش کر دیا گویا وہ منصف اور عادل اور رحیم و کریم نہیں یا اُس کا اختیار دنیا میں نہیں چلتا اور اس کے ارادوں اور کاموں پر جھوٹھے اور کاذب غالب آجایا کرتے ہیں پس اگر ایک سے ہی مقابلہ ہو کر فتح ہوتی تو بھی اہل حق اور انصاف کے گروید ونکو پرمیشور کے کیئے پر قناعت کرنی چاہیے تھی چہ جائیکہ بیسیوں میدانوں میں خدا تعالےٰ اپنے انصاف اور فضل و کرم سے اسلام اور اس کے اصول اور عقائد پر تصدیق کی مہر لگاوے - اگر دیدہ و دانستہ خدا نے سنت و دیاوں کے پُستک اور ست دھرم کا خاکہ اپنے ہاتھوں سے آپ اُڑایا ہے اور اپنے پرستاروں کے منہ کالے کرائے ہیں تو پھر ہمیں کوئی بھی افسوس نہیں اور نہ کوئی ڈر اور خوف اور کسیطرح کی اُمید دامنگیر ہے کہ ایسے فرضی پرمیشور کیطرف رجوع کریں الا ان یشاء اللہ +

پس اب مناسب ہے کہ یا تو آریہ سماج پرمیشور کو عادل اور منصف قرار دے اور اُس کے فیصلہ پر جو عدل اور انصاف پر مبنی ہے ایمان لا کر مشرف باسلام ہو ورنہ اُسکے دروازہ پر روئیں اور اپنے گریبان چاک کریں اور اُسکو مجبور کریں کہ کسیطرح نرہ پرماتما سنت دیانند کے پستک یا تودہ طوفان کی مدد کرے ورنہ اس سے جلد ترقطع تعلق کریں تا وہ کسی اور مصیبت میں گرفتار کرائے

ناظرین با تمکین دنیا...... منصفین کو معلوم و مفہوم ہو کہ جب ہم آسمانی فیصلوں کو پڑھتے ہیں تو ہمارے دلپر ایک عجیب رقت طاری ہو جاتی ہے اور بے اختیار دل سے یہ بات نکلتی ہے کہ سچ ہے قادر کرتار درحقیقت تو تمام عیوب اور نقائص سے پاک و صاف اور تمام صفات کاملہ و حسنہ سے متصف ہے کیونکہ تیری سرکار میں سکھا شاہی نہیں کہ حق اور ناحق کے فیصلے ہوں اور ایسا ہی ہونا چاہیے کیونکہ جس صورت میں ایک چھوٹا پولیس انسپکٹر چند ہفتہ کے بعد ذلیل اور خوار ہو جاتا ہے اور انسانی گورنمنٹ اُسکو دوزخ تک پہنچاتی ہے تو پھر ہم کیونکر اس آسمانی فیصلہ اور ربانی حکمنامہ کو دل سے شکر کے ساتھ قبول نکریں جسکی روسے لیکھرام ...... اپنے مذہب اور اصول کو اپنے ہاتھوں اور اپنی زبان اور قلم اور اپنی نامرادی و ناکامی کی موت سے دریا برد کر گیا +

ہاں اگر آریہ صاحبان پرمیشور کو انسانی گورنمنٹ سے بھی کمزور اور کم علم اور کم طاقت تصور کریں تو بے شک اُنھیں اُن کے اصول اور ست ودیاوں کا پستک مبارک ہو ہم ایسے پرمیشور اور تودہ طوفان کو دور سے اور ڈیڑھ ہاتھ سے سات سلام کرتے ہیں۔ پس جب عوام اور ائمہ

حاشیہ صاحبان یہ وہ باتیں ہیں جنھوں نے مجھے گھر سے بے گھر کر دیا اور گھر سے بجبر گھسیٹ کر پھر پر حذر میں رلایا اور اپنی پیاری والدہ کی چھاتی سے توڑ کر بیگانوں کے دروازوں پر دربدر کیا اور بجائے پدرانہ ناز و نعمت اور مادری شفقت کے بیگانوں کے جور و ستم کا تختۂ مشق بنایا اور بیچاری عمر رسیدہ ضعیفہ والدہ ماجدہ کے آخری عمر کے گھنٹوں اور آرام طلب دنوں کو دردانگیز آہوں اور فراق سے تلخ کیا اور اسکے گریبان اور چشم گریاں سے نہایت بیباکی کے ساتھ خون کے آنسو بہائے

الکفر کو یہ معلوم ہوگیا کہ درحقیقت وہ مالک حقیقی جو حَیّ قیّوم ہے مقابلہ اور مباہلہ میں مرزا صاحب کو فتح بخشتا ہے تو پھر ہر ایک نے لیکھرام کیطرح مباہلہ کرنے سے عمداً کنارہ کشی کی اور کوئی نہیں کہ لیکھرام کیطرح جرأت کرے اور ناک کی سیدھ دوزخ میں پہونچے ۔ پس ان خوفناک نظیروں کو دیکھ کر ہر ایک منکر اور بیدین کا حوصلہ ٹوٹ گیا اور اسکے مذہب اور اصول اور اسکے فرضی یا ذہنی خدا پر موت آگئی کیونکہ اسپر کوئی اعتماد اور بھروسا نہیں رہا چنانچہ ذیل کے بیان سے یہ امر ہر ایک پر منکشف ہو جاویگا کہ ہمارے مخالفین خدائی فیصلہ سے کسطرح بھاگے

بقیہ حاشیہ: میں ان تمام امور اور شکایتوں کو جو لکھی گئیں اور آیندہ دو حصوں میں بفضلہ لکھے جاوینگی بہتوں کے پیش کیا اور بہتیری سماجوں میں اپنے والدین اور خویش و اقربا کے ان پر درد حالات کا جن کے تصور سے بھی انسان کا کلیجہ پاش پاش ہوتا ہے اور بدن پر لرزہ پڑتا ہے واسطہ ڈالکر بھی ان امور اور اپنے مافی الضمیر کی عقدہ کشائی کرانی چاہی مگر میں نہایت تندی اللہ ترشروئی سے ہر ایک طرف سے راندہ گیا اور ہر ایک سماج سے دھکیلا گیا اور بعدازاں بلحاظ مایوسی باینغرض کہ کسی طرح اپنے والدین کے ملاپ سے ان کے کلیجہ میں ٹھنڈک پڑجاوے ہر ایک گلی میں گذرنے والے کے آگے اپنے آہ و نالہ کا دفتر کھول بیٹھنا اور ہر ایک گھر میں گھسنے والے کے خوفناک دمن کو ترساں و لرزاں ہوکر بجبرأت پکڑ بیٹھنا اور اپنی مذکورہ بالا چند مشکلات اور باقی چند مسائل اور احقاق حق اور ابطال باطل کیلحاظ نہایت تذلل و عجز و انکساری اور فروتنی سے انکی گرامی توجہ کو مبذول کرنا چاہتا مگر بجائے جواب باصواب کے ہر ایک سینہ پر کینہ سے درشتی اور طعنہ و تشنیع (بیہودہ اعتراضات براسلام از کتب غیر مستند) کے بدبودار الفاظ کا ہدیہ لیکر تشنہ آب کیطرح اپنے والدین کے ملاپ کو دور سے مایوس ہوکر سراب کیطرح دیکھتا اور سریع و النہاب سے ہر ایک عزیز و اقارب کے پر جوش محبت کے سیلاب کو محسوس کرکے اپنا کلیجہ تھام تھام کر سہارا دیتا اور بناوٹ سے بمشکل اپنی رونی صورت کو دور کرکے لوگوں میں بیٹھنے کے قابل ہوتا ۔ اور اپنی قوم کی حالت پر ملالت دیکھ دیکھ خود ہی رو لیتا اور پاس بیٹھنے والونکو اپنی چشم پرآب دکھا کر رلاتا اور اپنا دردناک قصہ سنا کر ان کے آنسو بہاتا اور ظالمانہ طور سے ان کے

ہیں ہاں بچوں کیطرح بحث و مباحثہ پر شور برپا کرنا چاہتے ہیں + جس میں شور و غوغا مچاکر حق و باطل میں گڑبڑ ڈالدیں +

بقیہ حاشیہ اور کلیجوں کو گویا قصابوں کی چھری سے چھیلتا تھا اور بعض اوقات ہندنی ماؤں کو اپنا حال سناکر اور اُن کی پوری محبت کو جوش میں لاکران کے پیار اور دلاسہ کو حاصل کرتا اور اُنھیں روتے ہوئے گھر بھیجتا..... مگر اپنے مقصود و مطلوب کو نپاتا۔ میں اب اپنی اس حالت کو کہ آنکھوں سے آنسو جاری ہیں اور دل پر ہر طرح کے خیالات مستولی ہیں زیادہ طول نہیں دینا چاہتا کیونکہ ممکن ہے کہ بہنوں کے دلونکو درد پہونچے اور انکی آنکھیں خون روئیں اور بجائے فائدہ کے نقصان اُٹھائیں اور بہت سی مائیں اِس پُر درد ماجرے کی کہانی موسم سرما میں چولھوں کے پاس بیٹھ بیٹھ کر آدھی آدھی رات تک سننے والیونکو سنائیں اور انجام کار اُن کو روتے ہوئے بستروں پر پہونچائیں اور حال سے بیحال ہو کر اپنے بال نوچیں اور گریبان پھاڑیں اور ظالموں کے حق میں کچھ کا کچھ کہیں سنگدل ہے وہ دل جو میری اس حالت پر نرم نہیں ہوتا اور رحم نہیں لاتا۔ تعجب ہے وہ آنکھ جو اس ماجرے پر آنسو نہیں بہاتی۔ اور بیرحم ہے وہ شخص جو اغراض کردہ بیانات اور ہر سہ حصص کتاب ہذا کی ماہیت اور حقانیت کا مناسب اندازہ لگاکر منصفانہ ریویو نہیں کرتا اور سفاک اور بیدرد ہے وہ ایڈیٹر جو اپنے فرض منصبی کی حیثیت سے میری اس کتاب کے ہر ایک مسئلہ کو قوم کے آگے پیش کر کے میری داد خواہی نہیں کرتا + منہ

۱۵ بقیہ + ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ دنیا میں عقلی دلائل اور مباحثات سے قطعی فیصلہ کبھی نہیں ہؤا اور نہ ہوگا ہے چنانچہ ہزاروں مباحثات اور لاکھوں کتابیں لکھی جاچکی ہیں۔ لیکن فیصلہ اس بات کا کہ ایک سکول کے ہزار لڑکوں میں سے کس لڑکے کے عقائد اعمال اور اقوال درست اور صحیح ہیں صرف لڑکوں کے عقلی دلائل سے سرانجام کو نہیں پہونچتا جب تک کہ اُستاد خود فیصلہ نہ کرائے۔ کیونکہ کوئی ایسا نہیں جو اپنے طریق اور مذہب کو درست اور صحیح نہ کہے۔ پس بہتر یہی ہے کہ سب لڑکے اُستاد سے ایک بیش بہا نعمت مانگیں پھر وہ حکیم اور واقفکار نیک اُستاد اسی لڑکے کو وہ چیز

ناظرین باتمکین کو معلوم ہوگا کہ دو برس کا عرصہ ہوکہ ایک ...... امرتسری مولوی صاحب قادیان آئے تھے اور کہتے تھے کہ میں حق و باطل میں فیصلہ کرنے کی غرض سے آیا ہوں میں نے عرض کی کہ آپ کسطرح حق و باطل میں مرزا صاحب سے فیصلہ کرنا چاہتے ہیں ؛

مولوی صاحب - ہم جو کچھہ کریں گے دیکھ لینا ؛

خاکسار - آپ کو حق و باطل میں جو فیصلہ کرنا یا کرانا ہے مہربانی سے ہمیں بھی کچھہ بتلاویں ورنہ میں ایک آسان تر فیصلہ کی اقرب راہ پیش کرتا ہوں ؛

مولوی صاحب - آپ ہی کہیں ؛

خاکسار - مولانا ! آپ کو حق و باطل میں تصفیہ کے لیے قادیان آنے کی چنداں ضرورت نہ تھی وہیں امرتسر میں ہی بیٹھے بٹھائے فیصلہ ہوسکتا تھا اور کسیکو ایسے فیصلہ میں انگشت نمائی کی گنجایش بھی نہ رہتی اور وہ راہ فیصلہ کی یہ ہے کہ جو مولوی غلام دستگیر قصوری نے اختیار کی پس آپ مولوی غلام دستگیر کیطرح چند سطور اشتہار میں وہی دعا شائع کردیتے - جو لیکھرام اور مولوی محی الدین اور چند اور مخالفوں نے شائع کی اور اُس کا نتیجہ اسی جہان میں دیکھ لیا اور آپ بھی خدا تعالٰی کے فیصلہ کا انتظار اور اُسکے نتیجہ کا انجام دیکھتے - یا قبولیت دعا اور قرآنی حقائق و معارف میں مقابلہ کرتے جو صلحا اور اولیاء اللہ کی شناخت کا معیار ہے تاکہ دینی علم اور قرآن کے حقائق و معارف کا موازنہ ہوجاتا اور قبولیت دعا اور تائید الٰہی جو صرف راستباز فریق کے شامل حال ہوا کرتی ہے حق و باطل میں صاف فیصلہ کردیتی -

---

بقیہ حاشیہ چیز عطا کرے گا جو ازروئے اعمال اور اقوال کے اس نعمت کا مستحق ہے پس جب اُستاد ایک بے بہا نعمت اپنے فرمانبردار کو دیتا ہے تو وہ رَبُّ الْعٰلَمِیْن وہ بے بہا نعمت یعنی دشمن کی ہلاکت اپنے فرمانبردار بندہ کو کیوں ملاحظہ نہ کروائے - اور اُس کے اصول اور تعلیم کو عروج کیوں نہ دے - پس اب کسی آریہ کا مرزا صاحب سے مباحثہ کی خواہش کرنا ایسا ہی جیسے ہزار لڑکوں کا آپس میں عقلی دلائل سے فیصلہ ڈھونڈنا عبث اور طفلانہ حرکت ہے - کیا کبھی لڑکے عقلی دلائل سے ایک اور صرف ایک ہی نتیجہ پر پہونچ سکتے ہیں - کیا وہ اپنی چند روزہ فرصت سے لاکھوں مسائل کو جو پیچ در پیچ ہیں دو چار گھنٹہ کے مباحثہ میں لے کر لپیٹ لیں گے ؟ عقلی دلائل سے بحث ایک وقت تک ہوتی ہے آخر وکیلوں کی تقریروں کے بعد جج (ایشور) فیصلہ اور ڈگری کردیا کرتا ہے ایسا نہیں کہ ساری عمر وکیل جھگڑتے رہیں اور مجسٹریٹ تابود ہوکر تماشا دیکھتا رہے -

پس جب میں نے مولوی صاحب کو مولوی غلام دستگیر صاحب وغیرہ کے فیصلہ اور دعا کی طرف توجہ دلائی مولوی صاحب ایسے خاموش اور گم ہوئے کہ گویا آپ قادیان یا دنیا ہی میں نہیں آئے۔ بعد ازاں میں نے تمام حاضرین جلسہ کی خدمت میں عرض کی کہ آپ سب صاحب فرمائیں کہ اب میں کس شخص کو ملعون اور کاذب سمجھوں اور کسکو مقبول اور محبوب الٰہی قرار دوں۔ کیونکہ ایک طرف تو مرزا صاحب ہیں جن کی دعائیں صدہا ہزارہا لکھوکھہا مقامات پر قبول ہوکر بدیہی ثابت ہوئیں اور اسوقت امرتسری مولوی صاحب آپ کے روبرو اس ربانی فیصلہ کا نام سنکر چپ اور دم بخود رہ گئے ہیں اور دوسری طرف میں ایسے لوگوں کو پاتا ہوں کہ وہ زبانی مباحثات اور تو تو میں میں کا بہانہ کرکے شور وغوغا کے نامعقول ذریعہ سے ناجائز فتح و نصرت کے خواہاں ہیں۔ اگر کہا جاوے کہ تم بہرحال مرزا صاحب کی نسبت اپنے تئیں زیادہ نیک اور پاک طینت یقین کرتے ہو پھر قبولیت دعا اور تائید الٰہی میں مقابلہ کرنے سے کیوں گریز کی جاتی ہے۔ پس اے حاضرین جلسہ (جس میں قریباً بیس آدمی تھے) آپ سب صاحب گواہ رہیں اگر خدانخواستہ بوجہ بیعت و ارادت و اتباع و پیروی حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود سلمہ اللہ الودود مجھے حشر کے روز جہنم کیطرف لے جائیں تو میں اس امرتسری مولوی صاحب کا دامن پکڑ لونگا ان کے گلے میں دوپٹہ ڈالکر دوہائی دونگا کہ الہ العالمین میرا کیا قصور ہے پہلے انکو پکڑو۔ کہ ان لوگوں نے خوب سمجھ لیا ہے کہ مرزا صاحب خدا کے مقبول و محبوب بندہ ہیں اور بوجہ مامور من اللہ ہونے کے ہر ایک میدان و مکان میں انکی فتح ہوتی ہے اور انکی دعائیں مقبول و مستجاب ہوتی ہیں اور ان کے مخالفوں کے منہ کالے ہو جاتے ہیں مگر پھر بھی دیدہ و دانستہ آسمانی فیصلہ سے کترا کر بحث و مباحثہ میں پبلک کو دھوکا دینے کی کوشش کررہے ہیں اور لاکھوں کو جادۂ راستی اور حق و حقیقت سے گمراہ کررہے ہیں کیا مرزا صاحب نے تو انجام آتھم میں لکھا تھا کہ اگر ہزار مخالف بھی مجھسے مباہلہ کریں تو تمام ہلاکت و نامرادی کے گڑھے میں پڑینگے اسلئے دیکھ لیا ہر ایک کو حق پہنچتا ہے کہ انکو کاذب سمجھے۔ کیا انکو خدا پر بھروسہ اور امید نہیں رہی۔ کیا مفتری ایسے زبردست دعوے کرسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ حالانکہ مرزا صاحب کی عمر ستر سال کے قریب ہے اور مخالفین علی العموم جوان اور مضبوط اور توانا اور عمدہ

صحبت کے ہیں +

مولوی صاحب۔ دھیمی اور دبی آواز سے بولے کہ امرت سر میں تین روز ہمارے پاس ٹھہریں تو ساری بات سمجھا دینگے +

خاکسار۔ کیا یہ مسنون طریق ہے کہ اکیلے اور تنہا کو تبلیغ کی جاوے یا کوئی راز کی بات ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو علی الاعلان اور گلی کوچوں بازاروں میں بھی تبلیغ کیا کرتے تھے۔ آپ براہ مہربانی یہیں سمجھا دیں باقی پھر دیکھا جاوے گا +

مولوی صاحب۔ تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام کیوں لیتے ہو؟ +

خاکسار۔ اسوۂ حسنہ کے طور پر اُن کا نام نہ پیش کروں تو کیا کم بخت فرعون کا نام لوں اور اُس کا طریق بدپیش کروں۔ بہتر ہے کہ آپ حاضرین کو بھی فائدہ پہنچاویں۔ مگر مولویصاحب کی نیت بخیر نہ تھی اور اسی طرح ٹال مٹول کرتے رہے۔ ولیکن میں ایسی باتوں پر کب اطمینان حاصل کر سکتا تھا۔ پھر مینے عرض کیا کہ مولوی صاحب! دیکھو! میں نے اپنے خویش و اعزہ و اقربا سے صرف حق کیخاطر علیحدگی اختیار کی ہے اور بہت کچھ نقصان اُٹھایا آپ للہ مجھپر رحم کریں آپ مولوی غلام دستگیر کیطرح چند سطور لکھکر شائع کردیں یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح مباہلہ کریں جیسا کہ ابو جہل نے جنگ بدر میں کیا تھا اور اسکی بد دعا غلام دستگیر کیطرح اُسی پر الٹ پڑی تھی +

مولوی صاحب (جھنجھلا کر) اجی تم پھر آنحضرت کا نام لیتے ہو +

خاکسار۔ آپ فرمائیں کیا نمرود و ہامان کا نام لوں اور انکا طریق پیش کروں۔ آپ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نام سے کیوں دق ہوتے ہیں مولوی صاحب! اسمیں کیا سر ہے۔ جس صورت میں ابو جہل صادق کی بد دعا اور مباہلہ سے داخل جہنم ہو گیا اسی طرح اب بھی جھوٹھا اور کاذب اپنی پاداش کو پہنچ جاوے گا۔ آپ خدا تعالی پر بھروسہ کریں وہ اندھا دھند فیصلہ نہیں کرتا اگر در اصل کچھ دال میں کالا ہے یا کوئی اندرونی میں مقابلہ کے لیے جرأت نہیں دکھلاتا تب بھی برملا اس سے پبلک کو اطلاع دیں خواہ فتنہ پردازی ہو پبلک کو دھوکا نہ دیں +

یاد رہے کہ یہ بزدلی جو درحقیقت جھوٹھ کی بے بنیاد اور کھوکھلی جڑ سے پیدا ہوتی ہے نہ صرف آریوں اور مولوی ثناء اللہ وغیرہ سے ظہور میں آئی ہے بلکہ ہر ایک مخالف دین اسلام سے

یہ بدبختی کے آثار منودار ہوے ہیں ان میں سے تو ابو جہل ہی دلاور اور دل کا مضبوط نکلا۔ کیونکہ اُس نے کفر کے لیے سینہ سپر ہو کر مباہلہ کیا اور اپنی قوم پر جان قربان کی لیکن ان لوگوں کے اسلام پر افسوس کہ یہ لوگ اپنے زعم میں لاکھوں مسلمانوں کو گمراہی میں مبتلا ہوتے دیکھکر چپ چاپ بیٹھے ہوے ہیں لیکن اتنا رحم نہ آریوں کو آتا ہے نہ عیسائیوں اور نہ مسلمانوں کو کہ حق و باطل میں فیصلہ کر کے ثواب دارین حاصل کریں۔ قصہ کوتاہ دنیا کا یہ حال ہے کہ صرف نام کے مسلمان ہی روحانیت اور برکات اور تائیدات الٰہیہ سے محروم اور بے نصیب نہیں بلکہ آریوں سکھوں اور عیسائیوں وغیرہ میں سوائے بیہودہ بکواس اور جھوٹی منطق اور بیجان تقریروں اور سب و شتم کے بدبودار لفظ کے اور کچھ نہیں۔ زبانی بحث و مباحثہ کرنے کو ہر ایک طیار ہے حتی کہ ایک چوڑھے سے بھی میں نے پوچھا کہ تو اپنے مذہب کے ثبوت میں کچھ بول سکتا ہے اُس نے جواب میں اپنی سی بہت ہی کوشش کی اور اس بات کا یقین دلا دیا کہ الفاظ اور باتوں کی کمی نہیں ہر ایک خاکروب اور آریہ بحث کرنیکو طیار ہے لیکن یہاں بات تو یہ ہے کہ اُس ربّ العالمین کی ہستی مہربانی اور شفقت کا اس وقت اس دنیا میں زندہ اور تازہ ثبوت کیا ہے جسکی خاطر ہر ایک منش عزّ و شرف اور مال و جان کو قربان کرنیکو ہمہ تن طیار معلوم ہوتا ہے۔ پس خوب یاد رکھو کہ ان لوگوں کے نزدیک خدا ایک موہوم اور نامعلوم چیز کا نام ہے جو رسماً زبان پر چڑھا ہوا اور عملی حالت گناہ اور نجاست سے آلودہ ہو کر سخت ناپاک اور قابل نفرت ہو گئی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خدا سے اتنا بھی نہیں ڈرتے جتنا کہ ایک سپاہی سے خوف دامنگیر ہوتا ہے۔

ناظرین غور فرماویں کہ آیا ان صداقتوں اور خدا کی تائیدوں کو دیکھکر کوئی اسلام میں داخل ہو یا نہ ہو۔ اور دیگر فرق باطلہ و مخالفہ کے سرکردوں کو گریز کرتے ہوے دیکھکر حق قبول نہ کرے تو اور کیا کرے۔ میں بذات خود ان باتوں کا مشاہدہ و معائنہ کر چکا ہوں اور الہام کی لذت اور سرور کو محسوس کر چکا ہوں۔ پس میں الہام الٰہی اور خدا کی متواتر تائیدوں سے ایمان کی ترقی محسوس و مشہود کر کے اور کہاں جاوں اور کون سے بشپ اور آریہ سماج کے پردھان کی قدمبوسی کروں جو ان امور سے قطعاً منکر ہیں وہ کہتے ہیں کہ ایک دوست دوسرے کی مدد کر سکتا ہے

لیکن خدا اتنا بھی نہیں کر سکتا - ایک آقا اپنے ملازم کا قصور معاف کر کے مہربان کہلا سکتا ہے
مگر پرمیشور حسب اصول آریہ سماج ایسا نہیں کر سکتا ✱

حاشیہ ✱ آریوں کا اصول ہے کہ پرمیشور ہر ایک گناہ کی سزا جتنی مقرر ہے اتنی ہی دیتا ہے اور اس سے ذرہ کم نہیں کرتا کیونکہ عدل نہیں رہتا - ہم پوچھتے ہیں کہ اگر کوئی جج کسی مجرم کو بجائے چھ سال کے پانچ سال سزا دیدے تو کیا وہ جج بے انصاف اور مجرم اور ظالم کہلائے گا؟ بلکہ اس نرمی کو رحم کہتے ہیں - اگر اس نرمی کو بے انصافی اور ظلم قرار دیا جاوے تو کوئی حاکم عادل اور منصف نظر نہ آئیگا اگر کوئی آریہ منصف ہو تو شاید وہ ہر ایک دفعہ کی پوری کی پوری سزا دیتا ہوگا مبادا کہ پرمیشور اسکو ظالم اور بے انصاف سمجھکر نرک میں داخل کرے - اگر کسی مجرم پر رحم نہیں کرنا چاہیے تو خدا نے انسان میں رحم کی صفت کیوں رکھدی - اس کمی اور نرمی کو رحم نہیں کہتے جس سے مزید شرارت اور بدی کی تخم ریزی ہو - اس صورت میں تو باقی مخلوق پر ظالم کو جرأت پیدا ہوتی ہے - پس رحم وہ ہے جس کا نتیجہ مجرم اور تمام لوگوں کے لیے سراسر رحم ہو - بعضوں کی فطرتیں ایسی ہوتی ہیں کہ اگر انھیں سزا دیجاوے تو وہ اور ضد اور کینہ میں بھر کر دونا ظلم وستم کا ارتکاب کرتے ہیں لیکن اگر صرف چشم نمائی کی جاوے تو انکی اصلاح ہو جایا کرتی ہے جیسے کہ یہ عمل اکثر دنیا میں دیکھا جاتا ہے اور کوئی نیک نیت اس امر سے گریز یا انکار نہیں کر سکتا جس صورت میں حسب فرمودہ سوامی جی پرمیشور اسیطرح دنیا کا مالک ہے جسطرح زید اپنے گھر اور بچوں کا مالک ہے پھر اگر کوئی والد اپنے صغیر سن معصوم بچہ کی سہو اور خطا پر درگزر کر جاوے تو وہ کونسا ظالم ٹھیر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں اگر ہر ایک والد اپنے ننھے منے بچہ کو ہر ایک بھول اور لغزش پر مارتا جاوے تو جو کچھ اسکی عادات اور قویٰ پر بد اثر پڑے گا وہ سب پر ظاہر ہے کیونکہ وہ مار کا عادی ہو کر ہر ایک گناہ کا پیٹ بھر کر ارتکاب کریگا جیسے بعض مجرم بار بار جیلخانہ دیکھ کر اسکی حقیقت سے واقف ہو کر پھر خوشی خوشی جرم کرتے ہیں پس جسطرح گھر کا مالک پانچسالہ بچہ کی کئی ایک خطاؤں سے درگذر کرتا ہے اور ہر ایک لغزش پر قصاب کیطرح اسکے سر پر نہیں چڑھتا اور ظالم اور نا انصاف نہیں ٹھہر سکتا اسی طرح بقول سوامی جی پرمیشور بھی بعض امور کے خلاف ورزی کو درگذر

بالآخر ہم مختصراً عرض کرکے اس مضمون کو ختم کرتے ہیں اور ہر ایک کو یقین دلاتے ہیں کہ مدت ہوئی کہ حضرت ابراہیمؑ کے مقابلہ میں ایک نمرود بادشاہ تھا جو الہام اور وحی اور تائید الٰہی کا منکر تھا اور حضرت موسیٰؑ کے مقابلہ میں فرعون بادشاہ تھا جو خدا کو قادر مطلق نہیں مانتا تھا بلکہ خود اپنے تئیں خدا کہلاتا تھا اسیطرح آریہ لوگ اپنے وجود کو بلکہ ہر ایک ذرہ کو اپنا آپ خدا قرار دیتے ہیں۔ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں ابوجہل اور دیگر عمائد مکہ تھے یہ سب دو پہلوؤں میں منقسم تھے ایک پہلو میں تو دعاؤں اور انکی تاثیروں کے قائل تھے اور خدا تعالیٰ کو حی و قیوم اور اپنے بندوں سے ہمکلام ہونے والا سمجھتے تھے اور جزا و سزا اور قیامت کو برحق مانتے تھے اور باری تعالیٰ کو ارواح اور مادہ کا پیدا کنندہ جانتے تھے۔ لیکن دوسرے مخالفین جو ان بزرگوں سے آمادہ پرخاش ہوئے وہ نہ پرمیشور کو نیست سے ہست کرنے والا مانتے تھے اور نہ خدا تعالیٰ کو روح اور مادہ کا پیدا کنندہ اور دعاؤں کا قبول کرنے والا مانتے تھے۔ پس تاریخ گواہی دیتی ہے کہ ان بزرگوں کا کیا حال ہوا جو خدا تعالیٰ کی نسبت اسلام جیسا یقین اور ایمان رکھتے تھے اور ان منکر بادشاہوں کا کیا حال ہوا جو باری تعالیٰ کے مقبول بندوں مثل حضرت ابراہیمؑ و موسیٰؑ و عیسیٰؑ و محمدؐ علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مزاحم اور مخالف ہوئے عظیم الشان ایک عبرت انگیز واقعہ کو دیکھکر اس مہلک رستہ سے پرہیز کرنا ہے جسمیں سیکڑوں کو خناس نے دکھ اور درد کی مار کا شکار بنایا اور دنیا سے خائب و خاسر ہو کر باقیوں کے لیے عبرت کا باعث ہوئے بہرحال تاریخ پکار پکار کر کہتی ہے کہ صدہا مرتبہ مادہ اور روح کو انادی جاننے والے اور خدا کو مکالمہ و مخاطبہ اور الہام اور وحی سے خالی تجویز کرنے والے راستبازوں اور الہام کے قائل لوگوں کے مقابل میں ذلیل اور حقیر ہو کر اس غدار دنیا سے ناکام گذر گئے۔ اسی طرح اس زمانہ میں بھی دو گروہ ہیں ایک گروہ میں تو حضرت اقدس مرزا غلام احمد علیہ السلام من اللہ الصمد ہیں جو مظفر و منصور گروہ میں منسلک ہیں اور دوسرے گروہ میں آریہ لوگ بدقسمتی سے شامل ہیں اور اس جماعت کے ممبر ہیں جنہوں نے صدہا مرتبہ گذشتہ صدیوں میں خذلان اور ناکامی کا منہ دیکھا ہے اور سوائے ہلاکت اور بدانجامی کے اور کچھ ان کے حصہ میں نصیب نہیں ہوا۔ پس ایکس امید پر

یہ لوگ حق کا مقابلہ کرتے ہیں۔ کیا اب اُمید ہو سکتی ہے کہ اسلام والوں کے مقابلہ میں مادہ اور ارواح کو انادی ماننے والے یا نیوگ کے قائل مہاشے کامیاب ہو جاویں گے؟ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ پس جس صورت میں فرعون نمرود ابوجہل وغیرہ وغیرہ ایسے کر موں کی پاداش کو پا کر اپنے اصول اور کردار اور گفتار کو قابل گرفت اور زیر الزام قرار دے گئے پھر کیونکر ہو سکتا ہے کہ ان نامبردہ اشخاص کے چیلے ابراہیم۔ موسیٰ عیسےٰ محمد صلی اللہ علیہم وسلم کے حامیوں اور مددگاروں اور اُن کے اصول پر عملدرآمد کرنے والوں پر غالب آجاویں گے ہیں تازہ بتازہ واقعہ لیکھرام نے دنیا کو از سر نو ایک اور مظفر و منصور گروہ کے اعمال گفتار اور کردار کی تصدیق کر دی ہے اور مغلوب و مغضوب گروہ کی تکذیب بھی از سر نو آیندہ نسلوں کے لیے پوری صفائی سے کر دی تاکہ کسی متلاشی حق کو ہر ایک فروعی مسئلہ اور تھوڑی تھوڑی بات پر عقلی بحث اور مباحثہ نہ کرنا پڑے۔ پس تمام بہری قوم کو کان کھولکر سُن لینا چاہیئے۔ کہ ایک گروہ (اسلام) تمام صفات کاملہ سے موصوف اور تمام نقائص اور معائب سے مبرا یقین کرتا ہے اور اس گروہ کا اکثر حصہ اخلاق فاضلہ سے موصوف اور فسق و فجور اور ہر ایک مکر و فریب سے اور شرارت و فتنہ سے بیزار ہے اور اُدھر دوسری طرف (اہل وید) مخالف گروہ کا یہ حال ہے کہ ایک بے سر و پا کتاب کے پابند ہیں جس کا مطلب اور ترجمہ آجتک کسی نے سمجھا ہی نہیں اور وہ نیوگ جیسے گندے مسئلہ کو واجبات اور ضروریات سے سمجھتے ہیں اور خدا تعالےٰ کو ایک پتھر کی طرح بے حس و حرکت مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ ایک مکھی بھی بنا نہیں سکتا۔ تا وقتیکہ اسکو اپنی طرح قدیم بالذات مادہ اور روح ... ہاتھ نہ لگے۔ اور بعض انسان کے بچہ کو خدا اور خدا کا بیٹا خیال کرتے ہیں حالانکہ اُس بیچارہ اور بیکس و عاجز نے خدائی کا کوئی بھی کام نہیں کیا بلکہ معمولی درجہ کے انسانوں سے بھی گرا ہوا مانتے ہیں۔ بلکہ انکو چاہیے تھا کہ کسی عظیم الشان بادشاہ کو ہی خدا کا بیٹا مان لیتے تاکہ کچھ کر کے خدائی کے ثبوت دکھاتا۔

قصہ کوتاہ ان دو قسم کے لوگوں کو میں دیکھتا ہوں اور حیران ہو ہو کر دل ہی دل میں کہتا ہوں کہ اگر حقیقت بر بشر ایسا ہی ضعیف و ناتوان بے دست و پا ہے تو انکی طاقتیں

ہر دو اہل اسلام کی ... قرآن شریف ... اسلام کی

محدود ہیں اور اپنوں اور بیگانوں میں اور فرمانبرداروں اور نافرمانوں میں کوئی امتیازی نشان نہیں دکھلا سکتا تو میں سچ سچ کہتا ہوں کہ میں ایسے پرمیشر کا ہرگز خواہاں نہیں اور نہ مجھے اُس کی پرواہ ہے میرے لیے اس کا ہونا نہ ہونا یکساں ہے لیکن میں ایسے زبردست قدوس قادر مقتدر کا معتقد ہوں اور اُسکے آستانہ پر سر بسجود ہوں کہ جو چاہتا ہے سو کرتا ہے اور کر سکتا ہے بجز اس کے جو اس کی اعلیٰ شان اور مواعید کے منافی ہو +

پس جب ہم اس امر سے فارغ ہو چکے کہ اسلام کی حقیقت کیا ہے اور خدا تعالےٰ کی تائید و نصرت کس مذہب والوں کے شامل حال ہے اور کن کے اعمال و اقوال اُس کی نظر میں پسندیدہ ہیں تو قرین قیاس اور عین انصاف معلوم ہوا کہ اسلام کے مخالف خصوصًا آریوں کے اعمال اور اقوال کو پیش کریں جو اپنے تئیں خالی ہاتھ ہو کر نجات کا دعوےٰ کر رہے ہیں۔ بس ہمیں دیکھنا چاہیے کہ آیا خدا کی مدد اور نصرۃ ان کو شامل حال ہے یا پرمیشر نے اُن کو ایسا چھوڑ دیا ہے کہ پھر کبھی بھولکر بھی اُن کی خبر نہ لی +

بعض کوتاہ اندیش و خیرہ چشم عمدًا کذب و بہتان سے کام لینے والوں نے کہا کہ لیکھرام نے مباہلہ میں ہنسی اور ٹھٹھے سے کام لیا تھا دراصل خدا تعالےٰ کو حاضر ناظر سمجھکر یقینی طور سے حق و باطل میں فیصلہ نہیں چاہا تھا۔ پس اس نہایت ناپاک اور بدبودار جھوٹھ کو یا آخر الحیل کو پاش پاش کرنے کیلیے چند سطور مشتمل بر اصل عبارت لیکھرام ہدیۂ ناظرین کرکے اہل انصاف سے نہ کہ تعصب کی پٹی آنکھوں پر باندھنے والوں سے داد چاہتے ہیں تا کہ پبلک پر بخوبی اصل حقیقت واضح ہو جاوے کہ آیا پنڈت جی مہاراج نے جھوٹھ بولا تھا یا لوگوں کو ہنسی اور ٹھٹھے سے دھوکا دیا تھا یا بدرستی ہوش و حواس پاک پروردگار سے سچے فیصلہ کی استدعا کی تھی اے ناظرین لیکھرام جی کی اصل عبارت کو ذیل میں دیکھکر سچوں اور صادقوں کا ساتھ دیں اور جھوٹھوں پر لعنت بھیجکر اپنے دین و ایمان کو بد اندیش کوتاہ بین گمراہوں سے بچاویں کیونکہ خناس بعض اوقات انسانی جسد میں بروز پذیر ہو جاتے ہیں۔ اور وہ عبارت مباہلہ لیکھرام کی یہ ہے جو کلیات آریہ مسافر کے صفحہ ۵۸۴ - ۵۸۵ سے نقل کی ہے

"میں نیاز البیام لیکھرام ولد پنڈت تارا سنگ اقرار صحیح بدرستی ہوش و حواس کرکے کہتا ہوں کہ مجھ پر مرزا صاحب کی دلیلوں نے کچھ اثر پیدا نہیں کیا اور نہ وہ ہستی سے متعلق ہیں میں اپنے جگت پتا پرمیشور کو ساکھشی جانکر اقرار کرتا ہوں

کو ہر چہار وید کی تعلیم کو درست یقین کرتا ہوں اور بیں وید کی رو سے اثبات پر کامل و صحیح یقین رکھتا ہوں کہ چاروں وید ضرور ایشور کا گیان ہے ان میں ذرہ بھی غلطی یا جھوٹھ یا قصہ کہانی نہیں توریت۔ زبور قرآن کو بناوٹی اور جعلی خیال کرتا ہوں لیکن میرا دوسرا مخالف مرزا غلام احمد ہے وہ قرآن اور اُسکی تعلیمات کو منجانب اللہ یقین کرتا ہے اور ویدوں اور ارواح اور مادہ کو انادی تجویز نہیں کرتا اور انھیں غلط یقین کرتا ہے اے پرمیشور ہم دونوں میں سچا فیصلہ کر اور جہالت و تعصب و جور و ستم کا ناش ہو کیونکہ کاذب صادق کی طرح کبھی تیری حضور میں عزت نہیں پا سکتا۔ (دستخط لیکھرام)

مذکورۃ الصدر بیان سے ہر ایک نیک نیت سمجھ سکتا ہے کہ لیکھرام نے کونسی جگہ ٹھٹھے اور ہنسی سے مذاق کیا تھا اگر اس سارے بیان میں لیکھرام نے جھوٹھ بولا یا یا بظاہر بدرستی ہوش و حواس اقرار صحیح" دربارہ انادی ہونے مادہ اور ارواح کے پبلک کو دھوکا دیا تو وید کی رو سے ایسے شخص کو جو ارواح اور مادہ کو انادی نہیں مانتا بلکہ اس بیان کو تمسخراً بیان کرتا ہے وہ بد اندیش بے ایمان بلکہ از روئے ستیارتھ پرکاش واجب القتل ہے اور ملک سے جلاوطن کر دینے کے لائق ہے[1] مگر ہمارے خیال میں یہ بات بالکل غلط اور نادرست ہے کہ وہ ارواح اور مادہ کو انادی بیان کرنے میں ہنسی اور مذاق سے دل بہلاتا تھا۔ اگر مذکورۂ بالا بیان سے تسلی اور شانتی نہیں تو اور چند لیکھرامی فقرات ہدیہ ناظرین کرتا ہوں اور ناظرین سے انصاف چاہتا ہوں۔ دیکھو کلیات آریہ مسافر صفحہ ۴۹۸ تا ۵۰۱۔ کے فقرات

مرزا۔ تیری ذریت منقطع نہ ہوگی اور آخری دنوں تک سرسبز رہے گی جواب لیکھرام۔ آپ کی ذریت بہت جلد منقطع ہو جائے گی غایت درجہ تین سال تک شہرت رہیگی +

مرزا۔ اور ایسا ہو گا کہ سب لوگ جو تیری ذلت کے فکر میں لگے ہوئے ہیں اور تیرے ناکام رہنے کے درپے اور تیرے نابود کرنیکے خیال میں ہیں وہ سب ناکام رہیں گے اور ناکامی کے ساتھ مرینگے

(یہ دونوں الہام حضرت مرزا صاحب کے حرف بحرف پورے ہوئے۔ دیکھو کہاں ہے لیکھرام جو عین شباب میں گذر گیا۔ کہاں ہے دیانند سوامی جو ادھورا مذہب چھوڑ کر چلدیا۔ کہاں ہے آتھم اور کہاں ہے حمیدالدین کہاں ہے غلام دستگیر اور کدھر ہیں تین مولوی لدھیانوی اور کسطرف ہے شیخ دہلوی اور کس گوشہ میں جا چھپے رئیس المکفرین جناب بٹالوی وغیرہ وغیرہ

[1] حاشیہ۔ دیکھو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۶۱۔ جو کوئی وید کو برا سمجھے اور اسکی مذمت کرے۔ یا کم از کم وید کیمو انق لوگوں کی تصانیف کی تحقیر کرے اسکی سزا یہ ہے کہ اسکو جلاوطن کر کے ملک سے نکالدینا چاہیئے۔ اور جو اپنے دہرم پر قائم نہیں رہتا۔ راجہ اسکو بے سزا نہ چھوڑے (قید قتل وغیرہ) ستیارتھ پرکاش ۲۲۳ مفصل دیکھو اخبار حصہ دوم سوم ۴ ۴

جواب - حجر پتھر کا ہی نام نہیں آدمی کا نام ہے ابن حجر ایک مصنف بھی ہو گذرا ہے -
اسلامی فلاسفی یہ ہے کہ "خدا کا آدمؑ کو باغِ عدن میں ڈھونڈتے پھرنا" توریت (بابت مئی آریہ مسافر)
جواب توریت قرآن نہیں اور نہ اہلِ اسلام پر حجت ہے قرآن اس محرف کتاب کا جواب دہ نہیں -
اسلامی فلاسفی یہ ہے کہ "کوہ قاف کا تمام دنیا کے گرداگرد ہونا اور زمرد کا ہونا اور سکندر کا اس سے باتیں کرنا (مثنوی مولانا روم دفتر چہارم)" بابت مئی آریہ مسافر - جواب - مثنوی قرآن نہیں ہے جیسے پران کو وید نہیں کہتے ہو -

ایسے ایسے فضول نامعقول لغویات کو اسلام اور قرآن پر تھاپا جاتا ہے - یہ صرف ایک دو ورق سے اخذ کر کے لکھا گیا ہے غرض ایسی لغویات جنپر آریہ مسافر میگزین میں ناز کیا جاتا ہے اور انہیں اور تصانیف لیکھرام کے صدہا ٹریکٹوں میں شائع کر کے ہنسی تمسخر اور بدبودار الفاظ سے اسلام کو عوام میں بدنام کیا جاتا ہے اور لوگونکو گمراہ کرنیکی کوشش کیجاتی ہے اور لوگوں کے دلوں کو دکھدیا جاتا ہے اگر ہم ان غیر معتبر حوالجات اور کتب پر کا قلم بھی نہ کہیں اور ان لوگوں کی مستند کتب مثل ستیارتھ پرکاش پر بھی تہذیب اور متانت سے اعتراض نہ کریں اور مذکورہ بالا جیسی ناپاک خلاف بیانیوں اور دریدہ دہانیوں پر (النخاموشی نیم رضا) کے پابند ہو کر سنتے جاویں تو سخت معصیت اور حق پوشی سے پیار اور اظہارِ حق اور دیانت امانت اور آیت انمر ابعثنا علیکم فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدا علیکم کے نفس مضمون کی ادنی درجہ سے بھی عمداً ردپوشی اور اعراض متصور ہوگا - ہمارا یہ ہرگز منشاء نہیں کہ ان لوگونکی طرح انکی غیر مستند کتب مثل پران وغیرہ پر اعتراض کریں اور گنگا کو دیوی کی لٹوں سے نکالیں اور بیج مارگیوں اور وام مارگیوں کے افسانوں پر اترائیں یا اتراتے آئیں اور دھرم پال وغیرہ کیطرح صرف نکتہ چینی پر عمر عزیز برباد کریں اور لوگوں سے سب کچھ چھڑوائیں اور قصے کہانیاں پیش کریں بلکہ اصل غرض یہ ہے کہ ہم قصے کہانیوں اور خشک الفاظ سے قوم کا پیچھا چھڑوانا چاہتے ہیں اور حقیقت اور روحانیت کا جامہ پہنانا ہمارا فرض اعلی ہے بنابریں ہم اظہارِ حق کیلئے آریوں کے ٹھٹھے ہنسی اور تمسخر آمیز بدبودار الفاظ سے قطعاً پرہیز کرتے ہیں کونسا غیرتمند مسلمان ہے کہ ایسے گندی رسالجات کو پڑہے اور اسکا دل ٹکڑے ٹکڑے نہو اور کون مسلمان باایمان ہے کہ حضرت رسالتماب صلعم کا عاشق زار ہو اور ان کلمات خبیثہ کے ہر مہینے ہر ہفتہ اور ہر روز سننے سے اسکی بدن پر رونگٹے نہ کھڑے ہوں - ہمارا اس بیان کی تصدیق صرف آریہ مسافر میگزین کے پانچسال کے نمبر دیکھکر مطالعہ سے ہی نہیں ہو سکتی بلکہ کوئی نمبر دیکھ لو تو روحانیت اور حق کے خون ہونیکا دردناک نظارہ دل اور کلیجہ سے چھری کیطرح گذر جاویگا اگر ان لوگوں نے غیر معتبر کتب کی غلط بیانیوں اور ناپاک بیجا حملوں سے قوم کے دلونکو مجروح کیا ہے تو ہماری طرف سے انکی صرف ایک دو مستند کتب پر معقول استفسار یا انکی کذب و بہتان اور حاشا

نوٹ - سو جلد کے خریدار کو دس جلدیں مفت دیجاویں گی - معزز بلند ہمت دین کو دنیا پر مقدم رکھنے والوں کو چاہیئے کہ زیادہ جلدیں خرید کر مفت شائع کریں - راقم خاکسار عبد الرحمن (مہر سنگھ)

تحریر ویسی تو وہ طوفان کے مقابلہ میں نہائت تذلل فروتنی اور عجز انکساری سے جواب اور ہنسی اور کذب غلط بیانی سے بعوض کام ہم ہدیہ ناظرین ہوگا۔

لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیه ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤف الرحیم (پ۱۱) ترجمہ۔ اے مسلمانو! تم ہی سے تمہاری طرف رسول (مبعوث ہو کر) آیا ہے جن بات سے تمہیں دکھ درد پہنچتا ہے وہ اُسپر بہت ہی گراں گزرتی ہے اور تمہاری بھلائی کے لئے ہمیشہ ٹوہ میں لگا رہتا ہے اور مومنوں کیلئے وہ رؤف الرحیم ہے۔ ایک وہ وقت تھا کہ اس زمین پر اور آسمان کے نیچے حضرت رسول کریم صلعم مکہ معظمہ میں قرآن کریم جیسی بے بہا نعمت اور اسلام جیسا برگزیدہ مذہب لوگوں کو پیش کرتے تھے اور بت پرستی اور متعہ وغیرہ ناپاک رسومات کا قلع قمع کر رہے تھے اور اس نیکی اور احسان کے بدلہ میں ناقدردان ظالم و سفاک مخالفوں سے دردانگیز مصائب و تکالیف شاقہ برداشت کرتے اور طائف جیسے مقامات میں وعظ کرنے پر بارہ بارہ کوس تک خونخوار قوموں کے تعاقب اور ظالمانہ سنگساری سے لہو لہان ہوتے تھے اور قوم ناحق شناس کو پھر بھی اشیرباد دیتے تھے اور قرآن اور اسلام کی خاطر عرب جیسے خوفناک ملک میں اندھیری راتوں میں شہر سے باہر جا کر (سجد لک سوادی وخیالی) رو رو کر درد و التہاب سے دعائیں مانگتے تھے اور موقع بنے پر نہ اپنی جان کے بچانے کیلئے بلکہ اسلام اور قرآن ہم لوگوں تک پہنچانے کے لئے اپنا ملک و وطن اور ہر ایک قسم کی مالوفات اور مال و دولت سے ہاتھ دھو کر مدینہ کا راہ لیا تھا۔۔۔۔ اور اپنے تئیں تبلیغ حق اور اسلام اور قرآن کے لئے سینہ سپر کیا ہوا تھا۔ کیا یہ ساری تکالیف چالیس سالہ زندگی کے بعد بڑھاپے کی آخری عمر کے چند روزہ زندگی کیلئے تھیں؟ کیا کسی بیٹے اور بیٹی کو سردار قوم بنانا مقصود تھا (جو ہرگز نہیں بنایا) کیا اپنے لئے کوئی جاگیر اور دنیوی جاہ و حشم پیدا کر لیا تھا؟ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ حاصل کلام صاحبان یہ ساری محنت اور جان سوزی قرآن اور اسلام کے باغ کیخاطر تھی اور نیز جب ایک قوم نے ستر فاضل صحابہ کو بنا بر استفادہ قرآنجید طلب کر کے تیغ بے دریغ کیا تھا جنکو سرور کائنات صلعم نے اپنا خون جگر کھا کر اور سالہا سال راتوں جاگ کر اور تزکیہ نفس کر کے طیار کیا تھا کیا ایسی دردانگیز مصائب اور حشم پر آب کر دینے والے ماجرے یونہی بے حقیقت ہو گذرے ہیں جیسا ہوا ہے کہ ایسے جانثار غلاموں اور آپکی انتھک کوششوں سے اسلام اور قرآن اس جہان کے زمانہ سے نکلکر ہم لوگوں تک پہنچا ہے۔ سخت غلطی اور بے دردی ہوگی اگر اس ظالم کو جو اس باغ کے پودوں کو کاٹنے کیطرف دست آوری دراز کرتا ہے۔ اس کا رستہ نہ روکا جاوے۔ جس مبارک شخص نے اس باغ کی پرورش اور آبیاشی کے لئے اپنی زندگی کے آخری گھنٹوں کو تلخ کر دیا تھا اور اسکی خاطر ہر ایک آرام اور خوشی اور اسباب تنعم کو اپنے اوپر حرام کر لیا تھا اور اپنا مرنا جینا کھانا پینا سونا جاگنا دین ہی کیلئے وقف کر دیا تھا۔ کیا اسکی روح کو درد نہیں پہنچتا جب اسکے اپنے ہاتھوں سے لگائے باغ کیطرف کوئی ناہنجار دشمن ہاتھ لمبا کرتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ ہم سب لوگ بمنزلہ آپکی اولاد کے ہیں بلکہ اس سے بڑھکر۔ سو جس صورت میں ہمیں کوئی عزیز و اقارب ایسا مادر و پدر آنحضرت صلعم سے بڑھکر پیارا اور قابل احترام نہیں پھر کیوں ہم لوگ آپکے دلمیں پیارے نہ ہونگے۔ جاننا چاہیئے کہ جب کسی کے ایک بچے کا خون ہو جاتا ہے اور وہ ہمیشہ کیلئے اپنی پیارے والدین کی آنکھوں اور دل و دماغ سے کافور ہو کر درد اور رنج و التہاب کے باعث جانگداز ہو جاتا ہے اور بجائے نیکی بدی ہر کام آنسے کے اپنی یاد آوری فراق اور جدائی کے باعث الم دکھ اور درد کا سامان بنجاتا ہے تو پھر حبیب صمد آپکو (فداہ ابی و امی)

ہم پر کیا اثر بد ہوا جو اور زیر ہوگا؟ اے بھائی تمہاری طرح ہر ایک موضع نشین یا گوشہ گزین مسلمان روحانی اولاد نے مصلح قلعہ نشین نہیں جہاں خناس کے وسوسہ کار گزینہ ہے۔ اس ملک خراب آباد ہندوستان میں مختلف قسم کے لوگ مختلف طبیعتیں اور مختلف استعداد دیکر بیٹھے ہوئے ہیں۔ لیکن جب مخالف پہلو سے سال بھر میں نوے ہزار اخبار اور رسائل ... شائع ہوتے ہیں اور گرما گرم دہات سے مضامین ... تحریریں ... تو کیا دوسری طرف بولنا اور لکھنا حرام ہے؟ ... مذہبوں کی تعلیم ... دیانند نے پنجاب میں ... چند مقامات پر تخم ریزی کی لیکن اب اسکا ثمرہ اور شور و غوغا ہر طرف سنائی دیتا ہے ... اور ناپاک افترا پردازی سوامی جی ... آئندہ نسلوں پر کرتی اسی طرح ایک ... اور نسل کو برانگیختہ کرتی ... جہاں بہت شدت کی دھوپ پڑتی ہے کیا وہاں سایہ دار درخت کی ضرورت نہیں؟ جہاں ظلمت ہے وہاں نور کی حاجت ہے

ہیں؟ جہاں حرارت پر طالت ہے وہاں مٹھاس اور شیرینی کی اجازت نہیں؟ ہاں ضرورت ہے ضرورت ہے اور حاجت ہی حاجت ہے۔
پس ہر ایک صاحب کو چاہیئے کہ جہاں آریوں کا شور و غوغا ہو وہاں اس تریاق کو ضرور ہم پہنچایا جاوے اور اپنوں اور بیگانوں کی شفاء نہیں اسکی اشاعت میں کما حقہ سعی کی جاوے۔ الملتمس۔ عبد الرحمن (مہر سنگھ) مورخہ ۲۱ نومبر سنہ ۱۹۰۴ء

حصہ دوم

تعداد (۴۰۰)

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

آریوں کو ست (سچ) کے گرہن (قبول) کرنے اور است (کذب) کے تیاگنے (ترک) کرنے میں سرودادیت (مستعد) رہنا چاہیے

الہامی کلمہ

میں مسلمان ہو گیا

اختیار الاسلام

مصنفہ

جناب ماسٹر شیخ عبدالرحمن صاحب مدرس مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان

در مطبع انوار الاسلام دارالامان قادیان مطبوع گردید

قیمت

فہرست مضامین حصۂ اول

اخبار الاسلام

حصہ دوم

سلسلہ کے لیے دیکھو حصۂ اوّل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی

آریہ سماج پر ایک حجت تام کا مختصر ذکر

اور سماجیوں کی بے ایمانی کا عملی ثبوت

واضح و لائح ہو کہ جب ہم اس بیان سے فارغ ہو چکے ہیں کہ آریہ سماج اور دیگر فرق مخالفہ اس امر سے بکلی بے نصیب اور عاجز ہیں کہ وہ اپنے مذہب کے پیرو کار ہو کر پرمیشر کی مہربانی اور رضامندی کا سارٹیفکٹ یا ایسا مابہ الامتیاز پاس پیش کریں جو اس دنیا میں صرف سچوں اور صادقوں کے پاس ہونا چاہیے اور باطل پرست اس امتیاز سے حصہ دار اور بہرہ مند نہ ہوں تو پھر ہمیں اس امر کی تصریح و تشریح واجب و لازم ہے کہ کیا ان لوگوں کو پھر کبھی موقع دیا گیا ہے کہ یہ لوگ اپنے جوہر انسانیت اور نور روحانیت اور تعلق باللہ کا ثبوت دیں اور اپنے مخالفوں کو نیچا دکھائیں۔ سو اس بات کا جواب یہ ہے کہ انکو موقع دیا گیا تھا لیکن انھوں نے کفران نعمت کر کے اسکو اپنے ہاتھ سے کھو دیا۔ جس اجمال کی تفصیل و تشریح یہ ہے +

ناظرین کو معلوم ہو گا کہ سال گذشتہ میں ہم لوگوں نے جو اپنے گھروں اور والدین اور خویش

واقربا سے الگ ہو کر مشرف باسلام ہوئے ہیں تمام آریہ سماجوں اور ان کے بڑے بڑے لمبے چوڑے مہاتما پنڈتوں اور عالم وفاضل بھاری بھرکم اُپدیشکوں کی خدمت میں بادبا التماس کی تھی کہ اے پیارو! بھائیو! ہم لوگوں نے تبدیل مذہب سے اپنا بہت سا دنیاوی نقصان اُٹھایا ہے اور یہ سب کچھ اپنی عاقبت کے سنوارنے اور سچائی کے قبول کرنے کے لیئے کیا گیا ہے اور جہاں تک ہم نے غور وفکر اور تدبر و تعمق سے کام لیا مذہب اسلام کی سی برکات وفیوض آلہیہ اور تزکیہ و تصفیہ نفس کسی اور فرقہ میں ہمیں میسر نہ ہوا یعنی ہمیں اسلام میں داخل ہونے سے گناہوں سے طبعاً نفرت اور معاصی سے قطعاً کراہت پیدا ہوگئی ہے اور حرامخوری اور دیگر فسق وفجور سے ایسی نفرت پیدا ہوگئی ہے جیسے کہ نجاست سے دل متلا جاتا ہے اور در اصل یہی ایک بات ہے جو کسی اور مذہب میں پائی نہیں جاتی حالانکہ یہی نعمت قابل رشک ہے پس واضح ہو کہ در اصل ہر ایک مذہب کی علت غائی بھی یہی ہونی چاہیے کہ انسان خدا کی آواز سنکر اُس کی زبردست طاقتوں اور پاش پاش کردینے والے غضب سے واقف کار ہو جائے اور اس کے وسیع اختیارات اور اُس کی ذات کی معرفت تامہ حاصل ہو جائے تاکہ وہ اُسکی معرفت اور شناخت حاصل کر کے اُس سے ایسا ڈرے جیسے کہ ایک دنیا دار ایک ڈپٹی کمشنر یا اس سے زیادہ با اختیار و اقتدار افسر سے ڈرتا ہے پس اس غرض کے لیے ہر ایک مذہب کا لب لباب اور عملی اور فعلی طور پر یہی طریق ہونا چاہیئے کہ وہ خدا سے ڈر کر معاصی و معائب سے بچے لیکن ہم لوگوں نے جیسا کہ اشتہار میں لکھا تھا یہ درخواست کی تھی کہ اگر ہم لوگوں نے اس مذہب کے قبول کرنے میں کوئی غلطی کی ہے تو ہمیں آریہ سماج ہماری غلطی سے آگاہ کرے۔ علاوہ ازیں پنجاب اور ہندوستان کے راجوں مہاراجوں اور والیان ملک کی خدمت میں بھی باادب درخواست کی تھی کہ اس پر امن زمانہ میں حق و باطل میں کوئی ایسا فیصلہ وقوع میں لانے کے لیے ایسی کانفرنس کا انعقاد کریں کہ باطل نیست و نابود ہو جائے اور حق کو ایسا غلبہ اور فتح نصیب ہو کہ سچائی اور پاکیزگی کی نہریں دور دور تک ملک کو سیراب کریں اور کوئی متنفس اس زمانہ کو پا کر بھی بے نصیب نہ رہ جائے چنانچہ ہمنے لکھا تھا کہ کہنے کو تو ہر ایک اپنے آپ کو رشیوں سے کم نہیں سمجھتا

لیکن اتنا ضرور ہے کہ عملاً اور فعلاً کچھہ کرکے دکھایا جاوے تو بات بنتی ہے بس اس غرض سے ہم نے لکھا تھا کہ لاہور جیسے شہر میں ایک کانفرنس کا اجلاس ہو جس میں ہر ایک مذہب وملت کے معزز و ممتاز ممبر اپنے اپنے مذہب کی خوبیاں اور برکات الٰہیہ اور فیوض ربانیہ اپنی اپنی مستند کتب سے نکالکر ہر ایک کو سنا دیں جس سے ہر ایک اپنی روحانی جواہرات کی کیفیت و کمیت کا اندازہ کرسکیگا اور ہر ایک منش جان لیگا کہ میں کتنے پانی میں کھڑا ہوں اور نیز یہ امر ہر ایک کس و ناکس پر کھل جائیگا کہ کونسا مذہب روحانیت سے مالا مال ہے اور کونسا کنگال اور روالیہ دوسروں کا خوشہ چیں یا نابکار چوہر ہے اور بعد از جلسہ ہر ایک متنفس سمجھہ لیگا کہ ہمارے گھر میں سوائے چند پیسوں کے اور کچھہ نہیں لیکن اُسکے سچا دھرم اور اُسکے پیرو سیر کن روحانیت کے سے دریا مخلوق کو سیراب کررہے ہیں اور بعض کم بخت سراب کی طرف بلاتے ہیں۔ اب یہ ایک ایسی مبارک تجویز تھی جس میں کسی بحث و مباحثہ اور میں میں تو تو کرنے یا شور و غوغا اور فتنہ پردازی کا خدشہ اور کھٹکا نہ تھا اور نہ کسی کی دل آزاری کا اندیشہ اور ڈر تھا بلکہ ہر ایک لیکچرار کو اس امر کی پابندی ضروری تھی کہ وہ صرف اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرے اور دوسرے فریق مخالف پر بیجا حملہ نہ کرے اور طعنہ آمیز کلمات منہ پر نہ لائے لیکن ہمیں نہایت افسوس سے یہ اطلاع پہونچی کہ ایک سماج میں یہ قرار پایا ہے کہ حضرت مرزا صاحب اسلام کی خوبیاں بیان کرتے ہیں سب پر فوقیت لے جاوینگے اور دسمبر ۱۸۹۶ء کے جلسہ کا سما پھر عود کر آئیگا اور مثل سابق اُس کا اثر جو کچھہ سماج پر پڑیگا وہ ہر ایک سمجھ سکتا ہے۔ پس مرزا صاحب کو دوبارہ ایسا موقع دینا گویا سماج اور ویدک دھرم کی عمارت کو اپنے ہاتھوں سے گرانا ہوگا اور تمام سنت ودیا کو خاک میں ملانا ہوگا بس بہتر یہی ہے کہ کوئی ایسی تجویز عمل میں لائی جاوے کہ بات کی بات بھی بنی رہے اور مرزا صاحب بھی کسی طرح سبقت لیجانے کا موقع حاصل نہ کرسکیں۔ آخر کار ایک نے یہ تجویز پیش کی کہ اشتہار مذکور کا یوں جواب دیا جاوے کہ آریہ سماج مباحثہ کے لئے نقارہ کی چوٹ سے طیار ہے اور دل میں یہ ٹھان لیا کہ اول تو مرزا صاحب زبانی مباحثہ پر رضامند نہ ہونگے۔ اگر زبانی مباحثہ ہوا بھی تب بھی اتنا بُرا اثر نہ پڑیگا جتنا کہ دوسری صورت میں سماج کو خطرہ اور اندیشہ ہے۔

پھر ایک نئے آریہ نے کہا کہ اشتہار مذکور کے پہلے دو معیاروں پر کیوں توجہ نہیں کیجاتی اور انپر کیوں عملدرآمد نہیں ہوتا۔ اسکے جواب میں ایک تجربہ کار آریہ بولا کہ تمھیں سمجھہ نہیں تم ناواقف ہو۔ پہلے معیار میں تو صاف لکھا ہے کہ ۱۰۰ یا ۲۰۰ بیماروں کو بطریق قرعہ اندازی تقسیم کرکے ہر ایک فریق ان کی صحت یابی کے لیئے دعا کرے یا دوا کرے اگر اتفاقًا ایسا ہی ہوگیا کہ مرزا صاحب کے بیمار شفایاب ہوگئے تو پھر خواہ نہ خواہ کی ذلت و رسوائی ہوگی اور سماج کی بدنامی و روسیاہی ہوگی۔ پھر اسی شخص نے کہا کہ اگر اسطریق فیصلہ پر عملدرآمد کرنا ہو تو کرو ورنہ میں تمھاری سماج سے الگ ہوتا ہوں کیونکہ تم دیدہ و دانستہ پہلو تہی کر رہے ہو۔ قصہ کوتاہ وہ شخص کشیدہ خاطر ہوکر اُن سے ناراض ہوگیا اور سماج سے علیحدہ ہوگیا۔ اسکے بعد تیسرے معیار یا طریق فیصلہ پر بحث ہوئی کہ آریہ سماج کا بڑا اکرم معظم ممبر لیکھرام کی طرح مباہلہ کرکے حق و باطل میں فیصلہ کرے کیونکہ ممکن نہیں کہ پرمیشر راستباز اور صادق کو مورد غضب کرکے ہلاک کرے اور راستی و راستبازی کا ناش کرکے جھوٹھ کو فروغ اور عزت بخشے اسپر سماج نے قبض خاطر کا اظہار کیا * اور صرف پہلے ہی اصول کو

حاشیہ

* کیوں نہ ہو پرمیشر آریوں کا دشمن ہے کیونکہ لیکھرام کو ہلاک کرکے اسکے مذہب اور اصول کا بطلان ثابت کردیا اب پھر بیچارے مہاشے ایسے کچے اور ناتجربہ کار نہیں کہ پھر نادار اور جو کبھی بس کبھی جوس پرمیشر پر بھروسہ کریں۔ کیونکہ اس نے لیکھرام کو معاملہ میں جو کچھ آریوں سے کیا ہے وہ مہا پرلے (قیامت) تک انھیں کبھی فراموش نہ ہوسکے گا اور دانشمند آریہ ایسے پرمیشور اور اسکی تعلیم اور ناقابل برداشت تو وہ طوفان سے جلدتر مخلصی پانے کی کوشش کرینگے۔ ہاں دل کے اندھے رہینگے۔ جہاں وہ ہیں اصل میں لیکھرام نے وہی دعا مانگی جو ابو جہل رئیس مکہ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں مانگی تھی اللھم ان کان ھذا ھو الحق من عندک فامطر علینا حجارۃ من السماء او ائتنا بعذاب الیم یعنی اے اللہ اگر فی الواقعہ یہی رسول (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اور یہی قرآن برحق ہے اور تیری جناب سے فرستادہ ہے (جسکو ہم نہیں مانتے) تو ہمپر آسمانی بلا نازل فرما یا اور کوئی دردناک عذاب بطور خارق عادت وارد کر کہ صادق کیطرح کاذب تیری درگاہ میں عزت اور فروغ نہیں پاتا + خدا کی قدرت دیکھو کہ اسنے یہ جرأت اپنی تین ہزار نیست و نابود کیا۔ الحمد للہ رب العلمین یعنی سب تعریف و حمد کے لائق رب العالمین ہے جسنے ایسا کیا مگر افسوس کہ ہمارے مخالفین (آریہ وغیرہ) خدا تعالی کو سب تعریف اور حمد سے متصف نہیں کرسکتے کیونکہ انکا دل اندر ہی اندر اسکو (خدا) بے انصاف رحم اور عدل سے بے بہرہ کہ رہا ہے۔ منہ

یوں زور دیا کہ جسطرح ہو سکے پہلے طریق فیصلہ کو یعنی دھرم مہوتسو کے سے جلسہ کو تصنیع تان کر مباحثہ بلکہ زبانی مباحثہ پر مرزا صاحب کو اُتار چڑھا و دیکر بے آؤ کیونکہ یہی راہ نجات اور مخلصی کا ہے ورنہ سماج کی خیر نہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ دسمبر ۱۸۹۶ء میں مرزا صاحب کے وعظ نے جلسہ دھرم مہوتسو کے ممبروں پر ایک عجیب ساحرانہ اثر پیدا کیا تھا یہاں تک کہ سب سامعین نے اُن کی داد دی۔ اور کسی نے اُنکو سو روپیہ انعام بھی دیا تھا اور لاہور کے انگریزی اخبار کے ایڈیٹر نے بھی انھیں کے مضمون کی مدح سرائی کی ہے پس اگر اب پھر مرزا صاحب کو وعظ کا موقع دیا گیا تو سماج کو بہت نقصان اُٹھانا پڑے گا اس میں شک نہیں کہ لوگ خیال کرینگے کہ پہلے دو شرطوں سے پہلو تہی کی گئی مگر اسکے دفعیہ کے لیئے اتنا کرنا کافی ہو گا کہ زبانی مباحثہ پر مرزا صاحب کو بڑے زور و شور سے مدعو کرو تا کہ اس دھینگا دھینگی میں پہلی دو شرطوں کا ذکر تک نہ آوے *

اے ناظرین مذکورۃ الصدر بیان سے ہر ایک سعید الفطرت انسان پر واضح ہو گیا ہو گا کہ آریوں کے دلوں میں کس قدر بودا پن اور حق کا رعب چھایا ہوا ہے اور کسطرح اندر ہی اندر دل دکھائے گئے ہیں اور یقین کامل ہو گیا ہے کہ اُن کا پرمیشر پتھر کے بتوں اور بیجان مصنوعی بچھڑے سے بڑھ کر کوئی وقعت اور طاقت نہیں رکھتا۔ پس جب انھیں اپنے موہوم پرمیشر کی نسبت یہ خیال اور یقین ہے کہ اڑے وقت کسی بیچارے کی اور مہاتما اپدیشک کی مدد اور تائید نہیں کرتا تو بیچارے سناتن دھرمیوں اور مورتی پوجا والوں کو کیوں بدنام کیا جاتا ہے کیا اسی وجہ سے پرمیشر سے دعا مانگنا از روے وید ک دھرم منع ہو گیا ہے کہ اپر کسی طرح کی مدد اور اُمید کا خیال باندھنا عبث ہے اور وہ **ست اَست کے نرنے** کرنے میں (یعنی حق و باطل میں فیصلہ کرنے میں) خود ذمہ وار اور قابل اعتبار نہیں ہوا کرتا میرے خیال میں یہ نادانی اور حماقت ہے کہ پرمیشر پر ایسا گمان فاسد کیا جاوے جسحالت میں ایسے معاملات کے وقت جب حق و باطل میں فیصلہ ہونا قرین قیاس بمصلحت ہوتا ہے اور لا اکھو ساتی پر قائم ہونے کی اُمید ہوتی ہے۔ وہاں ہر ایک نیک اور خیر اندیش انسان حتی الامکان دل و جان سے کوشاں ہوتا ہے۔ چہ جائیکہ سرب شکتیمان (قادر مطلق) جو

دیالو (رحیم) اور نیاکاری (عادل) ہے ٭

پس سب کو معلوم ہو کہ یہ پرلے درجہ کی بے ایمانی اور بدنیتی ہے کہ یہ مکر کیا گیا کہ کانفرنس جیسے پُرامن جلسہ کو کھینچتان کر زبانی مباحثہ کیطرف انتقال کیا جاوے کیا یہ ویدک دھرم کی ایمانداری ہے کہ دل میں ٹھان لیا جاوے کہ زبانی مباحثہ میں رَدُو لاڈ الدینگے اور سب و شتم اور گالی گلوچ سے کام لیکر شور برپا کر دینگے اور اسی دھینگا دھینگی میں فتح کا نقارہ بجا دینگے ٭ بھلا اگر فی الحقیقت وید میں سوائے عناصر پرستی اور بُت پرستی کے کچھ اور ہوتا تو پھر اُن کو کیوں ڈر اور خوف دامنگیر ہے کہ یہ لوگ نیک نیتی سے برسرمیدان نہیں آئے اور لاہور جیسے مقام کو چھوڑ کر جہاں دھرم مہوتسو جیسے جلسہ کی اُمید ہو سکتی تھی قادیان کے گاؤں میں آکر شور برپا کیا۔ زبانی مباحثہ بلکہ مجردہ مباحثہ میں سوائے بدنیتی اور نکتہ چینیوں کے اور کچھ انھیں مقصود نہ تھا۔ اگر صدق دل اور نیک نیتی سے یہ سب بحثیں محض حق کے لیے تھیں تو قرآن اور وید کی تعلیمات کا موازنہ کرنیکے لئے لاہور میں کسی عظیم الشان اور پُرامن جلسہ کی تحریک اور تشہیر کیوں نہیں کی۔ جہاں مثل سابق تمام مضامین محفوظ رہ کر عام کو فائدہ پہونچاتے اور قیامت تک لوگ ان تقریروں کو پڑھ پڑھ کر لابھ اُٹھاتے اور حق کو قبول کرتے مگر انھیں تو یقین تھا کہ بیدھڑک ہر سہ شرائط پر فی الفور عملدرآمد کرتے اور ٹھنڈے دل سے وید کی خوبیاں بیان کرتے۔ بعض احمقوں نے یہ کہا کہ مرزا صاحب اپنی دعا کے اثر سے فلاں خاص شخص کو اچھا کر دیں تو ہمیں اُنکی دعا کی تاثیر کا یقین آجاوے گا انہیں بتلایا گیا کہ خواہ خاص شخص ایک ہو یا ایسے دس ہوں اُنکو بھی

حاشیہ ٭ ہمارے اشتہار بنام قادیان اور آریہ سماج کے بعد عملی کارروائی ہوئی جو مفصل ہدیہ ناظرین کی گئی ہے سو ظاہر ہے کہ اگر یہ نیک نیت ہوتے تو پہلی شرائط سے پہلو تہی نہ کرتے۔ بعد از جلسہ اُنھوں نے جو قادیان میں شور مچایا اور سب و شتم گالی گلوچ اور بیہودہ بکواس سے کام لیا وہ ہمارے مذکورہ بالا بیان کی تصدیق کرتا ہے۔ اگر کوئی سبب مانع نہ ہوتا تو ہم اُن شریروں کے نام بھی شائع کر دیتے جنھوں نے ایسی بخت دیری کی۔ منہ

سو بیماروں میں شامل کر دیا جاوے گا پھر قرعہ اندازی سے خود بخود اندازہ ہو کر شفا یابوں
اور غیر شفا یابوں کے وجود سے وید اور قرآن کی ماہیت اور اصلیت اور حقانیت دنیا پر
کھل جاوے گی اور کسیکو دم مارنے کی گنجایش نہ رہے گی۔ اسپر بھی یہ چیرہ پشت مقابلہ پر
آمادہ نہ ہوئے اور زبانی مباحثہ پر ہی زور دیتے رہے حالانکہ لیکھرام کا مباہلہ کی رو سے مارا
جانا ہی تمام زبانی مباحثوں اور وید اور قرآن کی حقانیت کا یکسر فیصلہ کر چکا تھا اور
لیکھرام کے ہمخیال اور ہم مذہب لوگوں کے اصول اور تعلیم کے بطلان پر الٰہی فیصلہ کی
مہر لگ چکی تھی پھر بھی لوگوں نے اشتہار مذکور کی ہر ایک شرط سے کنارہ کشی کر کے اور
ساتھ ہی نہایت چالاکی بلکہ جھوٹھ کی نجاست کھا کر یہ مشتہر کر دیا کہ آریہ سماج حسب منشاء
اشتہار مذکور مقابلہ کے لیئے نقارہ کی چوٹ سے طیار ہے حالانکہ اُن تین شرطوں میں سے
ایک کو بھی کھینچ تان کر مباحثہ بنا لیا تھا۔ آخر کار ان لوگوں نے اپنی شرارت کو سرانجام کرنے
کی غرض سے قادیان میں جلسہ بھی کیا اور پھکڑ بازی اختیار کی اور گالیاں دیں کہ سائیسیوں
اور مردار خور چوڑھوں چماروں کے بھی کان کاٹ ڈالے۔ اگر ہماری طرف سے کوئی لیکچرار ہوتا
تو ضرور فتنہ اور دنگہ میں تو کوئی شبہ ہی نہ تھا۔ اگر درحقیقت وید کی ست ودیاؤں کے
پستک پر اعتماد ہے تو چاہیے کہ لالہ دھرمپال جی اور یوگندر پال وغیرہ لاہور کے جلسہ
دھرم مہوتسو کی تحریک اور تشہیر کریں اور تمام مذاہب کے لیڈروں کو مدعو کریں کہ اپنی
اپنی کتب مقدسہ کی خوبیاں اور اعلیٰ تعلیمات سے لوگوں کو محظوظ کریں پھر دیکھا جاوے گا
کہ فتح اور غلبہ کسکو ہے ورنہ گالیاں دینا اور جھوٹھے عیب بیان کرنا اور خواہ مخواہ نکتہ
چینی سے کام لینا ایک کودن اور اوباش آدمی بھی کر سکتا ہے۔ میں نے بعض کی زبانی سنا ہے
کہ اگر کوئی آریوں کو ٹکڑے ٹکڑے بھی کر دے تب بھی ہرگز ہرگز کانفرنس میں وید کی
خوبیاں بیان نہیں کرینگے اور پہلے کیے پر بھی پچھتایا گیا ہے۔ پس ناظرین! جب انکی اندرونی
حالت ایسی گندی اور ناگفتہ بہ ہے تو کیا چیز اور کیا خوبی اور کونسا مسئلہ جو چیز خوبی سے
معمور ہے مجھے آریہ مت کی ترغیب دے سکے۔ پس میں اپنی قدیمی قوم کی حالت کو دیکھکر
کس کی حالت پر روؤں اور کس کے دروازہ پر آہ و نالہ کرکے تلاش حق میں تن من دھن قربان

اعلان - آج کل ان آریہ پرچیروں نے لیکھرام مردہ کی تقلید کرکے اپنے خبیث نفس کو اسطرح بدیہی طاہر کرنا شروع
کر دیا ہے کہ جب دیکھا کہ قرآن پر ہاتھ نہیں پڑتا تو مسلمانوں کی شاعرانہ کتب اور غیر مستند اور مجہول الاحوال والاسم کتابوں کو

کروں اور کس محب وطن اور قومی ہمدرد کو اپنا غمگسار بناؤں۔ پس ہر ایک صاحب عقل و انصاف کو معلوم ہو کہ جو کچھ ان کی روحانیت اور سَت (سچ) اور اَسَت (جھوٹھ) کے نرنے (تفریق) کرنے میں سعی اور نیک نیتی اور اندرونی حالت ظاہر ہوئی ہے اور حق و باطل کے قبول کرنے میں جس قدر ان کے دل میں سچی تڑپ اور پیاس ہے اُس کا نقشہ کافی کھینچا گیا ہے اور اس مذکورہ بالا بیان کی تصدیق میں فی الحال اتنا ہی کہنا کافی و وافی ہے کہ جو کچھ ہمارے اشتہار کے جواب میں انھوں نے لکھا ہے اور شائع کیا ہے اس سے اُنکی نیک نیتی صاف طور سے عیاں ہے اور ہمارے اشتہار اور ان کے جوابات سے معلوم ہوگا کہ وہ کسطرح بازاری چالاکیاں اور اوباشانہ فریب بازیاں کر گئے ہیں چنانچہ آپ لوگ خود دیکھ سکتے ہیں کہ ہم نے اپنا اشتہار کس نیک نیتی سے مشتہر اور شائع کیا تھا اور ان لوگوں نے کسقدر سب وشتم اور گالی گلوچ سے بدبودار نجاست اور زہریلے مواد لگائے ہیں۔ پس مذکورہ بالا بیان کی ماہیت اور تصدیق فریقین کے اشتہارات کے مطالعہ سے خوب معلوم ہو سکتی ہے ❊

❊ حاشیہ

قادیان اور آریہ سماج ۔ جہانتک دیکھنے اور سننے میں آیا ہے یہی معلوم ہوا کہ دنیا میں قریباً ہر ایک مذہب کا پیرو یہی گمان کرتا ہے کہ صرف ہم صراط مستقیم پر ہیں اور ہمارے سوا باقی سب پاپی اور گنہگار ہیں جن کا ٹھکانا نرک یا دوزخ ہے۔ لیکن ایسے لوگ جو صرف اپنے تئیں نجات یافتہ خیال کرتے ہیں اور اُس تعلق کو جو ایک نیک انسان کا پرمیشر کے ساتھ ہونا چاہیے اُس کا کوئی علمی ثبوت یا عقلی دلیل پیش نہیں کر سکتے وہ دھوکہ میں پڑے ہوئے ہیں اور دوسروں کو دھوکا دے رہے ہیں۔ صرف اُن کا دعویٰ بلا دلیل ہرگز قابل سماعت نہیں ہو سکتا ❊

ناظرین کو واضح ہو کہ ہم لوگ پہلے ہندو تھے (سکھ - آریہ - سناتن - برہمو) لیکن بعد تحقیق و تدقیق ہم اس نتیجہ پر پہونچ گئے کہ درحقیقت دنیا میں ایک ہی دھرم سچا ہے اور وہ اسلام ہے سو ہم صدق دل سے مشرف باسلام ہو گئے اور دعا کرتے ہیں کہ اسلام پر ہی ہمارا اور ہمارے بھائی بندوں کا خاتمہ ہو۔ پس اب ہماری عرض یہ ہے کہ ہم بذریعہ اشتہار ہذا اپنے بھائی بندوں کو اُس سچائی کی اطلاع دیں جسکی خاطر ہم نے اپنے پیارے والدین اور بہت سے فوائد دنیوی کو خیرباد کہا ہے اور وہ اب تک اس نور اور ہدایت سے بیخبر اور بے نصیب ہیں۔ پھر ہم اس سچائی کو

ناظرین تعجب نہ کریں کہ یہ صرف چند کوتاہ اندیش آریوں کا ہی الیسا طریق زندگی اور عملی نمونہ
ہدیۂ ناظرین ہے بلکہ دیانند سرستی اور پنڈت لیکھرام جی بھی ایسے کہیں بڑھ چڑھ کر نا راستی کے
دوست اور راستی کے دشمن تھے۔ سو جو کچھ ہمنے آج کل کے مہاتما آریوں کا ذکر خیر کیا ہے یا ان کے

بقیہ حاشیہ۔ صرف چند ایک معدود اشخاص تک محدود نہیں رکھنا چاہتے بلکہ بذریعہ اشتہار ہذا ہم تمام آریہ سماج کے بڑے بڑے مہاتما پنڈتوں اور لائق فائق پرچارکوں اور عالم فاضل اپدیشکوں کو خصوصًا مخاطب کرتے ہیں اور نہایت ادب سے پرارتھنا کرتے ہیں کہ اگر ہم لوگوں نے دین اسلام کے قبول کرنے میں کوئی غلطی کی ہے تو ہمیں اس سے آگاہ کریں تاکہ ہم پرمیشور کے حضور پاپی اور ناپاک نہ ٹھیریں اب اسجگہ اس امر کا بیان کر دینا ضروری ہے کہ ہمارا یقین اور ایمان ہے کہ اسلام کو دیگر تمام مذاہب پر صدہا فضیلتیں حاصل ہیں اور وہ مذاہب اُن خوبیوں اور فضیلتوں سے بے بہرہ ہیں منجملہ ان تمام فضائل کے جو اسلام اپنے اندر رکھتا ہے دو تین فضیلتیں بطور مشتے نمونہ از خروارے نقل کر دیتے ہیں تاکہ آریہ قوم کے لیڈر اُن فضیلتوں یا خوبیوں کو اپنے مذہب میں ثابت کر کے ہمیں ہماری غلطی کا یقین کرا سکیں اور وہ فضیلتیں یا معیار صداقت جو اسلام کے خوبصورت چہرہ کا نور ہیں فصل ذیل ہیں چاہیے قیامت تک سر پٹیتے پٹیتے مر جاویں پر انکو یہ فضائل نصیب نہ ہونگی یہ ہماری تحریر آیندہ نسلوں کیلئے سند اور اتمام حجت کی نہادت ہے

اوّل مسلمانوں میں ہمیشہ ایسے اشخاص پائے جاتے ہیں اور اب بھی ہیں جنکا یہ دعوےٰ رہا ہے کہ پرمیشور دیگر مذاہب کے پیشواؤں کی نسبت ہماری دعا زیادہ قبول کرتا ہے اور مقابلہ کیوقت ہماری دعا قبول اور دوسروں کی رد کرتا ہے مثلاً مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان فرماتے ہیں کہ اگر دو تین سو یا کم و بیش بیماروں اور مصیبت زدوں کو بطور قرعہ اندازی نصفا نصف مجھمیں اور میرے مخالفوں میں تقسیم کیا جاوے تو جنکے لیے میں دعا کرونگا وہ دوسروں کی نسبت تعداد میں بہت ہی زیادہ شفایاب اور بامراد ہونگے اگرچہ مخالفوں کی مدد کیلئے دنیا کے اطباء اور ڈاکٹر وغیرہ بھی ساتھ دیں پر پرمیشر اس مقابلہ میں دشمن اسلام کو ناکام اور نامراد کریگا۔ دوم اور دوسرا معیار صداقت مرزا صاحب یہ پیش کرتے ہیں کہ اگر کوئی مخالف آریہ (خواہ ایک ہو یا سو ہوں) بدیں مضمون اشتہار شائع کرے کہ میں اُن تمام دلائل اور نشانات کو جو مرزا صاحب نے آجتک اسلام کی صداقت کیلئے دیے ہیں اُن سب کو بغور پڑھ کر عام طور سے یہ مشتہر کرتا ہوں کہ دین اسلام (نعوذ باللہ) سچا دھرم نہیں ہے اور نہ مرزا صاحب جیسا کہ وہ دعوے کرتے ہیں کہ خلیم ہم سے ہمکلام ہوتا ہے حق پر ہیں اور نہ وہ خدا کیطرف سے مبعوث ہوئے ہیں اسکے بعد دعا کرتا ہوں کہ اے پرمیشر ہم دونو میں سے (مرزا صاحب و آریہ صاحب) جس کا مذہب جھوٹا ہے اس پاپی کو سچے اور برگزیدہ انسان سے پہلے ہلاک کر تا کہ حق و باطل میں کھلم کھلا فیصلہ ہو جاوے اور ایک کے ہلاک

ہمعصروںکو یاد کیا ہے وہ محض نیک نیتی اور حقیقت الامر کے بیان کرنے کے لیے لکھا ہے ورنہ میں خود جانتا ہوں کہ یہ لوگ میرے قدیمی مہربان ہیں اور میرے ہمقوم اور ہموطن ہیں اور کوئی ذاتی نقصان

بقیہ حاشیہ ہونے سے ہزاروں بنجات پا جاویں سے طریق فیصلہ نمبر ۲ پر مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ ایسا اشتہار لکھنے والا ایک سال یا بہت ہو تو دو برس مجھسے پہلے ہلاک ہو جائیگا اگرچہ وہ جوان مضبوط کیوں نہ ہو اور اسکی موت بھی کسی انسانی ہاتھ یا منصوبہ سے نہ ہوگی بلکہ آسمانی بلا اُس پر نازل ہوگی اور تمام دنیا گواہ رہے کہ اگر ایسا مقابلہ کرنیوالا دردناک طور سے خائب و خاسر نہوا تو سمجھو کہ میں خدا کی طرف سے نہیں ہوں لیکن ضرور ہے کہ لاہور اور امرتسر وغیرہ پنجاب کے مشہور آریہ سماجوں کے لیڈنگ ممبر اُسکو اپنا قائمقام قرار دیں اور لکھدیں کہ اس کا جھوٹا یا سچا ہونا ہمارا اور ہمارے مذہب کا جھوٹا اور سچا ہونا بسر و چشم منظور کر لیا جائیگا۔ ۳ سوم تیسرا یہ کہ لاہور میں ایک کانفرنس کی اطلاع ہو جسمیں آریہ قوم کے لیڈنگ ممبر اپنے مذہب کی خوبیاں نہایت ٹھنڈے دل اور سنجیدگی و بردباری سے بیان کریں اور ادھر مرزا صاحب اسلام کی خوبیاں قرآن شریف سے بیان کریں جسمیں ایکدوسرے پر حملہ نہو پھر اس کانفرنس میں جو غالب ہو اُسی کا مذہب اختیار کر لیا جاوے اُمید کیجاتی ہے کہ ایسے ضروری معاملہ کیلیے والیان ریاستہائے پنجاب و ہندبھی (مثلاً جموں و کشمیر۔ پٹیالہ۔ جیند۔ نابھہ۔ گوالیار۔ نظام حیدرآباد دکن۔ فریدکوٹ۔ بہاولپور۔ ٹراونکور۔ اندور۔ بڑودہ۔ میسور وغیرہ) ضرور امداد فرماوینگے اور ان لوگوں کی کشتی دیکھیں گے جو ہزارہا روپیہ اُن سے وصول کرتے ہیں اگر اس موقعہ کو ان لوگوں نے کھو دیا تو نمک حرامی سے کام لینگے اور اپنے آقا اور ویدوں پرستوں کے دیندار ہونگے پس اے آریہ صاحبان ان ہر سہ طریق فیصلہ میں سے جو چاہو منظور کرلو اور مقابلہ کرکے دیکھلو اگر آپ لوگ درحقیقت پرمیشر کی درگاہ میں کچھ عزت و وقعت رکھتے ہیں تو پرمیشر ضرور آپ کی مدد و نصرت کریگا۔ اس سے صرف قبولیت دعا کا ہی مسئلہ حل نہیں ہوگا بلکہ قرآن اور وید کا صدق و کذب پبلک پر کھلجاویگا۔ بقول آریہ صاحبان اگر دعا قبول نہیں ہوتی تو مرزا صاحب کا مقابلہ بڑے زور و شور سے کرنا چاہیے انکا دارومدار دعا پر ہی ہے۔ پس اے آریہ قوم کے معزز لیڈرو کیا آپ اپنے تئیں یا اپنے مذہب کو سچا ثابت نہیں کروگے ۹ اگر چار ماہ تک کسی آریہ نے سر اُٹھایا تو اسلام کی صداقت چاروں طرف سے دنیا میں کالشمس فی نصف النہار چمک جائیگی اور ہم بھی اس نور پر یقین کر لینگے اور سمجھ لینگے کہ درحقیقت ہمنے یہ اسلام قبول کرکے ہمنے کوئی غلطی نہیں کی۔ اسکے بعد ہم سب ہمہ تن میں ہر ایک پڑھنے والے اور دوکاندار ہندو مہاجنوں اور دیگر آریوں وغیرہ کو مکرر کھولکر بتلا دیتے ہیں کہ دنیا میں ہمیشہ کسیکو نہیں ہے رہنا اور نہ

(۱) نوٹ۔ درخواست کنندہ کوئی گمنام یا بدنام نہو بلکہ ایک ایسا معزز اور مکرم آریہ ہو یا ہو جسکو قوم لیکہرام کیطرح اپنا مقتدا اور امام سمجھتی ہو۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ ایک گمنام اور غیر معزز کا اس مقابلہ میں پسپا یا ہلاک ہونا یا جھوٹا ٹھہرنا ایک بحقیقت کیڑے کی موت سے

(۲) نوٹ۔ اے آریہ قوم کیا تو اس اشتہار کو پڑھ کر اس مقابلہ کیلیے طیار نہو گی کیا تو اپنے اندر کوئی روحانیت اور پرمیشر کے ساتھ

ان سے نہ مجھکو پہونچا ہے اور نہ کسی ذاتی نفع و نقصان کی اُمید و بیم ہے پھر بھی اگر کوئی یہ خیال کرے کہ میں نے یہ باتیں خلاف واقعہ بیان کیں اور دل آزاری کے لیے لکھی ہیں تو ایسا خیال کرنا انصاف کا ...

بقیہ حاشیہ یہانکی جاہ و حشمت ساتھ نہ جائیگی بلکہ ہر ایک کو خدا کے سامنے اچھے کرموں کا حساب و کتاب دینا ہوگا - اور حسب اعمال کے انکو (دوزخ و جنت) میں جانا ہوگا اسلیے ضروری ہے کہ ہر ایک دنیا سے سوچ سمجھکر زاد آخرت ساتھ لیجانیکی کوشش کرے!

لعنتی ہے وہ دل جو بغیر مقابلہ کے انکار کرے اور خبیث اور ناپاک ہے وہ روح جو پنجاب و ہند کی سماجوں کے عالم فاضل اپدیشکوں اور پرچارکوں کی خاموشی اور میدان میں نہ آنیکو دیکھکر سچکو قبول نہیں کرتی اس اشتہار کے بعد جب کوئی آریہ صاحبان میں سے حسب شرائط مقابلہ پر نہ آیا تو تمام قوم آریہ پر حجت پوری ہو جائیگی اور وہ الزام کے نیچے آجائیگی پھر اسکے بعد بذریعہ اشتہارات و اخبار وید اور نیوگ کے گل کھلائے جائیں گے اور کسی گھاسی ماسی یا برہموزنکی پروا نکیجائیگی - اگر کسی صاحبکو کوئی بات تلخ معلوم ہو تو وہ خفا نہ ہو کیونکہ ایسے الفاظ سننا بموجب مسئلہ تناسخ اُنکے پچھلے جنم کی کرتوت کا پھل ہوگا جو اُسے ضرور چکھنا چاہیے اس لیے چنداں خفا ہونیکی ضرورت معلوم نہیں ہوتی ✝

المشتہرون - ماسٹر عبدالرحمٰن (مہر سنگھ - علاقہ کپورتھلہ) عبدالرحمٰن زرگر (ٹھاکر داس علاقہ لدھیانہ) عبدالرحمٰن قادیانی (ہریچند موہن - کنجروڑ ضلع گورداسپور) عبدالرحیم (جگت سنگھ - موضع سُرسنگھ علاقہ لاہور) غلام احمد (ہیرالال - لدھیانہ) ڈاکٹر عبداللہ (دیوانچند - کپور - گجراتی) سردار فضل حق (سردار سندر سنگھ - دھرم کوٹ بگا ضلع گورداسپور - وغیرہ از **قادیان ضلع گورداسپور پنجاب**

بقیہ نوٹ (۱) بڑھ کر کوئی وقعت نہیں رکھتا بس ہمارا دلی منشا یہ ہے کہ اس مقابلہ میں اسلام اور آریہ مت کا فیصلہ ہو جاوے۔ ہر کس و ناکس پر کھلجائے اسی وجہ سے ہم آریہ لیڈروں کو ہی نہیں بلکہ معززوالیان ریاست و راجگان ہند و پنجاب کی توجہ اس طرف مبذول کر کے نہایت ادب سے التماس کرتے ہیں کہ وہ اس کانفرنس کا انتظام اپنے ذمہ لیں تاکہ اس روشنی کے زمانہ میں کوئی حق سے محروم نہ رہ جائے اور گمراہ نہ جائے ✝ منہ۔

بقیہ نوٹ (۲) تعلق نہیں رکھتی کاش تم آج سے پہلے گذر جاتی (ہمارے لیے تو درحقیقت گذر گئی ہے) تاکہ یہ بدقسمتی اور ذلت کا دن نہ آتا - کیا تو اب بھی اپنے تئیں قوم نہیں شمار کرتی ہے کیا تو خاموش رہ کر ایکدفعہ آریہ ورت کو اسلام و رت ہوتا دیکھیگی؟ منہم

✝ یہ اشتہار مندرجہ و مندمجہ حاشیہ موسوم بہ "قادیان اور آریہ سماج" آنیوالی نسلوں کے لیے آریہ نیز ہمیشہ کے لیئے اتمام حجت ہے کہ انھوں نے خوش ہو کر نرمی کا صحیح وقت پایا یہ شرارت کی - اب آریہ صاحبان و دیگر صاحبان سوچیں کہ مینے کہاں لکھا ہے کہ بحث و مباحثہ ہو جس سے کوئی نتیجہ نیک نہیں نکلا کرتا کیوں لاہور جیسے جلسہ دھرم مہوتسو سے گریز کیا گیا اور کیوں لاہور کو ترک کر کے گاؤں میں چھپ چھپ کر استعمال وہ الفاظ استعمال کیے گئے ✝

[illegible]

خون کرنا ہے کیونکہ میں خوب جانتا ہوں کہ ظالمانہ مخالفت اور باہم تنگ رنجی ڈلوانا شریف انسانوں کا کام نہیں اور علاوہ ازیں میں یہ بھی جانتا ہوں کہ باہمی تنازع اور نفسانی خصومت سے ہمارے ملک کو زمانہ قدیم سے نقصان پہونچتا آیا ہے۔ میرا ہرگز منشا نہیں کہ کسی پر بدی کے ارادہ سے قلم اٹھاؤں چہ جائیکہ اپنی قوم پر۔ ایسا کرنا لعنتیوں کا شیوہ ہے۔ لیکن بعض امور کو قوم تک پہنچانے کی غرض سے مجھے کچھ لکھنا پڑا ہے جس کا محرک زیادہ تر ہماری قوم کا ناگفتہ بہ حال ہوا ہے۔ افسوس ہے کہ ان لوگوں (آریہ اور سکھ) نے اپنی ناپاک عملی حالت کو پیش کر کے اپنی قوم پر پہلے آپ ناحق صاف کیا ہے اور سکھوں نے شرابخواری اور وحشیانہ زندگی اور ہر طرح کے فسق و فجور اور باوانانک کی طرز زندگی اور طریق اسلام سے انحراف نے میرے دلکو کباب کر دیا ہے اور باوجود اپنی اس حالت کے اُنھوں نے اور خصوصاً آریوں نے جو ایسی گندی کتابیں اور رسالے لکھے ہیں کہ انکو پڑھ کر میرا دل کباب ہو ہو گیا اور میرا کیا ہر ایک شریف انسان کا کلیجہ مُنہ کو آتا ہے اور قوم کی حالت زار پر بے اختیار رونا آتا ہے کیونکہ خود شراب خوری زناکاری اور نیوگ بازی میں سرشار و گرفتار ہیں مگر دوسروں کی نکتہ چینی کے لیئے تیز زبانی اور گندہ دہانی میں شہرۂ آفاق ہیں آج کل ان ڈھونگی آریوں کا کیا کہنا ہے جس صورت میں ان کے بزرگ سوامی جی کا بھی یہی حال تھا لیکھرام جی جو اپنی موت سے اپنے مذہب اور اصول کی تکذیب کر گئے۔ تمسخر اور استہزا اور ناپاک الفاظ سے اپنی تصنیفات اور اعمالنامہ کو سیاہ ✽ کر گئے ہیں مگر الحمدللہ کہ اپنے کرم کی یاداشت کو نیوگی

✽ **پنڈت دیانند جی کے خرافات اور آریوں سے مطالبات**

حاشیہ ✽ ناظرین کی خدمت میں التماس ہے کہ جو کچھ دیانند اور لیکھرام نے جس قدر قرآنی آیتوں کو ناتمام لکھکر اُنپر حاشیے چڑھائے ہیں اور جھوٹھ اور افترا سے کام لیکر ایک تو وہ طوفان لکھ مارا ہے اسکی تردید کے لیئے اسجگہ گنجایش نہیں لیکن ہم اُمید کرتے ہیں کہ محض خدا کے فضل اور توفیق سے ان کے بے بنیاد اعتراضات کا بکلی کھنڈن کیا جاوے۔ گا مگر اسجگہ بھی ہم بطور نمونہ مشتے از خروارے ہدیہ ناظرین کر کے انھی سے انصاف چاہتے ہیں کہ ان اعتراضوں میں اگر انھوں نے بے ایمانی اور ناانصافی سے کام لیا ہے جیسا کہ عنقریب ظاہر ہوگا تو باقی اعتراضوں کو بھی انھی پر قیاس کر لیا جاوے اور ناحق قوم کی ناک کٹوائی جاوے

پہونچ گئے ہیں اسلیے مزید حالات دیکھکر اُن کا مزہ خراب کرنا اچھا نہیں در حقیقت ان لوگوں نے نادی اسلام کی شان میں جس کے ادنیٰ غلاموں نے لاکھوں بُت پرستوں کو موحد بنایا اور مورتی پوجن کی جگہ

بقیہ حاشیہ

دیانند جی اس آیت پر اعتراض کرتے ہیں کہ وَاِذْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ فقلنا لھم کونوا قردۃ خاسئین ترجمہ ہمنے موسیٰ کو کتاب اور معجزے دیے - ہمنے اُنکو کہا کہ تم پھٹکارے ہوے بندر بنجاؤ - یہ ایک خوف دیا حاضرین کو اور اُنکو جو آنے والے تھے اور یہ ایمان داروں کے لیئے ہدایت ہے ✦

اسجگہ دیانند نے یا تو دیدہ و دانستہ غلطیاں کی ہیں یا اپنی کم علمی اور ناواقفی سے کئی اعتراض لکھے ہیں چنانچہ اُن کو ہم بتفصیل لکھتے ہیں ✦

(۱) لکھتے ہیں کہ موسیٰ کو کتاب دی تو قرآن کا آنا فضول ہے اور معجزے جن کا ذکر قرآن و انجیل میں ہیں اگر درحقیقت کچھ چیز ہیں تو اب بھی ہونے چاہییں ✦

ہم پہلے بتفصیل لکھ آئے ہیں کہ موجودہ دنیا موجودہ تہذیب اور حالت کو بتدریج لاکھوں آدمیوں کی کوشش اور عرق ریزی سے پہونچی ہے - چنانچہ ایک وقت ایسا تھا اور بعض افریقہ کے جنگلوں میں اب بھی ہے کہ اُن کو صرف توحید اور موٹے موٹے مسائل حلال و حرام سے آگاہ کرنا ہی قرین مصلحت ہے کیونکہ اُن کی استعدادیں ایسی نہیں کہ اُنکو جو ابتک سر تا پا برہنہ پھرتے ہیں سائنس کے دقیق مسائل اور مذہب کی موشگافیوں پر لگایا جاوے مثلاً بچوں کو صرف قاعدہ ہی پڑھانا اور افریقہ کے حبشیوں کو موٹی موٹی باتیں ہی سکھانا عقلمندی ہے نہ کہ اُنکو دید پستک دیدینا مصلحت وقت اور دانشمندی ہے - اگر ایسا کیا جاوے تو وہ دید کی پستک کو پھاڑ ڈالیں گے اور کوئی فائدہ مترتب نہ ہوسکے گا - پس اسی کی یہ کہنا کہ قرآن کا کامل ہدایت نامہ اس وقت لوگوں کو عطا کرنا ٹھیک تھا جس وقت لوگ خداشناسی کے ابتدائی قاعدہ کے پڑھنے کی استعداد رکھتے تھے کہ وید کیطرح یک لخت کامل ہدایت نامہ عطا ہونا چاہیے تھا کیونکہ الگ الگ کتابیں دینے میں غلطی ہوتی ہے بالکل غلط اور کوتاہ اندیشی ہے کیونکہ اول تو دنیا کے تمام لوگ ابتدا میں ایسے آپسمیں ملے جُلے ہوئے نہیں تھے جیسے کہ اب - اور قومیں آپس میں خیالات کا تبادلہ کرنیکے لیئے

اللہ اکبر کا نعرہ لگایا - بھانڈوں کیطرح وہ دردناک الفاظ اور خطرناک کلمات بولے اور لکھے ہیں کہ اگر اُن کو میں یہاں لکھوں تو گویا ایسے فعل کا مرتکب ہو سکتا ہوں کہ جس

بقیہ حاشیہ ... طبیار نہیں بلکہ اہل یورپ کے حالات سے

بالکل آگاہی نہ تھی اور نہ آمدورفت ممکن تھی پس ایسے وقت میں ہندوستان میں وید کا آنا بے انصافی تھی کیونکہ یورپ والوں کا اس سے مستفید ہونا ہی محال تھا بلکہ ایسے حالات میں تو مقامی رسولوں کی ضرورت تھی جو خدا نے ہزارہا نبیوں کی معرفت پوری کی - علاوہ ازیں جسطرح بچے کے سر پر وید کا پستک رکھنا بے وقوفی اور ناواجب حرکت ہے اسیطرح ابتدائے آفرینش میں کچھ نہ جاننے والے لوگونکو جو از روے علم و تہذیب کے بچے تھے وید کا مکلف ٹھیرانا نہایت ظالمانہ حرکت اور ترقی کی راہ میں پتھر ڈالنا ہے - جو شخص ایک پاؤ اناج ہضم نہیں کر سکتا اُسکو دو من اناج ٹھونسنے کے لیے مجبور کرنا بھلا کسی دانشمند کا کام ہو سکتا ہے ؟ پس ایسا کلام خدا کا کلام نہیں ہو سکتا جس کی رو سے ایسی بے عقلی کی باتیں ماننی پڑیں - اور یہ بھی نہایت بیوقوفی ہے کہ الگ الگ تعلیم دینے میں غلطی ہو جاتی ہے بھلا آریہ ورت میں جو مختلف سررشتہ تعلیم جاری ہیں اُن میں کیا غلطیاں ہو گئی ہیں - اسی طرح موسیٰ نے جو لوگونکو گئو پرستی اور بُت پرستی سے چھڑا کر آریہ ورت کی سی بُت پرستی کا قلع قمع کیا اور لا الٰہ الا اللہ کا بول بالا کیا اور ابراہیم اور موسیٰ علیہم السلام توحید کو چھوڑ کر کچھ اور سکھاتے تھے ؟ پس آیندہ اگر کوئی آریہ کہے کہ الگ تعلیم دینے میں غلطی کا احتمال ہوتا ہے بالکل دروغ بیفروغ ہے - پھر دیانند کا یہ کہنا کہ اگر وہ معجزے جو قرآن و انجیل میں لکھے ہیں کچھ حقیقت رکھتے ہیں تو وہ اب بھی ہو سکتے " اس کا جواب یہ ہے کہ معجزے ہمیشہ ہوتے ہیں اور حق بجانب لوگ ہمیشہ ان معجزوں سے جھوٹ کا ناش کرینگے - جیسے کہ لیکھرام اور حضرت مرزا صاحب کے مقابلہ میں ہوا اور دونوں نے پرمیشر کی درگاہ میں دعا کی کہ اے پرمیشر جھوٹ اور نار استی پر چلنے والے کو ذلت سے بھرا ہوا عذاب دے اور ایسا کر کہ جھوٹ اور تعصب کا ناش ہو کیونکہ صادق کیطرح کاذب تیری درگاہ میں عزت نہیں پا سکتا - دیکھو کلیات آریہ مسافر صفحہ ۵۰۴ - اب ہر دو نوں فریقین میں یہ فیصلہ ہو گیا کہ کاذب ہلاک ہو گیا یعنی مرزا صاحب کی دعا تے ایسا معجزہ

نجاست اور لطیف غذا کو یکجا کر دیا ہے - کنھیا لال - اندرمن مراد آبادی - لیکھرام - دیانند نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو چور ڈاکو زانی وغیرہ اور ہر ایک بدبودار الفاظ سے یاد کیا ہے جس سے

بقیہ حاشیہ: دکھلایا کہ لاکھوں بحثوں کا خاتمہ کر دیا - کیا کوئی ایسا کر سکتا ہے ؟ ہرگز نہیں - صرف ایک ہی معجزہ نے جھوٹھ اور تعصب کا ناش کر دیا اور صادق کے صدق اور اسکے اصول حقہ پر تصدیق کر دی - قرآن کریم نے اُن تمام سماوی کتب کے علوم کو جو محرف مبدل ہو گئی تھیں اپنے وجود باجود میں جمع کر لیا اور اس وقت یہ تمام پاک تعلیموں اور اصولوں کا مجموعہ دنیا کو عطا ہوا جس وقت لکھنے کا ہنر دنیا میں عام ہو چکا تھا ایسا نہیں کیا کہ بغیر موجودگی سامان لکھنے پڑھنے کے یونہی اندھادھند وید کے پستک نکلے کا مار دیا جس سے ایسی بدہضمی ہوئی کہ لوگ اسے ان کو ہی بھول گئے چہ جائیکہ اس نووہ طوفان کی حقیقت سے واقف ہوں +

بعد ازاں لکھتے ہیں کہ اگر خدا کا یہ کہنا کہ بندر ہو جاؤ - صرف خوف لانیکے لیئے تھا تو ایسا کہنا جھوٹھا ہوا اور خدا فریبی ثابت ہوا - واضح ہو کہ جو کچھ خدا نے کہا وہ سب حق تھا اور ویسا ہی وقوع میں آ گیا لیکن ایسا نہیں جیسا کہ لالہ جی نے سمجھا - لالہ جی نے یہ سمجھا کہ گویا درحقیقت وہ دار بندر مراد ہیں جو جنگل اور بعض بستیوں یا قلندروں کے پاس ہوا کرتے ہیں بلکہ اُس سے یہ مراد تھی کہ یہ قوم اپنی بدکاریوں اور فسق وفجور کے باعث بندروں کیطرح دربدر ہو جاوے - چنانچہ آیندہ کی آیت سے یہ ظاہر ہوتا ہے جہاں اللہ پاک فرماتا ہے کہ قل هل انبئکم بشر من ذٰلك مثوبة عند الله من لعنه الله وغضب علیه وجعل منهم القردة والخنازیر وعبد الطاغوت اولٓئك شر مكانا واضل عن سواء السبیل - واذا جاءوكم قالوا امنا وقد دخلوا بالكفر وهم قد خرجوا به - پارہ ۶/۱۲ ترجمہ تو کہہ کہ کیا میں تمھیں بتاؤں کہ ان میں سے کسکی بری جزا خدا کیطرف سے مقدر ہے وہ وہ ہے جسپر خدا کی لعنت اور غضب ہوا اور جنکو بندر اور خنزیر اور شیطان کے پجاری بنا دیا - وہ برے درجہ کے برے لوگ ہیں اور سیدھی راہ سے بھٹک گئے ہیں اور جب وہ تمھارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم بھی ایمان لے آئے ہیں حالانکہ کفر کے ساتھ ہی اسلام میں داخل ہوئے اور کفر لیکر ہی چلے گئے - پس اب ناظرین خود سوچیں کہ کیا وہ شخص قوم کا رہنما اور ذی عزت معتبر ہو سکتا ہے جو اس قدر جھوٹھ بولے - اب بتلاؤ کیا بندر بھی کبھی لوگوں کے

ایک سلیم الفطرت لاریب کہہ سکتا ہے کہ آیا یہ لوگ چوڑھوں کیطرح گالیاں سکھا رہے ہیں یا قوم کی اصلاح کر رہے ہیں۔ بھلا کبھی ہمنے لکھا ہے کہ دیانند کے باپ کا نام و نشان نہیں ملتا اس لیے اسکی پیدائش

بقیہ حاشیہ پاس آیا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے ہیں کیا وہ کافر بھی ہو جایا کرتے ہیں پس ہم زیادہ[?] دیانند کو اس سے اور کچھ نہیں کہہ سکتے کہ انھوں نے محض دھوکا دہی اور جھوٹھ کی بجاست سے کھا کر خدا کو فریبی اور مکار اور جھوٹھا کہا ہے حالانکہ اس جگہ پھٹکارے ہوئے بندر بنجانے سے مراد یہی ہے جیسے کہ وقوع میں آگیا کہ یہ لوگ جنکا ذکر ہے کہ یہ اپنی نافرمانیوں اور اوباشانہ کارروائیوں کی سزا میں دربدر ہو جاوینگے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اس الہام الٰہی نے وہ زور دکھایا کہ آجتک یہودیوں کو حکومت اور سرداری نصیب نہیں بلکہ بندروں کی طرح کبھی روس سے روم میں دھکیلے جاتے ہیں اور کبھی روم سے روس میں نکالے جاتے ہیں اور بصد ذلت اور تباہی اس لعنت اور غضب الٰہی کا نشانہ بنکر آیندہ نسلوں کو بتلاتے ہیں کہ ہم نے انبیا علیہم السلام کی نافرمانی سے یہ دکھ پایا ہے اسیطرح ہم دیانند کی اس غلطی کو ایک اور پہلو سے عوام پر کھولتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ اگر اس آیت میں فی الحقیقت لنگور اور پہاڑوں اور متھرا اور بندرابن میں رہنے والے بندر مراد ہوتے تو ان غیر ذوی العقول جانوروں کے لیے عربی میں لفظ خَاسِئَةً آنا چاہیے تھا نہ کہ خاسئین جو لفظ عین ذوی العقول یعنی انسانوں کے لیئے آتا ہے پس چونکہ وہ مسلمانوں کے پاس آیا کرتے تھے اور دل میں کچھ اور تھا اور زبان پر ایمان کا دعوی کرتے تھے سمجھ گیا کہ وہ لوگ مراد ہیں نہ کہ بندر۔ اب اگر دیانند جی زندہ ہوتے تو ضرور کوئی اُس کا علاج کرنا پڑتا لیکن چونکہ اب وہ مر کر فنا ہو گئے اور اپنی پاداش کو پہونچ گئے اس لیے اُس کا مردہ خراب کرنا دانشمندی سے بعید ہے بہرحال لیکھرام کا کسی قدر ذکر کرنا ضروری ہے کیونکہ اس نے بھی آنا پ شناپ تحریروں میں بغیر سوچے سمجھے غیر مستند کتابوں سے سوائے دیگر فضول اور بے بنیاد اعتراضات کا ذخیرہ جمع کر دیا ہے پس ضرور ہے کہ اس آیت سے اُس کا بھی کھنڈن کریں کیونکہ اگر دونوں مہاتما پنڈتوں (دیانند اور لیکھرام) نے اس آیت کے سمجھنے میں غلطی کھائی اور کسی ایک کے ذہن

۵ پس اے آریو! [illegible]

قابل اصلاح ہے - یا کبھی ہمنے یہ بھی کہا کہ لیکھرام بقول چودھویں صدی اخبار مورخہ جون ۱۸۹۷ء پشاور میں پاخانہ کے اندر کسی سے کار دیگر ...... کرتا ہوا پکڑا گیا یا وجود یکہ

بقیہ حاشیہ اور علمیت کو صاف اور سیدھے معنوں کی رسائی نہیں ہوئی تو باقی اور فرداً فرداً آیتوں میں تو ضرور ہی غلطی کھائی ہوگی جہاں انکی علمیت اور لیاقت اور محنت نے الگ الگ کام کیا ہے یعنی جس صورت میں ان کی مجموعی لیاقت اور علم نے ایک آسان تنزیات کو نسمجھا تو پھر الگ اور فرعی مسائل اور اعتراضات میں کیوں غلطی نہ کھائی ہوگی؛

لالہ لیکھرام اپنی کتاب ثبوت تناسخ میں لکھتا ہے کہ تناسخ قرآن سے بھی ثابت ہے جسکے ثبوت میں یہی آیت کونوا قردۃ خاسئین پیش کرتا ہے لیکن نہایت بددیانتی سے یا بدنیتی اور بے ایمانی سے یا محض ناواقفی اور جہالت سے باقی آیتوں کو چھوڑ دیا ہے جو ہمنے معہ ترجمہ ہدیۂ ناظرین کی ہیں - پس ہمارے دوست خوب یاد رکھیں کہ اگر لوگ کسی جاہل اور متعصب کو اس لیے الو کہیں کہ وہ محض افترا اور جھوٹ بولکر یوں لکھتا ہے کہ مجکو الہاماً معلوم ہوگیا ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب نعوذ باللہ تین سال کے اندر ضرور مر جاوینگے اور اُن کے خاندان کا کوئی متنفس بھی باقی نہ رہے گا - درانحالیکہ وہ جاہل اور متعصب خود ہی اپنے جھوٹھ اور افترا کی پاداش میں ہلاک ہو جاوے تو کیا ایسے الفاظ ..... سے یہ مراد ہوا کرتی ہے کہ درحقیقت اس جاہل اور متعصب آدمی کے بدن پر اُلو کے سے بال اُگ آئے ہیں یا اسکے ناخنوں کے مقام الوؤں کے پنجے نکل آئے ہیں - ؟ نہیں ہرگز نہیں - دانا لوگ ایسے فقرات کے ایسے معنی نہیں لینگے کہ درحقیقت وہ اُلو کا بچہ بن جاتا ہے - بلکہ اس کے یہ معنے ہوتے ہیں کہ وہ جاہل اور متعصب اپنی جہالت اور تعصب میں ڈوب کر ایسا اندھا اور ناپاک دل ہو جاتا ہے کہ وہ روشنی اور پاک اصول کی شناخت نہیں کرسکتا بلکہ روشنی کی تیز شعاعوں کے سامنے حقیقی الو کی طرح اُسکی آنکھیں چندھیا جاتی ہیں اور وہ رات کو بولتا ہے اور تاریکی کے فرزندوں کو اپنا گرویدہ بناتا ہے اور روشنی کے روز روشن میں اُس کا کوئی حصہ نہیں ہوتا ہے - پس کونوا قردۃ خاسئین سے یہ مراد نہیں کہ وہ درحقیقت بندر بنکر تناسخ کے ثبوت کا باعث ہو گئے تھے بلکہ اسکے معنی وہ ظاہر

یہ الزام حال ہی کے ہیں اور تردید نہیں کیے گئے مگر ہم ایسے ایسے عیوب کو بیان کرنے سے عمداً درگذر کرتے ہیں۔ مگر اتنا الزام اُنپر ہم پھر بھی رکھتے ہیں کہ آریہ مت کے مہاتما پنڈتوں کی

بقیہ حاشیہ: جو اوپر تحریر ہو چکے ہیں۔ اور تمام داناوں کا اُسپر اتفاق ہے۔ پس اب بھی اگر کوئی سوردہاس اندھا دھند لیکھرام کی بانو پر جاوے اور جہالت اور تعصب کی نجاست کھاوے تو اُسکی مرضی ہمیں اُس سے کوئی سروکار نہیں کیونکہ دین اسلام میں ہرگز جبر و اکراہ نہیں۔ صرف کھول کھولکر حق کا بیان کر دینا ہمارا فرض ہے سو کر دیا ہے آیندہ ہر ایک اپنے عملوں اور کرتوتوں کا جواب دہ ہوگا۔ میرے خیال میں آتا ہے کہ اب مناسب ہے کہ اس جھوٹھ اور ناپاک غلط بیانی کو صریح البطلان پاکر آریہ صاحبان نہ صرف کلیات آریہ مسافر کو از سر نو چھپوا کر مستند ٹھیراویں بلکہ مستند ستیارتھ پرکاش چھٹی دفعہ چھپوا کر ایسی غلط بیانیوں سے اسے مبرا اور پاک کردیں غالباً یہی وجہ ہے کہ کلیات آریہ مسافر پر بھی مستند کا لفظ نہیں لکھا گیا تاکہ دوسرے ایڈیشن کے موقعہ پر جب اعتراضات کی بوچھاڑ پڑ چکی تو چھاپنے والونکو اتنا عذر اور بہانہ مل جاوے کہ ہمنے پہلے ایڈیشن میں مستند کا لفظ نہیں لکھا تھا اسمیں سہو کاتب ہو گیا ہے لہٰذا کوئی صاحب اعتراض نہ کرے + مگر ستیارتھ پرکاش مصنفہ دیانند جو کسی صورت میں وید کا ترجمہ نہیں بلکہ دیانند کی طبیعت اور غلطی کھانے والی عقل اور علمیت کا نتیجہ ہے اسکو دوبارہ ترمیم کر کے طبع کراؤ اور پہلے مستند کو آگ میں جلواؤ کہ اس نے جہالت اور تعصب کا ناش نہیں کیا کیونکہ ایسی فحش غلطیاں نکل آئی ہیں کہ اگر اسے ہم ساری کتاب کا رد لکھیں تو ایک سو ساٹھ غلطیاں ضرور ہی نکالیں گے +

ایک اور غلط بیانی بھی قابل غور ہے جو کسی صورت میں قابل عفو نہیں اور وہ یہ ہے دیکھو اخیری دو ورق ستیارتھ ایک اور جگہ دیانندجی کہتے ہیں وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلون کم واقتلوھم حیث ثقفتموھم والفتنۃ اشد من القتل وقاتلوھم حتی لا تکون فتنۃ ویکون الدین للہ فان انتھوا فلا عدوان الا علی الظلمین۔ ترجمہ خدا کی راہ میں تم انھیں لوگوں سے جنگ کرو جو تم سے جنگ کرتے ہیں

زندگی جن کا ذکر ہو چکا ہے۔ پاک اور قابل رشک نہیں گذری آخر جو اندر تھا اُسی کو باہر اگلا حقیقت یہ ہے کہ آریہ مہاتموں نے خواہ آج کل کے ہوں خواہ دس بیس سال پیشتر ہو گذرے ہوں سب و

بقیہ حاشیہ: (یعنی ایسے جنگ کرنیوالوں کو) مارو جہاں تم انھیں پاؤ۔ کیونکہ آئے دن فتنہ و فساد سے جنگ بہتر ہے اور اُن سے جاری رکھو (لڑائی) حتیٰ کہ (ہر ایک) کا دین خدا کے لیے ہو جاوے (یعنی جو وہ دل میں مانتا ہے ظاہر ہو کر اُسپر عامل ہو) اگر وہ باز آجاویں پس مت زیادتی کرو مگر ظالموں پر۔ اس آیت کو مدنظر رکھکر پنڈت دیانند نے لکھا ہے کہ ہر ایک کو جو اسلام نہ لاوے وہ واجب القتل ہے اور جبر اور زبردستی سے لوگونکو اسلام میں داخل کرنا لازمی ہے + ناظرین دیکھیں کہ یہ کس قدر ظلم اور انصاف کا خون کرنا ہے کہ اسلام کے نزدیک ہر ایک واجب القتل ہے حالانکہ اسجگہ صاف لکھا ہے کہ تمھاری جنگ صرف انھی سے ہو جو تمھیں قتل کریں اور زیادتی کسی پر مت کرو مگر ظالمونکو ضرور سزا دو جنھوں نے ظلم اور ستم سے اپنے تئیں سزاوار ٹھیرالیا ہے۔ پھر ایک اور آیت میں ہے کہ لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ یعنی دین میں زبردستی اور اکراہ ہرگز جائز نہیں پھر ایک اور آیت میں ہے یعطوا الجزیۃ وھم صاغرون کہ کفار ٹیکس یعنی جزیہ دیا کریں۔ اگر انھیں مارنا ہی فرض ہوتا تو جزیہ کی شرط کیوں لگائی جاتی پھر فرمایا کہ وان نکثوا ایمانہم من بعد عہدھم وطعنوا فی دینکم فقاتلوا ائمۃ الکفر انھم لا ایمان لھم لعلھم ینتھون الا تقاتلون قوما نکثوا ایمانہم وھموا باخراج الرسول وھم بدؤکم اول مرۃ + یعنی اگر وہ اپنے عہدناموں کی قسمیں توڑ ڈالیں اور تمھارے دین میں طعنہ آمیز باتیں کہیں پس ایسے (عہد شکن اور طعنہ مارنیوالوں کے) سرداروں سے جنگ کرو وہ لوگ ایسے نہیں ہیں جنکو انکی قسمیں اور عہدنامے شرارت اور فساد سے باز رکھیں تم ایسی قوم سے کیوں نہیں لڑتے ہو جنھوں نے اپنے عہدنامہ کے قسمونکو توڑا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (مدینہ سے بھی) نکالنے کا ارادہ کیا۔ اور مزید براں انھوں نے ابتدا کی ہے یعنی امن عامہ کے مخل اول اول وہی ہوئے ہیں + پارہ - ۱۰ ع ۸ +

اب انصاف پسند صاحب ہمیں کہاں لکھا ہے کہ تلوار کے زور سے اسلام پھیلاؤ اور کہاں لکھا ہے کہ کافر

شتم اور ناپاک بدبودار الفاظ کے استعمال میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا۔ اگر پوچھا جاوے کہ ان لوگوں نے آکر کیا کیا تو اسکے سوا کوئی جواب نہیں کہ قوم کو گالی گلوچ اور اخلاق رذیلہ میں مبتلا

بقیہ حاشیہ

اور منکر واجب القتل ہیں۔ بلکہ یہاں تو بتلایا ہے کہ چونکہ یہ لوگ عہد شکن ہیں اور مخالفوں سے مدینہ پر حملہ کراتے ہیں اور امن عامہ میں خود بخود آپ ہی مخل ہوتے ہیں اور ابتدا جنگ کے بھی آپ ہی مرتکب ہیں اور یہ ایسے لوگ ہیں کہ انھیں کے بھائیوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ سے نکالا اور اب مدینہ میں بھی آرام وچین سے آرام نہیں کرنے دیتے پس ایسے لوگوں سے جنگ نہ کیا جاوے تو کیا خود حفاظتی کو ترک کر کے اپنے بال بچوں کو اپنے ہاتھوں آپ ذبح کرانا رحم اور انصاف ہے۔ وہ بہت ہی ظالمانہ طبیعت رکھتے ہیں جو دیدہ و دانستہ ان حالات کو مد نظر رکھکر پھر بھی کہتے ہیں کہ اسلام نے پہلے خود بخود تلوار اُٹھائی اور لوگوں کو ناحق قتل کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو مکہ سے مدینہ میں بھاگ گئے تھے اور اپنے پیارے وطن کو الوداع کہہ گئے تھے اور صدہا صحابہ اپنے گھروں اور زمینوں سے بیدخل ہو کر ملک ابی سینا میں پناہ گزین ہوئے تھے کیا یہ سب کفار مکہ کی مہربانیاں تھیں؟ اور نیک سلوک کی کارروائیاں تھیں یا ظالمانہ دست درازیوں کے نتیجے تھے۔ ہمیشہ عہد شکن لوگ دوسرونکو وطن سے بیوطن کرنیوالے اور امن عامہ میں خلل انداز لوگ اس قابل ہوتے ہیں کہ جن تلواروں سے انہوں نے یہ دست درازیاں کیں اُنھی تلواروں سے انھیں سزا دیجاوے اور عہد شکنی اور امن عامہ کے مخل لوگوں کو کافی سزا دیجاوے تا کہ اُن کی نسل اور ہمسایہ ایسے ظلم وستم کا اعادہ نکریں کیونکہ آئے دن فتنہ ٹھیک نہیں بہتر یہی ہے کہ مفسد لوگوں کو نیست و نابود کیا جاوے جو فساد میں ابتدا کرنے کے مرتکب ہوتے ہیں پس پنڈت دیانند اور لیکھرام کا یہ کہنا درست نہیں کہ اسلام تلوار سے پھیلا ہے اب کونسی تلوار چل رہی ہے حالانکہ گذشتہ دس سال کے اندر ہند میں پچاس لاکھ مسلمان مردم شماری میں زیادہ ہو گئے ہیں اور بیسیوں ہندو لاہور میں اگلے روز مسلمان ہوئے ہیں۔ پس بڑے آدمی ہو کر بچوں اور ناسمجھوں کی سی باتیں منہ پر لانا نہایت کسر شان ہے۔ اول تو کسی مسلمان بادشاہ نے بزور شمشیر کفار کو اسلام میں داخل ہی نہیں کیا۔ اگر بفرض محال

کردیا اور نیوگ کے مسئلہ کو پیش کر کے زناکاری اور بدکاری کو از سر نو عروج اور ترقی دی۔ بہر حال اس امر کا ہمیں اعتراف کرنا چاہیے کہ بُت پرستی سے نفرت ظاہر کی ہے لیکن اس گند سے

بقیہ حاشیہ

کوئی ایسا کرے تو اسلام اُس کا جواب دہ نہیں ہے کیونکہ اسلام ایسے فعل سے بیزار ہے ہم خود بیزار ہیں کہ کوئی برائے نام مسلمان بنجاوے اور اسلام کی حقیقت سے بیخبر ہو اور اسکے اصول کا پابند نہ ہو۔ کیا کوئی کھانے پینے یا خاص لباس پہننے سے مسلمان بنجاتا ہے ہرگز نہیں مسلمان بننا ایک دل کا فعل ہے سو جب تک دل اطمینان نہ پکڑے اور انسان اپنی تمام طاقتوں کو خداتعالے کی راہ میں فدا نہ کردے اسوقت تک ایمان نصیب ہی نہیں ہوتا۔ پس جبر سے کسی امر کی تصدیق نہیں ہوسکتی اور دل شانتی نہیں پکڑتا اللہ تعالےٰ فرماتا ہے فذکر بالقرآن وما انت علیھم بجبار یعنی تو قرآن کے ذریعہ سے لوگوں کو نصیحت کیے جا اور تو لوگوں پر زبردستی نکر خواہ کوئی مانے یا نہ مانے اسی طرح ایک اور جگہ فرماتا ہے فذکر فانما انت مذکر لست علیھم بمصیطر پس تو نصیحت کیے جا حق یہ ہے کہ تو ایک واعظ ہے۔ تو اُنپر داروغہ نہیں کہ خواہ نخواہ انکو ایک راہ پر بجبر قائم کردے۔ پس اتنی شہادتوں اور احکام الٰہی کے ہوتے ہوئے اگر کوئی خواہ نخواہ یہ دعوٰی کرے کہ اسلام کو بزور شمشیر پھیلانا اسلام کا رکن اعظم ہے تو اُس کا کوئی علاج نہیں وہ محض دھوکا دہی اور تعصب کی راہ سے اپنا خبث باطن ظاہر کر رہا ہے۔ علاوہ ازیں ایک اور... لیکھرام وغیرہ نے اسلام پر یہ الزام لگایا ہوا ہے کہ کفار پر جزیہ لگانا ظلم اور جبر ہے یہ الزام محض ناواقفی اور جہالت سے پیدا ہوا۔ جاننا چاہیے کہ جزیہ کے معنی ہیں جزاء النفس وحفظ المال والعزۃ یعنی جزیہ وہ ٹیکس ہے جو کفار سے بعوض اُن کے حفظ مال وجان اور عزت کے ادا کیا جاتا تھا اور اسکی مقدار بہت قلیل تھی اور ناظرین اُسکی مقدار سنکر بہت تعجب کرینگے اور ساتھ ہی جب وہ ٹیکسوں اور محصولوں کا ملاحظہ کرینگے تو ان کے مقابلہ میں جزیہ ہزار روپیہ میں ایک روپیہ ہوگا۔ چنانچہ ایک کروڑ روپئے کی جائداد والے کافر سے چار روپے سالانہ لیے جاتے تھے اور مسلمان جو ایک کروڑ روپیہ کا مالک ہوتا تھا اُس سے دو لاکھ پچاس ہزار روپیہ زکوٰۃ میں لیا جاتا تھا۔ کافر جان

کنارہ کشی کرکے خدائے حي و قیوم ازلی ابدی کو اُسکے تمام اسماءِ حسنیٰ سے متصف نہیں کرتے اور زبان سے توحید کا اقرار ہے پر اُسکو معماروں اور حلوائیوں کیطرح محتاج قرار دیا ہوا ہے گویا دو

بقیہ حاشیہ: روپیہ سالانہ دینا تھا اُس کی طرف سے خرچ پولیس اور دیگر محصولوں کے اخراجات کا معاوضہ یہ زرِ مقدار سمجھا جاتا تھا اور امن عامہ کے قائم کرنے کے لیے دولتمند غیر مسلم کو کسیطرح کی تکلیف نہیں دیجاتی تھی اور نہ سکھوں کی طرح لوگونکو مفت بیگار کے کام میں لگایا جاتا تھا یہی روپیہ محکمہ جنگی اور پبلک ورکس ڈیپارٹمنٹ کے اخراجات کو پورا کرتا تھا۔ اب ناظرین خود ہی انصاف کریں کیا ان تکالیف اور انتظام کے مختلف صیغوں کے بحال رکھنے کیلیے ایک کروڑ روپیے میں سے چار روپیے وصول کرنا کونسا ظلم اور بے انصافی ہے حالانکہ مسلمانوں سے اڑھائی لاکھ روپیہ لیا جاتا تھا کیا اس ہمدردی اور سہولت کسی اور گورنمنٹ سے لوگونکو نصیب ہوئی ہے۔ مزید براں تاجروں سے ایک مال پر ایک ہی دفعہ محصول لیا جاتا تھا پھر اُسکو اجازت تھی خواہ اس مال کو ہزار شہر وہیں جا جاکر فروخت کرکر مگر آج کل ہزار دفعہ یعنی ہر شہر میں داخل ہوتے وقت ایک ہی مال پر محصول لگا دینا پڑتا ہے۔ اب ہر ایک سمجھ سکتا ہے کہ غیر مسلم لوگوں اور تاجروں پر کونسا ظلم تھا۔ اسکے بعد اگر کوئی کہے کہ جزیہ لینا ظلم تھا وہ محض تعصب اور ظلم کی راہ سے لوگونکو دکھا دیتا ہے جس کا جواب صرف سکوت ہی نہیں بلکہ ہزاروں گناہوں اور نیکیوں کے تصفیہ کے لیے جبکہ ہر ایک فرقہ اور مذہب کا پابند اپنے نزدیک الگ ایک معیار اور دلائل رکھتا ہے اُن سبکے لیے اسی خدائی فیصلہ کو حکم سمجھ لینا چاہیے جس کی رو سے لیکھرام نے مرکر نیوگ تناسخ اور دیگر اعتراضات کی تکذیب کردی اور اسلامی اصول اور جزیہ وغیرہ کی حقانیت پر مہر کردی کیونکہ پرماتما کا کوئی کام بغیر حکمت کے انجام پذیر نہیں ہوتا (دیکھو کلیات لیکھرام)

علاوہ ازیں پنڈت دیانند جی وید کی تعلیم میں لکھتے ہیں کہ جسطرح بگلا دھیان لگا کر مچھلی کے پکڑنے کی تاک میں رہتا ہے اسی طرح (راجہ) دولت جمع کرنے کے خیال میں رہے چیتہ کیطرح چھپکر دشمنوں کو پکڑے اور دشمن نزدیک آجائے تو خرگوش کیطرح بھاگ جاوے

میں گائے کا گوبر اور پیشاب ملا دیا ہے ان صاحبان کے نیک نمونہ کا یہ اثر ہونا چاہیئے تھا کہ یہ لوگ ہر طرح کے فسق و فجور سے پرہیز کرتے اور اپنے او ربیگانے کے حقوق کی رعایت

بقیہ حاشیہ: اور بعد ازاں دھوکا دیکر اُسے پکڑ لے اور دشمنوں کو بُلا کر یا کچھ دیکر یا اُن میں نفاق ڈالکر اپنے بس میں کرے۔ دیکھو ستیارتھ پرکاش باب ۶ ایسی تعلیم پرمیشر کی طرف سے نہیں ہو سکتی کیونکہ جس میں یہ لکھا ہے کہ دولت جمع کرنے کے لیے دنیا کا لٹیرا ہو جائے۔ اور دھوکہ سے لوگوں پر حملہ کرے یا اُن میں پھوٹ ڈالکر بیگانہ مال اپنے قبضہ میں لاوے + پھر لکھا ہے کہ جب یقین ہو جاوے کہ اس وقت جنگ کرنے سے کچھ زک پُہنچے گی اور کچھ عرصہ کے بعد مقابلہ کرنے سے اپنی بہبودی اور فتح ضرور ہوگی تو دشمن سے صلح کر کے موقع کا انتظار کرتا رہے جب دشمن کو کمزور اور اپنے تئیں مضبوط اور باسامان سمجھے تو اُسپر یک لخت حملہ کر دے۔ خواہ باپ۔ اُستاد۔ عورت۔ لڑکا اور پروہت ہی کیوں نہ ہو۔ جو اپنے دھرم پر قائم نہیں رہتا وہ راجہ سے سزا دیے جانیکے قابل ہے جو دھرم (دین) کو چھوڑ کر ادھرم (ارتداد) کرے اور اور ونکو بے قصور مارنیوالا ہے اسکو بے سوچے سمجھے قتل کر دینا چاہیے۔ اب ناظرین غور فرماویں کہ کیا وہ کتاب اور تعلیم پرمیشر کیطرف سے ہو سکتی ہے جس میں یہ بھی لکھا ہے کہ "ہے سبھا اور قوم کے مالک! آپ جو ہمارے ساتھ دشمنی کرے یا جو ہمارے ساتھ عداوت کرے۔ ہماری پس غیبت کرے۔ جو ہمارے ساتھ فریب کرے ان سبکو جلا کر خاک کر ڈالیے" (دیانندی یجروید بھاش صفحہ ۱۰۹۶)

گربہ مسکین گر پر داشتے + تخم کنجشک از جہاں بر داشتے + خدانخواستہ اگر ان لوگونکو کچھ طاقت اور ملکی اقتدار بھی حاصل ہو جاتا تو غیر مذہب والونکو دنیا میں رہنا محال ہو جاتا اور سکھا شاہی کا دور دورہ پھر ہو جاتا۔ سچ ہے کہ خدا گنجہ کو ناخن نہ دے بس جو خدا نے ان سے کیا ہے وہ بہتر کیا ہے کہ ہمیشہ کیلیے انکو دوسری قوموں کا ماتحت اور غلاموں کیطرح کر دیا ہے اس دعا اور منتر کے جھوٹھے ہونے کی یہ دلیل کافی ہے کہ یہ دعا قبول نہیں ہوئی

صٓ سطر ۳ صفحہ ۹۱، ۲۲۳

کرنے اور بدکاریوں اور شرارتوں سے تائب ہو کر ایسا نمونہ پیش کرنے کہ دوسروں کو ساتھ ملنے
کی خواہش پیدا ہوتی۔ مگر اب کوئی اگر ان کا دامن پکڑے تو کس خوبی کے لیے پکڑے ہاں میں

بقیہ حاشیہ

اگر خدا کی فرمودہ دعا ہوتی تو وہ ضرور اپنے فرمودہ دعا کا پاس کرتا اور انکو اقبالمندی بخشتا
خدا نے مسلمانوں کی دعاؤں کو قبول کیا اور ظالموں اور بدعہدوں اور کفاروں اور بیوفاؤں
پر کامل فتح بخشی۔ پس اگر کوئی حاکم کسیکو یہ کہے کہ اس مضمون کی عرضی لکھ لاؤ تو تمھیں فلاں
ملازمت ملجاوے گی۔ پھر اگر وہ عرضی منظور نہ ہو تو اُسے نالائق بدعہد یا عاجز اور نادار کہینگے
اور اسی طرح بے خفیفت حاکم کیطرح وید کے پرمیشر کو بھی مان لینا چاہیے کہ اُسنے لوگوں کو دھوکا دیا اور کہا
کہ جو کوئی اپنے مذہب کو چھوڑے اُسکو بے سوچے سمجھے قتل کردینا چاہیے۔ کیا ایسی شرتی
اور منو کی تعلیم کو مدنظر رکھکر قرآن پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ دین کے لیے جبر اور زبردستی اسلام
میں جائز ہے۔ کیا دیانند جی کا اب بھی جھوٹھ ثابت نہیں ہوا جو ایک طرف آنکھوں پر پٹی
باندھ کر مسلمانوں کو اس امر پر کوستے ہیں کہ یہ لوگ بزور شمشیر اسلام پھیلانا ثواب سمجھتے ہیں
حالانکہ اپنے ہاتھوں لکھی اور ترجمہ کی ہوئی وید کی تعلیم میں صاف لکھا ہے کہ دھرم چھوڑنے
والے کو مار ڈالو اور دشمنوں کو فریب سے قتل کر ڈالو اور جب دیکھو کہ ہم کمزور ہیں تو منافقوں
کی طرح صلح کر لیں لیکن موقع پاکر نہایت بے ایمانی اور بے رحمی سے مخالفوں پر شب خون مارو۔
پس قرآن یہ تعلیم نہیں دیتا کہ باپ ما استاد اور پروہت کو قتل کر ڈالو اگر وہ بیدین
ہو جاویں بلکہ وہ یہ سکھاتا ہے ووصینا الانسان بوالدیہ احسانا۔ وان
جاھداك على ان تشرك بي ما ليس لك به علم فلا تطعهما و
صاحبهما فی الدنیا معروفا یعنی ہمنے انسان کو یہ وصیت کی کہ والدین کے
ساتھ احسان کیا کرو لیکن اگر تجھے اس امر کا حکم کریں کہ تو خدا کے ساتھ کسیکو شریک بنا تو
تو اس امر میں انکی بات مت مان لیکن دنیوی امور میں کماحقہ پوری پوری انکی سیوا اور خدمت
کر۔ ایک اور جگہ فرمایا ہے کہ وقضى ربك الا تعبدوا الا اياه وبالوالدين احسانا
اما يبلغن عندك الكبر احدهما او كلاهما فلا تقل لهما اف ولا تنهرهما

کونسی صفت اور قابل رشک وصف ہے جو اوروں میں نہیں۔ علاوہ ازیں لالہ دیانند جی نے یہ بھی کہدیا ہے کہ ”جو اچھے آدمی ہیں وہ تو آرام پائیں گے اور جو گنہگار ہیں وہ سب

بقیہ حاشیہ۔ وقل لھما قولا کریما یعنی خدا کا حکم یہ ہے کہ تم خدا تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت مت کرو اور والدین کے ساتھ احسان کرو۔ اگر ان میں ایک یا دونوں تیرے ہوتے بڑھاپے کو پہونچ جاویں تو تو ان کو اُف تک بھی نکہہ اور نہ انکو جھڑک اور ان سے باادب تمام بات کر۔ پس ناظرین خود سوچ لیں کہ دیانندی پنتھ کیا کچھہ کہتا ہے اور اسلام کیا کہتا ہے پس اگر اب بھی کوئی بیہودہ اور خلاف واقعہ باتیں کہنے سے باز نہیں آتا اور خواہ نخواہ جھوٹھے اعتراضوں سے لوگوں کے دلونکو دُکھاتا ہے اور صرف اپنے اصول کی صداقت پر نازاں ہے، تو بہتر ہے کہ وہ ہماری پہلی بحث دربارہ گناہ پر غور کرے کیونکہ زبانی مباحثات پر ڈنکو کی چوٹ سے بُلانا اب لاحاصل ہے کیونکہ ہزاروں کتابیں بنا بر دلائل عقلیہ ونقلیہ در بارہ حلال وحرام ہر ایک فرقہ کیطرف سے تصنیف ہوچکی ہیں۔ کوئی عقلی دلائل سے نیوگ کے فوائد بیان کررہا ہے کوئی شراب کے جواز میں زور لگا رہا ہے کوئی تناسخ کا ثبوت پیش کررہا ہے کوئی غیر عورت پر نظر ڈالنا بھی گناہ سمجھتا ہے۔ پس ان تمام مختلف اور متضاد گناہوں اور اعمال صالحہ کا تصفیہ اسی آسمانی فیصلہ سے مان لینا چاہیے جو پرماتمانے خود اپنے ہاتھ سے نیوگ۔ تناسخ۔ ارواح اور مادہ کے انادی جاننے والے لیکھرام کو ہلاک کرکے ان مسائل کو غلط اور ناپسند قرار دیا اور ویدک دھرم اور عناصر پرستی کی تمام شاخونکو کاٹ ڈالا پھر اس کے بالمقابل وکیل اسلام (مرزا صاحب) اور ان کے اصول اور اعمال اور کردار اور گفتار کو پسند فرمایا اور جائز قرار دیا ہے کیونکہ بقول آریہ مسافر لیکھرام ”کوئی پرمیشر کا کام بغیر حکمت کے ظہور پذیر نہیں ہوتا اور صادق کیطرح کاذب کی درگاہ میں عزت نہیں پاتا (دیکھو کلیات لیکھرام) پس ہمارا اور تمام نیک لوگونکا لیکھرام کے اس قول پر بالکل اتفاق ہے۔ اور اس پر بھی اتفاق تام ہے کہ جو کچھہ خدا نے لیکھرام اور مرزا صاحب کے مباہلہ اور مقدمہ میں کیا وہ سب حق ہوا کیونکہ جو مقدمہ خدا کی درگاہ میں پہنچ جاتا ہے اس کے تصفیہ سے کسی پر ظلم نہیں ہوتا ہے خدا کرے آیندہ بھی ایسا ہی ہو یعنی جسطرح اب لیکھرام کی طرح۔۔

مذہبوں میں تکلیف پاوینگے" دیکھو ستیارتھ پرکاش باب ۱۲ ۔ خواہ کوئی ارواح اور مادہ کو انادی یا غیر انادی مانے خواہ کوئی تناسخ کے گورکھ دھندہ کو اواگون اور فضول نامعقول قرار دے مگر نیک ہو وے پھر ہر ایک کام کیطرف کوشش کرنا اور بدی سے بچنا کافی ہے۔ سماج اور آریوں میں اگر کوئی جاوے تو کیا کرے گا کیونکہ اول تو انکو معلوم نہیں کہ وید میں کیا لکھا ہے وجہ یہ ہے کہ چاروں ویدوں کا ارتھ (ترجمہ) نہیں ہوا اور جو کچھ تھوڑا یا بہت دیانند کر گئے وہ بھی قابل اعتراض اور پانچ دفعہ کاٹ کاٹ کر چھپا یا ہے۔ پس جن لوگونکو معلوم ہی نہیں کہ پرمیشور نے کن باتوں پر مکتی وابستہ کی ہوئی ہے اور کن باتوں سے انسان سور اور کتے بلیوں کے جونوں میں غلطاں پیچاں ہوتا ہے اور کن باتوں سے پرمیشور راضی اور ناراض ہے تو پھر بقول شخصی او.... خویشتن گم است کرا رہبری کند۔ اندھا اندھے کی کہاں رہبری کرسکتا ہے پس ہماری نصیحت تو یہی ہے کہ پہلے وید کا مکمل عام فہم ترجمہ کرکے دنیا کے سامنے پیش کریں اور جب چند سال تک دنیا ستیارتھ پرکاش کیطرح پانچ سات دفعہ غلطیاں نکالکر اس کی دھجیاں نہ اُڑالے کسی غیر مذہب والیکو ادھورے ویدک دھرم کیطرف دعوت نہ کریں ورنہ بے انصافی ہوگی اور نتیجہ خراب اور اواگون کے چکر کی طوالت لازمی ہوگی ۔

پس بالآخر ہم ناظرین کو اس امر کیطرف متوجہ کرتے ہیں کہ مذہب کے جوش اور جنون کا کم از کم یہ نتیجہ اور علت غائی ہونی چاہیے کہ انسان اپنی الہامی کتاب کے اوامر اور نواہی کا لحاظ رکھے مگر آریوں میں یہ یا تو ہو نہیں سکتا کیونکہ آجتک کوئی آریہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں وید کے کل احکام کا پابند ہوں پس ایسے مذہب اور ان کے مہاتما پنڈتوں کے خراب نمونہ اور بری تاثیر سے ہم کلی متنفر ہیں ہمیں ایسے افراد کی ضرورت ہے کہ جنکی پاک زندگی اور تاثیر قدسی اور افاضۂ خیر کی وہ نہریں چل رہی ہیں کہ ملک روحانیت اور اخلاق فاضلہ سے سیراب ہو رہا ہے اور خدا کی تازہ بتازہ وحی اور الہام سے فسق و فجور اور دہریت کا گھر برباد ہو رہا ہے۔ اور تقوے طہارت اور نکوئی کا گھر آباد ہو رہا ہے۔ پس وہ بیان جس کا ہم اشارہ کرتے ہیں اور جو بعض مقدس انسانوں کے ذکر پر مشتمل ہو کر

ہدیہ ناظرین ہے +

حضرت مسیح موعود علیہ السلام

واضح ہو کہ قانون قدرت اسیطرح مشاہدہ کیا جاتا ہے کہ کوئی قوم ترقی نہیں کرسکتی جبتک کہ اُسکی رہنمائی کے لیے ایک کامل پیشوا اور ہادی نہ ہو اگرچہ اس آزادی کے زمانہ میں شخصی حکومت کو سخت نفرت سے دیکھا جاتا ہے لیکن پھر بھی جمہوری ریاستوں میں پریزیڈنٹ کی ازحد ضرورت ہوتی ہے اسی طرح فوجوں اور حیوانات کے گلّوں میں کوئی نہ کوئی ضرور رہنما اور افسر ہوتا ہے حتیٰ کہ بعض جنگلی جانوروں اور پرندوں میں بھی کوئی امام ضرور ہوا کرتا ہے بغیر اس حسن انتظام کے جس میں ایک امام کا ہونا ازبس ضروری ہے دنیا میں گذارہ محال ہے۔ سو جاننا چاہیے کہ جس طرح ہر ایک چندروزہ محکمہ اور کارخانہ میں ایک افسر اور رہنما کا ہونا لابدی ہے اسیطرح بنی آدم کی روحانی حالت کی اصلاح اور روانگی کے لیے اللہ تعالےٰ نے بعض ایسے افراد کاملہ مبعوث فرماتا ہے جو دنیا کے لیے سٹیم انجن کا کام دیتے ہیں ان کے وجود کے بغیر دنیا درخت بے ثمر اور بے مغز پھوک سے بڑھکر نہیں ہوتی۔ انسان کی اصل غرض اور مدعا جو ہے لوگ اس سے بھٹک جاتے ہیں اور لہو ولعب میں گرفتار ہو کر اپنے اصل مالک حقیقی کی معرفت سے ناآشنا اور ناواقف ہوجاتے ہیں سو جاننا چاہیے کہ دنیا کی حالت جیسے کہ آیندہ تفصیل معلوم ہوگا ایک انسانی بچہ کی طرح واقع ہوئی جو ضعف سے پیدا ہو کر طرح طرح کی تعلیم اور تربیت کا محتاج رہتا ہے اور جوں جوں وہ بڑھتا جاتا ہے اُسکی ترقی تعلیم کے لیے حسب لیاقت مختلف کتابیں اور دیگر سامان ضروریات بہم پہنچایا جاتا ہے آخرکار جب وہ کامل ہوجاتا ہے یعنی جسمانی اور روحانی طور سے اپنے کمال کو پہنچتا ہے تو اُسکو بعض امتحان پاس کرنیکے بعد کامل قانون اور ہدایت نامہ ملتا ہے جسکی دفعات کے مطابق وہ زندگی بسر کرسکے۔ اسیطرح حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر جب دنیا نے ایک عظیم الشان انقلاب قبول کیا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک بنی آدم کی رہنمائی کیلیے مختلف قانون آتے رہے جن سب کا منشا اور علت غائی یہی تھی کہ لوگ شرک سے بچیں اور توحید اور معرفت الٰہی حاصل کریں پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دنیا اپنے شباب کو پہنچگئی تھی اور تمام قوموں کا میل

جول اور تبادلہ خیالات کا سلسلہ شروع ہوگیا تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے ایک کامل ہدایت نامہ جو تمام صُحف
اور توراۃ اور انجیل وغیرہ محرف مبدل کتابوں کی تعلیم پر مشتمل ہے عطا فرمایا تاکہ اس ہدایت نامہ سے ہر
ملک و ملت مستفید ہو سکے۔ اگرچہ یہ ہدایت نامہ مہذب دنیا کے کناروں تک پہونچ گیا تھا مگر جسطرح
انسان پر طرح طرح کے انقلاب اور حالتیں آتی ہیں اسیطرح شرک و بدعت اور گوناں گوں فسادوں
سے دنیا بیمار ہو جاتی ہے اور ایسے حاذق طبیب اور حکیم کی ضرورت ہمیشہ رہتی ہے جو کامل ہدایت
نامہ سے مناسب نسخہ تجویز کر کے دنیا کی حالت کو روباصلاح کرے کیونکہ جب انسان یا دنیا بیمار ہوتی
ہے تو وہ صرف اپنی ہی سمجھ اور تدابیر اور غور و فکر سے صحتیاب نہیں ہوتی بس باوجود تمام ہدایتوں
اور ادویہ کثیرہ کے ایک معلم یا ڈاکٹر کی ضرورت ہر موسم میں محسوس ہوا کرتی ہے اسیواسطے اللہ تعالیٰ اسلام
میں ہر صدی میں ایک مصلح اور مجدد کو بھیجکر اپنے بندوں کو ہدایت کیطرف دعوت کرتا ہے اُس کا
یہ طریقہ ہرگز نہیں کہ جب دنیا محض بچہ کیطرح کم علم اور کوتاہ اندیش تھی و بدک پستک دیکر یکدفعہ ہی
سے قطع تعلق کر لیا اور کروڑوں برس آریہ ورت میں فسق و فجور اور کفر و شرک کی بیماریوں کا
دورہ ہوا مگر وہ نہایت سنگدل ہو گیا ان کی خبر تک نہ لی اور اس کوتاہی اور بے دردی سے وید
دھرم کے بعض بچھڑے ہوئے فرقوں کی یہ حالت ہو گئی ہے کہ بعض لوگ یعنی چولی مارگ والے میں وید
کے ذومعنی شرتیوں سے ایسے گمراہ ہو گئے کہ اندھیرے میں اپنی ماؤں بہنوں اور بہوؤں کا منہ کالا کرنے
لگے اور اپنی بیگانی لڑکیوں میں کچھ تفرقہ جائز نہ رکھا اور ننگی عورت اور برہنہ مرد کے آگے متھا ٹیکنا
اور اپنی حاجات کے لیے انکو مستقل سمجھنا اصول اعلیٰ قرار دیا گیا اسی طرح بام* مارگیوں کی عورتیں
اور مرد خاص کام کے بعد ویریہ کو پانی میں ملا کر پینے کو باعث نجات یقین کرنے لگ گئے اور ایک
فرقہ وید یعنی اجری وجری نے بول و براز بھی کھانا ثواب دارین سمجھ لیا مگر افسوس کہ بقول آریہ
سماج پر میشر نے مصلحت نہ سمجھی کہ کسی دیا نند کو یا کسی اور کو الہام اور کلام پاک سے مؤید و ملہم
کر کے ان گمراہوں کی ہدایت کے لیے مبعوث فرماوے اور دوبارہ الہام کا دروازہ کھولنا مناسب
نہ سمجھا گو آریہ ورت ناپاک ترین اعتقاد والے لوگوں سے بھر گیا اور زمین فسق و فجور کی نجاست سے
آلودہ ہو گئی۔ الحمدللہ کہ تعالےٰ حسب وعدہ مندرجہ قرآن کریم ہر صدی میں اور ہر زمانہ میں ایسے برگزیدہ
کامل انسانوں کو مامور فرماتا رہا ہے کہ وید کے بچھڑے ہوئے گندہ فرقوں کے منہ کو توحید و تقدیس کی طرف

* دیکھو ستیارتھ پرکاش باب ۱۱ صفحہ ۴۶۶ - ۴۶۷

سو جاننا چاہیے کہ اس دنیا میں روحانی امراض شدیدہ ہمیشہ ہوا کرتے ہیں اور رہوں گے۔ جس مذہب میں کوئی کامل ڈاکٹر نہیں اُسکی حالت خطرناک ہی اور جس قوم میں کوئی چراغ روشن نہیں اسکی گمراہی اور بطلان عند العقلا قریب تر ہے جس جماعت میں کوئی مہدی یا سٹیم انجن نہیں وہ منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکتی بلکہ دنیا کی دولت اور وجاہت کا حاصل کرنا انکی زندگی اور کوششوں کا آخری نتیجہ اور علت غائی قرار پاجاتی ہے اور انکی حالت اپنے بزرگوں اور رشیوں اور منیوں سے بدرجہا متغیر ہوکر مسخ ہو جاتی ہے۔ سو یہ سب انقلاب خدا کی بے توجہی سے ظہور پذیر نہیں ہوتے بلکہ اُن لوگونکی غفلت اور انکار اور کفر سے پیدا ہوتے ہیں جو خدا کے مدامی الہام اور کلام کی بارش سے ظاہری بارش کیطرح مستفید ہونیکی کوشش نہیں کرتے بلکہ اپنے بزرگوں انبیا اور اولیاء اللہ کی راہوں اور تعلیموں کو ضائع کرکے قصہ کہانیوں پر قانع ہو جاتے ہیں۔ پس ایسے لوگوں اور اُن کی اصول کے غلط ثابت کرنے کے لیے کسی فلسفہ اور باریک دلائل کی ضرورت نہیں صرف اتنا ہی دیکھ لینا کافی ہے کہ آیا یہ لوگ جو اپنے تئیں اپنے بزرگوں اور رشیوں کے متبع یقین کرتے ہیں اُن میں اُن بھگتوں کے سے اعمال اور برکات بھی دستیاب ہوتی ہیں یا نہیں۔ پس اگر ان دونوں صفتوں سے خالی و تہیدست ہیں تو ان کے دعاوی بلا دلیل ہرگز قابل سماعت نہیں چنانچہ آجکل جو اپنے تئیں آریہ خیال کرتے ہیں وہ ہرگز اپنے بزرگان دین کی اتباع نہیں کرتے۔ مثلاً شادیوں اور ماتموں میں اُن تمام رسومات کے عامل نہیں جو وید یا کم از کم ستیارتھ پرکاش میں مندرج ہیں کیونکہ یہ لوگ جب ارشاد وید اپنے مُردوں کو کستوری صندل اور روغن زرد قیمتی چھبیس روپے اگر تگر وغیرہ میں ہرگز نہیں جلاتے اور شادیوں کیطرح برملا نیوگ کی رسم کو ادا کرکے اُسپر عملدرآمد نہیں کرتے یا کر سکتے اور بعض شریف آریوں کے گھروں میں اولاد کا سخت قحط محسوس ہو رہا ہے مگر نیوگ کی طرف رجوع نہیں کرتے پس ایسے لوگوں کو وید کا متبع یا رشیوں کا قائمقام ہرگز تصور نہ کرنا چاہیے۔ اسیطرح عیسائیوں کا حال ہے اگر وہ اپنے بزرگوں اور کتب مقدسہ کی اتباع کرتے تو بقول انجیل مصنفہ مسیح علیہ السلام اشارہ سے پہاڑوں کو اُڑا دیتے قصہ کوتاہ ہر باطل مذہب کی حالت میں روز بروز تبدیلی اور فرق عظیم آتا جاتا ہے اور آتا رہے گا۔ پس پرمیشر کا احسان اہل اسلام پر بہت ہے کہ جسطرح وہ وقت پر ظاہری بارش اور موسمی ضروریات کے ..... سامان سے مستفید کرتا ہے اسیطرح

جب بدعات اور فسق و فجور کی امراض شدید نمودار کرتی ہیں اور روحانی آدمیوں کا قحط پڑ جاتا
ہے تو وہ اپنی عنایات بے غایات سے ہر صدی میں مہدی اور مجدد پیدا کرتا ہے جو خدا سے تائید پاکر
پاکیزگی اور نیکی کا اعلیٰ ارفع نمونہ پیش کرتا ہے اور اپنی تاثیر قدسی اور روحانی کشش اور برکات سے
لوگوں کو چند روزہ زندگی کے مخمصوں اور ظلمتوں سے نجات دیکر خدا سے وصل کرا دیتا ہے یہی وجہ ہے
کہ اہل اسلام میں وہی پنج ارکان اسلام اور وہی قرآن اور وہی اصول ہیں جو ابتدا میں تھے اور وہی
فیوض اور برکات اور کرامات سچے مسلمانوں کے شامل حال ہیں جو صحابہ رضی اللہ عنہم میں نمودار تھیں
مگر برخلاف اس کے آریہ لوگوں کا تو کیا کہنا ہے کیونکہ اول تو یہ وید کی اطاعت کا دعویٰ نہیں کرتے
کیونکہ تمام وید کی صورت اور احکام سے ناآشنا ہیں اور عیسائی بیچارے بھی اپنے بزرگوں کے اعمال
اور گفتار سے مستغنی ہو گئے ہیں اور یسوع نے جو انجیل میں کہا کہ میں توریت کا ایک شوشہ تک کم کرنے
کو نہیں آیا اس کے نام کے متبعین نے تمام توریت کے احکام اور شریعت کی پابندی کو لعنت تصور
کیا ہے۔ یہ لوگ ایسے بلانوش نکلے کہ سور کو جو توریت میں ابدی حرام لکھا ہے اسکو بھی ہڑپ کر گئے
اور اپنے خداوند کے باپ یوسف کی سنت سے بھی منکر ہو گئے یعنی جیسا انھوں نے نکاح ثانی کیا
یہ اس فعل کو حرام سمجھتے ہیں اگر یہ سچ ہے تو یسوع کسکی اولاد قرار پایا؟ اور قریب نصف درجن
کے جو اولاد ہوئی کیا وہ بچے ناجائز ولادت سے پیدا ہوئے تھے جو خداوند یسوع کے بھائی اور بہنیں تھیں
حاصل کلام جب انسان ایک جگہ جھوٹ بولتا ہے تو اس کے قائم رکھنے کے لیے اور کئی جھوٹ بولنے
پڑتے ہیں۔ پس خدا کی انصافانہ قدیمی سنت الہام سے منکر ہونا صد ہا گمراہیوں اور اکاذیب کا
باعث ہوا ہے پس ان گمراہیوں اور بداعتقادیوں کے دفعیہ کے لیے جب باریتعالیٰ کسی مبارک وجود
کو اپنے الہام اور پاک کلام سے مشرف کرتا ہے تو اُسکے نور کی جھلک سے خطرناک تاریکیاں اور
ظلمتیں دور ہو جاتی ہیں اور اندھیری گھاٹیوں اور تیرہ و تار غاروں تک روشنی کی کرنیں
جا پڑتی ہیں اور لاکھوں اندھے بینا ہو جاتے ہیں اور ہزاروں بہرے سُننے لگتے ہیں پس وہ شخص جو
اسلام کے لیے سٹیم انجن اور سچائی کے طالبوں کے لیے صداقت کا آفتاب ہے وہ حضرت
اقدس مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود و مہدی معہود ہیں آپ پر ہزاروں
لاکھوں بے انتہا صلوٰۃ و سلام ہوں اور نیز آپ کے اتباع پر +

جاننا چاہیے کہ اس پاک امام ہمام نے ہزارہا خرابیوں اور کفر و شرک اور بدعات کی بکلی بیخکنی کی ہے جو گھٹا ٹوپ بادل کیطرح دنیا پر چھائی ہوئی تھیں۔ منجملہ ان بدعات کے ایک یہ بھی ہے جسکا اشارۃً ذکر آچکا ہے کہ سکھوں کی قوم کو از سر نو نورِ ہدایت کی راہ دکھائی اور باوا صاحب کے مذہب (اسلام) اور طریق زندگی اور استفاضۂ برکات اور اولیاء اللہ کی صحبت کے فیوض اور رحمتوں سے آگاہ کیا ہے جنمیں انھوں نے اپنی عمر گذاری مگر آجکل کے سکھ اسبات سے نفرت کرتے ہیں کہ اپنے مذہب کے بانی مبانی کیطرح حضرت عبد الشکور سلمی اور حضرت معین الدین چشتی وغیرہ اولیاء اللہ کی صحبت اور قرب سے مستفیض ہوں اور نماز روزہ حج زکوٰۃ سے سعادت دارین طلب کریں جسطرح ان کے باوا صاحب کرتے تھے چنانچہ تذکرہ ان کا سارا ملک باوا صاحبکو پکا مسلمان یقین کرتا ہے مگر سکھوں کا یہ حال ہے کہ جو کوئی ان کے گھر میں رہتا ہے وہی انکی خانگی زندگی اور شراب نوشی اور ہر قسم کی بدکاری اور فسق و فجور کی کثرت سے واقف ہو سکتا ہے۔ دوسروں کو ان باتوں سے کہاں اطلاع ہو سکتی ہے اگر پوچھا جاوے کہ باوا صاحب تو ریاضتیں اور چلہ کشیاں اور ذکر الٰہی میں ہر وقت مصروف رہتے تھے تم کیوں اس قدر گندگی اور ناپاک راہوں میں گردش اور انکی آخری وصیت مندرجہ چولہ صاحب پر کیوں عمل نہیں کرتے۔ تو کہتے ہیں کہ اس ناپاک دنیا میں باوا صاحب بھی یہ کہتے کہتے گذر گئے وغیرہ

کلمہ کہوں تو کل ٹرے اور بن کلمہ کل نارے جے دیکھوں کل کھول کے تو سب کچھ کلمہ مارے

یعنی اگر کلمہ پڑھتا ہوں تو دلکو تسکین اور اطمینان ہوتا ہے ورنہ نہیں کیونکہ سب کچھ کلمہ طیبہ کے اندر ہے۔ بھلا یہ کوئی جواب ہے وہ تو پاکدل اپنے تئیں عابد زاہد اور پرہیزگار مسلمان رہ کر اس دنیا سے چلے گئے مگر انھوں نے تمھاری طرح دنیا پرستی کو ہی معبود نہیں بنا لیا تھا۔ علاوہ ازیں ایک اور شرک اور الوہیت مسیح ابن مریم کی بیخ و بنیاد بھی حضرت مرزا صاحب کے وجود باجود سے اکھاڑی گئی ہے اور کروڑوں عیسائیوں کو اس بیہودہ اعتقاد سے پھسلا دیا جو مسیح ابن مریم کو زندہ سمجھتے تھے اور انکی قبر دکھا کر کفارہ کے گناہ خیز مسئلہ کو جاہل لوگوں کے دلوں سے اٹھا دیا اور لاکھوں جو اس مسئلہ پر تکیہ کر کے ہر ایک فسق و فجور میں غلطاں تھے جادہ راستی پر آگئے اور بائبل کی محرف مبدل تعلیمات سے دست بردار ہو گئے اور حضرت اقدس کی زبردست تحریروں اور پر تاثیر دعاؤں نے

یہ اثر پیدا کیا کہ جوق در جوق لوگ حق کے قبول کرنے کے لیے ہمہ تن طیار ہو رہے ہیں اور بائبل کو دور سے سلام کرتے ہیں اور قریب ہے کہ وہ مشرف باسلام ہو کر دائمی مکتی اور مکالمہ الٰہیہ کے لذیذ پھل کھاویں۔ علاوہ ازیں اور زبردست نشانوں اور کرامتوں کے جو حضرت مرزا صاحب کے نفوس قدسیہ سے ظہور پذیر ہوئے ہیں ایک یہ بھی ہے کہ لاکھوں مسلمانوں کو فرقہ احمدیہ میں منسلک کر کے حقیقی تقویٰ اور طہارت پر قائم کیا ہے اور ان کی روحانی حالت اور نیک چال چلن کو دیکھکر بعض یورپین بھی حیران ہیں اور کہتے ہیں کہ ان لوگوں کے دلوں سے ہر ایک بدی کی جڑ کاٹی گئی ہے اور اس کے بالمقابل نیکی نے بسیرا کیا چنانچہ بہت سے افراد ہر ایک بڑی بستی میں رہتی ہونگے جنکی صلاحیت اور نیکی دوسروں کو حیرت میں ڈالتی ہے۔ ایسی تبدیلی کسی اور فرقہ میں* ہرگز ہرگز نا

حاشیہ

* واضح ہو کہ ہمارے ایک بھائی مسمّی الہداد خان ملازم رسالہ شتران جو ایک ذی عزت اور معتبر اور صاحبدل مرد خدا ہیں۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ اُن کے افسر نے ایکبار اونٹوں کی خریداری کے لیے انھیں مامور کیا ایک آریہ صاحب نے اُنسے کہا کہ اگر آپ ہمارے اونٹ خرید کر سرکار کے حوالہ کر دیں تو میں آپ کو پانچسو روپیہ دوں گا۔ ہمارے احمدی بھائی نے کہا کہ اس قسم کے اونٹ ناقص ہوتے ہیں اور جلد مر جاتے ہیں اگر تم دو ہزار روپیہ بھی دو تب بھی میں ایسی بے ایمانی نہیں کر سکتا اور آپکے اونٹوں کو نہیں خریدتا کیونکہ اسمیں نمکحرامی اور معصیت ہے اسپر وہ آریہ دم بخود ہو گیا۔ ہمارے بھائی نے کہا کہ دیکھلو دیانند کی تعلیم اور مرزا صاحب کی تعلیم اور تزکیہ نفس میں کیا فرق ہے۔ ہر ایک اس واقعہ صحیحہ سے عبرت پکڑے اور خیال کرے کہ جیسا کوئی درخت یا بیج ہوتا ہے ویسا ہی اُس سے پودہ اور نشو ونما ہوتا ہے اسمیں کسی کا کیا قصور۔ دیکھو ستیارتھ پرکاش یا بائبل یس ویدک دھرم اور اسلامی تعلیم کا پھل اور اثر ہر ایک پر نمایاں ہے۔ دراصل کسی کا گناہ سے کنارہ کشی کرنا اس کی معرفت الٰہی سے وابستہ ہے کیونکہ جو شخص حاکم با اختیار کی قوت و صولت و ہیبت اور غضب سے جسقدر واقف ہوتا ہے اسی قدر وہ اُسکی مرضیات کے کام کرتا ہے اور ایسی منہیات اور مکروہ افعال سے پرہیز کرتا ہے جن سے اُسکا مالک جو عزیز و مقتدر ہے ناراض ہو کر اسکو اسکے اعمال بد کی پاداش دیتا ہے موقعہ پر ہر ایک کو یاد رکھنا چاہیے کہ ایک مسلمان احمدی تو اسلیے خدا سے ڈر کر ہر ایک ظلم

دستیاب نہیں ہو سکتی +

دراصل گناہ انسانی قلب اور طبیعت سے دور نہیں ہو سکتا جب تک کہ کوئی ایسا تریاق انسان کو نہ ملے جو گناہ کا زہریلے اثر کو باطل کر دے۔ سو جاننا چاہیے کہ انسان کی ہدایت کے لیے ایک ایسے کامل انسان کی از حد ضرورت ہے جو خدا کا ایسا قرب اور اُس سے ایسی صلح اور آشتی رکھے کہ وہ خدا کی صفات کا ظل اور مظہر ہو یعنی ایسا ہادی ہونا چاہیے کہ جسکے ہاتھ سے بعض خدائی کام یعنی معجزات اور کرامات ظہور پذیر ہوں اور بعض انسانی کام اس سے ظاہر ہوں۔ گویا وہ انسانیت اور الوہیت کی دو چادروں یا وصفوں کا متحمل ہو۔ اگر کوئی اُستاد اپنے شاگردوں سے بڑھکر کوئی وصف اور خوبی نہیں رکھتا تو اُسکے شاگردوں کی ترقی کا دائرہ بہت تنگ اور ناقص واقع ہوا ہے لیکن اگر کوئی ایسے وصفوں کا مالک ہے جو شاگردوں میں موجود نہیں تو وہ بیشک انکو خاص کشش اور اُمید سے عالم بالا کیطرف لیجاویگا۔ پس ذیل میں ہم حضرت مسیح زمان علیہ السلام کی کرامات کا مختصر ذکر کرتے ہیں جنسے یہ امر بوضاحت ہر ایک پر کھلجاوے گا کہ اس کامل ہادی کو درگاہ الٰہی میں خاص رسوخ حاصل ہے سو جو اُس کے کہنے پر چلے گا وہ بھی اپنے اُستاد کے وصفوں کا مالک ہو سکے گا +

علاوہ اور زبردست نشانوں کے جو حضرت مرزا صاحب کے ہاتھ پر ظاہر ہوئے ہیں ایک یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ آج سے پچیس[۲۵] سال پہلے آپکو بطور پیشگوئی کے فرماتا ہے جو براہین احمدیہ میں درج ہے کہ میں تیرا نام دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا اور دور دور کے ملکوں سے لوگ تیرے پاس آوینگے اور اس قدر آوینگے کہ رستے گہرے ہو جاوینگے۔ پھر فرمایا کہ کثرت رجوع خلائق سے تنگدل اور دقی نہ ہو جاویو جو تقاضائے بشریت سے ہوتا ہے۔ ہزارہا بلکہ لاکھوں کو معلوم ہے کہ آج سے پچیس سال پیشتر قادیان کے گردونواح میں بھی لوگ حضرت اقدس کو نہیں پہچانتے تھے اور نہ یہاں آتے تھے مگر آج وہ زمانہ ہے کہ اللہ تعالیٰ

بقیہ حاشیہ اور ناپاک راہ سے پرہیز کرتا ہے کہ وہ اسکو قادر مطلق اور نیکی بدی کا پھل دینے والا سمجھتا ہے اور اس یقین کے حصول کے لیے خدا کے الہام اور زندہ نشانات کا مشاہدہ کرتا ہے اور ایک پہلو سے وہ مالک حقیقی کو دیکھتا ہے لیکن دوسری طرف جو آریہ صاحب ہے اسکو پرمیشر پر اتنا ایمان اور یقین نہیں اُس کا

ان تمام باتوں کو ظاہر فرمارہا ہے ۔ کیا کوئی انسان اپنے منصوبہ سے ایسا کر سکتا ہے ہرگز نہیں اگر کسی نے کیا ہے تو اُس کی نظیر پیش کرنی چاہیئے ۔ اصل بات یہ ہے کہ آئندہ کی خبر غیب اللہ تعالیٰ کیطرف اپنے ہی

بقیہ حاشیہ: ایمان اور یقین اور خشیت اللہ وہیں ختم ہو جاتی ہے جہاں وہ انسانی نقصان اور مجازی حاکم کے علم اور قبضہ تصرف سے باہر ہو جاتا ہے جب تک اُس کا افسر اُسکے سامنے ہوتا ہے تو وہ ایسی دلیلی رشوت ستانیوں کیطرف رجوع نہیں کرتا ہے لیکن جب اُس سے وہ غائب ہوا تو ساتھ ہی اُس کا خدا اور خدا ترسی گم ہو گئی اگر کوئی کہے کہ ایسی کرتوتوں کے بدلے اُسے بڑے جنموں میں جاکر سور کتا وغیرہ کا ڈر اور احتمال ہوتا ہے اسلیئے وہ ایسے کاموں سے دستکشی کریگا پر تجربہ بتاتا یہ بات بالکل خلاف واقعہ ہے ۔ کیونکہ کسی سُور اور کتے نے انسانی جنم میں آکر ایسے افعال بد کا ہرگز اُپدیش نہیں کیا اور نہ کسی جنم اور خاص گناہ کی سزا کا رونا رویا ہے اس لیئے ایسا خیال کرنا محض نادانی اور جہالت ہے ۔ ہاں ایسا آریہ کہہ سکتا ہے کہ ہمارا گناہ کرنا بھی پرمیشر پر احسان کرتا ہے کیونکہ اگر ہم گناہ نکریں تو وہ نیکوں کے لیے کن روحوں کو گائے بکری وغیرہ مفید جانوروں کا جنم دیکر راحت کے سامان مہیا کرے گا علاوہ ازیں یہ بھی ہر ایک پر ظاہر ہے کہ جس پرمیشر نے اپنی قدرت ناقصہ سے ایک ذرہ بھی نہیں بنایا اور نہ کوئی روح پیدا کی اور نہ وہ کسی کا بھلا اور بُرا کر سکتا ہے پھر ایسے کم حیثیت پرمیشر سے ڈرنے کا کیا فائدہ صرف فرضی پرمیشر اور اسکی باتوں میں آکر دینوی فوائد سے بھی محروم رہنا عقلمندی نہیں ۔ پس جب آریوں کے اعتقاد کی یہ حالت ہے تو پھر ہر ایک دانشمند کو اسبات پر نا اُمید ہونا چاہیے کہ اُس کا آریہ ملازم دیانت امانت سے اپنے فرائض کو ادا کریگا۔ کیونکہ جس قدر کوئی سرگرم آریہ ہوگا اُسی قدر وہ اپنے پرمیشر کا زیادہ خیر خواہ ہوگا اور ارتکاب افعال بد سے خدا کی خدائی میں نمایاں فتوحات اور ملک گیری کا باعث ہوگا۔ آریوں کی ایمانداری اور حق طلبی کی حقیقت صرف ایک ایسے آریہ ہی سے منکشف نہیں ہو سکتی جس کا ذکر ابھی کیا گیا ہے اس لیے مناسب ہے کہ دو چار اور نہ کردہ آریوں کے جدید کرموں کا ذکر کیا جاوے اور وہ یہ ہے کہ ناظرین کو معلوم ہوگا کہ ایک جھوٹا خون کا مقدمہ پادریوں کیطرف سے حضرت اقدس میں مرزا غلام احمد صاحب پر دائر کیا گیا تھا جسکی مختصر کیفیت یہ ہے کہ پادری کلارک نے کفارہ کی آڑ میں بیٹھکر

ہاتھ میں رکھی ہوئی ہے پس جو شخص ایسے نہاں در نہاں غیب پر اطلاع پاوے تو سمجھو کہ اسے درگاہ الٰہی میں رسوخ حاصل ہے پس ایسے لوگ جو دنیا میں خدا تعالیٰ کیطرف سے ہدایت کے لیئے آتے ہیں انھیں کے طفیل اور انھیں کی بابرکت صحبت سے دہریت ضلالت فسق و فجور کی جڑیں کاٹی جاتی ہیں اور انسان کو یقین کامل ہو جاتا ہے کہ وہ ذات جس نے ایک عاجز انسان کو قبل از واقع فرمایا کہ میں تجھے وہ فروغ بخشونگا اور بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈینگے سبحان اللہ! بیشک وہ دنیا کا مالک مختار ہے جو چاہتا ہے کر سکتا ہے +

بقیہ حاشیہ عبد الحمید ساکن جہلم کو یہ جھوٹھ سکھایا کہ تو عدالت میں جا کر یہ کہدے کہ مجھ کو کلارک صاحب کے قتل کرنیکے لیئے مرزا صاحب موصوف نے بھیجا تھا مگر آخر کار یہ منصوبہ کارگر نہ ہوا کیونکہ یہ سراسر دروغ بے فروغ تھا مگر بہت سے نامی سرکردہ آریوں نے اس مقدمہ میں جھوٹھ کی نجاست کھانے اور سور کتے بننے سے ذرا پرہیز نہ کیا۔ جسطرح عیسائیوں نے کفارہ پر تکیہ کر کے بڑی شوخی اور جرأت سے خدا کے فرستادہ پر ناپاک حملے کیئے اسی طرح آریوں نے اپنے کمزور پرمیشر سے نہ ڈر کر یا اُس کی بادشاہی کو تقویت دینے کے لیئے اپنی طرف سے کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا۔ اگر ہمیں بعض وجوہات مانع نہ ہوتیں تو ہم اُن مہاشوں کے فرداً فرداً نام لکھدیتے جنھوں نے اس موقع پر بے ایمانی اور غلیظ شرارت کا وافر حصہ لیا تھا۔ اور ان لیلوں اور پرانی خرانٹ بھیڑوں کا فوٹو کھینچدیتے جنھوں نے پیٹ بھر کر جھوٹھ کی نجاست کھائی اور مسیح کے دم مسفوح کے بھروسہ پر ناحق دوسرے مسیح کا بھی خون کرنا چاہا تھا۔ آخر کار جب عبد الحمید نے دوسرے اظہار میں صاف صاف اقرار کر دیا کہ مجھے خود پادریوں نے سکھا پڑھا کر پھسلایا اور مرزا صاحب پر اقدام قتل کا مقدمہ کرایا تھا لیکن در حقیقت مرزا صاحب کیطرف سے کوئی ایسی تحریک و تحریص نہتھی تو اس اظہار پر ہر ایک بد بخت آریہ اور عیسائی کے مُنہ کالے ہو گئے۔ اگر یہ لوگ کسی قدر سچائی سے محبت کرتے تو ضرور ایسے موقع پر ناحق بدبودار جھوٹھ کی حمایت نہ کرتے کیا یہ بھی پاک نمونہ ویدک دھرم اور کفارہ مسیح کا ہوا کرتا ہے؟ اُن لوگونکی ایسی خباثت نفس کو ملاحظہ کر کے اب بھی اگر کوئی صاحب ان کے گندہ برتن میں وہی نجاست کھاوے اور ان کے اصولوں کے معتقد ہو کر جھوٹھ کی حمایت کرے تو آپ ہی ہمارا کیا قصور ہے ایسے شخص کا باطن بد کاریوں اور تعصب سے متعفن ہو گیا ہے جس کے اندر نور اور روشنی کا عکس نہیں پڑ سکتا ایسے ہی لوگوں کے

علاوہ ازیں منجملہ اور زبردست نشانوں کے جو خدا کیطرف سے حضرت اقدسؑ کے ہاتھ پر ظاہر ہوئے ہیں ایک بھی ہے کہ خدا تعالیٰ نے مدت ہوئی کہ آپ کو خاص الہام سے اطلاع دی کہ تیری عمر اسی سال کے قریب ہوگی

[illegible]

بقیہ حاشیہ: دلوں پر اپنی گذشتہ بدکاریوں اور سیاہ کاریوں سے مہر لگ جایا کرتی ہے اور جسطرح بیماکو۔ میں اپنے اصل مطلب کیطرف رجوع کرکے کہتا ہوں کہ حقیقی روحانی حاذق طبیب وہی ہوتا ہے جو اسطرح کی بدکاریوں اور ظلم وستم کی راہوں سے روحانی بیماریونکو باز رکھ سکے اور اپنی تاثیر قدسی سے اپنے زیر اثر لوگوں میں بدی سے طبعاً نفرت پیدا کر دے۔ صرف زبانی دعووں سے کسی کھٹ پیچ کی باتوں پر نہ جانا چاہیے کیونکہ ہر ایک ادنیٰ و اعلیٰ فرقہ کا مقلد کہتا ہے کہ فلاں فلاں امر واجب العمل ہے اور بقول پنڈت دیانند جھوٹی گواہی دینے والے کی زبان کاٹ ڈالنی چاہیے لیکن بات تو یہ ہے کہ حقیقی حکیم وہی ہے جو ایسے ناپاک اعمال سے لوگونکو پاک کرسکے جو حکیم کسی بیمار کو تندرست نہیں کرسکتا دراصل اس حکیم کی حذاقت میں کسر اور نقص نمایاں ہے۔ اگر دیانندی پنتھ اور کفارہ مسیح بدکاریوں اور بدکاروں کے حق میں اکسیر کا حکم رکھتا ہے تو ضرور ایسی آزمایش کے موقع پر ان لوگوں کی .... ناکامی اور ذلت نہ ہوتی ہمارے مخدوم حضرت اقدس مہدی زمان کے نفوس قدسیہ میں خدا تعالیٰ نے ایسی تاثیر رکھی ہے کہ لوگوں نے یک لخت اپنی پرانی عادتوں اور ناپاک افعال سے ہمیشہ کے لیے توبہ کرلی ہے چنانچہ حال ہی میں ایک شخص نے حضرت اقدسؑ سے بیعت کرنے کے بعد کہا کہ اگر آپ فرماویں تو فلاں مقدمہ سے دست بردار ہو جاؤں جس سے پہلے زمانہ جاہلیت میں ایک ہندو پر ناحق مقدمہ دائر کرکر پانسو روپیہ کی ڈگری واجب الادا کرالی ہے اور پانسو روپیے کو جو میرے لیے حرام ہے ترک کرتا ہوں۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ اُس ہندو کو معاف کرو اور ایسی حرکات سے ہمیشہ پرہیز کیا کرو۔ قصہ کوتاہ اس طرح کی صدہا نظیریں ہمارے علم میں موجود ہیں جنکی تفصیل کی اسجگہ گنجائش نہیں اور انسان حیرت میں ڈوب جاتا ہے۔ جب اس امر پر غور کرتا ہے کہ حضرت اقدسؑ کے نفوس طیبہ گناہونکو کیسے بھسم کرتے جاتے ہیں۔ بس ایسے مہدی اور روشن چراغ کی ضرورت ہے جس سے گناہونکی تاریکی اور ظلمت دور ہو اور حقیقی رحم تقویٰ اور ہمدردی بنی نوع سے دنیا پُر ہو جاوے۔ منہ

اور کوئی نہیں کہ تجھے قتل کر سکے۔ خدا تجھے اسوقت تک دنیا میں صحیح سلامت رکھے گا جبتک کہ وہ کام پورا نہ ہو وے جس کے لیے تو بھیجا گیا ہے اگرچہ لوگ تیری سخت مخالفت کرینگے مگر خدا تجھے حفاظت میں رکھیگا اور عزت کے ساتھ طبعی موت دیکر تجھے اُٹھاویگا۔ دیکھو براہین احمدیہ ہر ایک سمجھ سکتا ہے کہ کوئی جوان بھی ایک دن یا برس کے لیے یہ دعوی کر کے نہیں کہہ سکتا کہ میں فلاں وقت تک زندہ رہوں گا پھر وہ شخص جو عمر رسیدہ بھی ہو اور طرح طرح کی بیماریاں بھی گاہ بگاہ زور کرتی ہوں اور اپنے بیگانے یعنی ہندو مسلمان اور آریہ اور عیسائی سب جانی دشمن بھی ہوں پھر کسطرح اور کس اُمید اور عمر پر بھروسا کر کے ایسی باتیں مُنہ پر لا سکتا ہے اور اسی طرح وہ باتیں وقوعیں بھی آجاتی ہیں۔ پس ایسے زبردست معجزے اور اُن ہونے کام انسانی طاقت اور منصوبہ سے واقع نہیں ہو سکتے اگر کوئی ایسا کر سکتا تو خدا کی تائید اور زندہ تعلق اور حکومت قوت اور زور کا کوئی نشان دنیا میں نہ ملتا بلکہ اُس کا وجود بھی کیطرح منصور ہوتا۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے جو لوگ آتے ہیں وہ خدا کیطرف سے افسر اور مامور ہو کر آتے ہیں پس جس حالت میں انسانی گورنمنٹ کے تحصیلدار یا لفٹنٹ کا مقابلہ اور مزاحمت اکثر محال ہوتی ہے اور مقابلہ کرنیوالے کا انجام بد ہوتا ہے اس سے کہیں بڑھ کر خدا کے فرستادہ افسر کا مقابلہ کرنا وبال جان ہوتا ہے ایسا ہرگز نہیں ہوتا کہ خدا کے کام ادھورے اور ناکمل رہجاویں۔ جب موسیٰ اور محمد علیہما السلام اپنے اپنے کام کر کے دنیا سے گئے اسیطرح ہمارے امام زمان اپنے مقاصد پورے کر کے مقررہ مدت کے بعد دنیا سے رخصت ہونگے دنیا میں بہت کم لوگ ہوئے ہوں گے جو آخری وقت میں بستر مرگ پر یہ کہہ سکیں کہ جو کچھ ہمکو کرنا تھا وہ ہم نے کر لیا یہ خلعت کامل طور سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی نصیب ہوا کہ بموجب آیت اکملتُ لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا یعنی میں نے تمھارے لیے تمھارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور دین اسلام تمھارے لیے پسند کیا۔ لیکن جو خدا کی طرف سے مامور ہو کر نہیں آتے وہ جھوٹے اور جعلی سپاہیوں یا تھانہ دار کی طرح گرفتار ہو کر جہنم میں پہونچائے جاتے ہیں اور اُن کو اپنی مرادیں حاصل نہیں ہوتیں۔ لالہ دیانند اور لیکھرام کا اپنے کاموں میں ناکام رہنا اسبات پر کافی دلیل ہے کہ وہ خدا کیطرف سے نہیں تھے ورنہ اپنے ارادوں میں ہرگز ناکام نہ رکھے جاتے کیونکہ پرمیشر ایسا ہتھیارا (ظالم) نہیں کہ وہ اپنے نیک اور فرمانبردار بندوں کو جو اسی کی سیوا اور خدمت میں رات دن لگے رہے ہوں عین منجدھار میں دھوکا دے اور نہایت نازک مقام پر

غرض کرے ایک ادنیٰ عقلمند بھی اپنے دوست کو جو اُس کے کام میں سر توڑ کوشاں ہو موقع پاکر ہلاک نہیں کرتا چہ جائیکہ پرمیشر کی نسبت ایسا خیال کیا جاوے کہ وہ رشیوں اور منیوں سے بڑی سختی اور تندی سے پیش آتا ہے تا کہ کوئی اور انکی افتد اکرکے غضب الٰہی کا نشانہ نہ بنے +

علاوہ از یں منجملہ اور زبردست نشانوں کے جن سے خدا گویا نظر آجاتا ہے ایک نشان یہ بھی ہے کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو فرمایا کہ **انّی احافظک خاصّۃ** یعنی میں تیری خاص طور سے حفاظت کروں گا اور تجھے طاعون نہیں ہوگا اور تیرے گھر کی بھی حفاظت کروں گا ۔ یہ وہ زبردست معجزہ ہے جس سے سارے علم طبعی داں اور فلاسفر حیران اور انگشت بدندان ہیں کیونکہ جس حالت میں مینہ اور آندھی کا طوفان برپا ہوا اور لاکھوں جانیں کیڑوں مکوڑوں کیطرح تلف ہوں کوئی متنفس اپنے دلی منصوبہ سے یہ ہرگز نہیں کہہ سکتا کہ بارش کا قطرہ ہمارے گھر میں نہیں پڑے گا اور کوئی نہیں کہہ سکتا کہ آندھی کا غبار اور فساد ہمارے گھر کے اندر دخل پذیر نہ ہوگا ۔ کیونکہ محتاط انسان خواہ کتنا ہی اہتمام کرے پھر بھی گرد و غبار بند کمروں میں جا گھستا ہے اور تکلیف اور دکھ کا باعث ہوتا ہے اسطرح اب طاعون کا طوفان برپا ہے لیکن الہام الٰہی سے یقین دلایا گیا ہے خالق ارض و سمانے تمام ذرات اور طاعونی کیڑوں کو حکم دیا کہ اس کامل انسان کی ذات پاک اور اسکے گھر کی چار دیواری سے کنارہ کشی کریں ۔ ... دراصل حق بھی یہی ہے کیونکہ جب ملک میں بغاوت اور فسق و فجور کا بازار گرم ہوتا ہے تو بدمعاشوں کو ہی سزا ہوا کرتی ہے اور ایسا ہرگز نہیں ہوتا کہ گورنر کے گھر بار پر بھی گولاباری ہو ۔ پس اسوقت جو درگاہ الٰہی سے باغیوں کی سزا مقدر و منظور ہے وہ روحانی جرائم پیشہ لوگ پر اپنا زور دکھا ویگی اور دکھا رہی ہے اگر ایسا نہوتا تو خدا کے منصفانہ اور رحیمانہ برتاؤ پر دھبا آتا اور حق و باطل میں گڑ بڑ پڑ جاتی ۔ اگر ایسے موقع پر کوئی پادری ایسا دعویٰ کرے کہ کفارہ مسیح سے ہم ہر ایک درد دکھ سے مستغنی ہیں تو اُسکے شایان حال ہے بلکہ ہر ایک متنفس پر جو اپنے اصول اور مذہب کو خدا کی رضا کا باعث سمجھتا ہے فرض ہے کہ اسمرتع پر پرمیشر کی خوشنودی اور رضامندی کا سارٹیفکٹ حاصل کرے تا کہ دوسرے اُسکی طرف رجوع کریں یہی وجہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے خدا کی تائید کا زندہ ثبوت دیدیا اور اپنے کرموں (اعمال) اور معتقدات کی تصدیق جناب الٰہی سے کرالی ہزاروں لوگ آپکی طرف بکثرت رجوع کرتے ہیں اور دوسری طرف تنزلی معکوس کا سماں ہے ۔ اگرہم نے آریہ سماج کے معزز اپدیشکوں اور پرچارکوں

بصد نیاز و عاجزی درخواست کی کہ اگر آپ لوگ خدا کی زندہ تائید اور حمایت ویدک دھرم کا کوئی زندہ ثبوت پیش کریں جس سے آپ کے فرضی پرمیشر کو مردہ بچھڑے یا پتھر کے ٹکڑے سے تمیز حاصل ہو مگر ان سنگدلوں نے ہماری ایک نہ سنی اور اپنے تئیں اور اپنے ویدک دھرم کی لاج نہ رکھی اور نہ اور کہ ہی راستی کیطرف آنے دیا۔ مناسب ہے کہ ہمارے سکھ بھائی اور سماج کے لائق ممبر اسلام کے قبول کرنے میں اب کوئی عذر نہ تراشیں گے۔ حاصل کلام حضرت اقدس امام علیہ السلام خدا تعالیٰ سے ہمکلامی کا شرف رکھتے ہیں اور انکی تائید پر خدا تعالیٰ ہر وقت مستعد ہے۔ اسیواسطے وہ بار بار مفصلہ ذیل امور پر زور دیتے ہیں۔ اور مفصلہ ذیل دعاوی اور معیار صداقت آپکی کتب سے منقول ہیں۔

اول یہ کہ میرے مقابلہ میں کسی شخص کی دعا قبول نہ ہوگی خواہ میرے مخالف دعائیں کرتے کرتے مر بھی جاویں اگر کوئی میری ذلت کے درپے ہوگا تو وہ خود ذلیل اور رسوا ہوگا۔ اگر کوئی میری ناکامی کے درپے ہوگا تو وہ خود ناکام ہو کر بعد حسرت اس دار الفنا سے رخصت ہوگا۔ چنانچہ لیکھرام جی۔ غلام دستگیر قصوری۔ مولوی اسمٰعیل علیگڈھی وغیرہ اس جہان سے چل بسے +

دوم خدا تعالیٰ نے مجھسے وعدہ مستحکم کیا ہے کہ ہرگز ہرگز تجھے طاعون نہیں ہوگی اور نہ تیری زندگی کا خاتمہ کسی بداندیش دشمن کے ہاتھ سے ہوگا بلکہ مقررہ اور طبعی عمر پانے کے بعد جب تیرا مشن اپنے کمال کو پہنچ جاوے گا خدا عزت کے ساتھ تجھے اپنے پاس بلاویگا۔ انی احافظك خاصة - انی منوفیك و راغعك +

سوم اگر کوئی میری نسبت ایسا امر شائع کرے گا جیسا کہ لیکھرام نے تکذیب اور کلیات آریہ مسافر میں بتشریح لکھا ہے کہ ہم دونوں میں سے (مرزا صاحب و مخالف) جس کے اعتقادات اعمال اصول مذہب غلط اور نادرست ہیں اُسکو اے قادر کرتار ذلت کے بھرے ہوئے غضب سے ہلاک کر تو وہ ضرور مجھسے پہلے ہلاک ہوگا خواہ کیسا ہی جوان اور مضبوط اور مشٹنڈا ہو۔ جیسا کہ لالہ لیکھرام نے کیا اور اپنے پاداش اور کرموں کے پھل اور سزا کو پہنچ گیا۔ اور آسمانی فیصلہ سے ویدک دھرم کو غلط اور نادرست قرار دیگیا۔ کیونکہ بقول لیکھرام پرماتما کے کام حکمت اور دانائی پر مبنی ہوتے ہیں + جیسا کہ ابوجہل بعد از مباہلہ ہلاک ہو گیا اور جنگ بدر کے مقام پر جو اُسنے دعا مانگی قبول ہو کر حق اور اسلام کا بول بالا کر گئی تھی

[illegible]

چہارم اگر سو یا دو سو بیماروں کو بطریق قرعہ اندازی مجھمیں اور میرے مخالفوں میں تقسیم کیا جاوے جاوے تو ہم آپ لوگوں کا ہی مذہب اختیار کرلیں۔

تو جن بیماروں کے لیے میں دعا کروں گا خدا تعالیٰ انکو شفا بخشے گا اور ایسے مقابلہ کنندہ کو سخت ناکامی اور روسیاہی نصیب ہو گی کیونکہ دنیا کے تختہ پر اس وقت کوئی فرد بشر نہیں جس کے ساتھ رب العلمین کا ایسا تعلق اور قرب ہو پس میرے مقابلہ میں کسیکو قرار نہیں دیکھو تریاق القلوب مصنفہ حضرت اقدس ؑ

پنجم خدا نے مجھسے وعدہ کیا ہے کہ تیری عمر اسی سال کے قریب ہو گی اگر کوئی مفتریانہ طور سے ایسا دعویٰ کر کے ہمارا مقابلہ کرے گا تو خدا ایسے مفتری کو جلد تر سنبھال لے گا۔ اور ہمارے اس الہامی دعویٰ کا مقابلہ کر کے اسے کمزور نہ کر سکے گا کہ لا یظہر علی غیبہٖ احداً الا من ارتضیٰ من رسولٍ ؕ

ششم خدا تعالیٰ نے مجھے قرآن کریم کا اتنا علم بخشا ہے کہ اگر کوئی مخالف خواہ اسلام کا مدعی ہو خواہ کوئی ویدک دھرم کا گرویدہ ہو دینی حقائق معارف کے بیان کرنے میں میرے برابر ٹھہر سکے تو سمجھو کہ میں خدا کیطرف سے نہیں اور یہ ممکن نہیں کہ کوئی فرد بشر اس امر میں میرا ہم پلہ ٹھہر سکے جیسا کہ لاہور کے جلسہ دھرم مہوتسو منعقدہ ۲۶ دسمبر ۱۸۹۶ء میں عملاً ہو چکا جبکہ تمام مذاہب کو اس امر میں شکست فاش دیگئی تھی۔ اصل بات یہ ہے اگر لوگ اسی طرح صدق دل سے پرامن جلسہ میں اپنے اپنے مذاہب کی صرف خوبیاں بیان کریں تو اول نمبر اسلام کا ہو گا اور دوسرے مذاہب کی یہ حالت ہو گی جیسے کہ ایک شیر کے سامنے ایک مکروہ لومڑی۔ چنانچہ دھرم مہوتسو کی تقریروں سے یہ امر اظہر من الشمس ہے۔ مفصل دیکھو رپورٹ جلسہ دھرم مہوتسو لاہور۔

ہفتم اگر کوئی قبل از وقوع اخبار غیب کے بتلانے میں مجھسے مقابلہ کر سکے تو سمجھو کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور ہو کر دنیا کے مذاہب کی اصلاح کیلئے نہیں آیا اور نہ مجھے الہام اور کشف ہوتے ہیں چونکہ مجھکو خدا سے اور خدا کو مجھ سے بدرجہ کمال محبت اور پیار ہے اسلیے وہ یار عزیز صدہا اسرار غیب قبل از وقوع مجھپر کھولدیتا ہے اور ممکن نہیں کہ کوئی پیشگوئی خطا جاوے اور نہ کوئی خطا گئی۔ پس اگر تو میں طیار ہوں یا کسی قوم کے معزز ممبر ایسے نشان دیکھنے کے خواہشمند ہوں اور بعد از ظہور پیشگوئی اسلام قبول کرنے کا اقرار کریں تو بیشک میں جناب الٰہی سے آئندہ ہونیوالی باتیں قبل از وقوع بذریعہ الہام شائع کر سکتا ہوں * کیونکہ جس حالت میں دنیوی دوست دوست سے اسرار اور پوشیدہ

حاشیہ یہ خدا کا فضل اور احسان ہے جسکو بطور تحدیث نعمت میں بیان کرنے سے رہ نہیں سکتا اور وہ یہ ہے

باتوں کا ظاہر کرنا دوستی اور محبت کا تقاضا اگر دانا ہے جبہ نہایت بیبا کی اور ظالمانہ توہین ہوگی کہ اللہ جل شانہ کی نسبت یہ گمان کیا جاوے کہ وہ اس معمولی درجہ سے بھی گیا گذرا ہے اور بیجان پتھر کی طرح نیست محض ہے *

ہشتم اگر کوئی فرد بشر یا پیشوا دین اپنے نفوس حدیہ یا تاثیر برکاتی ایمانی عرفانی اور قوت قدسی میں میرا مقابلہ کر سکے تو سمجھو کہ میں خدا کی طرف سے نہیں یعنی دنیا میں کوئی ایسا فرد بشر نہیں جسکی تعلیم صحبت اور قوت قدسی سے لوگوں کے دلوں سے گناہ کا زہریلا مادہ اور اثر دھویا جاوے اور اسکے زیر اثر لوگوں کا گناہوں سے طبعی نفرت پیدا ہو جاوے اور نیکی اور ہمدردی بنی نوع میں نمایاں ترقی ظہور پذیر ہو سکے یعنی گناہوں کی بیماریوں کا تریاق اور اکسیر مجھ روحانی حکیم کا سا کسی کے پاس نہیں جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے ویزکیہم ویعلمھم الکتٰب +

نہم۔ میری تعلیم اور اتباع سے میرے مرید اس قائل ہو جاتے ہیں کہ خدا جو زمین و آسمان کا خالق اور مالک ہے وہ اُن سے ہمکلام ہوتا ہے اور انھیں الہام اور مکاشفات سے بہرہ ور کرتا ہے اور ان کے دلوں سے گناہ اور دنیا پرستی مفقود ہو جاتی ہے وہ صرف شنیدہ فضول اور کرامات گذشتہ پر ہی نہیں رہتے بلکہ خود اُن سے کرامات ظہور پذیر ہوتی * ہیں جب ہمو آیت ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیہم الملٰئکۃ الآیہ

دہم۔ میں خدا تعالیٰ کیطرف سے مامور ہو کر دنیا کو راہ راست پر لانے کی غرض سے آیا ہوں اور جب تک میں اس مقصد کو جو میرے سپرد کیا گیا ہے پورا نہ کرلونگا دنیا سے نہ اُٹھایا جاؤنگا ممکن نہیں کہ کوئی میرے مقصد کا مزاحم ہو سکے کیونکہ جس صورت میں انسانی گورنمنٹ کا

---

*نوٹ یہ خدا تعالیٰ کا فضل اور احسان ہے جسے بطور تحدیث بالنعمۃ میں بیان کرنے سے رہ نہیں سکتا اور وہ یہ ہے کہ یہ عاجز بھی الہام الٰہی اور کشوف کا تجربہ کار رہے چنانچہ منجملہ اُن کے ایک کشف یہ ہے کہ مجھے دکھلایا گیا کہ اس عاجز کے گھر میں بیٹا پیدا ہوگا۔ سو خدا نے مجھے اب بیٹا عطا کیا جو ستمبر ۱۹۰۲ء کو پیدا ہوا اور یہ کشف اُس زمانہ میں ہوا تھا کہ میری شادی نہیں ہوئی تھی اور نہ اس کا ابھی خیال ہی تھا۔ منہ

ادنیٰ چپراسی ناکامی سے واپس نہیں کیا جاتا پھر یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ خدا کا مامور اور رسول اپنے مقصد کی تکمیل کے بغیر ہی رخصت ہو جاوے لیکن جو مفتریانہ طور سے خدا کا مامور یا رسول بننے کا ارادہ کرتا ہے وہ رستہ میں کاٹا جاتا ہے اور وہ ہرگز اپنی منزل مقصود پر نہیں پہنچتا۔ حضرت ابراہیم موسیٰ محمد صلی اللہ علیہم وسلم اپنے مقصد کو سرانجام دیکر دنیا سے اُٹھائے گئے اسیطرح سے میں بھی اپنے فرض منصبی کو پورا کرکے جاؤنگا ایسا ہرگز نہیں ہوگا کہ ناکام و نامراد جاؤں +

مندرجہ بالا بیان سے ظاہر ہے کہ اسلام وہ مذہب ہے جس میں ہر زمانہ کے فتن اور بدعات کے دورہ کے وقت خدا کی طرف سے ایسے لوگ ہمیشہ مبعوث ہوا کرتے ہیں جو اُن روحانی بیماریوں کے دفعیہ کے لیے مذکورہ بالا دس وصفوں سے خصوصاً ممتاز ہو کر دنیا میں آتے ہیں اور حق کے اتباع کرنے والونکو ایسی نا اُمیدی اور خُسران مبین میں غلطاں نہیں ہونے دیتے کہ وہ آریوں کیطرح بوجہ اپنی نا قابلیت کے الہام اور مکاشفات الٰہیہ سے منکر رہیں۔ سو اس زمانہ کو بھی خدا نے اپنی دائمی فیوض اور برکات اور رحم سے خالی نہیں چھوڑا* بلکہ وہ فرماتا ہے کہ وان من امة الا خلا فیها نذیر یعنی تمام امتوں میں نذیر مبعوث ہوتے ہیں پس وہ

نوٹ* آریوں اور عیسائیوں اور دیگر منکرین الہام پر اتمام حجت جس صورت میں ہر ایک ذی عقل پادری اور آریہ مہاشہ اس امر کا اقرار کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی تمام صفات ازلی ابدی اور غیر منفک ہیں اور ان میں کوئی نقص اور کمی بیشی وتوعمیں نہیں آتی۔ اور وہ ابد سے اس جہان کا خالق مالک رازق اور رحیم کریم اور راحت کے سامان بہم پہونچانے والا اور رودر (بُرے کو عذاب وخاسر کرکے رلانے والا) ہے تو پھر کس منہ اور کس زبان سے یہ کہا جاتا ہے کہ بیشک مذکورہ بالا صفات تو ہمیشہ سے ہیں اور رہونگی مگر صفت تکلم اور الہام اور کشوف کی خاصیت اور وصف گذشتہ زمانہ میں خداوند عالم کو حاصل تھے مگر اب اُن اوصاف سے تہیدست ہو گیا ہے پس یہ نادانی اور جہالت کی بات ہے کہ خدا تعالیٰ حضرت موسیٰ اور دیگر انبیا اور چار رشیوں کے زمانہ میں مُلہم تھا اور مامور فرما کیطرح رازق تھا مگر چند صدیوں سے اُسکے بعض اوصاف میں جیسے کہ اکثر اس بدعقیدہ کی رو سے انجام کار یورپ میں دہریے ہو گئے ہیں اور

مرور زمانہ سے ضعف آگیا ہے یعنی خالق رازق ہے اور رہتا اور ملہم ہی ہتا۔ مگر اب ملہم نہیں رہا۔ اگر ایک صفت کی نفی آج ثابت ہو گئی ہے۔ تو رفتہ رفتہ مرور زمانہ سے باقی صفات [illegible]

اپنی سنت مستمرہ کے موافق اس دنیا کی روحانی اور جسمانی طور سے پرورش کرتا ہے اور اس نے صحف ابراہیم توریت انجیل وغیرہ کے تمام لوکل ہدایات کو جمع کرکے آخری علمی اور کامل عالمگیر اصول والی کتاب قرآن کریم نازل فرمائی ہے چونکہ پہلے زمانہ میں علم کم تھا اسلیے کم علم لوگوں نے حسب استعداد ساری ہدایات پاکر توحید الٰہی پر قدم مارا مگر ایسا نہیں ہوا کہ موسوی اور محمدی تعلیم میں فرق ہو یا ابراہیم کا طریق مذہب اسلام سے الگ ہو۔ ابتداء دنیا سے ہمیشہ ایک ہی طرح کا مذہب بنی آدم کو عطا ہوتا رہا ہے جب لوگوں میں بوجہ جہالت اور طوفان ضلالت کے طرح طرح کی بدعتوں کی آندھیاں آنی شروع ہوئیں اور لوگ حقیقی معبود کو ترک کرکے آتش پرستی اور اندر پرستی کی طرف مائل ہوگئے تب معاً عنایت ایزدی نے ۴۴

بقیہ حاشیہ: آریو تم کو اس لاجواب امر پر بھی لاجواب ہو کر حق قبول کر لینا چاہیے کہ جس صورت میں تم چار رشیوں کی خاطر جن کا نام و نشان اور پتا و سکونت معلوم ہی نہیں ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں کی کتابوں اور الہام و کلام کو جعلی اور ناقابل یقین خیال کرتے ہو حالانکہ اُن کی پاکیزہ زندگی اور صدہا نشانوں اور کرامتوں پر لاکھوں انسان گواہ ہیں تو پھر کیا وجہ ہے اور کیا پیش جا سکتی ہے کہ سورج رشی اور ہوا رشی کو ہی جھوٹے نہ خیال کیا جاوے اور ایک لاکھ چوبیس ہزار کو صادق قرار دیا جاوے۔ یہ کس قدر سینہ زوری اور تعصب سے بھرا ہوا اور حق و حکمت سے عمداً روپوشی اور فرار ہے کہ فرضی ناموں کی خاطر لاکھوں سچوں کو رد کیا جاتا ہے اور ہوا (ہوا یو) کے پیچھے دین و ایمان ہوا میں اُڑا دیا جاتا ہے۔ منہ

۴۴ اُن کی دستگیری کی اور اُن ہدایتوں کو جنھیں وہ بھول گئے تھے پھر از سر نو یاد دلایا قرآن کریم کے نازل ہونے کی بڑی غرض یہ بھی تھی کہ بیسیوں انجیلیں اور بیسیوں توراتوں کے مختلف غلط نسخے لوگوں میں رواج پذیر ہو گئے تھے اس لیے اللہ کریم نے دنیا کو کامل ہدایت نامہ عطا فرمایا جس کے وجود باجود نے توریت اور انجیل اور تمام مذہبی کتابوں سے ہمیں مستغنی کر دیا کیونکہ اُسنے وعدہ کیا ہے کہ تمام صداقتوں اور اعلیٰ درجہ کی نصیحتوں اور علوم پر یہ قرآن کریم مشتمل ہے ✻ پہلے زمانہ میں

✻ نوٹ قرآن کریم کے کلام الٰہی ہونے کی یہ بھی مستحکم دلیل ہے کہ تمام روئے زمین کی کتابوں کی اعلیٰ تعلیم اور پاکیزہ اصول اور بھی نصائح اسمیں مذکور ہیں اور کوئی مذہب نہیں کہ اس دعوے اور بے نظیری کو باطل کر سکے +

ص اور دیگر ۶ ۶ ص ہے

جو انجیل و توراۃ کو مختلف جامے پہنائے گئے اسکی ایک یہ بھی وجہ ہے کہ لوگوں کو لکھنا پڑھنا بہت
کم آتا تھا بلکہ علم کتابت تو تین ہزار برس سے پہلے مفقود تھا اس لیے اصل نسخے گم ہو جانے
قرین قیاس ہیں اسی وجہ سے مولیٰ کریم نے بار بار انبیاء و رسل بھیجکر بنی آدم کی خبر گیری کی اور
بُت پرستی اور اگنی پرستی کے گزند سے بچایا۔ خدا تعالیٰ کی خاص نظر عنایت اسلام پر ہے کیونکہ
جیسے رسول کریمؐ کو اسلام عطا فرمایا تو ایسا دیا کہ وہ ہر پہلو سے کامل اور اپنے ارادوں میں کامیاب
اور پورا سمجھا ہدایت نامہ قوم کے حوالے کرکے بلکہ از بر یاد کرایا گیا یہی وجہ ہے کہ اتنک اس کی دوسرے
ایڈیشن کی ضرورت نہیں ہوئی اور نہ زیر زبر کا فرق نمودار نہیں ہوا اگر انجیل و توریت وغیرہ
کا تو کیا ذکر ہر ایک گذشتہ نبی کی ہو بہو کتاب صفحہ روزگار پر سے قریباً نابود ہو گئی ہے آریہ
صاحبان کے لیے بھی رونے کا مقام ہے کہ وید لکھوا کر حوالہ نہیں کیا گیا لوگوں نے بھلا دیا اسی
وجہ سے وید کے بعض حصوں مثل برہمن سے لالہ دیانند جی کو قطع تعلق کرنا پڑا اور اسکو جعلی
قرار دیا اور بعض حصوں کو الہامی مانا اور بعض کو لایعنی لاکھوں پنڈت اور سوامی ساری وید کو
ایشور کرت مانتے ہیں مگر ایک سوامی جی ڈیڑھ اینٹ کی سماج الگ بناتے ہیں اور صدہا ویدک
شرتیوں سے کفر اور انکار کرتے ہیں اور اس تحریف تبدیل میں عیسائیوں کے چھوٹے یا بڑے
بھائی ہیں واللہ اعلم مگر الحمدللہ خدا نے ہمیں اس الجھن میں نہیں ڈالا ہے

قصہ کوتاہ ہم اپنے اصل مطلب کیطرف رجوع کرکے لکھتے ہیں کہ اسلام ایک زندہ مذہب
ہے اور اسپر عملدرآمد کرنے والوں کا رب کریم سے ہمیشہ زندہ تعلق ہوا کرتا ہے پس اگرچہ اسکی
تصدیق اور حقانیت کے بارہ میں کئی ثبوت پیش کیے جاچکے ہیں لیکن اور ایک ثبوت بھی
ہدیہ ناظرین کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے اور وہ یہ ہے +

اسلام کی حقانیت کا ایک عجیب ثبوت

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ مجھے ایک آریہ مہاشہ سے مذہبی گفتگو کرنے کا اتفاق ہوا۔ اُس نے کہا
کہ تم نے جو اپنا قدیمی مذہب چھوڑا اور اپنے والدین اور دیگر رشتہ دار اور دنیاوی وسائل منفعت

ترک کئے ہیں چونکہ یہ سب تکالیف اور صعوبتیں صرف کسی خاص ثبوت اسلام اور روشن قاطع دلائل کے ملجانے پر ہی برداشت ہو سکتی ہیں اسلئے امید ہے کہ کوئی ایسا قوی ثبوت درباره حقیقت اسلام آپ کے پاس ہوگا جیسے کہ سورج کے وجود پر کسیکو ذرہ شک اور شبہ باقی نہیں رہتا بلکہ ہر ایک علی وجہ البصیرت اس کے نافع وجود پر ایمان لاتا ہے اور کسیطرح کے شک کی گنجایش نہیں رہتی پس اگر درحقیقت آپ کے نزدیک اسلام اور قرآن شریف صداقت کے آفتاب ہیں تو جسطرح ہم اس ظاہری آفتاب کے وجود کے قائل ہیں اسی طرح آپ بھی قرآن کریم اور اسلام کو سراجاً منیراً ماننے ہونگے اور ہمیں قائل کر سکیں گے +

اما الجواب واضح ہو کہ یہ اعتراض ختم نہ ہوا تھا کہ خدا تعالیٰ نے ایک عجیب ثبوت درباره حقیقت اسلام میرے دل میں ڈالا جس سے میں خود اب تک حیران ہوا کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ میں نے کہا کہ بیشک جسطرح دنیا آفتاب کو نافع مان رہی ہے اور کوئی اسکے وجود اور فوائد سے انکار نہیں کر سکتا اسی طرح بلا کم وکاست اسلام کی سچائی اور حقانیت بھی میرے نزدیک پایۂ ثبوت کو پہونچی ہوئی ہے اور کوئی اُسکے نافع وجود سے انکار نہیں کر سکتا۔ اور وہ بتفصیل ذیل ہے +

دیکھنا چاہیے کہ دنیا میں یوں تو ہر ایک اپنے آپ کو صراط مستقیم اور راہ حق پر گمان کرتا ہے۔ بالمیک کے پیرو بھی نہیں کہتے کہ ہم آریوں سے راستی کے قبول کرنے میں کم ہیں۔ لیکن جب خود ستائی کی یہ حالت ہے تو اس کے سوا اور کوئی راہ نہیں کہ ہر ایک مدعی اپنے طریق مذہب کی راستی اور حقانیت کا ثبوت اور شہادت غیر مذہب کے لوگوں سے دلاوے یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ اپنی ہی لیاقت اور طاقت اور صداقت پر صرف اپنی یا اپنوں ہی کی گواہی اور شہادت پر اکتفا کیا جاوے بہتر ہے کہ ہم فلاں آریہ پنڈت صاحب سے پوچھیں کہ وہ اسلام اور عیسائیت کے بارہ میں بحیثیت مجموعی کیا رائے اور فیصلہ دیتا ہے الغرض پنڈت صاحب کیطرف سے یہ گواہی اور فیصلہ پیش ہوا کہ اگرچہ میں ہر دو مذہب کو باطل خیال کرتا ہوں لیکن اتنا ضرور کہنا پڑتا ہے کہ بحیثیت مجموعی اسلام کو عیسائیت پر بدرجہا فضیلت اور فوقیت حاصل ہے جسکی وجہ یہ ہے کہ عیسائیوں نے ایک کمزور انسان کے بچہ کو خدا کا سچہ رَبُّ الْعٰلَمِیْن[۱] قرار دیا ہوا ہے اور اسکے

[۱] حالانکہ اس نے کوئی خدائی کام نہیں کیا۔ اور زمین نہیں بنائی

آریہ پنڈت کی ایک شہادت اسلام پر

خون بیسود اور کفارہ کی تعلیم نے یورپ کی اخلاقی حالت کا خون کردیا ہے مگر اسلام نے کوئی ایسا مسئلہ پیش نہیں کیا کہ جس سے اخلاقی حالت کو تنزل اور ضرر پہونچا ہو کیونکہ ہر ایک جانتا ہے کہ ہر ایک درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے اسلیے کفارہ کا درخت زہریلے ثمرات پیدا کرتا ہوا دیکھا گیا ہے مگر اسلام کے زیر اثر لوگوں نے ہزاروں کو بُت پرستی سے چھڑایا اور ہزاروں بُتخانوں کو اُجاڑا بلکہ جس قدر بُت پرستی آتش پرستی مصر روم فارس ہند وغیرہ سے اسلام نے دور کی ہے اسکی نظیر کسی اور مذہب والوں میں تلاش کرنا عبث ہے بلکہ اس وصف میں تو ہمیں بھی اسلامیوں کے سامنے شرمسار ہونا پڑتا ہے پس ہمیں مجبوراً کہنا پڑتا ہے کہ اسلام کو عیسائیت پر فوقیت حاصل ہے +

بعد ازاں ہم ایک پادری صاحب کے پاس گئے اور استفسار کیا کہ اگر آپ وید اور قرآن کو اصول اور مذہب کا بے لاگ موازنہ کریں تو بحیثیت مجموعی آپ کس مذہب کو ترجیح دینگے اسلام کو یا ویدوں کے مذہب کو۔ پادری صاحب نے کہا کہ اگرچہ مجھے ہر دونوں مذہبوں کے بکلی راست اور درست ہونے میں کلام ہے لیکن اتنا کہے دیتا ہوں کہ اسلام آریہ مذہب کی بنسبت بدرجہا بہتر ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ اہل اسلام اکثر اُن صداقتوں اور اصول اور انبیا علیہم السلام پر ایمان لاتے ہیں اور اُن کا ادب کرتے ہیں جن کے ہم قائل اور واعظ ہیں اور جنھوں نے وقتاً فوقتاً لوگوں کو گمراہی اور شرک وغیرہ سے بچایا +

اب جائے غور ہے کہ دنیا میں قریباً مشہور تین بڑے مذہب ہیں جن کے پابندوں نے صفحۂ ہستی کو آباد کیا ہوا ہے یعنی اسلام۔ عیسائیت اور ویدک دھرم اور اُسکی شاخیں۔ مندرجۂ بالا بیان سے ظاہر ہو گیا کہ غیروں کی گواہی اور تائید نے اسلام کو ہر ایک مذہب پر فضیلت اور ترجیح دی ہے اور اسکی صداقت اور حقانیت کو ہر ایک سے بالا تر مانا ہے چنانچہ پنڈت صاحب نے اپنی بیلوث اور مستند شہادت سے اس امر کا ثبوت دیا ہے کہ اسلام عیسائیت سے بدرجہا بہتر ہے اور اُدھر پادری صاحب نے اسلام کو آریہ دھرم پر ترجیح دی ہے اسپر طرفہ یہ کہ ہر ایک گواہی دربارہ تصدیق اسلام قابل وثوق ہے کیونکہ انھوں نے باوجود مخالف ہونے کے پھر بھی اسلام کو دونو مذہبوں پر ترجیح دی ہے۔ اس کے بعد تیسری قوم مسلمانوں کی ہے وہ جب اغیار کی شہادت حقہ کو سنتی ہے

تو وہ بھی اس امر پر لامحالہ اعتراف کرتی ہے کہ جو کچھ آپ لوگوں کا خیال ہے کہ مذہب اسلام کو ہر دو عیسائیت اور ویدک دھرم پر فوقیت حاصل ہے اور واقعی درست اور بجا ہے پس جب تین قومیں اسلام کی مصدق اور ثنا خواں ہیں تو پھر اس سے یہ معلوم ہو گیا کہ دنیا کے سارے لوگ خواہ عیسائی ہوں خواہ آریہ ہوں خواہ مسلمان ہوں اسلام کی سچائی اور حقیت پر شاہد ہیں اور پنڈت صاحب یا پادری صاحب کی شہادت کا یہ حصہ کہ اسلام کو خود انکی ذاتی مذہب پر جنکی وہ پیرو کار ہیں فوقیت حاصل نہیں غلط اور ناقابل سماعت ہے کیونکہ اس حصہ میں انکی ذاتی غرض شامل ہے اصل گواہی وہ ہوتی ہے جو غیروں کے مُنہ سے نکلے ورنہ کون کہتا ہے کہ میرا مذہب یا بھانڈا خراب ہے یا دوغ من ترش است اور کہاں یہ عملدرآمد ہوتا ہے کہ باپ یا ماکو بیٹے کی صفائی کے لیے گواہ قبول کیا جاوے - اسی وجہ سے متنازعہ فیہ امور میں قریبی رشتہ داروں سے گواہی قابل اعتبار نہیں ہوتی کیونکہ ایسی شہادت میں انکی نفسانیت خود پرستی اور اپنوں کی رعایت علی العموم ملحوظ خاطر ہوتی ہے پس اب ہم بڑے زور سے کہہ سکتے ہیں کہ جسطرح ہر ایک متنفس ظاہری آفتاب کے وجود اور فوائد سے منکر نہیں بلکہ سارا جہان اس کے افاضہ خیر پر ایمان لارہا ہے اسی طرح ہر ایک شخص خواہ وہ کسی مذہب اور فرقہ کا ہو تعصب اور ہٹ دھرمی سے الگ ہو کر اسلام کی صداقت پر گواہی دیتا ہے * چونکہ ساری دنیا انہی لوگوں یعنی ہندوؤں

دنیا کہتی ہے کہ اسلام برحق ہے

حاشیہ *

شاید بالفاظ دیگر ہم اس مضمون کو اسطرح پوری وضاحت سے یوں بیان کر سکتے ہیں کہ تین کھیت ایک جگہ میں واقع ہیں - ایک کھیت میں بیس ۲۰ من غلہ پیدا ہوتا ہے دوسرے میں تیس ۳۰ من تیسرے میں چالیس ۴۰ من - پس جب پہلے کھیت کا تیسرے سے مقابلہ کیا جاوے تب بھی تیسرا کھیت اعلیٰ اور زیادہ فائدہ بخش ہے اور جب دوسرے کھیت کو تیسرے سے مقابل کیا جاوے تب بھی تیسرا کھیت دوسرے سے افضل اور بہتر ثابت ہو گا پس دانشمند وہ ہے جو زیادہ نفع رساں چیز کیطرف ہاتھ لمبا کرے یعنی جس صورت میں عملی طور سے وید نے ہندوستان کو نہ مالی فائدہ دیا نہ اخلاقی فیض سے بہرہ ور کیا بلکہ اس کے بعض اقوام آریہ ورت نے بول و براز کھانا ثواب گردانا (دیکھو ستیارتھ پرکاش ص ۲۴۶ - اور اسیطرح عیسائیت نے خون مسیح سے اخلاقی دنیا کا

مسلمانوں اور عیسائیوں سے آباد ہے اسلیے ساری دنیا اسلام کی حقانیت کی قائل ہے اور یہ امر ہے کہ یہ سراج منیر ہے اور باقی لوگ اس کے خوشہ چیں ہیں۔ اب بھی اگر کوئی اسلام کی تصدیق اور قبولیت سے کنارہ کشی کرتا ہے اور اسے سچا دھرم یقین نہیں کرتا درانحالیکہ دنیا اسکی مصدق ہے اُسکی ایسی مثال ہے جیسا کہ چمگادڑوں کو رات کہے اور رات کو دن میں ایسے کور چشم کی لاف گزاف سے آفتاب کی تکذیب نہیں ہو سکتی سو اسکی کوئی پروا نہیں کرنی چاہیے +

قصہ کوتاہ یہ دنیا بڑی غدار ہے جس آریہ منش نے ایسا ثبوت مانگا تھا وہ اس جواب کو سنکر حیران ہو گیا اور کہا کہ بیشک آپ نے اسلام کو کچھ دیکھکر قبول کیا ہے اور بوجہ اپنے مذہب اور والدین کو خیرباد نہیں کہا لیکن میں کیا کروں گھر والوں اور رشتہ داروں کا فکر اور اندیشہ ہے وہ مجھے لعن طعن کرینگے اور ممکن ہے کہ بعض تکالیف بھی پہنچاویں اس لیے میں آپکی طرح گھر والوں کو ترک نہیں کر سکتا +

مخفی نہ رہے کہ آریوں اور دیگر فرق مخالفہ کے اکثر افراد کا یہی حال ہے کہ صدق دل سے اسلام کی سچائی اور حقانیت پر ایمان رکھتے ہیں مگر یہ بدبخت چند روزہ دنیا ان کے گلے کا ہار ہو رہی ہے لیکن یاد رکھیں کہ اب خدا کا غضب جو برنگ طاعون دنیا پر محیط ہو رہا ہے اور جس سے ایک کروڑ کے قریب انسان ہلاک ہو چکے ہیں وہ اب دھیما نہیں ہو گا جبتک کہ ایسے ایسے دنیا کے کیڑوں اور حق سے نفرت کرنے والے چمگادڑوں کا خاتمہ نہ کر دے۔ اب وہ وقت نہیں رہا

بقیہ حاشیہ خون کر دیا۔ سو مناسب یہی ہے کہ اسلام کا دامن پکڑا جاوے کیونکہ اس دنیا میں کسیکو دوبارہ آنے کی اُمید بیسود ہے نہ کوئی واپس آیا اور نہ کوئی آوے گا نہ کسی نے پچھلے جنموں یعنی سور اور بندر اور بلّی کتّے کا قصہ سُنایا اور نہ کوئی سنائیگا۔ پس اے میرے بھائیو! اور عزیزو!! یہ وقت ہے کہ کامیابی اور حقیقی امتحان میں پاس ہونے کے لیے سرتوڑ کوشش کرو تاکہ ہمیشہ کے لیے آرام اور ابدی نجات حاصل ہو۔ افسوس اُن لوگوں پر جو مابعد الموت کے امتحان کے لیے سامان مہیا نہیں کرتے جہاں اُنھیں حسرت سے رونا اور دانت پیسنا ہو گا۔ پس خوب یاد رکھو دنیا روزے چند آخرش کار با خداوند + منہ

کہ خدا ان لوگوں کو اور بھی مہلت دے۔ یہ لوگ عجیب خلقت اور شمائل کے ہیں خواہ کوئی ان کو نہایت صفائی اور لطیف دلائل سے حق و باطل میں فیصلہ کرکے دکھلا دے مگر یہ لوگ اس گذشتنی اور گذاشتنی دنیا سے الگ نہیں ہونا چاہتے اور ان کے باطن میں بجز دنیا پرستی نابکار خیالات کے کچھ نہیں اور تحقیر اور توہین اور ٹھٹھے اور ہنسی اور پر شرارت بدبودار الفاظ کے کبھی کوئی کلمہ یا جملہ دقیق بھید اور معرفت الٰہی کا ان کی زبان سے نہیں سنا گیا صرف خشک باتیں اور نری بکواس اور بدزبانیوں میں اپنا کمال اور حقانیت اور روحانیت گمان کرتے ہیں جیسے کہ مفصلہ ذیل بیان سے ظاہر ہوگا +

خدا تعالیٰ قادر مطلق ہے

آریوں سے مذہبی گفتگو کرتے وقت اکثر یہ ذکر آیا کرتا ہے کہ خدا قادر مطلق ہے لیکن جیسے کہ اہل اسلام خدا کو سرب شکتیمان (قادر مطلق) مانتے ہیں وہ ایسا نہیں مانتے چنانچہ اس امر کی کیفیت اور ماہیت حسب ذیل ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ خالق رازق مالک اور مادہ اور ارواح کو نیست سے ہست میں لانے والا ہے اور زبردست طاقتوں اور قوتوں اور وسیع اختیارات کا مالک ہے غرضیکہ وہ ان تمام صفات کاملہ سے موصوف اور ان طاقتوں کا مالک ہے جو کامل اور اعلیٰ درجہ کی خوبیاں انسانی ذہن اور خیال اور وہم میں آسکتی ہیں یعنی وہ ہر ایک امر پر قادر ہے جو خیر و خوبی اور کمال پر دلالت کرتا ہے اور ہر ایک طرح کے نقص اور عیب سے پاک اور مبرا اور منزہ ہے جس سے اسکی قدوس ذات پر کسی قسم کا نقص یا عجز عائد ہو سکے وہ ایسے کام ہرگز ہرگز نہیں کرتا جو اس کی پاک شان اور قدوسیت کے منافی اور متعارض ہوں لیکن آریہ صاحبان کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ بیشک ہر شے پر قادر مطلق ہے لیکن ارواح اور مادہ کو نیست سے ہست میں لانا اور پیدا کرنا پرمیشر سے نہیں ہو سکتا یعنی جسطرح ہم کسی چیز اور مادہ کے بغیر کاغذ اور سیاہی نہیں بنا سکتے اسی طرح پرمیشر کی نسبت بھی یہی بات کہی جاتی ہے کہ وہ مادہ اور ارواح کے بغیر اتنی بڑی دنیا اور مافیہا کو وجود میں نہیں لا سکا اور نہ پیدا کر سکتا ہے گویا* جس طرح ہم بغیر اسباب اور مصالح

* نوٹ اگر مادہ کے بغیر ایشور کچھ نہیں بنا سکتا تو وہ بغیر کان اور زبان اور ہوا کے کیوں اور کسطرح بول اور سن سکتا ہے یعنی جب تم (آریے) ارواح اور مادہ کے بغیر اسے ناکارہ سمجھتے ہو تو پھر سمع بصر کے مادے اور ذرائع (کان) کے بغیر

کے مکان کو نہیں بنا سکتے اُسیطرح یہ حوائج پرمیشر کے بھی شامل حال ہیں۔ سو یہ سب خام خیالی اپنی کمزوری اور ضعف کو مد نظر رکھکر خدا کی طاقتوں اور کمالات ذاتی کو ماپنے سے پیدا ہوئی ہے اور اپنی کم علمی اور محدود طاقت کا نقشہ منعکس ہوا ہے +

سو جاننا چاہیے کہ اگر وہ نیست سے ہست نہیں بنا سکتا تو وہ قادر مطلق کیا ہوا؟ کیا نیست سے ہست بنانا ایک زبردست قدرت نمائی اور کمال نہیں؟ یہی تو بات ہے جس سے انسان میں اور خدا میں تمیز ہو سکتی ہے مینڈک کنوئیں میں رہ کر یہ گمان کرتا ہے کہ بس سمندر صرف اتنے ہی کا نام ہے اس سے بڑھ کر پانی کا اجتماع محال اور ناممکن اور قانون قدرت سے باہر ہے لیکن خدا تعالے فرماتا ہے کہ لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار یعنی انسانی آنکھیں اور بصیرت باریتعالی کی قدرت کاملہ کا احاطہ نہیں کر سکتی بلکہ وہ انسانی آنکھوں اور بصیرت کا احاطہ کرتا ہے۔ اصل میں جو خدا ویدنے پیش کیا اور آجکل کے آریوں نے سمجھا ہے وہ صرف روح اور مادے کے خلق سے ہی عاجز نہیں بلکہ اس میں ایک اور عیب اور نقص صریح بھی قابل غور ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ علم غیب سے بکلی بے نصیب اور بے بہرہ ہے۔ اسکی دلیل یہ ہے کہ جس صورت میں اس نے مادہ اور روح کو پیدا ہی نہیں کیا تو وہ ان کے خواص اور کنہ۔ اور ماہیت تامہ سے بھی لازماً مطلع اور واقف کار نہیں کیونکہ کسی کا کسی چیز کی نسبت علم تام ہونا صرف اسی صورت میں متصور ہو سکتا ہے جس صورت میں کہ وہ خود انکو بنا سکتا ہو اور اُسنے انھیں بنایا ہو۔ پس جب مادہ اور روحیں ابدالآباد سے الگ تھلگ چلی آئی ہیں اور خدا کے دست قدرت سے پیدا نہیں ہوئیں بلکہ خدا کی طرح غیر مخلوق ہیں تو پھر اس شخص کو ایسی چیزوں کا پورا علم کیونکر ہو سکتا ہے جو انکی صورت تکوین اور کیفیت سے ناواقف اور دور پڑا ہوا ہے۔ اگر کہو کہ خدا کو انکی کیفیت اور ماہیت سے علم تام ہی تو پھر ماننا پڑتا ہے کہ وہ اونکو خود بھی بنائے گا کیونکہ جس چیز کی نسبت کسیکو علم تام ہو وہ اُسکے پیدا کرنے میں کوتاہی نہیں کر سکتا کسی چیز کا نہ بنا سکنا خواہ کسی پہلو سے ہو بنانیوالے کے ناقص علم اور عجز پر دلیل کافی و وافی ہے۔ نہ بنانے سے تو بیشک وہ ایسی چیز کی کنہ اور کیفیت سے جاہل معلوم ہوگا کیونکہ جو شخص کسی چیز کی نسبت ہر ایک پہلو سے پورا پورا قطعی علم رکھتا ہے وہ اُس کے بنانے پر بھی قادر ہوتا ہے اگر قادر نہیں ہو سکتا تو ضرور

اُس کے علم میں نقص موجود ہے جو عند العقل قابل افسوس ہے ؎

درحقیقت سب جانوں کی جان اور سب طاقتوں کی طاقت وہی ذات بابرکات ہے جسے اللہ کہتے ہیں لیکن اگر یہ خیال کیا جاوے کہ پرمیشر ہمیشہ سے الگ ہوکر زندگی بسر کرتا رہا ہے اور اُسکی ربوبیت کا کسی چیز پر احاطہ نہیں اور کوئی چیز اس سے ظہور میں نہیں آئی بلکہ وہ چیزیں خودبخود ہیں تو علم کائنات یعنی خودبخود ہونے والی اشیا کا علم پرمیشر کو تیسرے محلہ میں کیوں اور کسطرح ہو سکتا ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ پرمیشر تو ان کے نزدیک نہیں گیا اور نہ انکے اندرونی حصص کو ٹٹولا اور نہ انھیں بنایا تو پھر اُن پوشیدہ ماہیتوں اور نہاں در نہاں خاصیتوں کا علم ہونا عند العقل محال اور ناممکن ہے کیونکہ وہاں تک اسکی طاقتوں کی رسائی یا گذر نہیں بلکہ وہ خود بھی ارواح کے اقسام میں سے الگ اور ایک محدود چیز ہوگا اسلیئے اُس کا کوئی اور محدّد ہونا قرین قیاس بلکہ یقینی ہے۔ جس طرح ارواح کو پرمیشر کی تکوین سے لاعلمی ہوئی اُسیطرح ارواح اور دیگر کائنات سے اُس کا بکلی بے خبر ہونا لازم ملزوم ہے ارواح اور مادہ کا نہ پیدا کر سکنا پرمیشر کو ایک اور مصیبت اور نقص میں مبتلا کرتا ہے اور وہ یہ ہے کہ جس صورت میں اس نے ارواح اور مادہ کو پیدا کیا اور نہ ہی اُن کی ظاہری باطنی قوتوں خاصیتوں اور تاثیروں کو پیدا کیا تو لازماً اُن کے خواص سے اُسکی بےعلمی ثابت ہو جاوے گی پس جب اُن کے خواص سے لاعلمی ثابت ہو گئی تو ممکن نہیں کہ باوجود لاعلم ہونے کے درست اور صحیح تناسب کے ساتھ ارواح اور اجسام کو ترکیب دے سکے۔ ایسی کوتاہی اور لاعلمی میں تو ایسا حال ہوگا جیسے کہ نیم حکیم خطرۂ جان کا آدھ سیر سنکھیا اور ایک بوند پانی میں ترکیب دیکر کسی بیمار کے لیے تجویز کرتا ہوتا ہے اور ملک الموت کو پیش از وقت گھر بُلاتا ہوتا ہے یعنی اپنی لاعلمی سے پرمیشر تیز اور تند خواص والی ارواح کو کسی صلح جو قوم کے گھر پیدا کر کے اُس قوم کو اُس سے تباہ کرائے گا اور ارواح اور مادہ کی ترکیب بےمحل اور عدل سے دور ہوگی جس ترکیب اور نظام کے ہونے سے مخلوق ایکدوسرے کو کاٹے گی۔ پس یہ نقص علم کل ہے جو آریہ لوگ خدا تعالی کی ذات میں تجویز کرتے ہیں اور پرمیشر کا خواص اشیائے سے لاعلم ہونا اس امر کا ناشی ہے کہ وہ نہیں جانتا کہ فلاں روح اور مادہ کی ترکیب فلاں عرصہ کے بعد کیا رنگ و روپ دکھاوے گی یہی وجہ ہے کہ وید میں کوئی پیشگوئی اور امر غیب نہیں پایا گیا ورنہ

کیا ضرورت نہ تھا کہ خدائے عالم الغیب کے کلام میں غیبی اخبار بھی درج ہوتیں کیونکہ ہر ایک کلام اور صنعت میں متکلم اور صانع کے خواص اور علامات ضرور ہونے چاہئیں ورنہ وہ اُس کا کلام نہیں ہو سکتا۔
دراصل علم بڑی دولت ہی علم کے ذریعے سے لوگ کچھ کا کچھ بن جاتے ہیں اور کچھ کا کچھ بنا لیتے ہیں اور صدہا مشینیں اور کلیں علم کے سہارے چل رہی ہیں اور علم تام اور قدرت کاملہ اللہ ہی کو ہے جس سے انسانی مشین چل رہی ہے۔ لیکن آریوں کے پرمیشر کی کمزوری اور ضعف اور لاعلمی اس طرح یقینی بھی پایۂ ثبوت پہونچگئی ہے کہ جس قدر اس نے ویدمیں دعائیں سکھائی ہیں وہ سب اکارت ہوگئیں الہامی دعا کا نہ قبول ہونا اُس کی بطالت اور غلط ہونے پر صریح دلیل ہے مثلاً پرمیشر نے وید میں آریہ لوگوں کو سکھایا کہ اسطرح دعا مانگا کرو میں قبول کرلوں گا۔ کہ "ہے اندر تو ہمارے دشمنوں پر بجلی برسا اور ان کو اور ان کے مویشیوں کو جلا کر خاکستر کردے اور وہ ہمارا مقابلہ نہ کرسکیں..... ہے سبھا اور قوم کے مالک! آپ جو ہمارے ساتھ دشمنی کرے۔ جو ہمارے سے ساتھ عداوت رکھے جو ہمارے پس پا غیبت کرے۔ جو ہمارے ساتھ فریب کرے اُن سکو جلا کر خاک کرڈالیے" (دیکھو دیانندی یجروید بھاش صفحہ ۱۰۹۶) اگر خدا تعالیٰ کی سکھائی ہوئی یہ دعائیں ہوتیں تو ضرور وہ اپنے منہ کی باتوں کی قدر اور پاس کرتا۔ کیونکہ ممکن نہیں کہ پرمیشر کسیکو یہ کہے کہ فلاں امر کے لیے دعا کرو تمھاری سُنی جاوے گی مگر بعد میں جب اُسی شے کے لیے استدعا کی جاوے تو پھر وہ اپنا ہاتھ سکیڑے اور اپنے لفظوں کو واپس لیکر پچھتاوے۔ آریوں نے مخالفین کی ہلاکت اور ہزیمت کے لیے بہت دعائیں کیں جیسے کہ ویدمیں پرمیشر نے اُن سے کروائیں لیکن خدا نے انکی ایک نہ سُنی۔ برخلاف اس کے اسلام نے جتنی دعائیں سکھائیں وہ سب قبول ہوئیں اور محمد غوری اور سلطان محمود وغیرہ نے پرمیشر کی سکھائی ہوئی دعاوں کو ریزہ ریزہ و بے اثر کردیا اگر درحقیقت مالک حقیقی نے آریوں کو یہ دعائیں سکھائی ہوتیں تو ضرور وہ قبول کرتا بلکہ چونکہ زمانہ سلف کے خود آریوں کی ایجاد کردہ مناجاتیں تھیں اور بیہودہ طور سے دشمنوں کی ہلاکت ملحوظ خاطر تھی اسلیے جسطرح کسی چوڑھے کے کہنے پر کسی کی بھینس یا بیل نہیں مر سکتا اسی طرح اُن لوگوں کی حاسدانہ اور ظالمانہ بددعائیں..... انہی پر اُلٹ پڑیں۔ چونکہ قرآن کریم کی دُعائیں خود باری تعالیٰ نے سکھائی تھیں اسلیے لامحالہ اُنکا

پورا ہونا ازبس ضروری تھا سو وہ قبول ہو گئیں اُن کا قبول ہونا ہی اُن کے منجانب اللہ ہونے پر ایک زبردست دلیل ہے۔ کیونکہ کوئی انسان اسطرح خدا کی بادشاہت میں دست اندازی بھی نہیں کر سکتا جسطرح کوئی غیر سرکاری آدمی گورنمنٹ کے دفتر میں لوگوں کی عرضیوں کو منظور یا رد نہیں کر سکتا +

علاوہ ازیں لالہ لیکھرام جی کا حضرت مرزا صاحب کے مقابلہ میں بددعا کر کے ہلاک ہو جانا بھی یا تو ویدک پرمیشر کی لاعلمی اور عجز پر دلالت کرتا ہے یا ویدک دھرم اور آریہ سماج کے اصول کے بطلان صریح کی کافی دلیل ہے کیونکہ فریقین میں سے باطل پرست کی ہلاکت و رسوائی اور بیخکنی اسکے مذہب اور افعال اقوال اور عقائد کا جھوٹھا اور خدا کی نگاہ میں ناپسندیدہ ہونا قرار پا چکا تھا۔ یا یوں سمجھو کہ اس مقابلہ میں اسلام کے قادر مطلق خدا نے آریوں کے موہومی اور ظنی عاجز پرمیشر پر کامل فتح پائی +

پس جب آریوں کے پرمیشور نے لیکھرام جیسے پنڈت کے کرموں کا خیال نہ کر کے اس سے بیوفائی کی اور قدرت نمائی سے اُسے نہ بچایا اور نہ ویدک دھرم کی صداقت کو بحال رکھا پھر انسان ایسے عاجز پرمیشر سے کیوں ترساں اور لرزاں ہو اور کیوں اسکے آستانہ پر سر بسجود ہو جو اپنے پاس سے ایک حبہ تک دے نہیں سکتا۔ اپنے کاموں کی مزدوری کون نہیں دیتا۔ یہ تو ہر یک دنیادار بنیا بھی دیتا ہے بلکہ بعض اوقات خوشی کی تقریب پر اپنے نوکروں کو بعطیہ دیگر مزید انعام و اکرام سے بھی بہرہ ور کرتا ہے۔ کون نادان ہے کہ ایسے بنئے کو ظالم اور نا انصاف ٹھیرائے پھر آریوں کا یہ کہنا کہ پرمیشر بلا عوض ایک کوڑی تک کا روادار نہیں بالکل ظالمانہ توہین اور لعنت کا موجب ہے۔ انسے کوئی پوچھے پانی۔ ہوا۔ آگ زمین۔ سورج وغیرہ کس مہاشہ کے اعمال اور افعال کے عوض میں دنیا کو عطا ہوئے ہیں اور پرمیشر کے کونسے قلعے فتح کئے ہیں جنکی جزا میں یہ بے بہا نعمتیں انھیں عطا ہوئی ہیں۔ حق یہ ہے کہ پرمیشر کا کمزور اور بے بس و نیم مردہ تجویز کرنا عیسائیوں کے مردہ خدا سے ذرہ بڑھکر نہیں۔ ایکدفعہ کا ذکر ہے کہ آریوں کے مجمع میں ایک طوطا چشم پنڈت نے مجھپر یہ سوال کیا تھا کہ تم خدا کو قادر مطلق مانتے ہو یا نہیں۔ جب میں نے مثبت میں جواب دیا تو اُس نے کہا کہ کیا وہ اپنا شریک یا بھائی بہن پیدا کر سکتا ہے۔ یا مثلاً

فعل کا ارتکاب کرسکتا ہے مجھے اُس کے چہرہ سے معلوم ہوگیا کہ اُس کا ارادہ بد ہے اور مجھے اس مجمع میں ذلیل کرنا چاہتا ہے۔ تو میں نے چاہا کہ ایسا صاف اور صریح جواب چاہیے جس سے عوام کو فائدہ ہوجاوے اور اس بدبخت کو اپنی گستاخی کی سزا بھی ساتھ ہی ہوجاوے میں نے اُسے جواب میں کہا کہ کیا آپ جیسا کوئی جوان اور نیک پنڈت اپنی بہن سے ہم بستر ہوسکتا ہے یا کم از کم ڈیڑھ سیر پختہ نجاست کھا سکتا ہے یا نہیں اسپر وہ بہت تلملایا۔ میں نے کہا کہ بیشک پنڈت صاحب ہر دو کاموں پر قادر مطلق ہیں یعنی نامرد نہیں ہیں کہ نیوگ نہ کرسکیں اور نہ ڈیڑھ سیر نجاست کی گنجایش لمبے چوڑے پیٹ میں نہ ہو پھر کیوں اور کسطرح کہا جاوے کہ ایسا جسیم پنڈت ان باتوں پر قادر مطلق نہیں۔ پس جسطرح پنڈت صاحب کی شان سے یہ حماقت بعید از قیاس ہے اس لیے یہ اس کام میں دست اندازی نہیں کرتے اسیطرح خدا تعالیٰ جو تمام صفات کاملہ سے موصوف اور تمام بدیوں اور نقائص اور عیوب سے منزہ اور بالاتر ہے اس لئے وہ ان افعال کیطرف رجوع نہیں کرتا جو اسکی صفات کاملہ سے منافی اور مخالف پڑتی ہیں* ہاں اسبات پر اعتراض کہ کیا وہ کُن کے کہنے سے کسی چیز کو موجود کرسکتا ہے یا نہیں سو یہ زیر بحث قدرت کاملہ اور کمالات حسنہ میں سے ہے اسلیے وہ ان اعجازی صورتوں میں واقعی قادر مطلق ہے یہ کم فہم لوگوں کی غلطی اور کوتاہ اندیشی ہے کہ وہ اسبات کو تو مان سکتے ہیں کہ انسانی کلمات کی شکلیں ہوا میں بنجاتی ہیں اور خواب میں انسان کو ایسا وجود ملجایا کرتا ہے جس کے ذریعے کسی چیز کو نیست سے ہست میں لے آنے کو بعید از عقل نہیں سمجھتے ہیں اتنا تو خیال کریں کہ خدا کوئی ایسی چیز نہیں کہ اُس کے ہر ایک فعل اور قدرت کا احاطہ ہوسکے کیونکہ تمام دنیا کے فلاسفر اور سائنس داں ایک بالشت بھر لکڑی کے خواص اور تاثیرات پر حاوی نہیں ہوسکے اور نہ ہوسکتے ہیں

نوٹ جو بعض سرگذشتیں اور مباحثات کا ذکر کیا ہے یہ فرضی ہرگز نہیں بلکہ واقعات صحیحہ پر منحصر ہے متخاصمین اور معاندین کے نام عمداً کسی خاص وجہ سے نظر انداز کر دیے گئے ہیں جسے دانشمند لوگ خوب جانتے ہیں۔ منہ

ہیں۔ تو پھر یہ کس قدر ظلم صریح اور نادانی ہے کہ خدا کی تمام صفات کاملہ کو انگلیوں پر شمار کرنا چاہتے ہیں۔ ع بریں عقل و دانش بباید گریست + پس جتنی کوئی پرمیشر کی شناخت اور معرفت حاصل کرتا ہے اور تعظیم کرتا ہے ویسا ہی اُس کا فیضان حسب استعداد اُس پر نازل ہوتا ہے جیسے کہ اوپر ذکر کر چکے ہیں۔ ان لوگوں نے خدا کی ذات کی نسبت طرح طرح کی ظنیات سے کام لیا سو خدا نے بھی اُن سے ویسا ہی سلوک کیا۔ انھیں ان ناپاک اصولوں کی پیروی کی کافی سزا مل گئی۔ کہ زمانۂ قدیم میں ان لوگوں نے غالباً ایسی سیاہ کاری اور فسق و فجور اور ناپاک اعتقاد سے تاریخ کے صفحے سیاہ کیئے ہیں کہ اُس ناپاک تاریخ کو قلمبند نہیں کر سکے تا پردہ پوشی ہو جاوے مگر حق یہ ہے کہ وید جو درحقیقت آریوں کی ابتدائی تاریخ ہے اُس سے اُنکی غلط کاریوں کی تصویر ایک اپنی بھونڈی شکل دکھاتی ہے اور آئے دن لالہ دیانند جی کی ساخت پرداخت اور رکیک تاویلوں کو تراشا جاتا ہے۔ پس اب ہمیں وید کی شائستگی اور تہذیب اخلاق کیطرف غور کرنا چاہیئے جس کے پھیلانے میں زمانہ جدید کے آریوں نے کمر باندھی ہوئی ہے۔ اور ساتھ ہی قرآن کریم کی روشنی اور پرزور تاثیرات اور برکات کا موازنہ کرنا چاہیئے تاکہ ہر ایک کو معلوم ہو جاوے کہ کونسی کتاب راہ نجات دکھاتی ہے اور کونسی اس کے برخلاف نتیجہ خیز ہے +

وید کی تہذیب اور تعلیم

یہ بات بالکل سچ اور درست ہے کہ ہر ایک درخت اپنے پھلوں اور ہر ایک انسان اپنے کاموں سے پہچانا جاتا ہے اور یہ ایسا اصول ہے کہ اسی معیار پر ایک شے دوسری پر ترجیح اور فوقیت رکھتی ہے سو جہانتک تاریخ کا قدم روشنی میں پڑتا ہے وید کی روشنی اور تہذیب کا زمانہ ایسے اندھیرے اور تاریکی میں پڑا ہوا ہے کہ کوئی مصنف ویدک دھرم کے عروج کے کسی زمانہ کی نسبت سیر کن بحث نہیں کر سکتا دیانند جی ... بھی صرف اتنا اناپ شناپ دعوی کہکے دم بخود رہ گئے ہیں کہ پانچہزار برس ہوئے کہ مہابارت کی لڑائی نے ویدک دھرم اور تہذیب کو

خاک میں ملا دیا اور اس جنگ سے پیشتر آریہ لوگ روئے زمین پر حکمراں تھے اور توپ بندوق
تار برقی اور ریلیں ان کے ہاں معمولی ایجادیں تھیں مگر یہ صرف دعوی ہے جس کا کوئی ثبوت
نہیں کیونکہ بابل اور نینوا اور یورپ اور امریکہ کے پرانے کھنڈرات کی چھان بین اور
مونگا فیوں نے اس دعوی کو طشت از بام کر دیا ہے کیونکہ صدہا پرانی تحریریں اور سکے
ملے ہیں لیکن ویدک دھرم اور آریوں کی فرضی ریلوں اور تار برقیوں کا نام و نشان بھی
نہ ملا۔ اگر ان کا اور ان کے مذہب کا پتا لگا تو آخرکار آریہ ورت سے ہی حقیقت آشکارا ہوئی
اور در اصل حق یہی ہے کیونکہ اگر کوئی اسلام کے ابتدائی حالات پر واقف ہونا چاہتا ہے
تو اسے عرب اور اسلامی ملکوں کیطرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔ سو آخرکار آریہ ورت ہمیشہ کو
بت پرستی عناصر پرستی گئو پرستی نیوگ ..... اور سومنات۔ متھرا اور کاشی اور ہردوار
اور جگناتھ جی کے مندروں کی بیاہکاریوں سے بھرپور پایا گیا کاشی یعنی بنارس جو ہندوؤں
کے نزدیک بمنزلہ مکہ معظمہ کے ہے مندرجہ بالا فسق و فجور میں اول نمبر پایا گیا ہے اور اب
تک حالت بدستور ہے اور پرانے بڈھے مہاتما پنڈت دیگر حصص کی نسبت وید اور سنسکرت
سے زیادہ واقف ہیں۔ پس جب کاشی ہی میں سب سے زیادہ بت پرستی اور عناصر پرستی پائی
جاتی ہے تو ضرور نتیجہ بلا تکلف یہی نکالنا پڑتا ہے کہ یہی تمام آریہ ورت کا مرکز اور روح رواں
شہر تھا یہ بات ناممکن ہے کہ جس جگہ لاکھوں بلکہ کروڑوں سال حسب فرمودہ دیانندجی تو حید
کا دور دورہ رہا اور پشت بہ پشت لوگوں میں ویدک دھرم ہر ایک فرد بشر کے رگ و ریشہ
میں سرایت کر گیا تھا پھر یکایک ایک مہا بھارت کی جنگ سے ویدک دھرم اور اس کے
اصول کافور ہو گئے۔ دنیا میں ایسی بہت سی لڑائیاں ہوا کرتی ہیں۔ مگر کیا جنگ سے
تمام افراد جن کا لڑائی میں کچھ تعلق نہ تھا۔ اپنے تمام پاکیزہ خیالات اور توحید کو کھو بیٹھے
کیا نپولین کی لڑائی کم تھی مگر کیا اس نے کسی ملک کے مذہب کو بگاڑ دیا تھا ہرگز نہیں پس
حق یہ ہے کہ جو کچھ جابجا سومنات اور جگناتھ جی میں اب نظر آرہا ہے یہ پرانے زمانہ کے
آریوں کی تہذیب شرک اور مخلوق پرستی کا نمونہ ہے۔ کروڑوں سالوں کی محنتوں اور تعلیم و
تہذیب کو ایک چند سالہ جنگ مفقود نہیں کر سکتی وہ جنگ کیا تھی گویا یورپ امریکہ اور

ایشیا کے تمام ملکوں کے باشندوں کے لیے صرع اور مرگی کا حکم رکھتی تھی جس سے تمام دنیا کے مہذب اور موحد آریہ جہا شئے یک بخت گمراہ ہوگئے۔ فارس کے آریہ آتش پرست اور یونان کے آریہ دیوتا پرست اور مشرک ہوگئے۔ اور روس کے ننگے آریہ لباس اور کپڑوں سے باہر ہوکر ننگ دھڑنگ ہوگئے اور امریکہ کے آریوں نے جنگ مذکورہ کا ایسا اثر محسوس کیا کہ سوائے میکسیکو کے ساری دیوانے ہوگئے اور وحشیوں کی طرح زندگی بسر کرنے لگے اور اپنے اصل وطن یعنی آریہ ورت کا نام تک بھول گئے۔ یہ سب بیہودہ خیال ہیں کہ مہابھارت کی جنگ سے پہلے ویدک دھرم دنیا پر پھیلا ہوا تھا۔ تحقیقات نے ثابت کردیا ہے کہ اگر وید کا کچھ اثر معلوم ہوتا ہے تو وہ صرف اس آریہ ورت میں ہی پایا جاتا ہے ہاں یہ ہم مانتے ہیں جیسا کہ آریہ مسافر میگزین مورخہ ماہ اکتوبر سنہ ۱۹ء میں لکھا ہے کہ آریہ مذہب اور پارسی مت نہایت ہی متقارب ہیں اور پارسی لوگ آریہ بھائیوں یعنی ہندوؤں کیطرح ابنک ورن بیوستھا کو مانتے۔ جنیؤ پہنتے گئو رکھشا کرتے۔ گوشت خوری کو گناہ جانتے خدا کی ہستی کے قائل اگنی ہوتری کے فوائد سے آگاہ ارواح کو انادی مانتے اور تناسخ کے قائل ہیں ایران کا لفظ خود ظاہر کرتا ہے کہ ایرانی آریوں کے بھائی ہیں کیونکہ ایران کے معنے آریوں کے داخل ہونیکی جگہ کے ہیں اور یہ امر تاریخ سے بھی ثابت ہے کہ پارسیوں اور آریوں میں زمانہ قدیم میں راہ و رسم رہی ہے چنانچہ آپسمیں شادیاں ہوا کرتی تھیں چندر گپت اور گوہ خاندان کے راجاؤں نے اہل فارس کے ہاں شادیاں کی تھیں۔ غرض جو کچھ پارسیوں میں اور اگنی ہوتریوں اور ماتنگیوں اور وام مارگیوں اور جینیوں اور دیگر فرق مختلف ہنود میں رسومات ردیہ پائی جاتی ہیں وہ سب ویدکی مختلف المعانی شرتیوں سے بہکے ہوئے ہیں۔ ان میں سے بعض شراب پیکر اپنی ماں بہن اور ہر ایک عورت سے اندھیرے میں سماگھم کرنا جائز سمجھتے ہیں۔ ستیارتھ باب ۱۱ اور بعض یعنی وام مارگی چولی مارگی بیج مارگی مرد عورت کو برہنہ کرکے اسکی شرمگاہ کے آگے سربسجود ہوتے ہیں اور عورتیں برہنہ مرد کے عضو تناسل کے آگے ہاتھ جوڑتی ہیں اور متھا ٹیکتی ہیں اور پہلے برہنہ مرد کو جسے مہادیو کہتے ہیں اور برہنہ عورت کو جسے دیوی کہتے ہیں اور جو ایک پیالہ میں شراب پیتی ہے پھر اسی پیالہ سے ہر ایک مرد اور عورت شراب پی کر بدمست ہوکر ایک دوسرے لپٹ جاتے ہیں خواہ کسی کی بہن لڑکی ماں بہن ہی کیوں نہو جیسے کسی کا قابو چلے اپنا مطلب براری کرتا ہے بعض اوقات بہت نشہ

چڑھنے سے جوتی مکا مکی اور لاتیں آپسمیں مارتے ہیں صفحہ ۵۸ - ۴۸ ۴ ۔ اور حیض والی عورت سے صحبت کرنا اُن کے نزدیک ایسا ہے جیسے کہ پشکر میں اشنان کرنا۔ چنڈال کی عورت سے صحبت کرنا گویا کاشی کی زیارت ہے چماری سے زنا کرنا گویا پریاگ میں نہانا ہے ✻ اسی طرح بعض بول و براز کھانا اور پیشاب تک پینا جائز سمجھتے ہیں دیکھو ستیارتھ پرکاش باب ۱۱ غرض پیدرآبن متھرا کاشی یعنی بنارس اجودھیا۔ جوالا مکھی (آتش پرستی کی جگہ ہے) امرناتھ ۔ ریوال سر۔ امرتسر ہردوار۔ تپوبن ۔ اترکاشی ۔ دیوپریاگ ۔ گپت کاشی ۔ سومنات ۔ جگناتھ جی ۔ رامیشور تپت کنڈ ۔ وندھیشوری ۔ گیا ۔ کلکتہ کی کالی دیوی ۔ کاماکشا (دیوی) کے مندروں میں جو شرمناک کارروائیاں اور بُت پرستیاں ہیں وہ اس قدر جوش وخروش سے ہیں کہ دنیا بھر میں انکی نظیر تلاش کرنا عبث ہو۔ سخت تعجب کی بات ہے کہ آریہ ورت جو تمام علوم فنون اور تہذیب کا سرچشمہ تھا وہ جہالت بُت پرستی اور انسان پرستی ۔ لنگ پرستی ۔ عضو تناسل پرستی اور زنا پرستی اور نیوگ پرستی کا لالا نہایت خزانہ عامرہ ہوگیا ۔ اگر یہ وید اور اسکے مقلدوں کی گمراہی اور جہالت کا نتیجہ نہیں تو پھر یہ کہنا کیسا ناپاک جھوٹھ اور جہالت ہے کہ مسلمانوں نے آکر قبر پرستی و شرک پرستی آدم پرستی کو عروج دیا ہے (دیکھو آریہ مسافر بابت مئی ۱۹۰۰ء) ہاں محمود نے سومنات متھرا اور کوٹ کانگڑہ کی بتوں کو توڑا ضرور ہے پس ستیارتھ پرکاش اور آریہ مسافر کا یہ لغو اور بیہودہ جھوٹ قابل نفرت ہے کہ اہل اسلام نے شرک اور فسق وفجور کو عروج دیا ۔ دیانند جی لکھتے ہیں کہ یہ سب گوناں گوں بُت پرستیاں مہابھارت کے بعد ہوئی ہیں مہابھارت کے جنگ سے پہلے اگنی وایو ۔ منو ۔ ادیت ۔ اریما وغیرہ کی پوجا ہوا کرتی تھی میرے خیال میں آتا ہے کہ یہ ساری خرابی اور شرک اور بُت پرستی کی لعنت وید سے نکلی ہے اسکی وجہ معقول یہ ہے کہ اگنی ۔ وایو ۔ پران ۔ ہر ہیں ۔ ماتا (ماں) پتا (والد) آندر ۔ رودر (رلانیوالا) منو وغیرہ جتنے اسماء الٰہی قرار دیے ہیں اُن میں سے کوئی بھی ایسا نام نہیں جو محض ذات باریتعالیٰ کے لیے مختص ہو اور دوسری مخلوق وغیرہ پر عاید نہ ہوسکے بلکہ ہر ایک نام ویدک پرمیشور کا نہایت ہی ادنیٰ اشیاء پر بولا گیا ہے ۔ حتیٰ کہ اُوم کا نام بھی ایسا ہی نام ہے

✻ اجبری دجری کا فرقے بول و براز کھاتے پیتے ہیں ۔ ستیارتھ پرکاش صفحہ ۴۶۷ متن

جو انسانوں پر عاید ہو سکتا ہے۔ پھر ان پڑھ لوگ ایسی تعلیم سے دھوکا نہ کھاویں تو اور کیا کریں
خدا تعالیٰ کو والدہ کا لقب بھی دیا ہوا ہے اور تاویل اسکی یہ کی ہے کہ خدا تعالیٰ والدہ کیطرح پرورش
کرتا ہے (شاید والدہ کیطرح کبھی سو گیا ہوگا اور ہزارہا سالوں تک وید کی تعلیم کو کافور ہونے کی
خبر تک نہ ہوئی) اسی طرح ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ اُس کا نام وید میں خاوند بھی ہوگا کیونکہ خاوند بھی اپنی
عورت اور بچوں کی خبر گیری اور پرورش کرتا ہے اسیطرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ اُس کا نام سیہ بھی ہوگا
کیونکہ وہ نور مجسم ہوتا ہے۔ انہی رکیک تاویلوں نے دیوتاؤں۔ اگنی۔ وایو (ہوا) اور دیگر صدہا
اشیاء کے ناموں کو پرمیشر پر تھاپا ہے۔ اکثر آریہ کہتے ہیں کہ کثیر المعانی الفاظ اسلیے وید
میں استعمال کیے گئے ہیں کہ فصاحت بلاغت سے پر عبارت ہو۔ مگر ہمارے خیال میں اس سے بڑھکر لغو
اور غیر فصیح عبارت کوئی نہیں ہو سکتی کہ لوگ متکلم کی عبارت کو سمجھکر ورطۂ ضلالت میں غلطان ہوں
ابھی دیانند جی کہتے ہیں کہ سو اسماء الٰہی جو لکھے گئے ہیں صرف سمندر کے مقابلہ میں بجائے قطرہ کے
ہیں اس سے معلوم ہوا کہ آجتک آریوں کو پرمیشر کی صفات اور افعال سے واقفیت کلی حاصل نہیں
کیونکہ وہ پرمیشر کی صفات سے نابلد ہیں پس اس صورت میں ماننا چاہیے کہ آریوں کو گیان اور ایمان میں
بمقابلہ سمندر کے ایک قطرہ نصیب ہوا ہے جس پر مکتی غیر ممکن ہے مگر افسوس یہ ہے کہ یہ قطرہ بھر ایمان بھی
کامل طور سے متحقق نہیں ہوتا کیونکہ آریوں کو ویدک دھرم کے اوامر اور نواہی پر عملدرآمد کرنے سے
کوئی سروکار نہیں جیسے کہ آجکل ہر ایک آریہ سے ظاہر ہو رہا ہے ✵ لکھا ہے کہ اعلیٰ درجہ کا یہ سمجھ

✵ حاشیہ

آریوں کے پانچ روزانہ فرائض (پنج مہا گیہ)

اگرچہ اعلیٰ درجہ کے نیک اور ایماندار کے لیے لازم ہے کہ چار سو ۴۰۰ سال کی عمر پا کر فوت ہووے۔
(دیکھو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۵۲) تاہم اُن پانچ فرائض کی اطلاع کا اظہار نہ صرف عوام پر ضروری ہے
بلکہ سرگرم اور طالبان مکتی و ایماندار آریہ صاحبان کو اس سے واقف کرنا ازبس ضروری ہے تاکہ بوجہ
غفلت اور لاعلمی کے ان امور کی عدم تعمیل سے دین ایمان سے خالی نہ گذر جاویں۔ چونکہ ان پانچ
فرائض کی ادائیگی پر ہر ایک نیک نیت آریہ کا دین ایمان اور نجات اور سورگ (بہشت) منحصر ہے

رکھنے سے ناقص اور نیک آریہ چار سو سال تک عمر پا سکتا ہے دیکھو ستیارتھ پرکاش باب ۳ صفحہ ۵۲
اگر یہ محض بھولے لوگوں کی گپ اور بیہودگی نہ ہوتی اور انسانی عقل اور فہم میں آ کر قابل عمل شرعی یا فرمان
الٰہی ہوتا تو ضرور تعجب انگیز قابل دید واقعہ ہوتا اگر ویدک دھرم کا یہ نسخہ ٹھیک ہوتا جس سے انسان
چار سو سال عمر پا سکتا ہے تو آریہ بڑے صاحب تجربہ ہوتے اور ہم اس اُنیسویں صدی میں پندرھویں
صدی کے مہاتما پنڈتوں سے بہت فائدہ اور گیان حاصل کر سکتے۔ مگر تجربہ ظاہر کر رہا ہے کہ نہ
کبھی کوئی ایسا ہوا اور نہ کوئی ہوگا یہ دیانندجی نے یہ محض گپ ہانک دی ہے۔ ہر ایک گمان
کر سکتا ہے کہ چونکہ دیانند اور لیکھرام اور تمام نیک و بد آریہ چار سو سال کی عمر پا کر فوت نہیں ہوئے
اس سے معلوم ہوا کہ کوئی آریہ تیتفس بھی کامل برہمچاری نہیں ہو گزرا بلکہ سب ناقص اور پاپی ہوئے
ہیں جنہوں نے پرمیشر کے اس حکم پر عمل نہیں کیا۔ یا پرمیشر ہی عالم خواب میں ایسی باتیں منہ پر لاتا
ہے کہ ہر ایک ذی عقل کو ہنسی آتی ہے۔ اسی طرح ایک اور بھی گپ جو قابل نفرت ہے وہ یہ ہے کہ اعلیٰ
درجہ کا برہمچاری آریہ وہ ہے کہ ۴۸ سالہ ہو کر انسان شادی کرے ہر ایک دانا سمجھ سکتا ہے کہ جس
صورت میں آجکل اوسط عمر لوگوں کی چالیس سال رہ گئی ہے بلکہ بعض اضلاع ممالک متوسط میں
چالیس سال سے اول ہی لوگ بوڑھے ہو کر مر جاتے ہیں پھر یہ دیانندی اصول جسے عالمگیر
مذہب کا مستول گردانا جاتا ہے وہاں کسطرح چل سکتا ہے آجکل تو ہمارے ملک میں پچاس ساٹھ
سال کی عمر میں لوگ بوڑھے ہو کر راہی عالم بقا ہو جاتے پھر ۴۸ سال کی عمر میں بیاہ کرنے سے
کیا فائدہ ہے ہاں دوسرے بدمعاش لوگوں کے لیے نیوگ کے رواج دینے کا یہ عجیب ڈھکوسلا
ہے جس کا ہمیں اعتراف اور اعتراض ہے پنجاہ سالہ بڈھا تو امور خانہ داری سے گیا گذرا ہوتا ہی
ہاں دوسرے بیرج داتاؤں کے لیے عیش و عشرت کرنے کی راہ کھل جاتی ہے۔ جوان استری سے
ہو جب دیانندی قول رہا نہیں جاویگا ادھر ادھر سے پرچارک اور اپدیشک وعظ سنا کر اس
عفیفہ کی عصمت کا دامن پھاڑینگے اور پنجاہ سالہ پنڈت جیکا ہو کر دروازہ پر مایوس ہو کر بیٹھ رہیگا
اور کسیکو اپیل نہ دیگا ایک اور گپ جو لالہ دیانندجی نے ہانک دی ہے اور جس پر عملدرآمد ہونا لازمی
ہے اُس حکم پر آج اگر عمل کیا جاوے تو زناکاری۔ چوری۔ اغوا۔ اور ہر طرح کی بدکاری کا وہ بازار
گرم ہو کہ کسی آریہ مہاشہ کا گھر بستا نظر نہ آوے گا۔ اور وہ حکم یہ ہے (دیکھو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۱۴

بقیہ حاشیہ ۔ اس لیے ہمنے بنابر رفاہ عام اس فرض کو ادا کر دیا ہے جسکی تفصیل کسیقدر حسب ذیل ہے۔

۱۱۵ باب ۴ - کہ اگر کسی کا لڑکا - لڑکی - بیوی - یا کوئی اور قریبی رشتہ دار اپنے چال چلن اور حصول علم اور نیکو کاری میں کوتاہی کرے اور شہ دروں اور کھشتریوں کے کام اسمیں پائی جاویں تو اسکو

بقیہ ستیارتھ ۱۲۵

(۱) " ان پانچ یگیوں (فرائض) کا روزمرہ ادا کرنا ہر انسان پر فرض ہے اُن میں سے اوّل یعنی برہم یگیہ کا یہ طریق ہے کہ ویدوں کو اُن کے انگوں سمیت باقاعدہ پڑھنا اور پڑھانا چاہیے اور سندھیا اوپاسن کرنا چاہیے" دیکھو تمہید تفسیر وید مصنفہ مہرشی دیانند صفحہ ۱۵۶ (ویدوں کے انگوں سے جو ہر روز پڑھنے پڑھانے فرض ہیں اُن سے چھ علوم مراد ہیں۔ ۱ شکیشا (علم قراءت) ۲ کلپ (سنسکاروں یعنی رسوم کے متعلق ہدایتیں اور ہر سنسکار کے متعلق وید منتروں کا انتخاب) ۳ چھند (علم عروض) ۴ یاکرن (علم صرف و نحو) ۵ نرکت (علم لغت) جیوتش (علم ہیئت و ہندسہ جس میں ریاضی کی تمام شاخیں یعنی حساب مساحت - اقلیدس اور جبر و مقابلہ - علم طبقات الارض - جیولاجی) اور جغرافیہ وغیرہ بھی شامل ہیں صفحہ ۱۵۶ +

(۲) اور دوسرا فرض جو ہر روز دو دفعہ ایمانداز آریہ منش کے لیے واجب العمل ہے اور جس کے نہ کرنے میں آریہ آریہ نہیں رہتا بلکہ بقول سوامی جی (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۲۷) شودر بنجاتا ہے وہ یہ ہے کہ چمچہ سونے یا چاندی کا بنوائے اور علاوہ ازیں اور دو تین برتن طیار کر کے آگ میں دو وقت طلوع اور غروب آفتاب کے وقت مفصلہ ذیل اشیا ڈالا کرے :- ۱ گھی - ۲ بادام - ۳ کشمش - ۴ کھوپرا - ۵ پستہ - ۶ مونگ پھلی - ۷ چلغوزہ - ۸ چرونجی - ۹ لڈو - ۱۰ کھیر - ۱۱ کھچڑی - ۱۲ بھات وغیرہ - ۱۳ شکر - ۱۴ چینی - ۱۵ شہد ..... ۱۶ کیسر - ۱۷ کافور - ۱۸ کستوری - ۱۹ اگر تگر - ۲۰ جائفل - ۲۱ الائچی ..... ۲۲ لونگ ... ۲۳ کپور کچری - ۲۴ مکھانہ .... وغیرہ وغیرہ ہر ایک آدمی کو سولہ سولہ آہوتی (بھرا ہوا چمچہ مذکورہ بالا اشیا سے) آگ میں ڈالنا لازمی ہے اور چھ چھ ماشہ گھی کستوری وغیرہ کا اندازہ ہر ایک آہوتی میں آنا چاہیے گویا صبح و شام بتیس ۳۲ آہوتی ڈالنا فرض ہے زیادہ کوئی جس قدر چاہے کرے"۔

علاوہ ازیں طول طویل عبارتیں اور رسومات در بارہ ادائیگی رسم مذکور بخوف طوالت ترک کردیگئی

فوراً اس ذات کے آدمیوں کے ہاں بھیجدیں جسکے وہ کام کرتا ہے۔ مثلاً اگر برہمن کی جوان لڑکی میں کھشتریوں کے اوصاف نظر آئیں تو اُسکو کھشتریوں میں بھیجدیا جاوے اگر کسی شودر میں

بقیہ فائدہ ششم

ہیں کیونکہ اُپدیشک اور پرچارک مہاتما پنڈت اور لیکچرار مہاشے باقیماندہ ہدایتیں خود بخود لوگوں کو سکھا دینگے اور پہلے خود آپ عمل کرینگے اور دوسرے آریوں سے عمل کرائیں گے اور جو نہیں کرسکیں گے اُن کو حسب الحکم سوامی جی ذات بنگت اور ملک سے نکالدینگے اور سب بھلے لوگ اُسکو سب دوجوں کے کاموں سے نکالدینگے اور راجہ سے ضرور اُسے سزا دلائیں گے کیونکہ سوامی جی کی یہی رائے اور آخری حکم ہے دیکھو مستند ستیارتھ پرکاش صفحہ ۶۱ و ۲۲۳ و ۱۲۷۔

بالآخر ضروری اطلاع یہ بھی ہے کہ جب کوئی آریہ بحیثیت آریہ ہونیکے کسی امر پر استفسار یا بحث مباحثہ کیا کرے تو پہلے اس امر کا تصفیہ کرلینا ضروری ہے کہ آیا وہ مذکورہ بالا اور فرائض کا عامل بھی ہے یا نہیں۔ اگر نہیں تو اُسکو آریہ نہیں سمجھنا چاہیے بلکہ شودر ماننا چاہیے (دیکھو ستیارتھ ۲۷) ہاں اگر کوئی ان پانچ مہایگیوں یعنی فرائض کا پابند نہیں تو اُسکو شودر قرار دیکر بحث مباحثہ کے مقام سے نکالدینا چاہیے اور اُسے ہرگز اجازت نہ دیجاوے کہ وہ کسی سماج یا کالج کا ممبر بنجاوے باقیماندہ تین فرائض کا لکھنا بھی ازبس ضروری تھا لیکن چونکہ قوم ان دو ہی کی عملدرآمد کرنے سے روگردان ہے اسلیے زیادہ بوجھ کا متحمل بنانا قرین مصلحت نہیں اور نہ یہ لوگ ان پانچ مہایگیوں کے عامل ہوسکیں گے پھر تضیع اوقات سے کیا فائدہ؟ اس لیے ہمارا خواہ مخواہ خامہ فرسائی کرنا فضول ہوگا مگر تاہم بہت سرگرم آریوں کے لیے حوالہ درج کرکے اُنکی سیوا کردیتے ہیں کہ اگر باقی تین مہایگیوں کا مطالعہ کرنا ہو تو دیکھو تمہید تفسیر وید صفحہ ۱۵۶ - ۱۷۰۔ مصنفہ سوامی دیانند صاحب

اور نیز یہ امر بھی ہر کس و ناکس پر ظاہر کرنا ضروری ہے کہ چاروں وید اور شاستر کی تحصیل کے لیے کوئی لمبا عرصہ درکار نہیں بلکہ بقول و ہدایت سوامی جی انھیں چھ سال میں ختم کرنا فرض ہے اُمید کی جاتی ہے کہ اس فرض سے کوتاہی کرنیوالے آریہ صاحبان بحث مباحثہ پر یوں ہی زور نہ دینگے اگر زور دینگے تو ہم کہینگے کہ پہلے آریہ بنو

برہمنوں کے اوصاف اور اخلاق دستیاب ہوں تو اُسکو کسی برہمن کے گھر میں داخل کر دیا جاوے*
پس اس قانون سے ہر ایک ذات کا آدمی دوسری ذات میں جا سکتا ہے یہانتک کہ اگر کسی بھگت
رام کی آج شادی ہوئی ہو تو چند روز کے بعد اُسکے والد کو معلوم ہو کہ بھگت رام برہمنوں میں شامل
ہونے کے لائق ہے اور اُسکی عروس ویشوں میں بود و باش رکھنے کے قابل ہوگئی ہے تو اُسکو یہی لازم ہے
کہ اُن دونوں کو جدا کر کے رخصت کر دے اور اپنی خدمت کے لیے اور قطع نسل نہ ہونے کی غرض سے
اوروں کے لڑکوں اور لڑکیوں کو اپنے گھر بلا کر اپنی اولاد اور بہو تصور کرے اور اپنی جائداد وغیرہ
چند روزہ بے اعتبار اولاد کے حوالہ کر دے اور اصلی بیٹوں اور بہوؤں کو عاق کر دے میں
خیال کرتا ہوں کہ اگر اس دیانتداری فرمان پر ایک سال کے لیے عملدر آمد کیا جاوے تو اُمید ہے کہ بعض
بدمعاش عورتیں اور جوان لڑکیاں کسی نامحرم کو محرم بنا کر ایسے ایسے کام کیے نگجاوینگی جس اعمال اور
اوصاف کے حصول سے وہ ادنیٰ یا اعلیٰ ورن کے مطلوب خاوند سے ملاپ کر سکیں۔ اسیطرح بعض جوان
لڑکے اپنی معشوقہ لڑکیوں کی طرف جا سکیں گے اور دوسروں کے گھروں میں داخل ہو کر اُن کی
لڑکیوں اور استریوں سے بدفعلی کا ارتکاب کرینگے اور موقع پا کر جوان لڑکیوں اور مال و دولت کو
لیکر رفوچکر ہو جاوینگے۔ اگر بڈھا مہاشہ اُنکو کسیطرحکی بدکاریوں سے روکنے بھی لگے تو کیا
کر سکتا ہے اگر ذرہ چشم نمائی سے اُن کے عیش و آرام کا مخل ہوگا تو وہ ضرور اُسکو جلد نرگ میں
پہونچاوینگے کیونکہ ممکن نہیں کہ غیروں کے بیٹے اور جوان بیٹیاں اُسکی ایسی عزت و اطاعت کریں جیسے
کہ شریف لڑکے اور لڑکیاں اپنے والدین کی کیا کرتے ہیں۔ اب ہم آریوں سے پوچھتے ہیں کہ کیا
یہ حکم عملدر آمد کے لیے ہے یا محض دھوکا دہی اور دوسروں کو لالچ میں پھنسانے کی راہ ہے اپنی
عمر میں ہمنے یہانتک دیکھا ہے ایسا عملدر آمد ہمارے آریہ ورت میں ہرگز نہیں ہوتا اور ایسا ہونا
بھی ناممکن ہے کیونکہ اپنوں اور بیگانوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے قدرت نے خون کا رشتہ
ایسا مضبوط کیا ہے کہ اسکو انسانی فطرت نہیں توڑ سکتی اگر ہو سکنے والا حکم ہوتا تو ضرور اسکو ہمارے
آریہ ورت کے مہاتما پنڈت عمل میں لاتے۔ دیکھو یہاں قریبًا ہر ایک ویدک حکم سے انکار اور کفر
علانیہ ظاہر ہے مگر زبانی لاف و گذاف مارنیکے لیے ہر جگہ اپدیش (وعظ) کرنے کو طیار ہیں اور بحث
مباحثہ کرنیکے لیے نقارہ کی چوٹ سے مستعد اور چالاک ہیں مگر عملدر آمد کا ذکر نہ کرو کیونکہ مذہب

*حاشیہ۔ مناسب تو یہ تھا کہ ایشور کرپا کر کے ویشوں کے اوصاف والونکو ویشوں کے گھر جنم دیتا اور
ہوتی رہتی ہے وہاں ایک اس حکیمانہ طریق سے بھی سزا دیدیتا تاکہ مزید بدی کی تخم ریزی نہ ہوتی شاید تناسخ کا اور

ان لوگوں کا عملدرامد کے لیے نہیں صرف زبانی قیل وقال کا مشغلہ ہے۔ اسیطرح لکھا ہے کہ جو شخص صبح وشام دو وقت اگنی ہوترا اور ہوم اور دو وقت سندھیا نہ کرے اسکو بھلے لوگ سب دوجیوں کے کاموں سے باہر نکالدیں یعنی اُسکو شودر کی مانند سمجھیں (ستیارتھ پرکاش باب ۴ صفحہ ۱۲۷) اگر اس حکم کی تعمیل پر بھی غور کیا جاوے تو لازم آتا ہے کہ ہزارہا لڑکوں اور لڑکیوں کو بذریعہ اطلاع ہذا اپنے اپنے گھروں اور بورڈنگ ہوس اینگلو ویدک سکول وکالج سے کھینچکر۔ پا بدستے دگرے دست بدستے دگرے۔ باہر نکالدینا چاہیے۔ مگر حق یہ ہے کہ یہ ساری باتیں جو آریوں کے مُنہ پر ہیں انکا دل میں ذرا اثر نہیں اور نہ یہ لوگ ان احکام کو دلسے مانتے ہیں ہمارا اعتبار کسی کے مُنہ کی بکواس پر ہرگز نہیں ہوگا یہ لوگ اپنی حالت ردی کو نہیں دیکھتے مگر دوسروں کی نکتہ چینی اور عیب شماری میں رات دن کوشاں ہیں۔ پس اگر کوئی آریہ مذہب کا پابند ہے تو ہمیں بذریعہ اشتہار اطلاع دے کہ میں ویدک دھرم کے اصول کا عامل ہوں۔ اگر مذہب صرف کہنے کی باتیں ہیں تو پھر اتنا کیوں شور برپا کیا ہوا ہے ایسے پاکھنڈیوں سے الگ ہونا ہی قرین مصلحت اور ایمانداری ہے۔ لہذا میں برائے نام آریہ بننا گناہ عظیم سمجھتا ہوں۔

اسی طرح ایک اور جگہ بھی لالہ جی نے درفشانی کی ہے اور وہ یہ ہے کہ "مردہ کے دفن کرنے میں بہت نقصان ہوتا ہے اور جلانے میں بہت کم نقصان اور فائدہ ہوتا ہے ستیارتھ صفحہ ۶۲۸ اور جلانے کے لیے ضرور ہے کہ ایک متوسط قد کے آدمی کے لیے چھتیس روپیہ کی کستوری اور تیرہ روپیہ کا روغن زرد اور آدھ من صندل اور اگر تگر اور پانچ روپیہ کی کیسر اور پلاس وغیرہ مہیا کی جاویں اگر خود مہیا نہ کرسکے تو بھیک مانگ کر ان اسباب کو بہم پہونچاوے۔ مفلس کو بھی بیس روپیہ کا روغن زرد مردہ پر ڈالنا چاہیے خواہ سرکار سے ہی مدد کیوں نہ لینی پڑے دیکھو ستیارتھ پرکاش۔ صفحہ ۶۲۸ +

ہمارے وطن میں کوئی ایسا ایماندار عامل ویدآریہ موجود نہیں جس نے اس کفایت شعاری کو *

حاشیہ * اگر طاعون کی کثرت اموات میں چند آریہ گورنمنٹ سے حسب فرمودہ سوامی جی اس امر کی درخواست کریں کہ انھیں مردہ جلانیکے لیے سرکار مدد دے تو اُمید ہے کہ انکی حماقت سب پر عیاں ہو جاویگی اور جو

عمل کر کے اپنے تئیں گناہوں کی سزا یعنی کیڑے مکوڑے اور کتے بلیوں اور ناپاک جانوروں کے قالبوں میں اوتار لینے سے سرخروئی حاصل کی ہو۔ ہمارے قادیان میں چند آریہ بمرض طاعون فوت ہوئے تھے مگر حیف ہے اُن آریوں پر جنھوں نے اس حکم پر عمل نہیں کیا۔ غالباً اس حکم کو بھی اور احکام کیطرح محض یاوہ گوئی اور پوپوں کی لیلا سمجھا ہوگا۔ علاوہ ازیں ہمارے نواح اور لاہور میں بعض آریوں کو نیوگ کی اشد ضرورت ہے مگر وہ لوگوں سے ڈر کر اور شرم و حیا کو ترک نہ کر کے وید کے حکم سے روگردانی اور الحاد کر رہے ہیں حالانکہ لالہ جی ستیارتھ پرکاش کے باب چہارم صفحہ ۱۴۹ میں لکھتے ہیں کہ نیوگ کے کرنے میں کوئی دوش اور گناہ نہیں بلکہ نیک اور مخلص آریہ کے لیے مہا پاپ اور ناپاک گناہ یہ ہے کہ نیوگ کی راہ میں پتھر ڈالے جاویں۔ پس میں اُن نیکبخت مہاشوں کو درصورت نہ نیوگ کرانے کے کیا کہوں آیا انکو بقول سوامی جی شودر سمجھوں یا اُن کو نادان اور پرمیشور کا مہاپاپی اور نافرمان گمان کروں۔ ایسے ہی اکثر گوشت خوری کو بھی حرام اور گوہ کے برابر سمجھتے ہیں پھر عملدرامد میں اس کام سے کنارہ کشی نہیں کرتے۔ پس ثابت ہوا کہ دو وقت سندھیا ہوم اور اگنی ہوتر کا نہ کرنا اور مردہ جلانے میں قریبا ۲۰۰ دو سو روپیہ کا متحمل نہ ہونا اور نہ ہو سکنا اور بوقت ضرورت بر سر مجالس باواز بلند نیوگ کی درخواست نہ کرنا اور دس بچے حاصل نہ کرنا اور باقاعدہ وفرمودہ سوامی کسی پکے آریہ کا ۴۸ سال تک برہمچریہ نہ رکھنا

بقیہ حاشیہ کچھ جواب ملگیا وہ سب پر عیاں ہے لکھا ہے کہ مفلس آریہ بیس سیر قیمتی عطر روغن زرد چتا پر ضرور ڈالے خواہ اُسکو بھیک ہی کیوں نہ مانگنی پڑے ستیارتھ پرکاش صفحہ ۶۲۹ بیس سیر گھی اور باقی مصالحہ کے جمع کرنیکے لیے وہ بیچارہ چند روز تک دوڑ دھوپ کرتا رہے گا ادھر مردہ بدست زندہ کیڑوں اور چیونٹیوں کا شہر آباد کریگا اور خوب ہوا عفونت ہو جاوے گی۔ طاعون میں جہاں ہزارہا اموات ہوئی ہیں ان کے جلانے کے عام لکڑیکا باہم پہونچانا محال ہو گیا ہے پھر اگر ویدک دھرم کے عالمگیر اصول پر عملدرامد کیا جاتا اور کستوری وغیرہ سے مردوں کو خوشبودار کرنیکی کوشش کیجاتی تو غالباً سرکاری خزانہ بھی اس بوجھ کا متکفل نہوتا۔ قیاس کیا گیا ہے کہ چند سال میں صرف ہندوستان میں ایک کروڑ طاعون سے

اور سو سال تک عمر پانا اور پانے کی کوشش نہ کرنا اور نہ اُس عمر کو پا سکنا اور عام چال چلن میں فرق
آجانے پر کسی آریہ کا بجلم وید اپنی جوان یا بیوہ لڑکی۔ لڑکے اور بیوی اور ماں اور باپ کو گھر سے
نہ نکال دینا اور دوسروں کے لڑکے لڑکی کو اپنے گھر میں اپنی بیوی لڑکی اور ماتا پتا اور بھائی بہنوں
میں بود و باش نہ کرنے دینا اور وید پڑھکر اپنے آپ کو پرمیشر کے گیان سے بہرہ ور نہ کرنا اور اس
تو وہ طوفان کو نہ پڑھ سکنا اور اُسکے تمام احکام پر عمل نہ کرنا اور نہ کر سکنا اور بغیر گوشت کے قطب
شمالی پر آریوں کا جیتا نہ رہ سکنا وغیرہ وغیرہ ہمیں اس نتیجہ پر پہنچاتے ہیں کہ اگر ہم آریہ سماج میں
داخل ہوتے تو ضرور ان امور کی خلاف ورزی پر بے ایمان ٹھیر جاتے مگر موجودہ آریوں کا کیا
کہنا ہے مندرجہ بالا امور سے کوتاہی ظاہر کرتی ہے کہ ویدک دھرم عالمگیر مذہب نہیں ہے جسپر ایک
ملک کا باشندہ عملدرآمد کر سکے نہ ہی کسی آریہ نے ان احکام اور صدہا ناگفتنی امور پر عملدرآمد کرکے
اپنے تئیں مکتی کے لائق ٹھیرایا ہے اور نہ ہی کوئی کامل برہم چاری ایسا گذرا ہے کہ چار سو سال تک عمر*

*حاشیہ اگر عمر بڑھانے کا یہ نسخہ کسی حکیم کو معلوم ہو جاوے تو وہ غالباً بادشاہوں اور بعض دنیا پرستوں سے
لکھوکھا روپیہ جمع کر سکتا ہے اُمید ہے کہ یہ نسخہ ڈاکٹروں اور حکیموں کو بھی بہت سا نفع پہنچاویگا کاش کوئی مکتی پانے
والا کامل آریہ ہوتا تاکہ ہم اسکے ذریعہ سے آج اکبر شاہجہان اورنگ زیب وغیرہ بادشاہوں کی سرگذشت سن سکتے
مگر افسوس کہ سارے آریے ناقص اور قریباً بقول سوامی جی کم ایمان گذرے ہیں۔ کیونکہ کسی نے ایسا ہرگز کرکے
نہیں دکھایا جیسا کہ ستیارتھ پرکاش کے صفحہ ۵۲ میں مندرج ہے۔ یا ہماری سمجھ میں کوئی قصور ہے منہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱
ہلاک ہوا ہے پس اگر سوامی جی اور ویدک دھرم کے فرمودہ پر عملدرآمد کی کوشش کیجاتی تو غالباً ملک
میں بغاوت ہو جاتی اور اُس کا وبال آریوں پر ہوتا۔ سوامی جی مفلس اور نادار کیلیے کسی قدر کم
قیمت اسباب اور مصالحہ پر راضی ہو گئے ہیں مگر اتنا بھول گئے کہ مفلس اور غربا کو تو زیادہ ردی
زردار کستوری۔ صندل۔ کیسر وغیرہ کی ضرورت ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ بقول سوامی جی (صفحہ
۴۳ ستیارتھ) نادار شودر وغیرہ زیادہ غلیظ ناپاک اور ہوا کو متعفن کرنے والے ہوتے ہیں پھر جس
حالت میں مردہ جلانیکی یہ تکلیف بالا یطاق مردہ کی بدبو کو دور کرنے کے لیے تجویز کی گئی ہے پھر غلیظ اور
بدبودار لاشونکی تعفن کو دور کرنیکے لیے کافی کستوری و کیسر کا ہونا کیسے جائز اور روا ہو سکتا ہے کیا قانون قدرت غریب

پا چکا ہو - اس زمانہ میں لالہ لیکھرام جی اور دیانند جی نامی گرامی آریہ گذرے ہیں اگر مندرجہ بالا احکام کی تعمیل کے لحاظ سے اُنکی مکتی یعنی نجات کو پرکھا جاوے تو معلوم ہوگا کہ وہ مکتی بھی پانے کے قابل نہیں تھے کیونکہ اُنھوں نے برہمچاریوں کے اعمال کے نتائج ہرگز نہیں پائے بلکہ نہایت قلیل عمر میں گذر کر اپنے آپ کو ناقص اور ادھرم پر چلنے والے ثابت کر گئے - پس جب ان مہاتماؤں کا یہ حال ہے تو اور کس ہیرس اور دنیا میں غریب بعض مہاشوں کا کیا کہنا ہے یہ بات قابل غور ہے کہ سوامی جی مہاراج کہتے ہیں کہ اگر کوئی ۲۵ سال کا برہمچریہ رکھکر شادی کرے تو اُسکی عمر ۷۰-۸۰ سال کی ہوگی اور اگر کوئی آریہ ۴۴ سال تک مجرد رہ کر عالم شباب کے بعد شادی کرے تو اُسکی عمر قریباً دو سو سال کی ہوگی اور اگر کوئی آریہ ۴۸ سال کا برہمچاری یعنی مجرد رہ کر شادی کرے تو اُس کی عمر پورے چار سو سال کی ہوگی دیکھو ستیارتھ صفحہ ۵۱-۵۲ باب سوم - لیکن عندالعقل اور مشاہدہ یہ اصول نامعقول بیہودہ اور فضول ہے - اور تجربہ نے اسکو غلط کر دیا ہے جس صورت میں ۲۵ سال کا مجرد آریہ ۸۰ سال کا ہو سکتا ہے اور ۴۴ سال کا مجرد ۲۰۰ سال کی عمر بخش سکتا ہے اور ۴۸ سال کا برہمچاری چار سو سال کی عمر پا سکتا ہے پھر جس نے ساٹھ سال کا برہمچریہ کیا ہوگا (یعنی دیانند جی نے) وہ اگر زیادہ نہیں تو چار سو سال تک ضرور ہی پہونچنے چاہئیں مگر عند التجربہ یہ غلط ثابت ہو گیا ہے کیونکہ سوامی جی جب ساٹھ سال کی عمر میں وفات پا گئے تھے اُس وقت اُن کے سر اور داڑھی کے بال سفید ہو گئے تھے اور بڑھاپے اور ضعیف العمری کے آثار حسب معمول اُن کے چہرہ پر نمودار ہو گئے تھے جیسے کہ اُن کے فوٹو سے ظاہر ہے - اگر کوئی کہے کہ وہ اپنی پوری عمر کو پا کر نہیں فوت ہوئے بلکہ کسی نے زہر سے مار ڈالا - پھر بھی یہ عذر غلط ہے کیونکہ اگر وہ چار سو سال تک عمر پانے والے ہوتے تو ۹۰ سال کی عمر میں اُنھیں داڑھی بھی نہ آنی چاہئے تھی اور جسم جوانوں کی طرح مضبوط اور قوی ہونا چاہیے تھا نہ کہ اور لوگوں کی طرح بڑھاپے کے آثار نمودار ہو کر طبعی موت کا قرب اور علامات ان کے وجود بے جود سے ظہور پذیر ہوں بلکہ دیکھنے میں آئے

حاشیہ ۱۶ بابو پیاری لعل صاحب مترجم سام وید نے لاریبی لکھا ہے کہ وید ایسی کتاب ہے جسمیں سے ہر ایک شخص اپنی اپنی طبیعت کے موافق ہر طرح کے معنی نکال سکتا ہے بت پرست بُت پرستی نکال سکتا ہے نفس پرست

چلتے ہیں کہ عام لوگوں کی طرح بوڑھے اور اپنے قویٰ کو انحطاط تک پہونچا چکے تھے ہر ایک دانشمند سمجھ سکتا ہے جسنے دو سو سال یا چار سو سال کی عمر کا شرف حاصل کرنا ہوتا ہے اسکے جسم اور قویٰ

ستیارتھ نقیب حافظہ

نفس پرستی نکال سکتا ہے غرضیکہ جسطرحکا مذہب نکالنا منظور نظر ہو وید کے ذو معنی الفاظ سے نکل سکتا ہے یہی وجہ ہے کہ وام مارگی - مانگی - بیج مارگی - اور صدہا ہندوؤں کے فرقے وید کے مختلف المعانی شرتیوں سے گمراہ ہو کر گوناگوں ظلمتوں اور مکروہ اور ناپاک رسومات کے پابند ہو گئے اور ہر ایک اپنے تئیں وید کا متبع سمجھتا ہے - اسیطرح کروڑوں مورتی پوجا والے یعنی بُت پرست ہندو بھی معذور ہیں - چنانچہ جن لوگونکو آریوں سے مذہبی گفتگو کا اتفاق ہوا ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ ایک مسئلہ پر قریبًا ہر ایک آریہ کا الگ جواب اور رائے ہوتی ہے - اسکی وجہ یہ ہے کہ وید تو ان لوگوں نے مطلق پڑھے ہی نہیں تا سب کی رائے وید کے مطابق ہو کر ایک ہوتی - اگر وید بھی یہ لوگ پڑھ جاوینگے تو بھی کسیکو یہ اُمید نہیں کرنی چاہیے کہ آریہ کسی مسئلہ پر متفق الرائے ہو کر بولیں گے اسکی وجہ یہ ہے کہ جن جن اصحاب فہم و فراست نے وید کا مطالعہ کیا انھوں نے اُس کا مطلب اور مذہب ایک دوسرے سے دگرگوں پیش کیا ہے چنانچہ سوامی جی نے جو وید کا ارتھ کیا ہے وہ سناتن دھرم وام مارگی وغیرہ صدہا فرقوں کے پنڈتوں سے الگ ہے جس سے کسی اور پنڈت کا آجتک اتفاق نہیں کرتی - قریبًا ۲۲۰۰ سال کا عرصہ گذر چکا ہے کہ سوامی شنکر اچاریہ نے وید کی اشاعت کی تھی اور اس کا ارتھ کیا تھا جسکو سوامی جی نے بشرح صدر قبول کیا ہے (ستیارتھ صفحہ ۳۰۵) اور سوامی شنکر اچاریہ کی بہت سی مدح سرائی کی ہے لیکن اُن کا مذہب ویدانت تھا یعنی وہ ہمہ اوستی تھے ہر ایک فرد بشر اور حجر و شجر کو خدا مانتے تھے اسلیے آریونکو مناسب ہے کہ سوامی دیانند کی پسند کردہ شنکر اچاریہ کے مت اور اصول کو عزت سے دیکھیں - مگر حق یہ ہے کہ کسی پہلو سے اپنے جسم پر پانی نہیں پڑنے دیتے - اگر ہم یہ لکھیں کہ سوامی شنکر اچاریہ کی کتابوں کے حوالے قابل تسلیم اور الزام ہیں تو جھٹ کہدیتے ہیں کہ اسکی تصانیف مستند اور قابل وثوق نہیں اگر یہ کہیں کہ لیکھرام کی تصانیف قابل اعتراض ہیں یا نہیں تو کہدیتے ہیں کہ جو کچھ

ایسے ہونے چاہییں جو اس آریہ ورت میں کسی کے نہ ہوں تا کہ وہ اپنی عمر کو پا سکے مگر چونکہ چارسو سال کی عمر کی گپ محض فضول نامعقول ہے اس لیے کسی دانشمند کو اس طمع میں آکر آریہ نہیں بنجانا چاہیے کہ اسکی عمر چارسو سال کی ہو جاوے گی اور وہ اپنی دس پشتوں کو دیکھکر دنیا سے رخصت ہوگا اور اپنے پیچھے اپنی اولاد سے سیکڑوں بچے بچیاں چھوڑ کر سرگ میں داخل ہو جاویگا پس جسطرح چارسو سال کی عمر پانا محض جھوٹھ اور بے بنیاد گپ ہے اُسیطرح آریوں کا کتے بلیاں اور سور ریچھ وغیرہ بنتا اور کروڑوں جونوں میں تباہ اور خستہ حال ہوکر سرگ (جنت) میں جانا بیہودہ ؎ ایں خیال است و محال است و جنوں ÷ ہے پس آریوں کا یہ نسخہ کہ باقاعدہ برہمچریہ رکھنے سے چارسو سال کی عمر ہو جاتی ہے غلط ہے اور ہم اسبات کو تسلیم نہیں کر سکتے کہ جسطرح عام لوگ برہمچریہ نہیں رکھتے اور اپنی طاقتوں کو ضائع کر کے جلد تر بوڑھے ہو جاتے ہیں اسیطرح سوامی جی نے بھی اپنے طاقتوں کو محفوظ نہیں رکھا جسوجہ سے وہ جلد بڑھاپے کے آثار کو قبول کر چکے تھے بلکہ ہمارا یہ خیال ہے کہ وہ شاید نیک اور عمدہ چال چلن والے ہوں گے اور اُن کا ساٹھ سال میں بوڑھا ہو جانا طبعی عمر کے تقاضا کو ظاہر کر رہا ہے نہ کہ بچپن اور عالم شباب کی غلط کاریوں میں غلطاں ہونیکا اظہار کرتا ہے ہمارا انکی بنسبت نیک ظن ہے چارسو سال کی عمر کی شرط پیش کر کے انھیں بھلا برا کہنا ٹھیک نہیں ہے

بقیہ حاشیہ

لیکھرام نے لکھا ہے وہ وید نہیں۔ اگر سوامی جی کی تصانیف پیش کریں تو کہتے ہیں سوامی جی نے
جو کچھ لکھا ہے وہ سارا وید نہیں بلکہ اکثر حصہ منوجی کی تصانیف کا اقتباس کیا ہوا ہے
اگر یورپ کے پروفیسروں کے تراجم پیش کیے جاویں تو بھی روپوش
ہو جاتے ہیں غرضیکہ کسی پہلو سے اپنے تئیں ملزم نہیں بنانے
نہ ترجمہ خود کرتے ہیں اور نہ دوسروں کے مانتے ہیں
شتر مرغ کیطرح ہر ایک طرف سے پہلو تہی
کرتے ہیں مگر تا کے؟

سو دن چور کے ایکدن سادھ کا

منہ

ویدک دھرم کے اصول کی تفسیر
اور دیانند سوامی کی تعلیم کی تقصیر

دیانند جی ستیارتھ پرکاش کے صفحہ ۱۲۵ باب ۳ میں لکھتے ہیں کہ ۴۸ برس کا برہمچریہ رکھنے سے چار سو ۴۰۰ سال کی عمر ہوسکتی ہے یعنی اگر انسان حسب فرمودہ ویدک دھرم ۴۸ برس حالت تجرد میں رہے اور ودیا اور خوبیوں کے استحصال میں مصروف رہے اور اُنچاسویں ۴۹ سال میں شادی کرے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ایسے مخلص آریہ کی عمر چار سو سال کی ہوگی مگر واقعات ظاہر کر رہے ہیں کہ یہ بات ناممکن ہے کیونکہ ہم نے ابتک کوئی ایسا آریہ نہیں دیکھا اور نہ کوئی سُنا جو تمام خوبیوں اور تیسرے درجہ کا برہمچریہ اور اُس استفادہ حاصل کرکے چار سو سال کی عمر پاگیا ہو اگر کوئی یہ کہے کہ جتنے آریہ دیکھتے یا سننے میں آتے ہیں وہ سب ناقص اور پاپی ہیں تو بھی اُس کا ایسا کہنا عند العقلا بیجا ہوگا کیونکہ جس صورت میں اعلیٰ درجہ کے برہمچاریہ کی یہ علامت لکھی ہے پھر اگر آریہ ورت میں ایسا منش دستیاب نہ ہو تو پھر کوئی ایسا کلمہ مُنہ پر لاوے تو چنداں بیجا نہیں بلکہ واقعی درُست اور واجب ہے اور دیانند جی خود لکھتے ہیں کہ جو جو سلسلہ کائنات کے مطابق ہو وہ حق ہے اور جو سلسلہ کائنات کے مخالف ہے وہ سب باطل ہے - (ستیارتھ صفحہ ۶۳) چونکہ کوئی آریہ منش ۴۰۰ سال کی عمر تک پہنچا ہوا نہیں دیکھا جاتا بلکہ دو سو سال کی عمر بھی خلاف واقعہ اور دروغ محض ہے اور سلسلہ کائنات کے بالکل منافی ہے اسلیے کسی کا یہ کہنا کہ آج کوئی سچا اور کامل آریہ آریہ ورت میں موجود نہیں جو مُکتی یعنی نجات پانے کے قابل ہو بالکل صحیح اور درست ہے اور برہمچاری کو اتنی لمبی عمر کی اُمید دلانا سفید جھوٹ ہے بلکہ آجکل تو پچاس سالہ انسان پنجاب میں بوڑھا سفید ریش ہوجاتا ہے پس ایسی حالت میں بیاہ کرنے سے کوئی خوشی نہ ہوگی اور شادی کی علت غائی سرانجام کو نہیں پہونچے گی +

اس کے بعد سوامی جی لکھتے ہیں کہ جو شخص (برہمن - چھتری - ویش) برہمچریہ کو پورا کرکے گرہ آشرم (امور خانہ داری) میں پچیس ۲۵ سال رہے بعد ازاں جب بال سفید ہوجاویں اور کھال

ڈھیلی پڑجاوے اور پوتا بھی ہو گیا ہو تب جنگل میں جاکر پچیس سال رہے اس کے بعد یعنی عمر کے چوتھے حصہ میں پھر گھر آکر آخری حصۂ عمر کو جو پچیس سال ہے پورا کرے (دیکھو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۵۲-۵۴-۱۶۲) ناظرین اس امر پر غور کریں کہ اول درجہ کے برہمچریہ کو یہ حکم ہے کہ اٹھتالیسویں سال میں بیاہ کرے بعد ازاں جب دو چار سال کے بعد لڑکا ہوگا تو برہمچاری کی عمر قریباً پچپن سال کی ہوگی پھر اس لڑکے گھر میں بھی انچاسویں سال میں باقاعدہ شادی ہونیکے بعد پچیس سال میں لڑکا بالا پیدا ہوگا گویا پہلے برہمچاری کے گھر میں پوتا اُس وقت پیدا ہوگا جس وقت اُسکی عمر (۵۵ + ۵۵) ایک سو دس ۱۱۰ سال کی ہو چکی ہوگی پس ایک سو دس ۱۱۰ سالکی عمر میں اس بڈھے برہمچاری کو اپنا پوتا دیکھکر اپنی عمر کا تیسرا حصہ جنگل میں گزارنا ہوگا جہاں وہ پچیس سال تک ستاما۔ اناج ساگ پات جڑیں پھول وغیرہ پر گذارہ کرتا رہے گا۔ یعنی ایکسو پینتیس ۱۳۵ برس تک بیابان میں شیروں اور بھیڑیوں میں بود و باش کرے گا اور اُسکو واجب ہے کہ اگر اپنی عمر کے اس حصہ میں عورت کو بھی ساتھ لیجاوے تو اُس سے کوئی نفسانی حرکت اور شرارت کچھ نہ کرے ✳ آخر کار ۱۳۵ سال کی عمر کے بعد عمر کا آخری یعنی چوتھا حصہ آکر گھر میں پورا کرے گویا (۱۳۵ + ۲۵) ۱۶۰ ایکسو ساٹھ سال تک زندہ رہے۔ ناظرین سوچیں کہ یہ کسقدر خلاف واقعہ اور جہالت اور بچپن کی باتیں ہیں کیا ایسی نامعقول باتوں کو سُنکر کوئی آریہ مت کو عالمگیر مذہب مان سکتا ہے عالمگیر مذہب کی بات کو جانے دو۔ یہاں تو ایسے مذہب کی جان کے لالے خاص آریہ ورت میں ہی پڑ رہے ہیں۔ بعض ممالک میں لوگ پنجاہ سالہ عمر تک پہونچنے ہی نہیں پاتے۔ وہاں اس عالمگیر مذہب

✳ **حاشیہ** یہ کیسی بیوقوفی کی بات ہے کہ ۱۳۵ برس کے بڈھے کی نسبت یہ کہا جاوے کہ اپنی عورت سے نفسانی حرکت نکرے اول تو وہ بڈھا نا قابل حرکت زندہ درگور ہوگا پھر یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی بیوی سے جو ایکسو گیارہ سال کی ہو چکی ہوگی اُس سے نفسانی حرکت کریگا۔ ہمارے خیال میں تو یہ بات آتی ہے کہ اپنی بیوی سے صحبت کرنا کوئی نفسانی حرکت اور بدمعاشی کا شیوہ نہیں ہاں دوستوں اور یاروں کو بیویوں سے نیوگ کرانا ہمارے مذہب و عقیدہ صحیحہ (اسلام) کی رو سے عین نادانی اور نفسانی حرکت بلا شبہ ہے جو اپنی بیوی کے باہمی تعلقات کو نفسانی حرکات اور ناپاک افعال کیطرف منسوب کرتا ہے وہ خود دل کا اندھا اور قانون قدرت کے فعل کو روکنا چاہتا ہے جس کے روکنے سے کوئی رُک نہیں سکتا اور نہ کوئی رُکے گا خواہ کوئی پکا آریہ ہی کیوں نہ ہو۔ منہ

کو کیا کریں اور کس سماج میں داخل ہو کر ایک سو ساٹھ برس کی عمر کو حاصل کریں۔ اول تو سوامی جی نے اعلیٰ درجہ کے آریہ کے لیے چار سو سال کی عمر قرار دی تھی لیکن جب دیکھا کہ اتنی گپ اور نامعقول بات کو کوئی نہیں مانے گا پھر جھٹ پٹ یہ لکھ دیا کہ ۴۸ سال کے بعد شادی کر کے ایک سو ساٹھ سال تک عمر کو بڑھاویں آخر جب اس لاف و گذاف پر بھی لوگوں کو ہنسی کرتے دیکھا تو آخر کار صفحہ ۱۶۳ میں لکھا کہ پچیس سالہ برہمچاری شادی کر کے پچاس سال میں جنگلوں کو چلدے اور پچھتر سال کے بعد پھر سنیاسی ہو جاوے اور شہروں میں اپدیش کرے اور اسی میں آخری عمر کا حصہ صرف کرے اور سو سال کا ہو کر فوت ہو وے۔ دروغگو را حافظہ نباشد۔ اول تو برہمچاری کے لیے چار سو سال کا ٹھیکہ لیا تھا بعد ازاں برہمچاری کے لیے ۱۶۰ ایک سو ساٹھ سال کی عمر پانے کی تاکید کی بعد ازاں سو سال تک ہی اجازت دیدی اگر کوئی یہ کہے کہ پچیس سال کے برہمچاری کے لیے حکم ہے کہ سو سال کی عمر پوری کرے اور جو نون کیطرف رجوع کرے اور ۴۸ سال والے برہمچاری کے لیے یہ حکم نہیں تب بھی یہ غلط ہے کیونکہ ۴۸ سال والے برہمچاری کے لیے بھی بلکہ ہر ایک برہمچاری کے لیے علی العموم حکم ہے بلکہ مقررہ حالت تجرد کے بعد شادی کرے بعد ازاں بان پرستی پچیس سال تک کرے اسکے بعد پچیس سال سنیاس میں گزارے ایسا ہرگز نہیں لکھا کہ اڑتالیس ۴۸ سال والا برہمچاری پورا ہونے کی انتظار نہ کرے بس مندرجہ بالا بیان سے ظاہر ہو گیا کہ یہ قانون اور مذہبی فرائض صرف خیالوں کی باتیں ہیں یا یوں کہو کہ محض کرنیکی باتیں ہیں۔ اور کوئی دانشمند ان دور از قیاس باتوں پر اعتبار نہ کرے گا۔ جب لالہ جی حسب قول خود را فضیحت و دیگرے را نصیحت نشانہ اور مصداق بنکر سفید ریش اور کافور کا سا سفید سر لوگوں کو دکھا کر جھٹ پٹ کافور ہو گئے تو اوروں کا کیا کہنا ہے ؟ -

سوامی جی نے لکھا ہے کہ عورتوں کو بھی علوم وید سے واقف اور ماہر ہونا لازمی ہے کیونکہ اگر وید وغیرہ شاستروں کی تعلیم نہ پائی ہو تو پرمیشور اور دھرم کی پہچان سے بے بہرہ ہونیکی وجہ سے کبھی ادھرم (کفر اور بے ایمانی کی باتوں) سے بچ نہیں سکیں گی۔ اگر عورت وید وغیرہ شاستروں کو پڑھی ہوگی تو یگ میں سوروں کے ساتھ منتروں کو کسطرح ادا کر سکیں گی اور سنسکرت کسطرح بول سکیں گی۔ (دیکھو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۹۷-۹۸-باب ۳)

ہم اگر لالہ جی کی بات کو مانیں تو ہمیں افسوس سے یہ کہنا پڑے گا کہ آریہ ورت میں چونکہ کوئی عورت

بھی وید وغیرہ شاستروں کی ماہر نہیں اس لیے لازم آیا کہ ساری آریہ عورتیں ادھرم یعنی کفر اور بے ایمانی کے اعمال میں گرفتار ہیں اور کوئی اس قابل نہیں کہ اُس سے کوئی ایماندار آریہ بیاہ کرے کیونکہ ایماندار دھرم پر چلنے والی استری کی ضرورت ہے نہ کہ بے ایمان ادھرم پر چلنے والی کی اور وید وغیرہ شاستروں سے جاہل عورت کو گھر سے نکالکر شودروں کے گھروں میں بھیجدینا چاہیے کیونکہ لکھا ہے کہ دھرم پر چلنے والی عورت۔ لڑکی۔ بہن۔ مرد وغیرہ نیک نہاد آریوں کے گھروں میں بودوباش نہ رکھنے پاویں۔ دیکھو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۱۴ - ۱۱۵۔

اسیطرح لالہ جی لکھتے ہیں کہ برہمن اور برہمنی کے جسم میں بدبو وغیرہ کے نقصوں سے پاک رج ویریہ (حیض ومنی) پیدا ہوتے ہیں اور چنڈال اور چنڈالنی کا حیض اور منی ناپاک اور بدبودار ہوتا ہے صفحہ ۱۶۳۔ اب دیکھیے یہاں دیانند جی خود ہی اپنے آپ پر ہاتھ صاف کر گئے ہیں اول تو اُن کے قول کے موجب ہر ایک شخص اپنے اعمال اور اقوال کے اعتبار سے برہمن اور شودر ہوا کرتا ہے پھر اسمیں کونسی حکمت اور فلاسفی ہے کہ برہمن اور برہمنی کی منی اور حیض پاک اور شودروں اور چنڈالوں کا ناپاک ہے ہاں اگر برہمنی کی نجاست اور حیض پاک اور پوتر ہے تو بیشک کسی آریہ کو انکی نجاست اور گندگی سے پرہیز نہیں کرنی چاہیے بلکہ بجائے گوبر کے برہمنی کے گوبر سے چوکا دینا زیادہ صفائی اور پاکیزگی کا موجب ہوگا۔ ہمارا تو یہ خیال ہے کہ خواہ برہمنی کے باپ کا ویریہ ہو یا اسکی ماں کا حیض یا نجاست ہو گندگی اور بدبو میں شودر کی آلایشوں سے ہرگز بہتر اور قابل عزت نہیں آگے آریہ صاحب جانیں یا اُن کا گرو۔ سوامی جی منوجی کا قول لکھکر آریوں کو تعلیم دیتے ہیں کہ گرم ملک (ہندوستان) میں ڈاڑھی مونچھ سر کے بال ہمیشہ منڈواتے رہنا چاہیے چوٹی سمیت سب بال منڈوا دینے چاہییں۔ اس سے عقل کم ہو جاتی ہے۔ ڈاڑھی مونچھ کے رکھنے سے کھانا پینا اچھا نہیں ہوتا اور جھوٹھ بھی بالوں میں رہ جاتی ہے منو ۲ - ۶۵ دیکھو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۴۳ باب ۱۰۔ مناسب ہے کہ آجکی تاریخ سے کسی آریہ مہاشے کے سر پر کوئی چوٹی اور بال اور مونچھ وغیرہ نظر نہ آنی چاہییں ورنہ کئی جنموں میں خواہ نخواہ کئی لاکھ سال سزا بھگتنی پڑے گی۔ امید کیجاتی ہے کہ اگر آریوں کی عورتوں کے سروں کے بال یک لخت کٹوائے جاویں تو عقل اور شعور میں

آریہ مرد اور عورتیں اہل فرنگ کو نیچا دکھائینگی اور سکھ آریوں کو بھی لازم ہے کہ سر کے بال یعنی کیس کٹوادیں اور گورو گوبند سنگہ کی یادگار پر لعنت بھیجیں اور عورتوں کے بھی سر کے بال کٹوانے کی ہدایت کریں اور چوٹی تک نہ رہنے دیں اور آریہ بزرگوں کی فرضی ریلیوں اور کلو نکوا نہ سر نو ایجاد کر کے اہل یورپ اور امریکہ کو اپنا شاگرد بنادیں مگر ایں خیال است و محال است و جنوں۔ مونچھوں کے منڈوانے میں تو بیشک سراسر فائدہ ہی فائدہ ہے کیونکہ کھانے پینے میں آسانی آرام ہوتا ہے مگر یہ بیہودگی ہے کہ داڑھی میں روٹی پھنس جاتی ہے۔ اکثر ڈاکٹروں نے یہی رائے دی ہے کہ داڑھی کے رکھنے سے ایک خاص قسم کی کھانسی ✻ جو عالم شباب میں بعض افراد بنی نوع کو ہو جاتی ہے نہیں ہوتے پاتی مگر یہ کسی نے نہیں لکھا کہ داڑھی میں جو پھنس جاتی ہے + ایک اور جگہ تحریر کرتے ہیں کہ **گاندھروید جسکو علم موسیقی کہتے ہیں اسمیں سُر۔ راگ۔ راگنی سُم تال۔ گرام۔ تان۔ ساز بجانا۔ ناچنا۔ گیت وغیرہ کو قرار واقعی سیکھنا چاہیے** (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۹۱) اسجگہ سوامی جی مہاراج آریوں کو علم موسیقی

✻ قربان جاویں نبی اُمی صلی اللہ علیہ وسلم پر جنہوں نے داڑھی رکھنے اور مونچھوں کے منڈوانیکی ہدایت کی

حاشیہ ایک فرانسیس مسٹر گبولر نے بھی داڑھی کبھی نہیں کٹوائی چنانچہ اُن کی داڑھی بہت لمبی ہے اب وہ ۸۰ سال کے ہوگئے ہیں لیکن کبھی کھانسی زکام اور امراض سینہ کی شکایت نہیں ہوئی دیکھو آریہ مسافر میگزین اکتوبر سنہ ۱۹۰۳ء پس سکھ آریوں کو مناسب ہے کہ اپنے اصلی گرو یا دا صاحب اور گرو گوبند سنگھ کے حکم سے پہلو تہی نہ کریں اور کم از کم داڑھی کے منڈوانیکی جرأت تو ہرگز نہ کریں۔ یہ کوئی ضروری نہیں کہ سوامی جی کی ساری ہدایتوں پر عملدرآمد کیا جاوے کیونکہ کونسا آریہ منش ہے جو ان کے کہنے کے مطابق ہوم اگنی ہوتر اور وید کا پڑھنا پڑھانا اور برہمچریہ ۴۸ سال کا رکھ سکتا ہے۔ پس جس صورت میں آریہ خود ایسا نہیں کر سکتے تو آپ لوگوں کو ایسے پنڈت کا کہنا کیوں ماننا چاہیے جو نہ خود اُن احکام پر عملدرآمد کر چکا ہے نہ کوئی اور کرتا ہے۔ بلکہ سوامی جی جنہوں نے بابا نانک جیسے مہاتما اپدیشک کو مکار منافق دھوکے باز ٹھیرایا ہے (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۴۷۵) اُنکی بات سکھوں کو تو ہرگز نہ ماننی چاہیے آیندہ اُن کا اختیار ہے

ماہر بنانا چاہتے ہیں جسمیں کمال حاصل کرنے کے لیے چند سال سے کچھ کم عرصہ خرچ نہ ہوگا مگر افسوس تو یہ ہے کہ اسجگہ تو آپ ان کاموں کے سیکھنے میں فرضیت اور تاکید کا اظہار فرماتے ہیں لیکن کتاب مذکور کے صفحہ ۱۰۷ میں جاکر ہوش میں آتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ گانا۔ بجانا۔ ناچنا۔ یا ناچ کرانا۔ سننا اور دیکھنا ایسا بُرا ہے جیسے کہ قمار بازی شہوت انگیز باتیں کرنا۔ شراب افیون۔ بھنگ اور گانجہ وغیرہ منشی اشیا کا استعمال کرنا پاپ ہے۔ ستیارتھ صفحہ ۱۰۷۔ ناظرین انصاف کریں کہ ایسے شخص کی باتوں پر کوئی نیک نہاد آریہ کسطرح اعتبار کرسکتا ہے جو ایک جگہ جنگ سے ہارمونیم اور گانا بجانا و ناچنا وغیرہ کو جائز لکھ مارتا ہے لیکن دوسری جگہ دس پانچ حرام اور ناپاک اشیاء میں انھیں مہاپاپ ٹھیراتا ہے۔ غالباً دو پہلوؤں کے آدمیوں کو خوش کرنا چاہتا ہوگا جیسے کہ گائے کے معاملہ میں بعض جگہ آریوں کو سکھا کر خوش کردیتا ہے کہ اس جانور کی احتیاط اور تعظیم صرف اس لیے کرنی چاہیے کیونکہ یہ بہت مفید ہے اور اگر بیل گائے نقصان پہونچائے تو اسکو مار ڈالنے میں بھی کوئی دوش نہیں لیکن دوسری طرف کے لوگوں کا دل رکھنے کے لیے اس جانور کو مقدس ام کہہ کر واجب التعظیم مانتا ہے۔ بھلا اگر ناچنا اور گانا اور ساز بجانا سیکھنا لازمی ہے تو اسکو کس کام کے لیے سکھایا جانا چاہیے اور عورتوں کو اس کار خیر میں کیا کیا حصہ پہونچتا ہے ناظرین خود اس پر وچار کرلیں ہم زیادہ زور نہیں دینا چاہیے۔ ہاں جب آریہ استریں گانے بجانے اور ناچنے میں کوشاں ہوں گی اور ایسے فنون میں شہرۂ آفاق ہونے کی خواہش محسوس کریں گی تو بیشک ہم ان ناپاک باتوں پر قلم اُٹھائیں گے بالفعل ان کے تناقض بیان کے اظہار پر ہی اکتفا کرتے ہیں تاکہ آریہ صاحبان خود بخود آریہ ورت کی اصلاح میں جوش کا اظہار کرلیں۔

ایک اور جگہ سوامی جی مہاراج کہتے ہیں کہ عورتوں کے گواہ عورت۔ دِوِجوں کے گواہ دوج (اعلیٰ ذات والے) شودروں کے گواہ شودر۔ اور چنڈالوں کے گواہ چنڈال ہوں ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۱۸۔ یہ کیسی بیہودہ بندش ہے کہ عورتوں کی گواہ عورتیں ہی ہوا کریں اور برہمنوں اور چھتریوں کے گواہ برہمن چھتری ہی ہوا کریں۔ اگر کوئی شریر عورت کسی دو مردوں کے سامنے کسی کے بچہ کو زہر دیجاوے یا شودر مہا تما پنڈتوں کے سامنے

مال لوٹ لے جاوے تو کیا ایسے بدکرداروں کو رہا کر دینا چاہیے تاوقتیکہ نہیں کوئی عورت اور شودر گواہ نہ ملے ۔ ہماری عقل تو یہ کہتی ہے کہ ہر ایک نیکوکار اور معتبر بھلے مانس کی رویت کی شہادت قابل اعتبار ہے ایسا انتظار کرنا صریح حماقت ہے کہ کسی برہمن کو سزا نہ دیجاوے جبتک کہ کوئی برہمن اسکی شرارت اور بدکاری پر گواہ نہ ہو ۔ اگر ایسا قانون جاری ہو جاوے تو برہمن لوگ شودروں کے گھروں اور محلوں میں اور چھتری دیشوں کے محلوں میں دل کھول کھول کر ناگفتنی باتیں کرینگے اور ہر ایک محلہ میں خوفناک دنگا اور فساد برپا ہوگا کمزور اور غربا کی وہ گت ہوگی کہ الامان ! خدا ایسے قانون والوں کو طاقت نہ دے کسی نے سچ کہا ہے کہ خدا گنجے کو ناخن نہ دے ۔ ورنہ لہولہان ہو کر کھجائیگا اور دوسروں کیلئے باعث تکلیف ہوگا اگر ہندوؤں اور آریوں کو ایسے قوانین کے اجرا کرنے کی طاقت ہو جاتی تو نتیجہ جو ہر ایک کو بھگتنا پڑتا ہر ایک پر اظہر من الشمس ہے ہاں اتنا فائدہ ضرور ہوتا کہ مقدمات کی کسی قدر کمی ہو جاتی کیونکہ ایسا موقعہ ہمیشہ ملنا محال ہے کہ جب دو شخصوں میں تنازع اور جھگڑا برپا ہو تو ضرور وہاں انہی کی ذات کے آدمی بھی ہوں جو اُن پر شہادت دیسکیں ۔ پس جب اسطرح شہادت کا دائرہ تنگ ہو گیا تو لوگ اپنی ماتھیر ہر ایک بدکردار کو سزا دینے میں کوئی دقیقہ نہ اُٹھا رکھیں گے اور بدمعاشوں کو البتہ شرارت کا موقع حاصل ہوتا رہے گا کیونکہ کوئی برہمن شودروں اور کشتریوں کے محلوں میں جا کر ایک فعل شنیع کا ارتکاب کرسکتا ہے اور اسبات کی ہرگز پروا اور اندیشہ نہیں ہوگا کہ کوئی برہمن بھائی اسکی کرتوت پر گواہ ہو سکے گا ۔ اسیطرح شودر اور کشتری اور ویش وغیرہ بھی دوسروں کے محلوں میں جا کر سکھا شاہی برپا کر دینگے اور آئے دن لڑائی دنگا اور لاٹھی سوٹے سے اُن کا معاملہ طے ہوگا اور لوگ سوامی جی کی اُستتی گائیں گے واہ رے پنڈت ! تیری جے !!

ایک اور جگہ پنڈت جی ارقام فرماتے ہیں کہ پروہت اور یجنہ کرنیوالے راجہ کے لیے مقرر ہونے چاہییں تاکہ وہ راجہ کے لیے اگنی ہوتر ۔ اور پکش اِیشٹی یجنہ سندھیا (نماز) اپاسن ہوم اور پرارتھنا کیا کرے (صفحہ ۱۹۳) تعجب کی بات ہے کہ راجاؤں اور والیان ملک و دولت کو عبادت دعا اور ہوم وغیرہ رسومات مذہبی سے سبکدوش کر دیا ہے جسکی وجہ اسکے سوا اور کوئی سمجھ میں نہیں آسکتی کہ اول تو لالہ جی مہاراجا اور دیوتہ کے بہانہ

ہو کر اس کتاب ستیارتھ پرکاش کو تصنیف کر رہی تھے جیسے کہ دیباچہ سے ظاہر ہوتا ہے اور دوسری
وجہ یہ بھی ہے کہ راجگان راجپوتانہ میں کوئی بھی ایسا نہیں ہوگا کہ ان بیجدار رسومات کو بخوبی
ادا کر سکے اور پکا ویدک دھرمی ہو کر چار سو سال کی عمر کو پا کر نیک اور مکتی پانے کے قابل ہو سکے
اور اپنے ناقص الایمان ہونے کے داغ کو اپنے اوپر عاید نہ ہونے دے پھر یونہی ان رسومات کا
بوجھ اُن پر ڈالنا انھیں خواہ نخواہ شودر اور پاپی قرار دینا ٹھیرے گا اور پھر جو سندھیا اور
اگنی ہوتر نہ کرنے والوں اور وید کے احکام کی پروانہ کرنے والوں کے لیے لکھی ہے اس کا اثر اور
عملی کارروائی راجگان اور رانیوں پر نہیں ہو سکے گی۔ کیونکہ ممکن نہیں کہ کوئی شریف اور بلند
مرتبت و منزلت راجہ ایسے پنڈت کے کہنے پر اپنی لڑکی اور جورو کو درصورت ہوم اور اگنی
ہوتر وغیرہ نہ کرنے کے اپنے گھر سے نکالدے اور کسی .... نیک اور سندھیا کرنیوالے پنڈت کو لڑکے
اور لڑکیوں کو اپنے گھر میں اپنے بچوں کی طرح رہنے کی اجازت دے (ستیارتھ ص۱۱۵)
علاوہ ازیں یہ غیر معمولی نرمی جو راجاؤں کے ساتھ کی گئی ہے اسمیں یہ بھی سر ہے کہ اگر ویدک
اصول پر نہ چلنے والے راجاؤں اور ان کے رشتہ داروں کو حسب الحکم وید شودر قرار دیدیا تو ذاتی
منفعت کے وسائل میں نقصان برداشت کرنا پڑتا +
مگر ستیارتھ پرکاش کے مطالعہ کرنے والوں پر یہ امر مخفی نہیں کہ ایشور کی اُستتی (حمد و ثنا)
اور پرارتھنا (عبادت) کرنے سے ایشور میں محبت اُسکے صفات و افعال و عادات سے اپنی صفات و
اعمال و عادات کی اصلاح ہو جاتی ہے (ستیارتھ ص۲۳۶) اور اسطرح پرارتھنا کرنی چاہیے
کہ "اے اگنی پرمیشور! عالم گیانیوں اور یوگیوں کی سی عقل ہے ہمیں بہرہ ور کیجیے اور ہمیں روشنی
شفقت اور لاانتہا توفیق اعمال صالحہ کی عنایت کیجیے اور ہماری اور ہمارے لواحقوں کی حفاظت
فرمائیے" دیکھو ستیارتھ صفحہ ۲۳۶ - ۲۳۸ +
بعد ازاں پنڈت جی لکھتے ہیں کہ "پرارتھنا اور اُپاسنا کا یہ پھل ہے .... کہ انسان پرمیشور

کے نزدیک ہونے سے تمام عیوب اور دکھوں سے چھوٹ کر پرمیشور کے صفات افعال اور عادات کی مانند جیو آتما کی صفات اعمال اور عادات پاک ہو جاتے ہیں۔ مزید براں اسلیے پرمیشور کی استتی پرارتھنا اور اُپاسنا ضرور کرنی چاہیے کہ آتما کی طاقت اس قدر بڑھے گی کہ پہاڑ جیسے دکھ کے رونما ہونے پر بھی نہیں گھبرائے گا بلکہ سکو برداشت کر سکے گا کیا یہ چھوٹی بات ہے جو شخص ایشور کی پرارتھنا اُستتی اور اُپاسنا نہیں کرتا وہ احسان فراموش اور سخت جاہل ہوتا ہے کیونکہ جس پرماتما نے اس دنیا کی سب چیزیں یعنی نعمتیں جیووں کو سکھ دینے کیواسطے عطا فرمائی ہیں * اُس کی صفتوں کو بھولجانا یعنی ایشور کو نہ ماننا احسان فراموشی اور جہالت ہے ستیارتھ پرکاش ۱۸۹

باب ۸۔ "جب پچھلا پہر رات کا رہ جاوے تب راجہ اُٹھکر طہارت کرے اور مجتمع الحواس ہوکر پرمیشور کا دھیان اگنی ہوتر کرے صہ ۲۰۳" * جو شخص ہر دو وقت یعنی صبح و شام سندھیا

---

* حاشیہ ۱۸۹ اجی پرمیشر نے کیا عطا فرمایا ہے۔ بقول ویدک دھرم اپنی طرف سے اُسنے ذرہ مہربانی نہیں کی جس صورت میں ہر ایک سیاہی سفیدی اور امارت غربت حسب اصول تناسخ گذشتہ اعمال کی جزا سزا میں عطا ہوتی ہیں پھر پرمیشور کی کرپا اور احسان کا کیوں اعتراف کرنا اور کنجوس مکھی چوس سے کیوں للچانا قرین قیاس و انصاف درست ٹھیرا جو اپنی مہربانی سے جزا سزا اور سکھ دُکھ میں ذرہ کمی بیشی کرنا اپنے انصاف کا خون کرنا سمجھتا ہے؟ منہ۔

---

* حاشیہ ۲۰۳ اے لو! دروغگو را حافظہ نباشد قول سوامی جی پر خوب عاید ہوتا ہے۔ کیونکہ ستیارتھ صہ ۱۹۳ میں لکھتے ہیں کہ راجہ کیلیے پروہت اور یجنہ کرنیوالے مقرر ہونے چاہییں وہ اگنی ہوتر اور پکش ایشٹی یجنہ وغیرہ سب راجہ کے گھر کے کام کیا کریں اور آپ ہمیشہ سلطنت کے کام میں مصروف رہے غرضیکہ یہی راجہ کا سندھیا اپاسن و پرارتھنا وغیرہ ہے کہ رات دن سلطنت کے کام میں مصروف رہے منو ۷۔ ۸۰ ستیارتھ صہ ۱۹۳۔ اب ایسے بھلے مانس کی باتوں اور بیہودگیوں پر اگر کوئی اعتبار کریگا تو وہ آریہ ہی ہوگا ورنہ در اصل ایسے خود شادی اور دو طرفہ چلنے والے پنڈت کا کوئی دانشمند اعتبار نہیں کر سکتا۔ بس پنڈت مذکور لکھیا کہیں جو ایک جگہ راجہ کو سندھیا کا حکم کرتا ہے اور دوسری جگہ راجہ کو اُس سے سبکدوش کرتا ہے۔ اچھا باوا اب تم چلے گئے ہو اگر زندہ ہوتے تو تمسے اس لغو کی عقدہ کشائی کراتے۔ اب کیا کریں کس کے گریبان کو پھاڑیں؟

اپاسن اور ہوم نہ کرے اُسکو بھلے لوگ سب دوجوں کے کاموں سے باہر نکالدیں یعنی اُسکو شودر کی مانند سمجھیں" صہ ۱۲۷ باب ۴ اور جو سندھیا اوپاسن اور ہوم وغیرہ نہ کرے اُسکو نیک لوگ گھر سے نکالدیں اور ادنیٰ ترین ذاتوں یعنی ہوم اپاسنا اور پرارتھنا نہ کرنیوالے نیچ لوگوں کے گھر میں انہیں داخل کردیں" دیکھو ستیارتھ پرکاش صہ ۱۱۵ ایک آریہ صاحب نے کہا ابھی ہم سارے کے سارے ہی دھرم سے گرے ہوئے ہیں یعنی بموجب قول سوامی جی شودر اور نیچ ہیں یہی وجہ ہے کہ آریہ سماج عملدرامد میں کوتاہی کر رہی ہے حق یہی ہے کہ اگر درحقیقت آریہ ہوتے تو ضرور انکو ویدک اصول پر عمل درآمد کرنے میں کوئی عذر نہ ہوتا +

مخفی نہ رہے کہ مندرجہ بالا بیانات سے ظاہر ہے کہ سوامی جی نے سنتی پرارتھنا اور اُپاسنا و ہوم وغیرہ کرنے کے یہ فوائد تحریر کرتے ہیں کہ انسان تمام عیوب اور عادات بد سے نجات پاکر اوصاف حمیدہ حاصل کرلیتا ہے اور آتما کی طاقت اسقدر بڑھجاتی ہے کہ ہموم غموم کو بآسانی برداشت کرسکتا ہے اور ہر ایک قسم کی کمزوری اور بدی کی عادت اس کے وجود سے مفقود ہوجاتی ہے اور انکی جگہ ہر ایک اعلیٰ درجہ کی خوبی اور نیک اوصاف جاگزین ہوتے ہیں اور پہاڑوں جیسے غمونکے وقت بھی اُسکے اوسان خطا نہیں ہوتے اور علی الصبح راجہ صاحب کو علی الخصوص اُٹھکر پرمیشور کا دھیان اور اگنی ہوتر وغیرہ کرنا چاہیے - پس ناظرین خود ہی انصاف کریں کہ یہ کسقدر اجتماع ضدین اور دورنگی اور شرارت آمیز پالیسی ہے کہ ایک جگہ تو راجہ صاحب کیلیے یہ حکم تحریر کردیا ہے کہ سلطنت کے کاروبار میں مصروف رہنا ہی اسکی اپاسنا پرارتھنا اور اگنی ہوتر وغیرہ ہے پھر دوسری جگہ اسکے لیے احکام دربارہ عبادت بھی لکھدیے ہیں جنسے معلوم ہوتا ہے کہ عبادت اور پرارتھنا کے بغیر نیک اوصاف اور بغیر انکے طرح طرح کے جانگداز دکھوں سے نجات پانا محال ہے بعد ازاں تیسری جگہ یہ بھی لکھدیا ہے کہ جو کوئی ہوم اور اگنی ہوتر اور پرارتھنا نہ کرے اُسکو بھلے لوگ اس کے گھر اور برادری سے نکالکر اُن لوگوں میں آباد کریں جنکے افعال اور اقوال کا وہ پابند ہے پس کیا راجہ صاحب کو پرارتھنا اور اگنی ہوتر سے محروم کراکر اسکے گھر بار پر حملہ اور قبضہ کرانا ہے ؟ اور اسکو کسی نیچ ذات میں بھیجنا منظور خاطر ہے ؟ کیا راجہ صاحب کے سوا دوسروں کو دکھوں اور غموں کے زیادہ پہاڑ برداشت کرنے پڑتے ہیں ؟ جس وجہ سے اسکو سندھیا اپاسن معاف ہے ؟ ہرگز نہیں

بلکہ راجاؤں اور والیان ملک و دولت کو سب سے زیادہ ہموم و غموم کا تختۂ مشق ہونا پڑتا ہے اور ان کے لیے از بس ضروری ہے کہ پرارتھنا اور اُپاسنا کر کے اوصاف حمیدہ پیدا کریں اور عادات بد سے کنارہ کشی کریں کیونکہ انکے نیک اور بد ہونے کا اثر صدہا لاکھوں کروڑوں کی گمراہی اور ہدایت کا موجب ہو سکتا ہے۔ پس کسی راجہ صاحب کو پنڈت جی کے شلوک پر نجانا چاہیے بلکہ باقاعدہ خدا سے دست بدعا ہو کر صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق طلب کرنی چاہیے کیونکہ جس طرح زید کا کھانا پینا عمرو کی بھوک اور پیاس کو دور نہیں کر سکتا اسیطرح پروہتوں کا سندھیا اگنی ہوتر کرنا راجہ صاحب کی روحانیت کو ترقی نہیں دے سکتا ✤

لالہ دیانند جی اپنے عالمگیر مذہب کا ایک یہ بھی اصول پیش کرتے ہیں کہ ہر ایک نیک نہاد اور مکتی کی خواہش کرنے والے آریہ پر فرض ہے کہ ہر روز دو دفعہ اگنی ہوتر اور سندھیا کیا کرے چونکہ سندھیا اور اگنی ہوتر کرنا ہر ایک ادنیٰ و اعلیٰ آریہ کا فرض ہے جسکے نہ کرنے کی صورت میں وہ آریہ نہیں رہ سکتا اس لیے ضروری ہے کہ اُسکی کسی قدر حقیقت عوام پر ظاہر کر دیں تاکہ معلوم ہو جاوے کہ یہ کام انسانوں کی طاقت سے خارج ہے یا ہر ایک نجات پانے والا آریہ اسکو نبھا سکتا ہے۔ واضح ہو کہ اگنی ہوتر کرنے کے لیے مفصلہ ذیل برتن چاہییں۔ پرنیتا پاتر (اِرگھا) پروکشنی پاتراس (عمیق برتن) آجیہ ستھالی (گھی رکھنے کا برتن) چمچہ (جو سونے چاندی وغیرہ کا ہو) اور ایک اگنی کنڈ ✽ یعنی چھوٹا سا گڑھا ہو جس میں آگ

حاشیہ ✽ اگنی کنڈ پارسیوں یعنی آتش پرستوں کی پرانی رسم چلی آتی ہے وہ لوگ آگ جلا کر اپنے بیٹھتے ہیں اور عبادت کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ آریوں میں پارسیوں کی یہ پرانی رسم چلی آتی ہے آریوں پر فرض ہے کہ صبح اور شام آگ جلا کر پرمیشور کا نام جپیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ منتر پڑھتے پڑھتے آگ میں کستوری روغن زرد وکیسر وغیرہ ڈالنا کوئی روحانی فائدہ نہیں بخشتا جس صورت میں ہوم یعنی اگنی ہوتر سے مراد صرف جسمانی فائدہ یعنی بخارات خبیثہ کا دفع کرنا ہے تو پھر عین حالت اور وقت سندھیا اسکی ضرورت کیا ہے موسم گرما میں تو یونہی پسینہ سے جسم تر بتر ہو جاتا ہے پھر آگ کے سامنے بیٹھنے سے کونسا پرمیشر کا دھیان اور گیان حاصل ہو سکتا ہے۔ ہمارے نزدیک بھی ہوم کی آگ ہی جس سے ویدوں میں دعائیں مانگی ہیں اور سوامی جی نے اگنی کو پرمیشور کہدیا۔

جلائی جاوے جسمیں مفصلہ ذیل اشیا کا ڈالنا ضروری ہے۔ چندن کیسر۔ مشک کافور۔ جلوتری کستوری۔ روغن زرد۔ عود۔ مشک بالا۔ سنبل الطیب۔ موتھیاں۔ بادام۔ چھوارے کھانڈ۔ گرتی۔ خوشبودار پھول وغیرہ۔ پلاش۔ عطر کستوری وغیرہ وغیرہ۔

ناظرین خود غور کریں کہ یہ سب چیزیں ہر ایک آریہ کو لازماً دن میں دو دفعہ آگ میں ڈالکر ہوم میں خرچ کرنی پڑتی ہیں۔ اور جو کچھ خرچ اور زر کثیر اسپر ہر روز اٹھتا ہے وہ ناظرین ان آریوں ہی سے پوچھیں کہ آیا وہ اسکو برداشت کر سکتے ہیں یا نہیں۔ مگر اتنا ہم لکھنا ضروری سمجھتے ہیں کہ چونکہ مندرجہ بالا اشیا سے چھ چھ ماشے والی سولہ سولہ آہوتیاں آگ میں ڈالنی ازبس ضروری ہیں (ستیارتھ ۹۹) اس لیے اگر حساب کیا جاوے تو قریباً پانچ روپے فی کس مہینہ میں خرچ ہوتا ہے اگر بدقسمتی سے کسی چکی پیسکر گذارہ کرنے والی اور حاملہ ہونیکے بعد دیرج داتا سے بحکم وید قطع تعلق کرنیوالی بیوہ استری کے ہاں دس بچے پیدا ہو گئے تو نہیتہ پھر اس بیچاری کا ۵۰ روپیہ سے زائد خرچ ہوگا اور اپنی قلیل آمدنی سے اپنے بچوں اور اپنے پیٹ کو بھی پالنا ہوگا پس کونسا دانشمند آریہ ہے کہ ان ناقابل برداشت امور کو سہل کر دے ہمارے ملک میں تو یہ چیزیں بصد مشکل مل سکتی ہیں جس وجہ سے رشیوں نے اگنی ہوتر کیلیے ان چیزوں کا جلانا لازمی ٹھیرا دیا ہے لیکن ان لوگوں کا کیا حال جن کے ملک میں یہ چیزیں دستیاب نہیں ہو سکتیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ وید اس ہمارے وطن میں ہی بنایا گیا تھا کیونکہ یہ تمام چیزیں جن کا ہوم وغیرہ میں استعمال ہونا ازبس ضروری ہے اس آریہ ورت ہی میں بہ نسبت اور ممالک کے بافراط پیدا ہوتی ہیں اور یورپ کے سرد ممالک اور سائبیریا اور گرین لینڈ میں ان چیزوں کا ہاتھ آنا ہی محال ہے تمام عالم لوگ اس امر سے بخوبی واقف ہیں مگر ہمارے وطن میں بھی یہ حالت نہیں کہ ہر ایک امیر و غریب آریہ اس رسم کو ادا کرکے آسانی زندگی بسر کر سکے۔

میں تو خیال کرتا ہوں کہ اگر آریہ مہاشے چند ماہ کے لیے اس ویدک اصول پر سچ مچ عمل کریں تو یقیناً بہتوں کے گھروں کے دوالے نکل جاوینگے اور سوائے لنگوٹی پوش سنیاسی فقیر بننے کے اور کوئی پیش نہیں جاوے گی یا بہت ہی سرگرم اور نیک آریوں کو مکتی کے استحصال کے لیے اوروں کے گھروں اور مالوں پر ہاتھ صاف کرنا پڑے گا یا ناجائز وسائل سے کام لینا ہوگا۔

اس لیے جرائم کا ارتکاب کثرت سے ہوگا مگر ہمیں معتبر آریوں نے خفیہ طور سے یقین دلایا ہے کہ ہماری قوم میں ایسے سرگرم اور نیک نہاد آریہ نہیں کہ وہ مکتی کے لیے دیوانہ وار کوششیں کرکے لوگوں کے مالوں کو لوٹیں اور کھسوٹیں اور اپنی جان پر طرح طرح کے مصائب اور دُکھ ڈالکر سندھیا اور ہوم کریں اور ایک نے کہا کہ دیکھو اگرچہ میں آریہ ہوں مگر میں باقاعدہ سندھیا اور ہوم نہیں کرتا اور کوئی مجھے سماج سے نکالکر شودر قرار نہیں دیتا- آخر کار جب کہا گیا کہ ارے بھائی! جب تم آریوں کے اصولوں پر عملدرآمد ہی نہیں کرتے اور نہ کرسکتے ہو تو پھر مذہب کیلیے اتنی جھاگ کیوں نکالتے ہو اور سرگرمی اور درندگی اور تیز زبانی سے کیا فائدہ جس سے سارا جہان نالاں ہے پھر اُس نے کہا کہ ابھی چند سال سے ہمارا مذہب چلا ہے اس لیے کوئی پکا آریہ نہیں جسکو تم پوچھوگے وہی تمھیں یہی جواب دیگا۔

بعدازاں جب کہا گیا کہ ستیارتھ پرکاش کے صفحہ ۷۵-۷۱ میں سوامی جی کا یوں فرمان ہے کہ ”وید کے پڑھنے پڑھانے سندھیوں اور اپاسنا وغیرہ پانچ مہایگیوں کے کرنے اور ہوم منتروں کی تعمیل میں تعطیل جائز نہیں کیونکہ روزانہ فرائض میں تعطیل نہیں ہو سکتی جیسے سانس پر سانس لیا جاتا ہے اور بند نہیں کیا جاسکتا ویسے ہی روزانہ فرائض ہر روز ادا کرنے چاہییں- کبھی چھوڑنے نہیں چاہئیں۔ دیکھو ستیارتھ ص۵۵ - مگر میرے صاحبو! عملدرآمد کی بابت آریوں سے پوچھنا اور کہنی سننے - سنانے - پڑھنے پڑھانے کا یہی ثمرہ ہے کہ جو دھرم ویدوں اور وید کے مطابق سمرتیوں میں عیاں ✱- کیا گیا ہے اسپر عملدرآمد کیا جاوے - جو دھرم پر نہیں چلتا (اور وید و دانستہ

حاشیہ ✱ اجی مصیبت تو یہ ہے کہ ہر زمانہ میں کوئی نہ کوئی ایسا نیکبخت مہرشی سوامی نکل آتا ہے کہ وہ اپنی تصانیف کو ویدوں کا مغز عیاں کردہ قرار دیتا ہے چنانچہ مدتہای دراز تک لالہ شنکر اچاریہ لوگوں کو ویدانتی (ہمہ اوستی) بناتا رہا اور دو اڑھائی ہزار برس تک کروڑوں بنی نوع کو گمراہ کرتا رہا مگر اب لالہ دیانند جی ان تاویلات کا قلع قمع کرکے اور کچھ پیش کر رہے ہیں۔ اگر اسی طرح کل کوئی اور عیتی سوامی نکل آیا تو کیا کرینگے؟ سوال تو یہ ہے صاحب! - اب بھی سوامی جی کی بیسیوں سالہا سال دراز کی جانفشانی محنت سے کوئی پکا اور قابل نجات آریہ طیار نہیں ہوا اور صرف تخم ریزی ہی ہوئی ہے پھر خدانخواستہ اگر کوئی اور مہرشی سوامی انسانی جنم لے بیٹھا تو آریوں کو اُس کا بندوبست کرنا از بس ضروری ہے ورنہ نئے سرے الف ب شروع کرائیگا اور دوسرے نصف وید سے بھی سوامی جی کی طرح روگرداں اور بے ایمان کر دکھائیگا۔ جیسے کہ دیانند جی وید کے حصص برہمن بھاگ اور منتر بھاگ میں

ویدوں کے احکام کو ترک کرتا ہے وہ ویدوں کی تحقیر کرتا ہے اور جو وید اور عالم لوگوں کی تصنیف کردہ کتابوں (ستیارتھ وغیرہ) کی جو وید کے مطابق ہوں (قولاً و فعلاً) یعنی عملدرآمد میں کوتاہی کر کے تحقیر کرتا ہے اُس وید کی مذمت کرنے والے منکر کو ذات پنگت (دیکھا کھانیوالی جماعت) اور ملک (آریہ ورت) سے نکالدینا چاہیے (دیکھو ستیارتھ ص-۶۱) یعنی مذہب کی خاطر جلا وطن کردینا چاہیے (گویا بزور شمشیر دھرم پھیلانا ہوا ✱)

ہمنے بڑی تفتیش سے یہ معلوم کیا ہے کہ مذکورہ بالا فرائض پر ہمارے وطن میں کوئی بھی عملدرآمد نہیں کرتا ہاں سائنس پر سائنس لیا جاتا ہے مگر ہوم اور سندھیا اوپاسن اور وید کے پڑھنے پڑھانے اور عملدرآمد کرنے میں ضروری تعطیل اور غفلت کیجاتی ہے پس سوامی جی نے جو لکھا ہے کہ جو دو وقت سندھیا اور ہوم نہیں کرتا وہ شودر ہے ص۱۲۔ سب سچ ہے یعنی آریہ ورت میں کوئی بھی ایسا نہیں جسکو آریہ کہہ سکیں۔ کیونکہ آریہ اعمال سے ہوتا ہے صرف زبانی لاف و گزاف سے نہیں ہوتا پھر یہ کس قدر جھوٹھ اور دھوکا دہی ہے کہ جھوٹھے مہاشے آریہ سماج قائم کریں اور اپنے تئیں آریہ کہلائیں یہ تو پاکھنڈیوں کے کام ہیں یا اڑریوں پوپ کے

حاشیہ ✱ اُن کوتاہ اندیش اور متعصب اور افترا پرداز آریوں سے جو بزور شمشیر اسلام پھیلانے کا الزام ناحق اسلام پر لگاتے ہیں استفسار ہے کہ ابتو تمھاری مستند کتاب سے ثابت ہوگیا کہ بزور اور بجبر ویدک دھرم پر کھو ورنہ ملک و دولت سے محروم کر کے جلاوطن کردو۔ ہائے تعصب! تیرا خانہ خراب تو نے کیسے دانشمندوں کو اندھا کردیا ہے جو اتنا بھی نہیں سوچ سکتے کہ کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار مکہ کو جلاوطن کردیا تھا صحابہ کو اپنے عزیز وطن اور ملک و دولت سے الگ ہو کر حبش اور عرب کے ریگستان علاقوں اور پہاڑوں میں زندگی بسر کرنی پڑی تھی۔ یا صحابہ نے بزور شمشیر اُن کینہ توز دشمنوں کو اسلام میں داخل کرلیا تھا۔ اگر یہ سب الزام دربارہ جبر و اکراہ فی الدّین کفار پر عاید اور ثابت ہیں تو یہ کیسی حماقت اور جہالت ہے کہ کفار مکہ کو معصوم گردانا جاتا ہے اور دربدر ہونیوالوں کو اور تیرہ سال کے جور و ستم کی تختہ مشق ہونیوالوں کو اسلیے ظالم اور سفاک مانا جاتا ہے جنھوں نے اپنی زندگی اور عورتوں اور بچوں کو مدینہ وغیرہ بلاد بعیدہ میں بھی محفوظ نپاکر اپنی حفاظت اور ظالم حملہ آوروں کی سزادہی کیلیے انصافانہ اور دفاعی تلوار اُٹھائی اور مدینہ پر چڑھائی کرنے والوں کو۔

دام بدنام ہیں کہ زبانی سب کچھ ہیں لیکن عمل میں نابود محض ہیں۔ اگر کسی آریہ کو گھمنڈ ہو کہ میں پکا آریہ اور سماجی ہوں وہ ہمیں جلد اطلاع دے تاکہ اُسکے دعوی بلا دلیل اور گپ کا کھنڈن کریں اور دنیا کو دکھا دیں کہ اُس نے ستیارتھ پرکاش کے کتنے احکام کی تعمیل سے پہلو تہی کر کے کتنی جونوں کا سامان جمع کر لیا ہے + اصل میں جب انسان جھوٹھ بولتا ہے اور انسانی کتاب کو خدا کی کتاب اور فرمان قرار دیتا ہے تو انسانی عقل اور دور اندیشی ضرور کہیں نہ کہیں دھوکا کھا جاتی ہے اور دروغگو را حافظہ نباشد کی مثل اسپر صادق آتی ہے چنانچہ مذکورہ بالا بیان سے ظاہر ہو گیا ہے کہ یہ فرائض جو بخیال نجات اور مکتی کے لیے سوامی جی نے اہم قرار دیئے ہیں انپر عملدرآمد ہو ہی نہیں سکتا۔ اگر پرمیشر ویدک اصول کا موجد ہوتا اور منو وغیرہ کی لاقینی ہوتیں تو ضرور ایسے گپوڑے اور ناقابل برداشت قوانین اور فرائض انسانی وجود پر نازل نہ ہوتے۔ سوامی جی کی ایک اور خطا جو کسی صورت میں قابل عفو نہیں یہ بھی ہے کہ وہ ہر روز کستوری کے استعمال اور ہر ایک لاش پر کستوری وغیرہ کے بہم پہونچانے کو فرض گمان کرتے ہیں لیکن انکھیں بند کر کے ہرن اور بارہ سنگے وغیرہ کا مارنا بھی جوانہ میں داخل کرتے جاتے ہیں۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ جس صورت میں مہا بھارت کی جنگ سے پہلے کل دنیا آریوں سے آباد تھی جو بحکم وید ہر روز لاکھوں لاشوں کے ساتھ کستوری جلاتے ہونگے اور کروڑوں باشندے ہر روز دو دو دفعہ ہوم میں کستوری جلاتے ہوں گے اور اسکے استحصال کے لیے ہزارہا بارہ سنگے اور ہرن شکار کیے جاتے ہونگے تاکہ ہوم وغیرہ اور مردہ کے جلانیکے لیے کستوری بہم پہونچ سکے تو بھی نتیجہ صاف ظاہر ہے کہ درپردہ جانوروں کا مارنا جائز کر دیا ہے۔ کیونکہ ایسا تو ہرگز نہیں ہوتا تھا کہ لاکھوں روپوں کی کستوری کسی پہاڑ یا کان سے برآمد ہوتی تھی +

جب انسان ایک دفعہ جھوٹھ بولتا ہے تو اُسکو قائم رکھنے کے لیے کئی ایک جھوٹھ بولنے پڑتے ہیں چنانچہ سوامی جی نے لکھا ہے کہ دنیا کے تمام علوم و فنون وید سے نکلے ہیں اور اس امر کے ثبوت میں وہ یہ لکھتے ہیں کہ بیلون۔ بھشنڈی (بندوق) توپ وغیرہ کا وید میں ذکر ہے لیکن مثل مشہور ہے کہ جائے اُستاد خالی است۔ آپنے اُن کلوں اور اوزاروں اور ایجادوں کا ذکر نہایت چالاکی سے اپنی تصنیفات میں کیا ہے جن کے وجود کی اطلاع انھیں

پہونچ چکی تھی اگر اُن کلوں کا ذکر تک نہیں کیا جو آپ کی موت کے بعد ایجاد ہوئی ہیں چنانچہ
جب تک ایڈیسن اور مارکونی نے فونوگراف اور بغیر تار کے خبریں پہونچانے والی
Wireless telegraph کل ایجاد نہ کی کسی سوامی مہرشی اور مہاشے کے خواب
و خیال میں ان کلوں اور ایجادوں کے نام نہیں آئے۔ تار پیڈو - موٹو کار - (ریلوی گاڑی
جو بغیر سٹیم انجن کے چلتی ہے) کلوروفارم - ایکس ریز (شعاعین) جس سے چمڑے اور ہڈی کی اندرونی حالت اور مرض
ویدوں کے ماہر اور ہر ایک علم و دیا کے فاضل اور سائنس دان سوامی دیانندجی کی موت
کے بعد ایجاد ہوئی ہیں اُن کا اشارہ تک نہیں کیا گیا۔ اگر دس بیس برس اور زندگی نصیب
ہوتی تو بعض ذو معنی الفاظ کو کھینچتان کر ان جدید کلوں اور اوزاروں پر لگا دیتے غالباً
اگنی کا لفظ جو آگ - بجلی - نام دیوتا - پرمیشور - ایک عورت کا تیسرا خاوند - نور کل -
نور مجسم وغیرہ وغیرہ مختلف معانی پر ہٹھایا گیا ہے اسیطرح اس غیر معتبر فہرست میں ہر ایک شعلہ
انگیز ہتھیار اور کل کو بھی شامل کر لیا جاتا - جس صورت میں عورت کے تیسرے خاوند کو اسلیے اگنی
کہتے ہیں کہ اُنمیں بقول سوامی جی آگ یعنی حرارت زیادہ ہوتی ہے پھر کیا وجہ ہے کہ ہر ایک
حرارت والی کل اور اوزار کو اگنی نہ کہا جاوے - نہ معلوم کہ گیس لائیٹ کو ابتک اگنی یا
اور ذو معنی لفظ سے مستخرج کیوں نہیں بنایا گیا - جس صورت میں پرمیشور کو ماتا (والدہ)
اسلیے کہا گیا ہے کہ وہ ماؤں کی طرح پالتا ہے اور باپ اس لیے پرمیشور کو کہا گیا ہے کہ وہ باپ کی
کیطرح دنیا کی پرورش کرتا ہے اور اندر اسلیے کہا گیا ہے کہ وہ پرورش کرتا ہے اور وایو (ہوا)
کو اسلیے ایشور کہا گیا ہے کہ وہ ہوا کیطرح حرکت کرتا ہے اور لوگونکو زندگی بخشتا ہے پھر ہر
ایک چیز خدا بن سکتی ہے کیونکہ خدا کا نام پیپل بھی ہو سکتا ہے کیونکہ وہ جسطرح تیتر اور طوطونکو
پالتا ہے اور لوگونکو سایہ عاطفت بخشتا ہے اسیطرح پرمیشور بھی دنیا کے لیے پیپل ہے - اگر وید
میں کہیں سورج سے دعا اور مدد مانگی گئی ہے تو یہ تاویل بآسانی ہو سکتی ہے کہ جسطرح سورج
دنیا کو ہزارہا نعمتیں اور آرام بخشتا ہے اسیطرح پرمیشور کو بھی منبع فیوض مانکر سورج چاند زمین
اور وایو کو تشبیہا ہو گا بلکہ بقول سوامی جی یہی بات ہے کہ اسیطرح ناکارہ پتھر اور شو لنگ کو ایشور
کہہ سکتے ہیں کیونکہ جسطرح پتھر کسی پر گرتا ہے تو اسکو چور چور کر دیتا ہے اسیطرح پرمیشور بھی

جسکو رُلاتا اور ذلیل کرتا ہے وہ اُسکو نابود کر دیتا ہے اور پتھر کیطرح اُسکو بیس ڈالتا ہو اسلیے پرمیشور کو پتھر کہنا بھی جائز ہو اور اسکو اریا کہتے ہیں ستیارتھ باب اسیطرح سوامی جی کو بھی پرمیشور کہا جاوے تو جائز ہوگا کیونکہ جسطرح سوامی جی ہزار ونکو راہ ہدایت اور چار سو سال تک عمر بڑھانیکا ہدایت نامہ دیتے ہیں اسیطرح پرمیشور بھی لوگوں کو ہدایت دیتا ہے اسیطرح سناتن دھرمیونکی ہر ایک دیوی اور دیوتا بھی پرمیشور کہلا سکتا ہے جیسے سوامی جی پرمیشور کو دیوی اور دیوتا تحریر کرتے ہیں (ستیارتھ باب اول) اسی طرح رامچندر جی اور کرشن جی کو دیوتا اور پرمیشور کہہ سکتے ہیں۔ کیونکہ جسطرح پرمیشور بروں کو رُلانے والا اور نیک لوگوں کو راحت پہونچانے والا ہے اسیطرح رام چندر وغیرہ بھی تھے پس اب کسیکا پرمیشور کو رام چندر جی کرشن جی یا پتھر۔ ہوا۔ درخت کنواں۔ مکان۔ پیاس۔ مکھی سوئی۔ پیپل۔ بڑ۔ عورت۔ سونا۔ خاوند۔ بادل۔ زمین آسمان۔ سورج۔ چاند۔ تمباکو۔ پانی۔ ٹوپی۔ رسی وغیرہ وغیرہ ہر ایک آرام دہ چیز کو کہنا بھی جائز ہوگا اور سناتن دھرمیوں کے ۳۳ کروڑ دیوتاؤں کی بھی تاویل ہو سکتی ہے کیونکہ جب ہوا کو خدا اس لیے کہا گیا ہے کہ وہ ہمارے ارد گرد بکلی محیط اور بسرعت حرکت کرتی ہے اسیطرح پرمیشر بھی بسرعت حرکت کرنے اور محیط ہونیکے باعث وایو یعنی ہوا کہلاتا ہے۔ پھر کیا وجہ کہ پرمیشور کو برقی طاقت نہ کہا جاوے جس صورت میں ۸۰ میل فی گھنٹہ حرکت کرنیوالی وایو کا نام پرمیشر بفہو پا گیا ہے پھر بجلی کا نام جو اپنی برقی طاقت سے ایک سیکنڈ میں تین لاکھ میل حرکت کرتی ہے کیوں پرمیشور پر عاید نہیں ہو سکتا اور کوئی چیز نہیں جسپر پرمیشور کو محمول نہ کر سکیں گویا ہر ایک آرام دہ چیز کا نام پرمیشر پر تاویلاً آجاوے گا۔ پس ایسی تاویلوں سے آریوں کا دائرہ بحث فراخ ہو گیا ہے جو مرضی ہے کریں خواہ پرمیشور کا نام مکھی رکھیں کیونکہ وہ آلایشوں کو دور کرتی ہے اور راحت بخشتی ہے خواہ اُسکا نام ہیرا رکھیں یا جواہر رکھیں ایسی ہی رکیک تاویلوں نے بُت پرستی کو نگل لیا ہے مگر ہضم نہیں ہو سکتی آخر تے ہوگی +

رسالہ تفسیر انجیل متی طیار ہو رہا ہے۔ درخواستیں جلد آویں۔ (عبدالرحمان عفی عنہ)

لالہ دیانند کی فحش غلطی

ناظرین کو معلوم ہو گا کہ کولمبس باشندہ اٹلی ملازم شاہ ہسپانیہ نے سنہ ۱۴۹۲ء میں امریکہ دریافت کیا تھا مگر لالہ جی (دیانند) کہتے ہیں کہ انگلستان کے کولمبس وغیرہ لوگ جبتک امریکہ میں نہیں گئے تب تک وہ بھی ہزاروں بلکہ لاکھوں کروڑوں برس سے جاہل یعنی علم سے بے بہرہ تھے۔ بعد میں نیک تربیت سے عالم ہو گئے" اب آریہ صاحبان خود ہی غور کریں اور سوچیں کہ علم تاریخ میں لالہ دیانند جی ایسے ہیں جیسے وہ فقیر تھا جو چُپ چاپ رہتا تھا مگر ایک بادشاہ اور وزیر نے آکر کہا کہ کچھہ فرماؤ تو یہ کہا کہ ذوالقرنین سکندر ہمارے نبی کی اُمت میں بڑا بادشاہ ہو گذرا ہے اُس نے اکبر بادشاہ سے یدھ کیا تھا۔ بھلا اس سے بڑھکر اور کیا جھوٹ اور غلطی مستند ستیارتھ پرکاش میں ہو گی کہ کولمبس باشندہ اٹلی کو انگلستان کا باشندہ لکھ رہے ہیں اسمیں صرف یہی غلطی نہیں جو ابھی لکھ آیا ہوں بلکہ تاریخی اور بھی غلطیاں ہیں جنکی گنجایش اسجگہ نہیں لیکن اسلیے کہ دروغ گو را تا بخانہ باید رسانید ایک اور تاریخی فحش غلطی کا اظہار از بس ضروری ہے تاکہ آریوں کو ستیارتھ پرکاش پھر از سر نو تصحیح کر کے طبع کرنے کا موقع ملے اور دیانند جی پر خریدار بھی کچھہ رائے زنی کریں دیانند جی لکھتے ہیں کہ "راجہ ارجن کی شادی پاتال (امریکہ) کے راجہ کی بیٹی الوپی کر ہوئی۔ سری کرشن وارجن اشوتری میں بیٹھکر پاتال میں گئے اور مہاراجہ یدھشٹر کے یجنہ میں اوالک رشی کو لے آئے تھے۔ وہاں جی معہ اپنے بیٹے شکُ کے پاتال (امریکہ) میں مقیم تھے شکُ اچاریہ جیسا امریکہ سے متھلا پوری میں اسطرح آیا کہ ہمالیہ سے شمال مغرب اور شمال اور شمال مشرق کی جانب جو ممالک ہیں اُن کا نام ہر ہماد رشن تھا وہاں آئے پھر ہر ہمادرشن (یورپ) میں آئے پھر یہودیوں کے ملک (روم) میں آئے پھر چین میں گئے پھر ہمالہ میں آئے پھر ہمالہ سے متھلا پوری (ہند) میں آئے باتبہ واہ جی واہ! ہم جغرافیہ آریوں پر ختم ہے۔ حاجت تشریح نہیں آریوں نے تو یورپ کے بھی کان کاٹ ڈالے۔ پھر لکھا ہے کہ ابتداے آفرینش سے لیکر تقریباً پانچہزار برس پہلے تک آریوں کا تمام روے زمین پر راج تھا مہابھارت کے جنگ

تک آریوں کو عروج حاصل رہا سملاس ۱/۲ -

اب ناظرین خود ہی سوچیں کہ اس اناپ شناپ دعووں میں کس قدر غلط بیانی اور بیہودگی ہے (۱) اول تو کولمبس کا معاملہ ہی مستند کتاب کو غیر مستند کتاب اور قابل ترمیم ٹھیراتا ہے۔ (۲) دوسرے یہ کہ مہابھارت کی لڑائی کے وقت جسمیں یدھشٹر۔ سری کرشن جی اور تمام دنیا شامل تھی اور اُسکو ابھی چار ہزار برس نہیں گذرے مگر ساتھ ہی جہالت یہ ہے جیسے کہ اوپر لکھا گیا کہ کولمبس سے پہلے امریکہ والے بالکل جاہل اور علم سے بے بہرہ تھے درانحالیکہ دوسرے مقام پر آریوںکی تہذیب حکومت کا روئے زمین پر محیط ہونے کا اقرار کر رہے ہیں۔ ہمیں یہ نہیں سمجھ نہیں آسکتا کہ ایکطرف تو لکھ رہے ہیں کہ آجسے پانچہزار برس پہلے آریوں کی تہذیب نے روئے زمین پر علوم و فنون اور ریلوں اور تار برقی وغیرہ سے دنیا کو آسودہ اور فرخندہ حال کر رکھا تھا! مگر ذرا آگے چلکر لکھ گئے ہیں کہ آج سے ۴۰۰ برس پہلے یعنی ۱۴۹۲ء میں ہزاروں لاکھوں بلکہ کروڑوں برس سے یہ لوگ جاہل اور علوم سے کلی بے بہرہ چلے آتے تھے کہ یکایک انگلستان کے کولمبس نے اُنھیں نئی روشنی اور تہذیب کا مُنہ دکھلایا۔ بھلا تاریخ کی ایسی فحش غلطیاں کرنیوالا کسطرح معتبر مانا جاسکتاہے۔ میں تو پہلے لکھ چکا ہوں کہ آریہ ہند و قدیم سے تاریخ کے کچے ہیں وجہ یہ ہے کہ ہمیشہ سے شمال و مغرب کے حملہ آوروں نے تڑاتڑ انکو مارا اور ہنود کی پرستی بُت پرستی سومنات متھرا کاشی اور نگرہ کے بڑے بڑے بُت خانوں کو نیک نیتی سے مسمار کیا مگر آریوں نے تاریخ اس لیے نہیں لکھی کہ اگر وہ لکھتے تو کیا لکھتے آخر یہی لکھتے کہ ہمنے فلاں بادشاہ سے ناگفتہ شکست کھائی یا فلاں بُت شکن کے سامنے ہمنے بتوں کیخاطر ناحق سینہ زوری کرکے اپنے مُنہ کی کھائی مگر بُت پرستی کا ساتھ نہ ہی چھوڑا۔ بھلا کوئی اپنی ایسی گندی سرگذشت آج لوگوں کے سامنے پیش کرسکتاہے؟ یا ایسی تاریخ کے متعلق اشتہار دیکر لندن میں لیکچر دیسکتاہے کہ ہماری گذشتہ حالت اور تہذیب ایسی تھی۔ ہرگز نہیں۔ پس اب بہتر یہی تھا کہ دیانند جی چپ ہی رہتے۔ اور اپنی پُرانی اصلی تاریخ بُت پرستی کیطرف لوگونکو توجہ کا میلان نہ کراتے۔ پس آیندہ بہتر ہے کہ آریہ راجاؤں کی اسماء گرامی کی فہرست بھی کتاب سے نکال دیں ورنہ کسی وقت وہ بھی آپ لوگوں اور سوامی جی کی علمیت اور ویدک لٹریچر کا قلع قمع کریگی۔ کیونکہ جس ہاتھ سے چند غلطیاں

جو ہمنے لکھی ہیں ظہور پذیر ہوئی ہیں اسی ماتھے سے وہ غلطیوں کا بھی احتمال ہے جو کسی وقت میں ضرور
دھوکا دینگی اور دیانندی پنتھہ کا بھانڈا پھوٹ جاوے گا مگر افسوس اسبات پر ہے کہ مصر کے مناروں
اور کھنڈرات اور بابل اور نینوا کے مقامات کی اُدھیڑبن جو سالہا سال دراز سے ہو رہی ہے اور کئی
تاریخی واقعات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ مگر آریوں کی وید اور ویدک دھرم اور ارجن سری کرشن اور
امریکہ کے عظیم الشان آریہ راجاؤں کا کوئی پتہ نہیں دیتا۔ غالباً تحقیق کنندوں نے ارادۂ آریوں
سے حسد اور عناد کا معاملہ کیا ہوگا اور ان کے علوم وفنون کو عمداً پوشیدہ رکھا ہوگا۔ اسیطرح امریکہ
میں بھی زمانہ قدیم کی تاریخ لکھنے والوں نے دیدہ و دانستہ ویدک دھرم سے ناپاک سلوک کیا
ہوگا اور بیجا اخفا کیے آریوں کے مت کی صداقت پر حملہ کیا ہوگا اور اپنے مذہب کی خاطر دوسروں
کی حقانیت اور اصلیت معرض خطر میں ڈالی ہوگی مگر یہ سب بکواس اور بیہودہ خیال ہیں کیونکہ عقلمند یہ
ہرگز نہیں مان سکتا کیونکہ تحقیقات کنندوں یعنی عیسائی مذہب والوں نے ان تحقیقات سے
پہلے اپنے مذہب پر ہی حملہ کیا ہے اور کئی غلطیاں نکالی ہیں اور بائبل کو کلام الٰہی ہونے سے
صریح انکار کر دیا ہے نہ معلوم کہ بیچارے آریوں کے وید اور اُن کے راجاؤں کا کوئی سراغ نہیں لگتا
اور نہ آریوں کی ریل تار برقی جہازوں اور اگنبوٹ اور توپ اور بندوقوں کا نشان ملتا ہے۔
پس معلوم ہوا کہ یہ فہرست مذکورہ اور یہ دعویٰ کہ آج سے پانچہزار برس پہلے آریہ سماج کا روئے زمین پر
بول بالا تھا اور اعلیٰ درجہ کی تہذیب تھی اور ریلیں اور تار برقیاں امروز فردا کی طرح بسرعت تمام
کام میں مصروف تھیں یہ سب محض گپ اور دروغ بیفروغ ہی ہے صاحبو! افسوس کہ مہا بھارت کی
لڑائی پر ریل سے کام لیکر ایرانی فوج کو کیوں نہ منگوایا گیا جہاں کے راجہ کو پاپیادہ آنا پڑا۔ ناظرین
انصاف کریں کہ ہم ان بے ثبوت باتوں کو کیونکر مان سکتے ہیں۔ ہاں اگر کوئی سورداس اور
احمق اور دل کا اندھا ہو۔ وہ مانے تو مانے پر ہماری یہ جرأت نہیں۔ بیاس جی کے بیٹے شکدیو
اچاریہ کے سفر بیخطر سے معلوم ہو گیا کہ ان لوگوں کو جغرافیہ دانی میں کہانتک مہارت اور دسترس تھی۔ اور
ایک بھاری غلطی یہ ہے کہ پاتال کے معنے امریکہ کے کیے ہیں حالانکہ کسی اہل عقل و انصاف پر یہ امر
مخفی نہیں کہ پاتال کے معنے ہیں پاؤں کے تلے یعنی پاؤں کے نیچے ہیں پس زمین چونکہ گول ہے اسلیے
اسکا نچلا حصہ کوئی بھی نہیں ہوسکتا اسکی تمام سطح فوق کو ہی ظاہر کرتی ہے البتہ زمین کے مرکز کو

پاتال کہہ سکتے ہیں کیونکہ وہ دنیا پر رہنے والوں کے لیے پاتال ہے بلکہ جو لوگ پہاڑوں میں رہتے ہیں وہ ہمیشہ میدان کے اضلاع کو پاتال یا نیچے کہتے ہیں۔ چنانچہ بلوچستان میں رہنے والے پنجاب کو نیچے کا ملک یا پاتال کہتے ہیں اور اسیطرح وندھاچل پہاڑ کے نچلے ملک یعنی دکن کو لوگ ابتک جنوبی اور نچلا ملک کہتے ہیں اور لفظ دکن کے لغوی معنی ہی جنوب اور نچلے اور پاتال کے ہیں۔ مینے خود دیکھا ہے کہ جموں کے لوگ شہر کے نچلے حصہ کو بھی کھل (تلا۔ یعنی پاتال) کہتے ہیں پس کیسی ضد اور نادانی ہے کہ صرف پاتال کے معنے نیچے کر کے اسکو امریکہ ہی یقین کر لیا ہے ٭۔ اگر کچھ حقیقت ہوتی تو چاہیے تھا کہ امریکہ کے زبردست ملکوں کے نام ہی بتلانے راستہ ہی بتلاتے جبتک کولمبس نے راہ نہ کھولی کسی آریہ کے کان پر جوں نہ سرکی۔ جنوبی اور شمالی امریکہ میں پرانے زمانہ کی تحقیقات اور تاریخ کا پتہ لگانے کے لیے بہت کوشش کیگئی ہے لیکن ابتک ۵۰۰ برس کی محنت سے ویدک روشنی کا انھیں کوئی سراغ نہیں لگا ٭ وہاں کی بات تو جانے دو ایشیا کوچک اور روم وغیرہ کے کھنڈرات میں وید کا کوئی پستک یا تحریر کبھی نہیں نکلی۔ پس اگر کوئی ریل تار برقی وغیرہ سامان موجود تھے تو کہیں ان کا نام و نشان تو معلوم ہونا چاہیے تھا۔ ہزارہا سال کے مردہ جانوروں کے ڈھانچے اور پنجر پہاڑوں میں پائے گئے ہیں لیکن ویدک روشنی کے زمانہ کی تاریں ریلیں انگھیوٹھے نظر نہ پڑے۔ پس ثابت ہوا کہ یہ دعوٰی محض غلط اور لغو ہے کہ آریوں کی حکومت روئے زمین پر محیط تھی اور تمام ایجادیں جن کے وجود سے فی زمانہ اہل فرنگستان مفتخر کرتے ہیں۔ آریوں کے بزرگوں کے نزدیک ایک کھیل تھیں ٭

٭ حاشیہ

شاید آریوں سے دشمنی کر کے عمداً ویدک تہذیب کے نشان اور علامات زیر زمین ہی رہتے آئے ہیں مگر یہ عذر بدتر از گناہ اور نادانی اور سادہ لوحی ہے

منہ

عفی عنہ

٭ نوٹ ۔ [illegible] ... والا شخص اور سورج کا نام اسلیے ایشور پر رکھا گیا کہ وہ سورج کیطرح چمکتا اور جہان کی خبر گیری کرتا ہے اور فائدہ پہنچاتا ہے زمین کو بھی ایشور کہلو کہ فائدہ بخش وجود ہے اور پاتال کو امریکہ بناو کوئی روکتا ہے ؟ منہ

خلاصۂ رسالہ ہذا یا ضمیمۂ رسالہ اخبار الاسلام

اول وید کی یہ تعلیم ہے کہ انسان ہر ایک گناہ سے قریباً لاکھوں لاکھ حیوانوں کی جونوں میں دورہ کرکے اپنی پاداش کو پہونچتا ہے پھر وہ اُس گناہ کی سزا سے سرخروئی حاصل کرتا ہے۔ لیکن گناہ صرف شراب خوری مال مردم خوری ہی نہیں بلکہ ایک طرفۃ العین ہی خدا کی یاد سے غافل رہنا اور کسیکو مخفی یا زبان یا قلم سے دکھ دینا بھی گناہوں میں شامل ہے۔ پھر کون شخص ہے کہ ان گناہوں کی سزا سے نجات پاوے اور مکتی چند روزہ حاصل کرے۔ اگر کوئی بدقسمتی سے شیر اور چیتا وغیرہ بنگیا تو ایسی جونوں میں ہر روز ایک دو خون کرکے لاکھوں جونوں میں جانے کا سامان جمع کرتا رہیگا پھر اگر کتا بلی بنا تو بھی وہ نیک اور نرم دل مہاشہ نہیں بن سکتا پھر وہ اور جانوروں پر کم بختی اور شامت لائے گا۔ پس جب انسان کوئی ایسا نظر نہیں آتا کہ ادنیٰ گناہ سے بھی پاک ہو تو کتوں اور سوروں اور دیگر درندوں سے یہ اُمید بالکل منقطع ہونی چاہیے کہ کبھی صابر و شاکر بنکر فاقہ کشی میں اپنی جان پر کھیل جاویں اور اعلیٰ جون میں داخل ہو سکیں مجھے تو کوئی ایسا مہاشہ آریہ نظر نہیں آیا اور میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ کوئی آریہ آریہ ورت میں اسوقت موجود نہیں جو اپنے تئیں ہر گناہ سے بری ثابت کر سکے بلکہ ستیارتھ پرکاش پُکار پُکار کر رو رہی ہے کہ آریہ ورت عملاً فعلاً وید سے مرتد ہے پس اگر ان تمام باتوں کو یکجائی طور سے ملاحظہ کیا جاوے تو معلوم ہوگا کہ کتوں لیپوں اور جنگلی درندوں کا تو کیا ذکر آریوں کے لیئے بھی مکتی محال نظر آتی ہے۔ ہاں اگر کوئی مہاشہ گناہ سے پاک ہے تو ہمیں اطلاع دے تاکہ ہم اُسکے گناہ کو پکڑ کر اُسے داخل جہنم کریں یعنی اواگون میں منسلک کریں۔ لیکھرام جیسا بلیدان تو صد ہا جھوٹھ اور لعنتیں اپنی ذات پر بولکر لاکھوں جونوں کے لیئے کافی سرمایہ لے گیا پھر اوروں پر کیا اُمید ہو سکتی ہے دیکھو لیکھرام کا جھوٹھ[1] کہ مرزا غلام احمد صاحب کے گھر میں ابتک کوئی لڑکا پیدا نہ ہوگا۔ کلیات لیکھرام صفحہ ۴۹۹ مگر عادل اور رحیم خدا نے ایسے مفتری اور کاذب کو آٹھ سال ہوئے کہ ہلاک کیا

اسیطرح اور بھی کئی جھوٹھ بولے ہیں جنکی گنجایش اسجگہ نہیں اب میں کسطرح قبول کروں کہ کوئی مہاشہ لیکھرام سے بڑھکر آریہ ورت میں اپنے تئیں دھرم کیخاطر قربان کرنیکو طیار ہے اور یہ نتیجہ قابل مکتی نکلے ہے اگر کوئی ہے تو اسی نسخہ پر پھر عمل کر کے دکھلاوے جسپر لیکھرام نے کیا حاصل کلام یہ کہ جس صورت میں لیکھرام بھی کروڑوں جونوں کا سامان ساتھ لیگیا یعنی کتے بلیاں اور شیر چیتہ کا سامان اپنے ساتھ لیگیا پھر اب آریوں کو اسپر یہ امید خام نہ کرنی چاہیے کہ شیر اور چیتہ کے جنموں میں تپسیا کریگا اور گوشت خوری کے خلاف جنگلی درندوں میں لیکچر دیگا اور جلد تر پھر انسانیت کیطرف عود کرے گا۔

اگر کوئی مہاشہ ہماری اس تحریر سے رنجیدہ یا کبیدہ خاطر ہو تو وہ ناحق اپنی جان پر ظلم کرتا ہے کیونکہ جس حالت میں لیکھرام کا جھوٹھ پکڑا گیا پھر وہ کس حالت میں اور پرمیشر کی کس صفت کا قلع قمع کر کے سرگ میں داخل ہو سکتا ہے ہاں یہ قرین قیاس اور انصاف ہے کہ اسکو اب کسی ادنی جانور میں تصور کیا جاوے۔ پس اب اگر ہم لیکھرام کی عزت ایک مکھی یا بکری کے برابر کریں تو معاف رکھیں ورنہ اصول تناسخ پر رو ئیں اور اپنے اور دیانند سرستی کے کپڑے پھاڑیں کہ اسنے تناسخ کا گلے کا ہار کیوں بنا دیا اور قوم کو ایک الجھن میں کس لیے ڈالگیا +

دوم۲ - اگر کوئی آریہ کسیکو وید کیطرف دعوت کرے تو پوچھنا چاہیے کہ آریہ بننے سے کیا فائدہ ہے اگر یہ کہے کہ مکتی نصیب ہو گی تو ایسی عارضی مکتی تو ہر ایک روح کو خواہ وہ مسلمان کی ہو یا چوڑھے چمار کی ہو مہا پرلے میں جا کر ہر کسیکو نصیب ہو جاویگی پھر آریہ بننے سے کیا حاصل؟ اگر کہو کہ روح آرام اور انند کریگی یہ بھی بے انصافی ہے کیونکہ اعمال کے لیے تو ہر دو روح اور جسم کو دکھ درد اور ریاضت شاقہ برداشت کریں لیکن انعام اور لطف اور راحت میں جسم کو بے نصیب کیا جاوے اول تو روح بغیر جسم کے اور جسم بغیر روح کے کچھہ بھی نہیں کر سکتا پھر یہ کونسی ویدک فلاسفی ہے کہ مجرد روح انند اور راحت میں زندگی کا لطف اُٹھاویگی ذرہ اسکی تفصیل درج کریں تاکہ آریہ مہاشہ زیادہ سرگرمی سے کوشش کریں ورنہ حقیقت عالم بالا معلوم شد!

سوم۳ - سب سے بڑھ کر نزد یک آریہ مذہب اور اسکے اصول کی یہ ہے کہ لیکھرام آریہ نے حضرت میرزا غلام احمد صاحب حامی اسلام سے اسطور مباہلہ کیا کہ اے پرور دگار ہم دونوں میں سے دمرزا صاحب

ولیکہرام) جس کے مذہبی اصول خدا کیطرف سے نہیں ہیں اور جسکی کتاب (وید یا قرآن) منجانب اللہ نہیں ہے غرضیکہ جسکا مذہب سچا نہ ہو تو ہے قادر کرتار کوئی عذاب نازل کر اور ذلت سے بھرے ہوئے دکھ کی مار ایسے شخص کو پہونچا جو دانستہ سچائی سے دور اور نار استی کا دوست بن رہا ہے کیونکہ سب قدرت اور انصاف تیری ہاتھ میں ہے۔ اور جہالت اور تعصب اور جور و ستم کا ناش ہو کیونکہ کاذب صادق کی طرح کبھی تیری درگاہ میں عزت نہیں پا سکتا۔ اگر میں اس بیان میں کہ وید کلام الٰہی اور ست و دیاؤں کا پستک ہے اور تمام راستی اور علوم پر حاوی ہے اور قرآن ان امور سے خالی اور بے نصیب ہے اسپر کاذب اور جھوٹا ہوں تو مجھے دکھ اور اہانت کی مار ہو۔ اگر مرزا صاحب اور قرآن مجید اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم برحق ہے تو انکو فروغ اور عزت روز افزوں نصیب ہو۔ ورنہ انکو ذلت اور دکھ کی مار ہو۔ (کلیات لیکہرام آریہ مسافر صفحہ ۵۸۴ - ۵۸۵) ایسا لیکہرام کو ہلاک کر کے خدا نے آریہ مت اور اسکے پیرؤوں کے جھوٹے ہونے پر مہر کر دی کیونکہ خدا نے اپنی عدل اور قدرت کا صاف ثبوت اور قطعی فیصلہ دیا ہے ✠ اگر دیالو کرپالو ایشور نے ظالمانہ فیصلہ کیا ہے تو اے برگشتہ ہو کر ناستک بن جاؤ

چہارم۔ آریوں کا اصول تناسخ یہ ہے کہ ہمیں اس دنیا میں اکثر گذشتہ جنموں کے اعمال کا پھل ملتا ہے پس چونکہ آریہ لوگ اس اصول کو مد نظر رکھکر کروڑوں برس سے اعمال بد کے نتائج بد سے آگاہ ہونگے اسلیے وہ لوگ دوسروں کی نسبت بہر حال زیادہ نیک اور بھگت ہونے چاہییں اور لکھا ہے کہ نیک لوگ اعمال نیک کی پاداش میں یہاں راجہ مہاراجہ بنتے ہیں لیکن تجربہ نے اور تاریخ نے اس فیصلہ اور وید کی بھی پلید کر دی کیونکہ ابتک آریہ کو کل دنیا کے راجہ اور مہاراجہ بنجانا چاہیے تھا کیونکہ یہ لوگ آریہ ورت اور ۹۶ کروڑ سال ونسی کتے بلیاں بن بنکر اعمال بد سے متنفر اور گناہوں کے تارک ہو گئے ہونگے مگر اب تو دنیا میں انکی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا معلوم ہوا کہ یہ لوگ آریہ نہیں بلکہ خدای منصف اور عادل کی نگاہ میں درحقیقت شودر اور مہا پاپی ہیں کیونکہ انکے سلوک اور بد اعمال گذشتہ کا نتیجہ اظہر من الشمس ہے یا اصول تناسخ غلط ہے ایک امر کے ماننے میں دوسرے امر کی خیر نہیں۔ اہل اسلام لائے ہیں سراسر تناسخ ہے

پنجم۔ وید کی تعلیم یہ ہے کہ تکالیف اور اکثر امراض جسم پر جنم کی سزائیں ہیں تو پھر ہم یہ کہتے ہیں کہ ماتا پیتا جو بچہ کو اسکی لغزشوں اور کوتاہیوں پر زجر و توبیخ بغرض اصلاح اور تربیت کرتے ہیں کیا وہ پچھلے جنم کے بد اعمال کے اثر اور نتیجہ کو فرو کر نیکی سعی کرتے ہیں یا کچھ اور۔ اگر تربیت ہی ہے اور گذشتہ جون کے گناہوں کی سزا نہیں تو پھر یہ ماننے سے کیوں انسان خطا ہوتے ہیں کہ ایشور بدکاروں کو آتشک اور سوزاک وغیرہ سزا دیکر دوسروں کیلیے اور خود انکے لیے بھی انہیں عبرت گاہ بناتا ہے اور ماتا پیتا کیطرح تربیت و تعلیم حق و انصاف پر مبنی ٹھیراتا ہے۔ چونکہ پرمیشور کو ماتا پیتا بھی کہتے ہیں اسلیے تمام تفرقے اور امراض اور عوارض شدیدہ اور تربیت پر مبنی ہیں نہ کہ تناسخ کے گورکھ دھندے پر۔

ششم۔ آریوں کو وید تعلیم دیتا ہے کہ مخنث وغیرہ (نامرد) اگر اولاد کی خواہش محسوس کریں تو اُنپر فرض ہے کہ دیور یا اور کسی منش سے نیوگ کرا کر لڑکا پیدا کروالیں تا مکتی ہو۔ منو ۲۰۳ شلوک مگر ہم پوچھتے ہیں کہ وہ کون بدطینت اور بیرحم مہا پاپی دُشٹ ہے کہ اپنی لڑکی مخنث وغیرہ کو دیکر تباہ کرے۔ میرے خیال میں آتا ہے کہ کوئی ایسا بدبخت آریہ ہمارے دیش میں نہیں ہوگا۔ اگر کوئی ہے تو اُس بدبخت اور نالائق کا پتا لگانا چاہیئے تاکہ کسی معصوم کنیا کا ستیاناس نہ کرے اور قوم کے ننگ و ناموس کا خون نہ کردے +

ہفتم۔ بعض گذشتہ گناہوں کا پھل اس جہان میں ملتا ہے۔ مگر کیا وجہ ہے کہ آریہ ورت میں سخت آندھیوں اور ان کے غبار سے مدت تک لوگوں کی جان عذاب میں مبتلا رہتی ہے مگر سرد ملکوں میں مثلاً انگلستان اور کشمیر وغیرہ میں ایسی آندھیاں جان کا وبال نہیں ہوتیں۔ کیا وہاں کے لوگ پاک اور مہا پرش اور رشی ہیں اگر کہو کہ اسباب طبعی بواعث ہیں تو پھر اسبات کے ماننے میں کیوں موت دکھائی دیتی ہے کہ اندھے اور لولے والدین کی بدپرہیزی اور نقص سے پیدا ہوتے ہیں کیا ڈاکٹر اس امر کی تصدیق نہیں کرتے اگر تصدیق کرتے ہیں تو علمی اصول کو سینہ زوری سے کیوں رد کیا جاتا ہے اگر کوئی کہے کہ اُن لنگڑے لولے کا کیا قصور کہ یونہی اُنپر ظلم ہُوا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر کسی والدین نے غلطی سے اُنپر ظلم کیا تو وہ اس ظلم کا جوابدہ ہوگا +

ہشتم۔ کہتے ہیں کہ آریہ مت عالمگیر مذہب ہے ہمنے کسی آریہ کو نہیں دیکھا جسنے وید کے مطابق بیاہ کیا ہو اور کسیکو اسبات پر اقراری نہیں پایا کہ بموجب وید اگیا عمر بھر میں چند دفعہ استری سے صحبت کی ہے اور کسی مردہ آریہ کو عود وغیرہ قیمتی لکڑیوں میں بموجب حکم وید مقدس جلتے ہوئے نہیں دیکھا۔ قطب شمالی اور دیگر بلاد بارده میں جہاں معمولی لکڑی کا ملنا محال ہے وہاں تو عالمگیر مذہب جہاں سے نکلا تھا وہیں جا گھسے گا۔ یعنی آریہ ورت میں۔

نہم۔ بعض برائے نام آریوں سے پوچھنا چاہیئے کہ کیا تم آریہ ہو یا مہا پاپی شودر۔ کیونکہ تمھارے کام آریوں کے نہیں بلکہ شودروں کے ہیں تو پھر کیا جواب ہوگا۔ ایک بدبخت آریہ نے کہا ہے کہ ہماری ساری قوم (معاذ اللہ) حلال کی نہیں اگر سچ پوچھا جاوے تو وید کے فرمان کے موجب کسی نے بھی بیاہ نہیں کیا اور نہ کسی آریہ کی لاش کو عود۔ صندل۔ روغن زرد۔ کستوری
۳۰ سیر ۱½ من ۵ سے

قیمتی ۳۶ روپیہ میں حسب فرمودہ وید چلایا ہو - ستیارتھ صفحہ ۶۲۸ و ۶۲۹ +

(۱۰) دہم - اچھا اگر وید کے مطابق آریہ مہاشے بیاہ نہیں کرتے تو کیا نیوگ بھی باقاعدہ نہیں کرتے ؟ جواب نہیں - کیونکہ لکھا ہے کہ بذریعہ ڈھنڈورا دیگر عام مجلس میں نیوگ کرنے والی استری اور بیرج داتا حاضر ہو کر اس امر کا اقرار کریں کہ ہم دونوں نے اولاد پیدا کرنے کے لیے چند روز ملاقات کرنی ہے اور گربھ ہونے کے بعد الگ ہو جاوینگے

(۱۱) اگر کسی بیرج داتا نے ایک عورت رانڈ سے نیوگ کیا اور لڑکی پیدا ہو گئی تو پھر وہی ویرجداتا اپنے نطفہ کی لڑکی سے بھی نیوگ کر سکتا ہے یا نہیں - اگر نہیں کر سکتا تو کیوں نہیں کر سکتا ؟ کیا وہ اس کا باپ ہے - ہمارے خیال میں اسکی ممانعت کے متعلق دیانندجی نے کوئی شرتی نہیں لکھی اگر اس لڑکی سے نیوگ کر سکتا ہے تو بھی ہماری کانشنس اس امر سے اتفاق نہیں کر سکتی اور کوئی شرتی اسکے جواز میں ضرور ہونی چاہیے - ورنہ وید یا ستیارتھ پرکاش کی ترمیم کرنی لازمی ہے +

(۱۲) بعض گذشتہ جنموں کی بدکاریوں سے انسان بقول آریہ سماج ادنیٰ ترین حیوانات مثلاً کیڑوں وغیرہ کے جونوں میں پڑ کر اپنی پاداش کو پہونچتا ہے لیکن کیا وجہ ہے کہ برسات میں ایک ہی شہر یا گاؤں میں اسقدر کیڑے مکوڑے اور حشرات الارض پیدا ہو جاتے ہیں کہ وہ سارے آریہ ورت کے مہاشوں اور استریوں سے تعداد میں کہیں بڑھے ہوئے ہیں اگر سارے ملک یا منطقہ حارہ کے تمام ملکوں کے کیڑوں مکوڑوں کو جمع کیا جاوے تو غالباً ۴۸ ارب یا بقول آریہ سماج محدود روحوں کا مسئلہ ایک بیہودہ گپ اور خلاف واقعہ امر بدیہی ہوگا بعض اوقات ایک ہی گھر میں لاکھوں کیڑے نکل آتے ہیں مگر اس گھر کے باشندے چند افراد سے زیادہ نہیں ہوتے - کیا چند آدمیوں کو لاکھوں مرتبہ جونِ بھوگ بھوگ کر چکر کھانا پڑتا ہے ؟ +

(۱۳) دفعات تعزیرات ہند اور دیگر قوانین کی علت غائی یہ ہوتی ہے کہ انسان اُن سزاؤں اور دفعات سے ڈر کر دوبارہ اپنے نطفہ کی لڑکی یا کسی اور ممنوع اور غیر محرم عورت سے نیوگ یا زنا نہ کرے تاکہ دوبارہ کُتے بلیاں نہ بننا پڑے مگر کیا وجہ ہے کہ یہ دفعات اور سزاؤں کی فہرست آریہ سماج پیش نہیں کرتی تاکہ لوگ اُن گناہوں سے بچیں یعنی سزائے کروڑوں برس سے انہیں ہند ...

(غلام) اور محکوم ہیدیست وہ پابنار کھا ہے - یہ کسقدر نالائق حرکت ہے کہ سزا تو مل رہی ہے مگر مجرم بدبخت کو اپنے گناہ کا علم نہیں دیا جاتا تاکہ وہ دوبارہ دشٹ پاپیوں سے کرم نہ کرتا پھرے - اگر مجرم کو گناہ یاد نہیں رہا اور بھول گیا ہے تو سزا دینے والے دیالو نیاکاری کو تو علم ہے وہ کیوں نہیں بتلا دیتا - ورنہ بہتر تھا کہ جس جون میں گناہ کیا تھا وہیں اُسکو سزا دیتا تا اسکو عبرت بھی ہوتی مگر اب تو سزا بے معنے اور لغو محض ہے

(۱۴) ایک دفعہ کسی معزز آریہ نے حضرت مولانا نورالدین صاحب زاد اللہ فیضہ سے کہا کہ مجھے تین گھنٹے اپنا وقت دیں تاکہ تناسخ کے بارہ میں آپ سے بحث کرلوں - وہ بڑا چلتا پرزا مہاشہ تھا - مولوی صاحب نے بہت دعا کی اور کہا کہ بیشک میں تین گھنٹے دیتا ہوں مگر ایک بات آپ ہماری بھی مان لیں - دو روپیہ نکالکر ہتھیلی پر رکھ لیے اور کہا کہ ایک کو اُٹھا لو آریہ چونکہ ذہین تھا قریباً ایک آدھ گھنٹہ روپیوں کو دیکھکر گم سُم ہو گیا حاضرین مجلس نے کہا کہ ہمیں اس بحث سے کوئی فائدہ مرتب نہیں ہوا آپ نے فرمایا کہ لالہ جی سے پوچھو کہ کیوں نہیں ایک روپیہ کو اُٹھانے اُس نے کہا کہ اگر میں ایک روپیہ کو اُٹھاتا ہوں تو مرتا ہوں ... پھر کہا کہ پھر کبھی بحث سر دلگا اب نہیں - اسمیں نکتہ یہ تھا کہ آریہ مذکور دو روپیوں میں سے کسی ایک کو اُٹھا کر ترجیح بلا مرجح کو جائز ٹھیرانے کا مرتکب ہوتا تھا کیونکہ جس صورت میں دونوں کی قیمت میں ذرہ فرق نہیں تو پھر کیوں ایک کو اُٹھایا اور دوسرے کو نہ اُٹھایا - اگر یہ کہے کہ میرا اختیار ہے کہ جو مرضی ہو اُٹھا لوں ہ بطرح پھر خدا کو بھی اختیار ہے کہ جہاں چاہے کسیکو امیر کسیکو غریب حسب تقاضاء حکمت بناوے جسطرح بعض درختوں کو کانٹے دار بنا دیتا ہے اور بعض کو کانٹے سے خالی پیدا کرتا ہے اور جاڑوں میں درختوں کے پتے اُتار لیتا ہے کیونکہ ان دنوں میں درختوں کے سایہ کی ضرورت نہیں ہوتی - اسی طرح ہر ایک تغیر تبدل اور تفرقہ تفریق میں حکمت الٰہی مرکوز ہوتی ہے اگر ہم ان تمام تفرقات کی تہ کو نہ پہونچیں تو پرمیشر کی حکمت باطل نہیں ہو سکتی

(۱۵) آخر کار دیانند مچھلی کیطرح پتھر چاٹ چاٹ تھک گیا اور اُسکو یہ کہنا پڑا کہ بس اب میرا ایمان ویدوں پر نہیں رہا دیکھو دھرم جیون ۱۸۸۳ء غالباً سوامی جی کو یاد آیا ہوگا کہ میں نے بجائے ۴۸ سال کے ساٹھ سال کا برہمچریہ (تجرد) قائم رکھا لیکن بجائے ۴۰۰ برس کی عمر پانے کے

سر اور ڈاڑھی کے بال سفید ہو گئے جو اس بات پر دال ہے کہ انھوں نے باقاعدہ برہمچریہ قائم رکھکر ویدک اصول اور نسخہ کا نتیجہ غلط پایا اور خواہ نخواہ نیچ ثابت ہوتی جاتے تھے کیونکہ اعلیٰ درجہ کے آریہ کے لیے لازمی ہے کہ ۴۰۰ سال کا ہو کر فوت ہووے۔ ورنہ...

(۱۶) جو اصول دربارہ معرفت ذات باریتعالیٰ ویدک دھرم نے پیش کیا وہ یہ ہے کہ ارواح اور مادہ قائم بالذات اور خدا کی طرح ازلی ابدی اور خود بخود ہیں اور خدا تعالیٰ نے پیدا نہیں کیا۔ اس عقیدہ پر اعتراض ہے کہ جس چیز یا مکان کو کوئی شخص نہیں بناتا وہ اُسکی تمام اندرونی حالتوں اور چیز یا مادہ کی خاصیتوں سے واقف نہیں ہوتا علاوہ ازیں اگر وہ مادہ اور روحوں کے خواص سے بکلی خبردار ہے تو وہ آپ بھی مادہ اور روحکو بنا سکتا ہے اُس کا نہ بنانا اور نہ پیدا کرنا اسکے لاعلم اور عاجز ہونے پر دلیل صریح ہے کیونکہ جو شخص کسی شے کے بنانے پر پورا واقف اور بذات خود مشتاق ہوتا ہے وہ اسکو بنا سکتا ہے اور جو عملاً نہیں بناتا اور نہ کبھی اسکے بنانے میں مصروف ہوا تو وہ ضرور انجان ہے اور روح اور مادہ اور انکی خاصیتوں سے بیخبر ہے جیسے کہ انسان مادہ کی خاصیتوں سے ابتک بکلی عالم اور خبردار نہیں حالانکہ سائنس نے انسان کی علمی عملی طاقت کو کہیں کا کہیں پہنچا دیا پس جسطرح انسان مادہ کی خاصیتوں سے اسلیے ناواقف ہے کیونکہ اس نے مادہ کو نہیں پیدا کیا اسیطرح پرمیشر بھی مادہ اور ارواح کے گنوں اور خواصوں سے لاعلم محض ہے اسکی دلیل یہ ہے کہ جس شخص نے انجن کو خود نہیں بنایا وہ ہرگز اسکی اندرونی اجزا اور طاقتوں اور نقصوں سے واقف نہیں خواہ اس نے سالہا سال ریل پر سفر کیوں نکیا ہو۔ اسیطرح پرمیشر کا علم دربارہ روح اور مادہ ہے اگر وہ ارواح اور مادہ کو نیستی سے ہست میں لا کر انسان پیدا نہیں کر سکتا تو پھر کان آنکھ اور دماغ.

(۱۷) ہم بتفصیل لکھ آئے ہیں کہ انسان کی روح میں جو کچھہ ہے در اصل خدا سے ہے اور وہ خدا کی صفات ہیں جو انسانی آئینہ میں ظاہر ہیں۔ اور دنیاوی انتظام حکومت بھی خدا کے قانون قدرت کا نمونہ اور پرتو ہے۔ سو دیکھنا چاہیے کہ دنیوی گورنمنٹ اپنے وفادار ملازم کو جس نے عمر بھر سرکاری کام کو صدق اور وفا سے سرانجام کیا ہے۔ ساری عمر کیلیے اسکو کسب رزق کی محنت سے سبکدوش کر کے پنشن یعنی دنیوی ہموم و غموم سے مکتی یا نجات دیدیتی ہے

کی نیستی اور ہستی نہیں کیونکر ایشور سن بھی لیتا ہے اور دیکھتا اور سمجھتا اور عالم کل ہے یعنی اگر وہ سننے بولنے اور دیکھنے کا معلول بغیر علل کے پیدا کر سکتا ہے تو انسان اور حیوان اور برتھی اور کائنات وغیرہ کا معلول بغیر علل کے کیوں محال ٹھیرا؟ یہ ہے اعتراض جواب طلب میرے صاحبو! +

اور جہاں تک اس گورنمنٹ کی طاقت عمر اور حوصلہ ہوتا ہے وہاں تک اس پنشن اور مکتی کو بحال رکھتی ہے اور جب تک وہ پنشن خوار یا دنیوی محنتوں سے مکتی یافتہ اپنی پنشن یا مکتی سے فائدہ اُٹھا سکتا ہے گورنمنٹ اسکے امن و آرام اور آسایش میں مخل نہیں ہوتی لیکن کیا وجہ؟ کہ پرمیشور اپنے صادق وفادار خادم کو اپنی عمر طاقت حوصلہ اور فہمایش کے لحاظ سے ایسی مکتی اور نجات نہ دے جو دنیوی گورنمنٹ کی نجات اور مکتی کے مقابلہ میں جنت الخلد اور ابدی نجات ہو کیا واحد لاشریک کسی دنیوی گورنمنٹ کیطرح کمزور اور بیحوصلہ ہے یا اُسکے خزانہ میں گنجائش نہیں ہے؟ اگر یہ کہو کہ انسان کے عمل سے بڑھ کر جزا دینا پرمیشور کے عدل میں رخنہ انداز ہے تو پھر پرمیشور کو ہی الزام پہونچتا ہے کیونکہ اس دنیا میں کسان لوگ تھوڑی محنت کر کے بعض اوقات بہت سے ثمرات اور فوائد اُٹھاتے ہیں مثلاً بارہا کسانوں کو صرف زمین میں بیج ہی ڈالنا پڑتا ہے مینہ کا بروقت برسنا اور ژالہ باری اور کئی آفتوں سے زراعت کا بغیر اُنکی محنت کے محفوظ رہنا بھی انکی محنتوں کے نتائج سے کہیں بڑھ کر فضل الٰہی میں شامل ہے اسیطرح اکثر عالی ہمت امراء بھی اپنے نوکروں پر خوش و خورم ہو کر بیبہا خلعتیں اور انعامات بخشتے ہیں اور بادشاہ اپنی خاص خدمات کے سرانجام ہونے پر اُن لوگوں کو لاکھوں روپیوں کی جائداد بخشدیتے ہیں جو ایسی ہی خدمات کے لیے تنخواہ لیکر برسرکار ہوتے ہیں مگر علاوہ تنخواہ مزید انعام بخشا کرتے ہیں مگر کوئی بدبخت آریہ اُن بادشاہوں کو بے انصاف اور عدل کا مخالف تجویز نہیں کرتا اور کسی آریہ نے اپنے مہربان افسر کو نصیحت نہیں کی کہ ماہواری تنخواہ سے زائد مجھے جبتک ندیں کیونکہ اسمیں آپ ناانصاف اور ظالم ٹھیرینگے۔ پس جب اس صفت ترحم کو جو ہر روز مشاہدہ ہوتی ہے قابل اعتراض نہیں ٹھیراتے پھر خدا تعالیٰ کو ابدی نجات دینے میں بے انصاف کیوں کہتے ہو۔ اجی! عدل میں تو تب نقص واقع ہوگا جب عمرو کا حصہ اور حق زید کو دیا جاوے یا زید کا حق بکر کو مل جاوے +

(۱۸) آریوں کا اصول ہے کہ مکتی یافتہ لوگوں کو مثلاً رشیوں منیوں کو عارضی طور سے مکتی یعنی نجات نصیب ہوتی ہے پھر اس خاص میعاد کے بعد انھیں سرگ سے دھکے دیکر نکالا جاتا ہے۔ اب ہمارا سوال یہ ہے کہ اُن بیچاروں پر یہ کیوں ظلم روا رکھا گیا ہے یونہی بغیر کسی

گناہ اور پاپ کے بہشت سے نکلنے ہی سوروں اور کتوں وغیرہ کی جونوں میں غلطاں ہوتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ بدی کا بیج اُن میں بحالت سرگ رہتا ہے جس سبب سے بہشت میں بھی کوئی شرارت کی ہوگی مگر یہ کہنا بھی ٹھیک نہیں کیونکہ سرگ میں کوئی گناہ نہیں ہو سکتا۔ اگر کسی گناہ کا ارتکاب کرہی لیا ہے تب بھی وہ ناپاک دل سرگ میں جانے یا مکتی حاصل کرنیکے لائق نہیں جنھوں نے کروڑوں برس کیڑوں مکوڑوں کی گندی جونوں میں تباہ اور خستہ حال ہوکر پھر بھی اندرونی خباثت اور نجاست کو بکلی دل سے دور نہیں کیا اگر بالفرض یہ اعتراض ہو کہ محدود اعمال کا پھل غیر محدود نہیں ہو سکتا تو اس کا جواب اول اعتراض میں آچکا مگر پھر بھی عرض ہے کہ قرآن میں لکھا ہے کہ تمام نیک اعمال شفقت علی خلق اللہ اور تعظیم لامر اللہ پر موقوف ہیں سو وہ ان دونوں کے عامل بھی ہونگے۔ کیونکہ ہر ایک نعمت اور خلعت کے عطیہ پر وہ خدا کی حمد اور شکریہ کرینگے اور شکر نعمت پر مزید احسان ہونا لازمی ہے اور (۲) باہمی جنتی لوگ محبت اور پیار اور اُلفت سے آنند کرینگے پس اس باہمی محبت اور شفقت علی الخلق اللہ کے عوض میں بھی انکو مزید نعمت ملتی رہیگی پس ثابت ہوا کہ نجات ابدی ہوگی اور یاد رہے کہ جس صورت میں نیک بندے اپنی دنیاوی عمر میں مرتے دم تک صدق و وفا سے فرمانبردار عابد شاکر رہے پھر اگر انھیں اور عمر ملتی تو بھی وہ فرمانبردار ہی رہتے اسلیے بھی انھیں ابدی نجات ملنی چاہیے۔ کیونکہ انھوں نے اپنی نفسانی خواہشوں اور جوشوں پر موت وارد کرلی تھی اور اپنی جان کو رضاء الٰہی میں قربان کردیا تھا اور روحانی طور سے زندہ ہوکر اس دنیا میں ہی جنت کا حظ اُٹھانے لگ گئے جو جسمانی موت کے بعد پورے طور سے نمودار ہوگا +

(۱۹) علاوہ ازیں ایک یہ اعتراض بھی آریوں پر ہے کہ لالہ لیکھرام۔ پنڈت دیانند۔ اور چاروں نامعلوم رشی کیوں قابل عزت ہیں کیونکہ نہیں کیا معلوم وہ دوسرے جنم میں جاکر اب وہ کن غلط کاریوں اور ناپاک جونوں میں مست ہیں۔ ممکن ہے کہ وہ ناگفتنی جونوں میں گرفتار ہوں اور ہم اُن کے نام جپتے۔ اور ان کے نام پر کتابوں کو ڈیڈیکیٹ کرتے پھرتے ہیں۔ ہو وہ ہمارے ارد گرد یا دروازہ پر بنز گدا ہوکر کھڑے ہوں۔ اور ڈھونڈرا شہر میں اور ذرا مکا قبل میں کا معاملہ ہو۔

(۲۰) اور اعتراض یہ بھی ہے کہ انسان بعد از مکتی ناکردہ گناہ کے عوض میں سرگ سے نکالا جاتا ہے تو پھر وہ کیوں کسی ادنیٰ جون میں ڈالا جاتا ہے چونکہ اس نے گناہ تو کوئی بھی نہیں کیا اس لیے لامحالہ ماننا پڑتا ہے کہ روح میں ایک طبعی اثر ہوتا ہے جس کے زور اور تاثیر سے وہ روح خود بخود ادنیٰ حیوانوں کی جونوں میں انتقال کرتی ہے۔ یعنی جسطرح کیکر کا بیج طبعًا زمین سے اُگ کر کانٹے دار درخت کی شکل میں نمودار ہوتا ہے اسیطرح ارواح بھی اپنے اپنے طبعی خواص کے لحاظ سے اپنی اپنی فرودگاہوں میں نازل ہو کر جنم پذیر ہوتی ہیں پھر اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ روحوں میں طبعی اثر ہے جس سے وہ نئے جنم کا جامہ پہنتی ہیں نہ کسی نیک و بد فعل کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ سرگ میں سے مکتی پانے کے بعد ناکردہ گناہ کے عوض میں وہ طبعًا کسی جنم میں آئی نہ کسی شرارت کی بنا پر لیا۔ پس جب طبعی اثر ارواح کو مختلف آئین کے قالب اور جامے پہناتا ہے تو پھر تناسخ یعنی اعمال بد کا پھل دربارہ انتقال روح الی اجسام مختلفہ بالکل غلط اور نادرست ہے۔ ممکن ہے کہ ایک روح بیمار ہو اور تب سے کمزور ہوتا

(۲۱) وید کا حکم ہے کہ ۲۴ برس کی عورت اور ۴۸ سال کے مرد کا بیاہ ہونا شادی کی سب سے اعلیٰ قسم ہے ستیارتھ پرکاش۔ اس عقل پر تعجب آتا ہے کیونکہ آجکل تو چالیس پچاس سال تک لوگ دوسرے جون میں چلے جاتے ہیں پھر شادی خاک ہوگی اُس وقت تو ماتم ہونے کا وقت مناسب ہے نہ کہ شادی کا۔ ۴۸ سال تک کون آریہ ہے جو پاک و صاف رہ سکتا ہے ہاں نیوگ کرتا رہے تو البتہ پاک و صاف رہ سکتا ہے ورنہ محال ہے۔ ہاں مخنث آریہ کے لیے بیشک یہ وقت عمدہ ہوگا کیونکہ اس کے لیے جوانی اور بڑھاپا یکساں ہے ہمنے سُنا ہے کہ بعض گرم ملکوں میں لوگوں کی عمریں چالیس یا غایت درجہ پچاس سال سے متجاوز نہیں ہوتیں پھر بتلاؤ کہ ۴۸ سال کا ہو کر بیاہ کرنے کا عالمگیر اصول کہاں گیا؟ اگر دو صدیوں تک آریہ مہاشے اس شُرتی پر عملدرآمد کریں یعنی ۴۸ سال کے بعد بیاہ کریں تو یقینًا میں کہہ سکتا ہوں کہ آریوں کا بالکل خاتمہ ہو جاوے گا یا سماج دوسری قوموں سے امداد کا خواستگار ہوگا مگر بعد از وقت رونا اور واویلا کرنا لاحاصل ہوگا +

(۲۲) دیانند نے کیا کوئی اصلاح دربارہ امور تمدنیہ کی ہے؟ جواب نہیں بلکہ آریوں کی

استریوں کو بھرشٹ کرنے کی کوشش کی ہے اگر دوسرا نکاح بیوہ کو حلال کر جاتا تو بات اور تھی لیکن اب تو وہ کئی عارضی خاوندوں کی اجازت دیکر شریف خاندانی آریئی عورتوں کی عزت مٹی میں ملا گیا۔ اگر بیواؤں پر رحم آتا تھا کہ خاوندوں کے بغیر کسطرح مصیبت میں بیوائیں دن کاٹتی ہیں تب بھی زندگی کا لطف تو نہ آیا کیونکہ سال بھر میں ایک دو دفعہ کام آگ گئی بجھنے تو کیا ہوا۔ شرم و حیا کا پردہ بھی پھاڑا مگر سال بھر میں صرف دو چار دفعہ اپنے مقصود کو پانے کی اجازت ہے +

(۲۳) جو عورت دوسرے شوہر کے ساتھ ہمبستر نہیں کرتی اور دل و زبان جسم کو اپنے قابو میں رکھتی ہے وہ پتی لوک کو پاتی ہے۔ اچھے لوگ اُسے پاکدامن استری کہتے ہیں دیکھو منو ادھیا۔ ۵ شلوک ۱۶۵-۱۵۶۔ الہو دیانندی پنتھ کا ستیاناس ہو گیا۔ منوجی مہاراجہ جن کے حوالوں سے ستیارتھ پرکاش بھری ہوئی ہے انھوں نے نیوگ کا تار و پود اُدھیڑ دیا ہے ستیارتھ کی ٹانگ تک توڑ دی ایک (دھم) یعنی ستیارتھ پرکاش جو منو کی کاسہ لیسی ہے وہ تو نیوگ کے قواعد بیان کرتی ہے مگر منوجی صرف اس عورت کو پاکدامن قرار دیتے ہیں جو صرف اپنے خاوند سے صحبت کرتی ہے اور دوسروں سے اجتناب کرتی ہے +

(۲۴) ستیارتھ پرکاش باب۴ میں لکھا ہے کہ ویرج داتا بیوہ عورت کو حاملہ کر کے بالکل قطع تعلق کر لیتا ہے اور اسی طرح آٹھ دس بچے مختلف تازہ دم جیالوں سے نیوگ کر کے حاصل کیے جاوینگے۔ افسوس دیانند کی عقل پر یہاں رونا آتا ہے کہ اس نے بیچاری بیوہ کے خرچ و اخراجات اور ایام حمل کی تکالیف اور بیماریوں اور وضع حمل کے اخراجات اور خدمات کا کوئی بوجھ نیوگی مرد پر نہیں ڈالا پس وہ بیچاری نیوگ کی ماری اپنا پیٹ پالنے اور بچوں کی پرورش کرنے کے لیے چکی پیسکر گذارہ کرتی ہوگی۔ کیونکہ ممکن نہیں کہ جس صورت میں وہ کسی مست شدہ نیوگی سے منہ کالا کراتی ہے پر خرچ و اخراجات کے لیے دوسرے آگے ہاتھ لمبا کرے گیا تا نیوگی منو کو تو مزہ ہے کہ مطلب برآری کی اور اپنی راہ لی۔ جب بچے جوان ہونے لگے تو بیچاری محنت مزدوری کر کے بچے پالنے والی نیوگن عورت سے لفظاً نصف تقسیم کر کے رفوچکر ہو جاوے اور اس بیچاری کا رنج و راحت اور دکھ سکھ میں کوئی ہمدرد اور حصہ دار نہیں ٹھہرایا۔ خدا انکھا

دس بچوں میں سے جو دو بچے اس مصیبت زدہ نیوگن کے حصہ میں آئے تھے اگر وہ مرجاویں تو پھر وہ بیچاری بڑھاپے میں کیا کرسکتی ہے۔ یہ تو بالکل ناممکن ہے کہ آجکل کوئی ایسا بچہ پیدا ہو کہ مرد اور عورت چار سو سال تک عمر پاویں۔ یہ دیانندجی کی محض گپ بازی اور بچپن کی سی بات ہے کہ چار سو سال تک انسانی عمر دراز ہوا کرو۔ دیکھو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۵۲۔

منوجی کی تصانیف اور حوالوں سے دیانندی پنتھ اور ستیارتھ پرکاش بھرا پڑا ہے اور جس پر آریہ سماج آج بڑا ناز کر رہی ہے اس میں مفصلہ ذیل امور قابل غور اور لائق توجہ ہیں

(۲۵) مخنث (ہیجڑا) اور بیمار اور وفات یافتہ آدمیوں کی زوجہ والدہ وغیرہ کے حکم سے دیور وغیرہ سے نیوگ (زنا) کرا کر اولاد لے لے ایسے ولد الزنا کو اہل اسلام حرام زادہ کہتے ہیں مگر آریہ کشیترج کہتے ہیں دیکھنا کوئی کشیترج یہاں نہ بیٹھا ہو وہ خفا ہو جاویگا!

(۲۶) - بدون شادی ہوئے دختر نے بخانہ والد خلوت میں جس لڑکے کو جنا وہ لڑکا اسکی ماں سے شادی کرنے والے کا کانین نام بیٹا کہلاتا ہے اور اسکی جائداد کا وارث ہوگا دیکھو منو! - اس سے معلوم ہوا کہ زناکار دختر کا حرام کا لڑکا جنا بھی آریوں کے ہاں کوئی دوش نہیں ورنہ اسکو جائداد کا وارث کیوں قرار دیا جاتا۔

۲۷ - اگر قبل از نکاح کسی لڑکی کو حمل ہو بعد شادی کے جب وہ لڑکا پیدا ہو جاوے تو وہ شادی کرنے والے کا سہوڑ کہلاتا ہے اور اسکی جائداد کا وارث بنتا ہے +

۲۸ - جس عورت کو شوہر نے ترک کر دیا ہو وہ زن بیوہ اپنی خواہش سے دوسرے کی زوجہ ہو کر اس سے بیٹا پیدا کرے تو وہ بیٹا اس کا پونربھو نام بیٹا کہلائے گا اور جائداد کا وارث ہوگا +

۲۹ - شہوت کے غلبہ سے منکوحہ شودر عورت (چوڑھی) سے جو لڑکا پیدا ہو وہ زندہ ہی مردہ ہے اس لیے وہ لڑکا برہمن کا پارشو نام کہلاتا ہے اور اسکی جائداد کا وارث ہوگا واہ جی! واہ!! برہمنوں نے چوڑھیوں تک سے فرق نہ کیا اعلیٰ ذاتوں سے کرنا ہی انکو

کافی وافی تھا شودروں کیطرف کیوں رجوع کیا شاید پچھلا جنم یاد آگیا ہوگا یہ سب قسم کی زناکاریاں قدیم آریوں میں برملا ہوتی تھیں کیونکہ برہمنوں کا پرمیشر کے قریب قریب رتبہ سمجھا جاتا تھا اس لیے کوئی اُن کو لعنت ملامت نہ کرسکتا تھا خواہ وہ اپنی قریب عورت سے نیوگ کر لیتے اگر ایسی زناکاریاں نہ ہوتیں تو منوجی کو مفت کی سر دردی درباره وضع قوانین ہرگز نہ کرنی پڑتی - ان زناکاریوں نے منو کی محنتوں کو دوبالا کردیا اور جائداد کے قوانین بہت پیچ در پیچ بنانے پڑے تھے بطور اختصار لکھا ہے ورنہ منوجی نے اورس بیٹے کے سوا گیارہ بیٹوں کی تقسیم کی ہے اور ہر ایک اُن میں جائداد کا وارث بن سکتا ہے دیکھو منو ودسرا ادھیا - ان باتوں کے آریہ صاحبان ذمہ وار ہیں کیونکہ منوجی کی کتاب ایسی ستیارتھ ہے

۳۰ - ویدک تعلیم یہ ہے کہ سُرگ (بہشت) میں جانیکے بعد بھی بدی کا بیج رشیوں منیوں میں باقی رہتا ہے - سوال یہ ہے کہ کیوں اُس بدی کے بیج کی سزا مگر ابدی آرام نصیب نہیں ہوتا - اگر خدا کی خدائی ایسی خود غرضی میں قائم رہ سکتی ہے کہ بہشتی جلد نکلکر پھر سور کتے بنکر سلطنت الٰہی میں مددگار رہوں تو حیف ہے اُسکی اُمیدوں اور بدارادوں پر - اگر کھوکہ محدود نیکیوں کا پھل غیر محدود دینا انصاف کا خون کر دینا ہے تو پھر سورج چاند اور بارش اور صدہا انعامات قدرت الٰہیہ کا بلا عوض و بلا وجہ انسان کو پراپت ہونا بھی پرمیشر کے انصاف کا خون کر دیتا ہے +

۳۱ - ویدک تعلیم یہ ہے کہ ارواح چیتن وستو (ہوشیار سمجھدار) ہیں اور حافظہ ساتھ رہتا ہے - پھر افسوس ہے اس رہزن فرضی پرمیشر پر جو رشیوں منیوں کی لاکھوں تجربات اور ویدک تعلیم اور اصول حفظ کو ضبط بلکہ غضب کر لیتا ہے اور رشی منی جاہل ہو کر پیدا ہوتا ہے یہ کیسی بے انصافی اور حق و انصاف کا خون ہے کہ ارواح کے حافظہ اور قوت چیتن وستو کو چھین لیا - یہ تو ہر ایک کو معلوم ہو گا اپنی کرایہ حبہ تک مفت دینا نا انصافی سمجھتا ہے لیکن خود حاصل کردہ اندوختہ

۳۲ - ویدک دھرم کی فلاسفی اور تعلیم یہ ہے کہ جو کوئی دھرم یعنی ایک دین ترک کرکے دوسرا اختیار کرے راجہ اُسکو ہرگز بے سزا نہ چھوڑے - دیکھو ستیارتھ صفحہ ۲۴۳ باب ۶ نمبر کہ خواہ اُستاد باپ پر دہت عورت بیٹا - کیوں نہ ہو جو اپنے دھرم پر قائم نہیں رہتا وہ راجہ کیطرف سے

غیر مستلزم سزا نہیں ہوتا (منو ۸۔۳۲۵) ستیارتھ ص ۲۲۳ مگر تبدیل مذہب پر سزا تحریر نہیں کی غالباً وہی سزا ہوگی جو منو اور جگہ شودروں اور بید بینوں کے لیے تجویز کرتے ہیں کہ ایسے شخص واجب القتل ہیں یا اُن کے کانوں میں سیسہ پگلا کر ڈالدینا چاہیے بہرحال سزا میں قتل قید حبس بیجا اور ہر طرح کی خونریزی تو شامل ہے +

۳۳۔ ویدک فلاسفی اور تعلیم جابرانہ یہ ہے کہ جو شخص وید اور عابد لوگوں کی تصنیفات جو وید کے مطابق ہوں تحقیر کرتا ہے اُس وید کی مذمت کرنے والے منکر (بے ایمان) کو ذات بِرادری سے اور ملک وغیرہ سے نکالدینا چاہیے۔ دیکھو ستیارتھ صفحہ ۱۶۱ باب ۳ +

۳۴۔ ناظرین شکر کا مقام ہے کہ ان تنگ ظرفوں کو ایشور نے اتنی طاقت نہیں دی کہ آریہ ورت سے مسلمانوں ہندوستانیوں اور انگریزوں سکھوں اور بدھ اور جینیوں اور صدہا فرق مخالف کے لوگوں کو اپنے ملک و وطن او بال بچوں سے دور اور مہجور کر سکیں اگر ان کے بس میں ہوتا تو بزور شمشیر زمانہ سلف کے اپنے آریہ بزرگوں کیطرح مذکورۃ الصدر فرقوں کو ہندوستان سے نکالکر پہاڑوں اور جنگلوں میں بھگا کر رہتے دیکھو مختصر تاریخ ہند باب اول اعتراض ۱۲۴ یہ ہے کہ ایشور نے ویدک پستک کے مہلک تو وہ طوفان کا آریوں کو کیوں مکلف بنایا جسکی ماہیت

(ب) ہر ایک مذہب کا پابند دوسرے مذہب کی کتاب کو حقارت سے دیکھتا ہے پس یہ جہالت اور حماقت ہے کہ بزور شمشیر انکو آریہ بنایا جاوے اگر نہ بنیں تو ملک سے نکالکر دربدر کر دیا جاوے اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ جو لوگ عہد و پیمان کر کے رعایا رہیں اور خراج ادا کریں اور اُن کو کسیطرح ظالم اور سفاک نہ ہوں جنھوں نے صحابہ کو مکّہ سے نکالکر الی سینا (حبش) میں صدہا میلوں تک بھگا دیا۔ اور رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو گھر بار اور ملک اور وطن سے خارج کر کے مدینہ پہنچا دیا مگر وہاں بھی جا کر اسلام کا استیصال کرنیکے لیے بدر پر لڑائی کی تو خود حفاظتی کیلیے ایسے بداندیش ظالموں کی سزا قرار واقعی عند العقل و فہم لازمی ٹھہری انہی کے بھائیوں کے لیے حکم ہوا کہ فاقتلوھم حیث ثقفتموھم یعنی انھیں جہاں پاؤ وہیں قتل کر ڈالو کیونکہ یہ لوگ مذہب کی خاطر تلوار اُٹھاتے ہیں یہ جو قرآن کے حکم لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ کے مخالف امر ہے +

(ج) صرف وید کی مذمت کرنیوالے کو ہی ملک سے بے ملک کرنا از بس ضرور نہیں بلکہ وید کے موافق عابد لوگوں کی تحریروں کے منکر اور بُرا جاننے والوں کی بھی خیر نہیں انھیں بھی اسی شکنجہ میں جکڑا گیا ہے ان تحریروں سے مراد سوامی جی کی اپنی تصنیفات اور بمعنی خرافات سے ہے کہ وہ کسی طرح سے عروج پذیر ہو کر نان و نفقہ کا ذریعہ بنیں کیونکہ فی زمانہ تمام جہان کے ویدک تراجم اور پُرانے مہاتما پنڈتوں اور سناتنوں کی تحریروں کو وید کے مخالف قرار دیر کھا ہے اور آپ اپنے منہ میاں مٹھو بن رہے ہیں اور دوسروں کے تراجم کی نندیا کرتے ہیں حتی کہ اپنے ستایش کردہ منکر

۳۵ سوامی جی کہتے ہیں کہ بقول ویدک دھرم لنگڑے لولے کوڑھی اپاہج جو گذشتہ جنموں کی بدکاریوں کی سزا پارہے ہوں انکو ورنہ ایاب مجرمین کو اپنے گناہوں کا علم نہیں ہوتا اس کے متعلق سوامی جی لکھتے ہیں کہ گناہوں کا یاد رکھنا پرمیشور کا کام ہے نہ کہ جیو کا۔ ستیارتھ صفحہ ۲۲۶ باب ۹ - یہ ویدک فلاسفی ہے کہ بدبخت مجرم پر لعن طعن اور زدوکوب بارش کیطرح جاری ہے مگر مجرم کو یہ جاننا بھی فضول گردانا جاتا ہے کہ ایشور کن گناہوں کے بدلے آفت برپا کر رہے ہیں ہمنے بطور آزمایش کسی لڑکے کو کسی قصور کی سزا میں کچھہ دیر کھڑا کیا مگر قصور اُسے نہ بتایا۔ سو جب تک اسکو قصور کی اطلاع نہ کی اُسپر کوئی نیک اثر اور عبرت انگیز نتیجہ پیدا نہیں ہوا خدا جانے وہ دل میں کیا کہتا ہوگا آخر قصور پر اطلاع پانے کے بعد وہ اصلاح پذیر ہوا۔ اب اگر میں اسکو کہتا کہ گناہ اور قصور کا یاد رکھنا میرا کام ہے تمھارا نہیں تو سخت جہالت اور حماقت ہوتی جو ایشور کے شایان حال نہیں +

۳۶ - ویدک دھرم کی فلاسفی یہ ہے کہ جیو (انسانی روح) محدود العلم ہے اور ہر زمانہ کو مشاہدہ میں لانے والا نہیں اسلیے گذشتہ جنموں کے اعمال بد یاد نہیں رہے۔ واضح ہو کہ یہ بالکل لغو اور بدتر از گناہ ہے کون ایسا پیر فرتوت ہے کہ زمانہ حال اور ماضی کے حالات سے آگاہ نہیں تو ہزاروں سالوں کے گذشتہ واقعات ہمیں یاد ہیں اور زمانہ حال کی کیفیت بھی پوشیدہ نہیں روح کو محدود العلم کہنا کسطرح درست ٹھہر سکتا ہے؟ اس کا علم تو ہر آن جب بڑھتا جاتا ہے کیا ویدک پستک کا مہلک کُٹہا ہی انسانی روح کے تحصیل علم کی حد فاصل اور آخری کمال کا منتہی ہے۔ اسکے بعد اور کوئی اور واقعہ زمانہ گذشتہ کا ذہن میں قرار گیر نہیں ہو سکتا؟

٧ سوال - آریوں کا اصول اول یہ ہے سب ست ودیا اور ودیا سے جو پدارتھ جانے
جلتے ہیں اُن سب کا آدمی مول پرمیشور ہے - ناظرین غور کریں کہ جس صورت میں سب
پدارتھ جو ودیا سے جانے جلتے ہیں نیز ودیا بھی پرمیشور سے نکلے ہیں لیکن ستیارتھ پرکاش میں دیانند جی
اس کے خلاف لکھ رہے ہیں کہ مادہ ارواح اور اُن کے عجیب و عجیب خواص انادی قدیمی اور
ازلی ہیں جو ایشور سے ہرگز مستخرج نہیں بلکہ قدیم سے الگ تھلگ ہیں پہلا اصول ہی غلط
نکلا - ع - جبکہ بسم اللہ ہو پہلے غلط + خود غلط انشا غلط املا غلط +

٨ سوال - بقول سوامی دیانند (ستیارتھ پرکاش ص٣٠) نیک نہاد مخلص دھارمک
آریہ کو لازمی ہے کہ چار سو سال کی عمر پاکر اس دنیا سے رخصت ہو - ہم اس نسخہ پر چند ریمارکس
کرنا چاہتے ہیں کوئی صاحب اگر جواب بن نہ پڑے تو برا نہ منائے جیسے نیک آریوں کا قاعدہ ہے -
(١) اول تو آجکل ٢٠٠ سال کی عمر والا بھی کوئی دھارمک نظر نہیں آتا پھر اس امر کی تلاش
کرنا کہ چار سو سال کی عمر والا ہونا لازمی ہے عبث ہے اور ہزاروں آریوں کو پنچ قرار دینا عند العقل
جائز نہیں - (٢) اگر کوئی کہے کہ آجکل کوئی نیک نہاد قابل نجات آریہ صفحہ روزگار پر نہیں
کیونکہ احکام وید کی پوری اشاعت اور ترجمہ سلیس اردو میں نہیں ہوا تو پھر یہ بات بہت ہی
مایوسانہ ہے کہ سب قوم کو پنچ اور دین ایمان سے خالی اور بے نصیب تجویز کیا جاتا ہے اور
دوسری مشکل یا عقدہ لاینحل یہ ہے کہ جن نیک آریوں نے قبل از جنگ مہابھارت نیک عمل کیے
تھے اُن کے لیے تین چار سو سال کی عمر کا حاصل کرنا عند العقل والانصاف لازمی تھا انکی روحیں
کون سے درختوں اور اناج کے کھیتوں میں چکر رہی ہیں یا کس قید خانہ میں تناسخ اور آواگون کا
قلع قمع کرکے لاوجہ حبس بیجا میں نالاں و سرگرداں ہیں اور پرمیشور کو بددعا دے رہی ہیں -
(٣) بعض مہاشے جرأت اور قوم کے حیا و شرم کا خون کرکے یہ کہتے ہیں کہ چونکہ ابھی کوئی کامل
آریہ موجود نہیں اس لیے نہ انکی چار سو سال کی عمر ہے اور نہ باقاعدہ حسب فرمودہ وید آریوں میں
بیاہ اور شادیاں انجام پذیر ہوتی ہیں اور نہ نیوگ پر بالفعل عملدرآمد جائز ہے اگر کہو کہ جب
پنچ لوگ مرجاوینگے تو نیک اور بڑی عمر والے مہاشے پیدا ہو جاوینگے - اسپر یہ اعتراض پڑتا ہے
کہ عرصہ چالیس سال کے قریب سے دیانندی فرقہ جوش و خروش میں ہے کیا انکی ایک محنت ول

اور کوششوں سے ابھی بھی ایسا آریہ پیدا نہ ہوا کہ عملی اور واقعی طور سے اس عقدۂ لاینحل اور گپ کی تصدیق کرے اور اپنی قابل رشک نظیر سے اوروں کو تحریک کرے +

۳۹ - یہ کیا ویدک فلاسفی ہے کہ غریب تو صرف ۲ سیر روغن زرد ... مردہ جلانے میں ڈال سکتا ہے مگر امیر کو جسم کے برابر گویا ستر اسی روپیہ کا روغن زرد ہدیہ اگنی کرنا ...... ازبس ضروری ہے ورنہ +

۴۰ - کیا امیر کی لاش میں غلاظت زیادہ ہوتی ہے یا غریب سڑیل دھوتی پوش کی تو اس میں اگر غریب میں بدبو کے پیدا کرنے والا مادہ زیادہ ہوتا ہے تو حیف ہے دیانندی فلاسفی اور ویدک پنتھ پر۔ ماناکہ گوشت کھانا اس لیے جائز نہیں کہ جیا گھات ہوتی ہے مگر جب صورت میں دنیا کی آبادی دو ارب کے قریب ہے تو انکی لاشوں کو حسب فرمودہ دیانند (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۲۸) جلانے میں لاکھوں رہنی بھی کستوری اور کروڑوں روپیہ کا روغن زرد مطلوب ہوگا ہر ایک لاش کیلئے ستر اسی روپیہ کا روغن زرد بھیک مانگ کر بھی بصد مشکل میسر آگیا تو بھی کستوری ہزار ہا ہرنوں اور بارہ سنگوں کا خون کر کے کستوری حاصل کر کے آریوں کو مہاپاپی بنا دیگا۔ اگر بغیر نافہ کے ہی مردہ خراب کرینگے اور بدبو پھیلا کر وبا سے خلق خدا کو نقصان پہونچاوینگے تب بھی تناسخ کے گورکھ دھندہ کو دوبالا کر کے اپنا اور اپنی اولاد کا ستیاناس کرینگے اگر کہو کہ نہ کبھی ساری دنیا آریہ بنے گی اور نہ بارہ سنگے کی مارنے کی ضرورت پڑیگی تو اس کا جواب یہ ہے کہ جس وقت بقول سوامی جی قبل از جنگ مہابھارت آریہ چکرورتی راجاؤں کے عہد میں یورپ امریکہ اور ایشیا آریوں سے ہی بھرپور تھے تو کیا اسوقت بارہ سنگے آریوں کی لاشوں کو خوشبودار کرنے کے لیے نافہ بافراط ہاتھ دیا کرتا تھا تاکہ انھیں جیا گھات سے کتے بلیاں نہ بننا پڑے اگر ایسا نہیں تھا تو وہ ضرور ہرنوں کو ذبح کرتے اور اپنے مردوں کو بموجب ویدک اصول جلاتے ہونگے ورنہ پاپی ہو کر راکھش کہلاتے ہونگے +

۴۱ - اتھروید ۱-۱۰-۹۷ ویدک فلاسفی یہ ہے کہ راجہ ادھراج کو کہے کہ جسطرح پہلے تم نے میدانوں میں دشمنوں کو شکست دی ہے اور انپر فتح حاصل کی ہے اسیطرح اب بھی کرو۔ سوال یہ ہے کہ جس صورت میں ابتدا سرشٹی میں انسانوں کی پیدائش سے پہلے وید کا پرکاش ہوا تو پھر کون سے دشمن مشار الیہم ہیں اور کون سے راجہ پرجا مخاطب ہیں جنھوں نے پہلے بسا اوقات میدانوں

میں دشمنوں کو شکست دی تھی +

۴۲ - سندھیا اپاسن (نماز) کس وقت سوامی جی نے تالیف کی اور پہلے اسکے کیا صورت تھی اور جب ویدک پستک میں اسکی تفصیل اور ھیئت کذائی موجود نہ تھی تو پھر یہ دیانندی بدعت کیوں قابل اعتراض نہیں +

اشتہار انعامی پنجاہ روپیہ

یہ اشتہار اس غرض سے لکھا گیا کہ جو آریہ مفصلہ ذیل دروغ بیانیوں سے لالہ دیانند کو بری کردے اُسکو پچاس روپیہ انعام نقد ملے گا۔

(۱) اول یہ کہ بقول پنڈت دیانند جی ابتدائے عالم تری وشٹپ (تبت) (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۹۵) سے شروع ہوئی ہے مگر حقیقت میں تری وشٹپ کے یہ معنی ہرگز نہیں"

(۲) ابتداء عالم میں جن جیووں کے اعمال ایشوری سرشٹی میں پیدا ہونیکے تھے ان کی پیدائش شروع دنیا میں پرمیشور نے خود کی کیونکہ یجروید میں لکھا ہے "منشیا رشی اشچہ یے تتو منشیا ییت"

یجروید میں کیا چاروں ویدوں میں اس جعلی اور دیانندی من گھڑت شلوک کا نام ونشان نہیں آریہ سماج کو ہم نقارہ کی چوٹ سے اعلان دے کر کہتے ہیں کہ ان غلط بیانیوں سے لالہ دیانند کی کذب بیانی اظہر من الشمس ہو گئی ہے ابھی اس کا علاج کر لیں ورنہ گیا وقت

(المشتہر ایڈیٹر سناتن دھرم گزٹ بابت اگست سنہ ۱۹۰۴ء)

اشتہار - تفسیر انجیل متی و صداقت اسلام

ایک عجیب وغریب کتاب طیار ہو رہی ہے اس کتاب میں بفضلہ عیسائیت کا خاتمہ کر دیا گیا ہے اور حضرت مولانا نورالدین صاحب کی خاص مدد سے لکھی گئی ہے اور اسمیں دکھایا گیا ہے کہ کسی کو عیسائی مذہب کیوں نہ قبول کرنا چاہیئے۔ درخواستیں جلد آئیں۔

المشتہر ماسٹر عبدالرحمن مؤلف رسالہ ہذا

عالیجناب باوا نانک علیہ الرحمۃ کا مسلمان ہونا

واضح ہو کہ پنجاب میں کوئی بھی ایسا نہ ہوگا جو باوا صاحب کے نام سے آشنا نہ ہو۔ لیکن اب بہت کم لوگ ہیں جو اُن کے مذہب کی حقیقت سے واقف ہیں سو عرض ہے کہ حضرت باوا صاحب اگرچہ ہندوؤں میں پیدا ہوئے تھے مگر بعد میں وہ اسلام میں اسقدر کھینچے گئے تھے کہ انھوں نے اپنے خویش و اقربا ترک کر کے دین اسلام میں وہ مراتب اور سلوک کے طریق طے کیے کہ وہ اب اولیاء اللہ اور خدا کے نہایت پاکیزہ بندوں میں شمار ہوتے ہیں چنانچہ ہزارہا لوگ اُنکی نشستگاہوں میں اور عبادتگاہوں پر دور دور سے پہنچکر خیر و برکت حاصل کرتے ہیں حضرت **باوا صاحب**[1] چونکہ اعلیٰ درجہ کے مسلمان تھے اسلیے انھوں نے مکہ معظمہ کا حج کیا تھا جیسے صلحاء و اکابر اسلام کا طریق ہے بعد ازاں آپ حضرت پیر دستگیر قطب ربانی و غوث صمدانی **سید عبد القادر جیلانی** رحمۃ اللہ علیہ کے مزار واقعہ بغداد شریف پر جا کر خیر و برکت سے مستفیض ہوئے اسکے بعد آپ **بخارا**[2] میں ٹھیرے چنانچہ وہاں کے لاکھوں لوگ باوا صاحب کو ولی اللہ اور پکا مسلمان یقین کرتے ہیں اور ایک شخص جو بارہ سال وہاں مقیم رہا اُس نے بیان کیا کہ باوا صاحب اُس ملک میں باوا نانو[3] ہندی کے نام سے مشہور ہیں اور مسلمان اُنکو ولی اللہ یقین کرتے ہیں اور **کابل** کے نواح میں بھی آپ کچھ عرصہ مقیم رہے چنانچہ ان دونوں مقامات یعنی خواجہ سرائے اور قلعہ بند کے لوگ باوا صاحب کو مسلمان جانتے ہیں پس ہزاروں پٹھانوں کی گواہی سے انکار بیہودگی اور بے ایمانی نہیں تو اور کیا ہے کیونکہ وہ لوگ ہر ایک ہندو اور کافر کو کسی صورت میں مسلمان نہیں کہہ سکتے۔ گو جان جائے[5] علاوہ ازیں اُن کا مسلمان ہونا اس امر سے بھی بداہت ثابت ہوتا ہے کہ آپ اکثر اہل اسلام کے فقرا اور اولیاء اللہ کے مزاروں پر جا کر چلہ[6] کشی کرتے تھے تا کہ اُن بزرگوں کی قبروں پر جہاں برکات اور رحمتیں نازل ہوتی رہتی ہیں اُن سے بھی وہ مستفیض ہوں۔ پس اسی اسلامی غرض اور رسم اور نیت سے آپ **خواجہ عبد الشکور**[7] صاحب جن کا مزار شریف سرسہ میں ہے وہاں باوا صاحب نے چلہ کشی کی اور وہ مکان جہاں انھوں نے چلہ کیا اب تک موجود[8] ہے ✻

✻ نوٹ مجھے خوب یاد ہے کہ میں جب سنہ ۱۲۰۲ھ میں سرسہ خواجہ صاحب کے مزار پر گیا تو ایک سکھ سردار صاحب بھی وہاں آئے انھوں نے ایکروپیہ خواجہ صاحب کے مزار پر[9] چڑھایا اور پانچ روپے باوا صاحب کے چلہ پر معہ شیرینی چڑھائے

اور وہاں ہزارہا سکھ صاحبان باوا صاحب کے چلہ کے مقام مبارک سے برکات حاصل کرنیکے لیے اب تک جاتے ہیں اور ہزاروں روپے کا چڑھاوا چڑھاتے ہیں اور روضۂ مبارک جس کے عین متصل چلہ واقع ہے اُس کے مسلمان مجاوروں کو وہ روپیہ دیا جاتا ہے جو اس روضہ اور چلہ کے مہتمم ہیں۔ اسیطرح باوا صاحب نے[11] ملتان میں حضرت محبوب سبحانی کے روضہ مبارک پر چلہ کشی کی اور وہاں ایک تنگ مکان یا حجرہ ہے جسمیں اُنھوں نے اپنا پنجہ اور لفظ **یا اللہ**[12] خود نقش بر سنگ کیا ہے اور اُس مکان کا رخ اور نیز سرہ کی مکان کا رخ قبلہ کیطرف ہے یہ کسی مندر یا دھرم رسالہ یا پاٹ شالہ کے[13] پاس ہرگز نہیں بلکہ خانقاہ کے اندر اور مسجد کے نزدیک تر واقع ہیں تاکہ مسجد میں[14] نماز باجماعت ادا کرسکیں ان سب باتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ درحقیقت وہ مذہب اسلام میں کھوئے گئے تھے اور محبت اسلام اُن کے دلمیں گھر کرگئی تھی اور سینہ نور ایمان سے بھر گیا تھا علاوہ ازیں ترکستان روم شام اور بلاد عرب میں دور و دراز سفر طے کرکے اُن ممالک کے اولیاء اللہ کے ہاں بغرض استفادہ پہونچے جنکے بیان کی تفصیل کے لیے اسجگہ ہرگز گنجایش نہیں کیونکہ اتنا تو ہر ایک کو معلوم ہے کہ وہ نعوذ باللہ دیوانہ وار یوں ہی آوارہ گردی نہیں کرتے تھے۔ ان بیشمار دلائل اور ان لاکھوں سکھوں کے اقرار سے جو ان بیسیوں[15] مقامات پر زیارت اور متھا ٹیکنے کے لیے آتے ہیں اور نیز وہاں کے صدہا لوگ پشت بہ پشت رہنے والے باشندوں[16] کی متفق علیہ شہادت کے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچگئی ہے کہ وہ درحقیقت مسلمان تھے اور ہندو یا ویدک دھرم سے بکلی دور اور متنفر تھے۔ مگر باوا صاحب نے ان دلائل اور یادگاروں پر ہی بس نہیں کیا بلکہ وہ ایک اور زبردست نشانی چھوڑ گئے جس سے کسی متعصب اور سیاہ کار بد باطن کے سوا اور کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ غالباً ان کو کشف اور الہام الٰہی سے معلوم ہوگیا ہوگا کہ اُن کی قوم اسلام سے دور تر جا پڑے گی اور جہالت اور تعصب کے گڑھے میں گرفتار ہو جاویگی اس لیے انکی آنکھیں کھولنے کے لیے اُنھوں نے صرف دو چار جگہیں اور لاکھوں آدمی نسلاً بعد نسلٍ گواہ ہی نہیں چھوڑے بلکہ وہ ان سب سے بڑھ کر ایک اور زبردست نشان اپنے مذہب کا چھوڑ گئے جس سے کوئی کافر بجز بد دیانتی اور بے ایمانی کے انکار نہیں کرسکتا اور وہ یادگار یہ ہے کہ ضلع امرتسر میں بمقام [illegible] ایک مقام **ڈیرہ بابا نانک** کے نام سے مشہور ہے جہاں باوا صاحب موصوف کی

سمادھ موجود ہے وہاں باوانانک صاحب کا ایک چولہ رکھا ہوا ہے جسپر قیمتی صدہا رومال بڑے بڑے سکھ سرداروں اور راجاؤں نے چڑھائے تھے اور اس چولہ* صاحب کو اس قدر

حاشیہ جو کچھ باوا صاحب چولہ صاحب پر تحریر فرما گئے ہیں اُنکی تصدیق مندرجہ بالا دلائل ہی سے نہیں ہوتی بلکہ بے تعصب اور اہل انصاف فاضلوں نے جن کی اسلام سے ذرہ ہمدردی اور تعلق نہیں اُنھوں نے بھی یہی بے لوث شہادت دی ہے کہ باوا صاحب موصوف نیک مسلمان تھے چنانچہ اُن فاضلوں کی تحریروں میں سے ہیوز ڈکشنری سب سے بڑھ کر معتبر اور قابل وثوق گواہی ہے جو ایک عیسائی فاضل کے مُنہ سے نکلی ہے نعم الفضل ما شہدت بہ الاعداء۔ منہ

متبرک یقین کرتے تھے کہ خوفناک مصائب اور جنگوں کے وقت سکھ سردار اور دیگر راجگان** چولہ کو

حاشیہ خدا تعالیٰ کی قدرت کا نظارہ ہے کہ جسطرح کی قوم ہوتی ہے ویسی ہی اُنکی سرشت کے مطابق تبلیغ حق کے سامان باری تعالیٰ خود مہیا کر دیتا ہے چنانچہ سکھوں کی ایک ایسی قوم ہے جو علم و ہنر سے چنداں بہرہ ور نہیں اور ان کے عوام کالانعام کا یہ حال ہے کہ اُن پر اتمام حجت بظاہر محال نظر آتی ہے لیکن چولہ صاحب کے وجود نے ہر خاص و عام کو اس امر ضروری سے باسانی پوری پوری خبر دیدی اور ان لوگوں سے منقولی اور معقولی بحث امکان سے خارج تھی اسلیے ایشور کی کرپا سے انھیں آسان طریق سے اسلام کا راہ دکھا دیا گیا ہے مگر آریہ صاحبان انھیں اس نعمت عظمیٰ سے محروم کرنا چاہتے ہیں اور چپکے چپکے بعض نادانوں کو آریہ بناتے جاتے ہیں اور نیوگ وغیرہ کے طمع یا طمعہ سے بہتوں کو پھسلایا ہے لیکن غیرتمند سکھ سردار آریوں کے سردار سوامی دیانند کی تعلیم اور قول پر اعتبار نہیں کر سکتے جنھوں نے باوا صاحب کو مکار ریاکار دھوکے باز شیخی بگھارنے والا بددین لکھا ہے (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۴۷۲۔ ۴۷۷ باب ۱۱ - منہ

اشتہار۔ تفسیر انجیل متی یا رسالہ اختیار الاسلام حصہ چہارم طیار ہو رہا ہے

سر پر باندھ کر برکت اور امان ڈھونڈتے تھے چنانچہ اُن کی مرادیں چولہ صاحب کی برکت سے پوری ہوتی تھیں اور اب تک وہ چولہ صاحب سکھوں کے لیے فیوض اور برکات الٰہیہ کا موجب ہے جسکی وجہ سے صدہا سال سے ہماری قدیمی بزرگ چولہ صاحب کو متھا ٹیکتے ہیں اور نسلاً بعد نسل سکھوں کی حفاظت و امانت(۹) میں چلا آتا ہے اور لاکھوں روپیہ جو سکھ صاحبان سال بسال وہاں چڑھاتے ہیں انہی سکھ محافظوں اور سادھوؤں کا حق ہے جو پشت بہ پشت چولہ صاحب کے نگران اور محافظ ہیں وہ لوگ بلکہ لاکھوں اور باشندے اور زیارت کرنیوالے سکھ اس امر کے زندہ گواہ موجود ہیں کہ یہ چولہ صاحب جو آجتک ڈیرہ باوا نانک میں موجود ہے۔ باوا صاحب بطور وصیت کے چھوڑ گئے تھے تا کہ آنے والی نسلیں چولہ مذکور سے فیض اور برکت حاصل کرتی رہیں اور جو کچھ اس پر لکھا ہے وہ باوا صاحب کی آخری وصیت ہے اُس پر عملدرآمد کریں اور اُس راہ حق سے جس پر باوا صاحب نے قدم مارا ہے اس سے برگشتہ اور گمراہ نہ ہو جاویں یہ چولہ ✻ پہلے پہل باوا صاحب کی وفات پر انگد صاحب کو ملا جو اول جانشین قرار پائے اور گدی پر بیٹھتے وقت سر پر باندھا تھا تب سے بڑی عزت اور تعظیم کے ساتھ آجتک چلا آتا ہے۔ اس ہمارے زمانہ میں بعض بدبختوں نے شرارت سے اس چولہ صاحب کو تلف کرنیکی کوشش کی تھی وہ ناکام و نامراد ہو کر خود ہی تلف ہو گئے۔ مگر چونکہ اب چولہ صاحب بار بار شائع ہو چکا ہے اس لیے اب کسی کے تلف کرنے کی علت غائی یعنی اخفاء حق وقوع میں نہیں آ سکتا۔ میں سکھ قوم سے تعلق رکھتا ہوں اسلیے ضروری سمجھتا ہوں کہ اظہار حق کے لیے چولہ صاحب بعینہ ہدیہ ناظرین کروں تا کہ یہ یادگار دنیا سے مفقود اور کافور اور گم نہ ہو جاوے۔ دیکھو صفحہ ۱۱۳۔

✻ حاشیہ۔ بعض گمراہ اور بداندیش آریوں نے یہ عمداً جھوٹ اُڑا دیا تھا کہ چولہ صاحب میں سنسکرت لکھی ہوئی ہے۔ سو واضح ہو کہ یہ بالکل غلط اور سیاہ جھوٹ ہے جو نجاست خوروں کے مُنہ سے نکلا تھا اور وہ آپ ہی چولہ کو بچشم خود دیکھ کر جھوٹھ کی نجاست کھا گئے۔

اصل میں باوا صاحب وید کے مخالف تھے جیسے کہ اُن کے شعر سے ظاہر ہوتا ہے اور وہ یہ ہے

وید پڑھتے رہے ہمارے چاروں وید کہانی ✻ سادھ کی مہما وید نجانی



ادھر آئیں دیکھیں یہ تصویر ہے
چولہ بابا نانک صاحب
یہی پاک چولہ جہانگیر ہے
بسم اللہ الرحمن الرحیم
لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ
ان الدین عند اللہ الاسلام
یا اللہ
الحمد للہ رب العلمین الرحمن الرحیم ملک یوم الدین ایاک نعبد وایاک نستعین اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین۔ آمین
یا حی یا قیوم یا قدوس یا وارث یا ولی یا واحد یا صمد یا علیم یا خبیر یا لطیف یا طیب یا احد یا اللہ یا واسع یا خالق یا بدیع یا مالک یا رحمن یا رحیم یا مھیمن یا غفار یا ستار یا تواب یا دائم یا قائم یا علی یا کریم یا باری یا مصور یا رب العلمین لا الہ الا انت سبحنک انی کنت من الظلمین اللھم احسن الخالقین

اب ناظرین چولہ صاحب کو دیکھکر یقین کرلیں کہ باوا صاحب نے جو وصیت اور
راز نہانی آیندہ نسلوں کی رہنمائی کے لیے چھوڑا ہے اسمیں صاف طور سے لکھا ہے کہ اِنَّ
الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَام ۔ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ ۔ لَا یَمَسُّہٗ
اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ یعنی سچا دھرم جو خدا کے قرب اور وصال کا ذریعہ ہے وہ صرف
اسلام ہے اگرچہ کافر اس امر کو نفرت سے کبیدہ خاطر ہوکر دیکھیں گے ۔ قرآن پاک کتاب
ہے اُسکے مطالب اور معانی خفیہ تک صرف اُن لوگوں کو رسائی ہے جو پاک دل ہیں ۔ اس بیان سے
معلوم ہوتا ہے کہ باوا صاحب کو الہاماً یہ پیشگوئی بتلائی گئی تھی کہ تیرے ایمان اور
دین اسلام کے اظہار سے ہزاروں تاریکی کے فرزند تعصب اور گمراہی کی آگ میں اندر ہی اندر
جل جاوینگے بعد ازاں سورہ فاتحہ ۔ آیۃ الکرسی ۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ (۱۱۱) مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ
سورۂ اخلاص اور دیگر اسلامی احکام مندرج ہیں جو اسلام کی روح و روان ہیں اور مسلمان
کے لیے اُن کی تعمیل از بس ضروری ہے +

نتیجہ ۔ مذکورہ بالا بیان سے اور نقشہ چولہ صاحب سے ہر ایک دانشمند اور فرمانبردار اور سکھ
بھائی کے دل میں یہ بات خود بخود آتی ہے کہ وہ شخص جسکو ہم اپنے مذہب کا بانی مبانی یقین کرتے
ہیں اس نے ساری عمر بزرگان دین اسلام کی صحبت اور استفادہ خیر و برکت اور دور دراز بلاد
اسلام میں دینی تعلیم حاصل کرنے کے لیے صرف کی اور اپنے مسلمان ہونے پر نہ صرف لاکھوں بخارا
کے باشندوں کو گواہ ناطق چھوڑ گئے اور نہ صرف سرہ ملتان کے ہندو مسلمانوں اور سکھوں
کے پاس ہمیشہ رہنے والی یادگاریں چھوڑ گئے بلکہ انہوں نے مکہ معظمہ (۱۱۲) کا حج کرکے اور بخارا میں

بقیہ حاشیہ متعلقہ صفحہ ۱۱۲

یعنی برھما بھی ویدوں کو پڑھ پڑھ کر مرگیا مگر حیات جاودانی حاصل نہ کی ۔ چاروں ویدوں میں
صرف کہانی اور بیہودہ گوئی ہے جنمیں کچھہ دیا نہیں اور وہ استت اور مہا پرمیشور کی
جو عارف بیان کیا کرتے ہیں اور وہ خوبیاں ایشور کی جو سچوں اور برگزیدوں کو معلوم ہوتی
ہیں ویدوں کو انکی کچھہ بھی خبر نہیں ۔ سنسکرت کا چولہ پر نہ لکھنا اور قرآنی آیات بینات
اور نماز وغیرہ (۲۳) اسلامی احکام کا لکھنا ایک اور زبردست ثبوت اُن کے مسلمان ہونے پر ہے
اب بھی اگر کوئی نہ مانے تو اپنا سر کھائے ۔ دنیا روزے چند ۔ عاقبت کار با خداوند + منہ

میں لاکھوں مسلمانوں میں نماز روزہ ادا کر کے اور متقی پرہیزگار مسلمان بنکر دنیا پر یہ امر بداہت تام ثابت کر دیا کہ درحقیقت وہ دین اسلام پر فدا تھے اور اسی کے لحاظ سے انھوں نے اپنے دینی فوائد اور مال و متاع کو خیر باد کہا یہ کہنا بیہودگی اور جاہلانہ حرکت ہے کہ انھوں نے بچارہ کیے لاکھوں مسلمانوں کو لاکھوں روپیہ کی رشوت دیکر یا اپنے تئیں بے پردہ منافق بے ایمان بنا کر انھیں مسلمان بننے سے دھوکا اور فریب دیا تھا بلکہ علاقہ قلعہ بند افغانستان میں (۲۴) حیات خان نامی کی لڑکی سے انھوں نے شادی بھی کی تھی اب ان تمام زبردست ثبوتوں اور لاریب شہادتوں کے بعد بھی اگر آریہ مسافر میگزین کے کسی نامہ نگار سیاہ کار کو باوا صاحب کے مسلمان ہونے میں شک ہے تو ایک اور ثبوت ہدیہ ناظرین کرتا ہوں جو دوسرے ثبوتوں سے کسی پہلو میں کم نہیں ہے اور وہ یہ ہے کہ چند سال کا عرصہ ہوا کہ حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود علیہ السلام نے ایک کتاب موسوم بہ ست بچن تالیف کی ہے جسمیں باوا نانک صاحب کے مسلمان ہونے کی پوری کیفیت درج ہے اس کتاب کی اشاعت سے بعض بدبخت اور گمراہ سکھوں کو باوا صاحب کا مسلمان ہونا گراں گذرا اور بموجب مصرعہ تنگ آمد بجنگ آمد ہادی اسلام محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مرزا صاحب کو نہایت گندے اور ناپاک توہین آمیز الفاظ سے اپنے خبث باطن کا زہر اگلا چونکہ سکھ قوم علم سے اتنا حصہ نہیں رکھتی کہ علمی اور عقلی طور سے وہ آمادہ پرخاش ہو سکے اسلیے مرزا صاحب نے سردار راجندر سنگھ صاحب کو جنھوں نے باوا صاحب کے مسلمان ہونے میں انکار کیا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کذاب وغیرہ الفاظ سے یاد کیا تھا اس امر کی دعوت کی تھی کہ اگر وہ اپنے بیان اور عقیدہ میں برحق ہیں تو ایسے الفاظ حلف اٹھاویں کہ میں (راجندر سنگھ) حلفیہ طور سے کہتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً خدا کے برگزیدہ نبی اور رسول نہ تھے اور نہ باوا صاحب مسلمان تھے اگر اس بیان میں میں (یعنی راجندر سنگھ) کاذب اور جھوٹا ہوں تو اے قادر کرتار مجھے اس جھوٹ کی یہ سزا دے کہ ایک سال کے اندر مورد غضب الٰہی ہو کر تباہ اور خستہ حال ہو کر ہلاک ہو جاؤں تا کہ ایک نافرمان کی ہلاکت سے باقیوں کے لیے عبرت اور راستی کی تصدیق برملا طور سے ہو جاوے۔ پھر مرزا صاحب نے لکھا کہ اگر اسطرح کوئی قسم کھاویگا تو وہ اپنی پاداش کو پہنچے گا خدا کی قدرت دیکھو کہ راجندر سنگھ اور ہر ایک آریہ اور سکھ مرزا صاحب کے اشتہار مورخہ ۱۰ اپریل ۱۸۹۵ء سے ترساں اور لرزاں ہو کر جھوٹوں کی طرح دم بخود ہو رہے ہیں مگر انھیں عذر

بھی ہے اصل میں حق بھی یہی ہے کیونکہ جس صورت میں مولوی غلام دستگیر قصوری۔ مولوی اسمٰعیل علیگڈھی - لالہ لیکھرام جی وغیرہ نو اشخاص مامور مذکورہ بالا طریق سے مباہلہ کرکے مرکر اپنے کذب اور غلط راہ کو عیاں کرگئے۔ اسی طرح سکھوں نے ۱۸ اپریل ۱۹۰۷ء کے اشتہار سے لاجواب اور جھوٹھ کے وبال سے ڈر کر خود بخود مان لیا کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم خدا کے برگزیدہ نبی تھے اور باوا صاحب آپکے سچے خادم اور برگزیدہ اور پرہیزگار حاجی مسلمان تھے چونکہ سکھوں میں اکثر لوگ جاہل اور کم علم ہیں اس لیے انپر اتمام حجت کرنیکے لیے یہی طریقہ کافی ہے جس سے انھوں نے خود بخود اپنے تئیں اسبات کا اقراری قرار دیا کہ درحقیقت باوا صاحب مسلمان ہیں جیسے کہ انکی سمادھ واقعہ ڈیرہ نانک میں چولہ صاحب کی وصیت ظاہر کررہی ہے جسکو وہ اور ان کے آباء اجداد چار سو سال سے متھا ٹیکتے ہیں اب ممکن نہیں کہ کسی سیاہ کار کی بہتان اور افترا سے باوا صاحب کو ہندو وغیرہ کہہ سکیں اور بغیر نماز روزہ حج زکوٰۃ قابل نجات ٹھہر سکیں +

اتنے ثبوتوں کے بعد بھی اگر کسی کے دل میں شک اور کفر جاگزین ہے تو اسکو چاہیے کہ کروڑوں باشندوں کو مار کر اور بیسیوں عبادتخانوں کو مسمار کرکے اور چولہ صاحب کو جلا کر اور باوا صاحب کا خون جگر کھا کر اور انکی محنتوں اور کوششوں کے شائع اور یادگار بیخ تلف کردے اور ملک ہلاک اور وہ بدہ گشت کرکے لوگوں کے دلوں میں کفر اور بدبودار ناپاک جھوٹھ بٹھادے۔ مگر جب یہ نہو سکے تو خود بھلا مانس اور حلال زادہ بنکر باوا صاحب کی یادگاروں اور وصیتوں کو عزت کی نگاہ سے دیکھکر اسلام قبول کرے۔ اب بھی اگر میرے ہموطن اور بھائی بند حضرت باوا نانک صاحب کے طریق اسلام کو قبول نہ کریں تو بیشک یہ بات ظاہر ہو جاویگی کہ وہ سکھ نہیں بلکہ پاپی اور باوا صاحب کے دشمن ہیں۔ الحمدللہ کہ ہم اصلی سکھ ہیں کیونکہ مشرف باسلام ہوکر باوا صاحب کے سچے چیلے ہو گئے ہیں۔ پرماتما اور ونکو بھی توفیق دیوے یہ بھی یاد رہے کہ دیانند جی جو کہ آریوں کے امام ہیں انھوں نے باوا صاحب کو مکار دھوکا باز دربردہ منافق اور ہندوؤں اور مسلمانوں میں مل جل بیٹھنے والا - رکابی مذہب والا - ریاکار - شہرت کو چاہنے والا اور خواہ نخواہ سنسکرت داں ہونے کا دعویٰ کرنے والا جاہل مطلق لکھا تھا - دیکھو ستیارتھ پرکاش باب ۱۱ صفحہ ۴۷۴ - ۴۷۷ - پس اب ہم سکھ داروں

اشتہار اس رسالہ اختیار الاسلام میں صرف سکھ مذہب کا ہی خاتمہ نہیں کیا گیا بلکہ اسکے حصہ ۱ و ۲ و ۳ حصہ و نہم میں آریہ مت اور عیسائیت کی تردید پرزور عبارت اور زبردست دلائل حقہ اور براہین قاطعہ سے کی گئی ہے

اور اپنے بھائی بندوں کی خدمت میں التماس کرتے ہیں کہ جو شخص (سوامی دیانند) ایسے مہاتما بزرگ کی نسبت ایسے ناپاک اور غلیظ ناگفتہ بہ کلمات لکھے وہ ایسا شخص نہیں کہ اُس کی بات کو مان لیا جاوے پس ایسے پنڈت اور آریاؤں سے پرہیز کرنا چاہیے جنھوں نے باوا صاحب کو ایسا گمراہ اور ناپاک بدباطن کنجوس مکھی چوس تجویز کیا ہے۔ ہم ایسے لوگوں اور پنڈتوں سے بہت بیزار اور ناراض ہیں جو ایسے مہاتما بھگت اور بزرگ کی شان میں ایسے خبیث الفاظ بولتے ہیں۔ افسوس اُن سکھوں پر جو حضرت باوا صاحب کو ترک کرکے دیانند کے پیچھے لگ گئے ہیں اور ان کے واہیات خلاف عقل و قانون قدرت دربارہ چارسو سال عمر پانے اور نیوگ وغیرہ کے طمع میں آکر آریہ بنگئے ہیں لیکن یاد رکھیں کہ کچھ دن بعد انھیں دیانندجی کے حکم کے بموجب کیس داڑھی اور موچھیں وغیرہ منڈانی پڑینگی (ستیارتھ صفحہ ۴۰۸) اور روزانہ سندھیا اور اگ جلا کر اس میں کئی ایک قیمتی اشیا مثلاً کستوری۔ کیسر۔ روغن زرد وغیرہ چیزہ پندرہ اشیا دو وقتہ خرچ کرکے فی کس کم از کم عہ روپے ماہوار خرچ کرنا پڑے گا ورنہ شودر محسوب ہونا پڑے گا جس کا رسالہ ہذا میں ذکر ہے (یعنی رسالہ اختبار الاسلام میں)

اشتہار

اسمیں شک نہیں کہ مخالفین کے بارہ میں ہمنے بہت کچھہ لکھا ہے اور جو کچھہ انکی تعلیم اور اصول مذہبی ہمارے ضمیر قلب سے اتفاق نہیں رکھتی ہیں انھیں ہمنے ناقابل عمل تحریر کیا ہے اور اپنی سمجھہ اور علم کے موافق ابطال باطل اور احقاق حق میں کماحقہ کوشش کی ہے جس کا باعث معزز بلند منزلت بزرگ احباب کی قدردانی اور حوصلہ افزائی ہوئی ہے مگر ہمیں بعض وجوہات نے مجبور کیا ہے کہ اپنے مشن اور سلسلہ کو مختصراً ہدیہ ناظرین کردیں سو اس غرض کے ایفا کرنیکیلیے ہم وہی اشتہار اندراج رسالہ کرتے ہیں جس کا عربی میں ترجمہ ہو کر بلاد مصر و عرب اور مکہ مدینہ میں ایام حج کے دن لاکھوں انسانوں میں شائع ہو کر باعث ثواب و ہدایت ہو گا اور اُمید کرتے ہیں کہ کوئی صاحب اسے اردو۔ گجراتی۔ چینی۔ جاپانی۔ اور برہمی اور ملائی زبانوں

میں ترجمہ کرکے ثواب عظیم سے بہرہ ور ہوگا۔ یہ سلسلہ بہرصورت پھیلے گا مگر ہمیں اس کی اشاعت کرکے ثواب لینے کا بہانہ مل جاتا ہے۔ کچھ سالوں کے بعد اس مشن کے واعظ اور خادم بہت ہوں گے مگر خدا کے ہاں اُن کی وہ قدر اور عزت نہ ہوگی جو اس وقت کے جفاکش حامیان دین متین کی ہوگی۔

اور وہ اشتہار جس کا وعدہ کیا گیا ہے مفصلہ ذیل ہے۔

امام مہدی

بخدمت علماء فارس و مصر و بلاد اسلامیہ خصوصاً عالیجناب محمد عبدہ مفتی دیار مصریہ۔ مفتی کشمیر۔ شریف مکہ۔ محمد رشید رضا منشی المنار مصر۔ محمد کامل صاحب بحیری صاحب الامتیاز طرابلس۔ شیخ الاسلام قسطنطنیہ۔ ملا بابا حاجی سجادہ نشین میرا شریف و حافظ موسیٰ صاحب تونسوی۔ سجادہ نشین گڑھی۔ سجادہ نشینان حضرت محبوب سبحانی بغداد شریف و اجمیر شریف وغیرھم بالقابہم۔

خداوند عالم کی ہمیشہ سے عادت رہی ہے کہ جب وہ دیکھتا ہے کہ دنیا فسق و فجور اور ہر ایک قسم کے ناپاک گناہوں سے بھر گئی ہے اور حقیقی تقویٰ اور خدا ترسی لوگوں کے دلوں سے مفقود ہوگئی ہے اور خدا کی وہ تعظیم اور تکریم جو طبعاً اُس کے نیک بندوں کے دلوں پر مستولی ہوتی ہے وہ دوسری طرف منسوب کی جاتی ہے اور ابنائے جنس کے حقوق کی پروا نہیں کی جاتی تو ایسی روحانی خشک سالی کے وقت اللہ پاک ایسے شخص کو مبعوث فرماتا ہے کہ علم لدنی سے معمور اور فیوض الٰہیہ اور برکات متواترہ اور تائیدات متکاثرہ سے بہرہ ور ہو اور تاثیرات علمی و عملی اخلاقی و نفسی۔ ایمانی و عرفانی اور افاضۂ خیر سے دنیا کو گناہوں کی نجاست سے کلی نجات دے اور رسمی مذاہب اور سنن سے نکال کر حقیقی روحانی اور عرفانی کوزہ پلاوے۔

اما بعد گذارش ہے کہ اس زمانہ میں ہمارے اکثر علماء کی حالت ایسی ناپاک اور ناگفتہ بہ

ہوگئی ہے کہ اُس کا بیان کرنا گویا اسلام کو مخالفین کے سامنے ذلیل کرنا ہے پس جب علماء کی یہ حالت ہے تو عوام کالانعام کا کیا ذکر عاقل را اشارہ بس است۔ الامین اس قدر بیان کرنے سے نہیں رہ سکتا کہ شیطان مردود نے صرف اُمّی یعنی ان پڑھ مسلمانوں پر حملہ نہیں کیا ہے بلکہ اہل اسلام کے خاص گروہ کے ایمانی خزانہ کو بھی لوٹ لیا ہے اور لاکھوں کو اس خراب آباد ہندوستان میں مرتد کرکے ہلاک کردیا ہے چنانچہ بعض بدبختوں کو اسنے یہ تعلیم دی ہے کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دینے میں ہی نجات ہے اور زمانہ جاہلیت کی بدبو دار رسم متعہ بازی سے ہی تطہیر قلبی وابستہ ہے اور بعضوں کو یہ تلقین کی ہے کہ حضرت عیسیٰ دو ہزار برس سے بجسدہ العنصری اپنے ہمجنس بنی نوع انسان سے منفرد اور واحد لاشریک قرار پاکر آسمان پر خداوند عالم کے دربار میں فروکش ہیں اور جبتک وہ دنیا میں بھی رہے تھے اُسوقت بھی اپنی تفرید اور الوہیت کے ثبوت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کر رکھا تھا چنانچہ ان گمراہ لوگوں کے قول کے موافق حضرت عیسیٰ (نعوذباللہ) خالق عالم الغیب اور محیی اموات تھے اور اب بھی حسب آیت † اَوْصَانِیْ بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ مَا دُمْتُ حَیًّا وَّ بَرًّا بِوَالِدَتِیْ آسمان پر صوم و صلوٰۃ اور زکوٰۃ للہ فی اللہ دینے میں ہمہ تن مصروف ہیں اور اپنی والدہ* ماجدہ حضرت مریم کی خدمت کرتے ہیں برین عقل و دانش بباید گریست اور بعضوں کو شیطان نے یہ پٹی پڑھائی ہے کہ حضرت عیسیٰ آسمان سے بجسدہ العنصری نازل ہونگے اور حضرت امام مہدی سے ملکر بزور شمشیر اسلام پھیلاینگے اور زمین کو ہولناک خونریزی سے سُرخ کرینگے اور آیت لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ یعنی دین میں جبر و اکراہ (زبردستی) ہرگز جائز نہیں) اُسکو پس انداز کردینگے گویا اس آیت کو عملاً منسوخ کرکے قرآن کریم کی اصلاح کرینگے (نعوذباللہ) یا یوں کہو کہ قرآن کریم کی نصوص صریح کے مخالف ہوکر جبر اور اکراہ سے دین پھیلانا جائز قرار دینگے اور بعض جاہلوں کو سکھا دیا کہ دجّال اور اُس کا گدھا دونوں اپنی اپنی ذات میں واحد لاشریک ہیں یعنی آیت لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ کی صفات الٰہیہ کو اپنی اوپر عاید کرینگے گویا نعوذباللہ بوجہ والد و والدہ ہونیکے خود خدا ہوگئے اور دجال مومنوں کو مار کر پھر جلائے گا اور خدا کی صفت احیا و امانت کو اپنے اوپر عائد حال کرے گا علاوہ ازیں

* حضرت مریم فوت ہوگئی ہیں مگر نادان اس آیت سے مجبوراً استنباط کرکے اسکو زندہ مانتے ہیں کیونکہ اگر انکی موت کے
عذر کرے کہ آسمان پر زکوۃ کسکو دیتے ہونگے اور والدہ ماجدہ کی خدمت جو مدتہائے دراز سے زمین پر فوت
فکر سے کیا جاوے کیونکہ ان دو رکوعوں میں فتنہ دجال کا علاج رکھا ہے اور ایسا کرنیوالے فتنہ دجال سے محفوظ رہینگے لیکن ہم دونوں

بہتوں کو یہ تعلیم دی کہ پیر پرستی قبر پرستی اور شیئاً للہ پر ہی ثواب دارین اور نجات اخروی منحصر ہے۔ قصہ کوتاہ ایسی مردہ بدعتوں اور برے ممنوعوں اور فسق و فجور نے اسلام کے منور چہرہ کو بدنما کر دیا ہے پس ان تمام گمراہیوں کی ہدایت اور ظلمتوں کے منتفی کرنے کیلئے اللہ پاک نے اپنے سچے وعدہ کے موافق (وعد اللہ الذین امنوا منکم و عملوا الصّٰلحٰت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلکم اور حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے قول کے مطابق (ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علیٰ کل راس مائۃ من یجدد لھا دینھا۔ اس مبارک زمانہ میں حضرت میرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو مسیح موعود اور مہدی معہود + تعین کر کے مبعوث فرمایا ہے لہٰذا آپ نے مذکورۃ الصدر بدعتوں اور گمراہیوں سے نکھو نکھا بنی نوع انسان کو نجات کلی عطا کی ہے اور اپنے تئیں مخاطبہ الٰہیہ اور مکالمہ ربانیہ سے مشرف پا کر حضرت عیسیٰؑ کا بروز کامل قرار دیا ہے اور نیز فرمایا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بموجب آیت انی متوفیک ورافعک الی اور فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم بقضاء الٰہی فوت ہو کر مردوں میں شامل ہو گئے ہیں چنانچہ ان کا مقبرہ سرینگر واقعہ کشمیر میں موجود ہے اور انکے آسمان پر بجسدہ العنصری اٹھائے جانے کی کہانی بالکل بے بنیاد اور صریح غلط ہے اور آیت کریمہ ما المسیح ابن مریم الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل اور ما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء و رسل جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پیشتر لوگوں کی ہدایت کے لیے مبعوث ہوتے تھے وہ سب کے سب اس دار فانی سے انقطاع پذیر ہو کر راہی عالم بقا ہو گئے ہیں یعنی فوت ہو گئے ہیں اور اس امر سے انکار کرنا گویا اپنے تئیں قرآن اور اسکی تعلیم سے مرتد ظاہر کرنا ہے اور حدیث متفق علیہ مستدرک۔ طبرانی۔ مواہب اور شرح الکرامہ کہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان جبریل یعارضنی القرآن مرتین ... واخبرنی ان عیسیٰ ابن مریم عاش عشرین ومائۃ لا ارانی الا ذاھب علی راس ستین یعنی حضرت عیسیٰ ایکسو بیس سال تک زندہ رہے پس یہ حدیث بالکل صحیح اور درست ہے اور نیز وفات موسیٰ و عیسیٰ حسب فرمودہ سید عالم

+ لا مہدی الا عیسیٰ سے یہ مراد ہے کہ حضرت عیسیٰ مہدویت اور مسیحیت کے ہر دو خلعت کا متحمل ہوگا۔ چونکہ وہ اسلام کے اندرونی اختلاف کو فرو کر کے اصلاح کریگا اسلیے اسکو مہدی کہا گیا اور چونکہ وہ کاسر صلیب ہوگا اس لیے اسکو بوجہ اصلاح و ہدایت اہل فرنگستان مسیح یا عیسیٰ کہا گیا۔ منہ

بقیہ نوٹ صفحہ ۱۱۹ - بڑے مال و اسباب تجارت کے لیے لائے گا۔ اس سے یہ امر اظہر من الشمس ہے کہ دجال سے مراد بڑی بھاری تاجرانہ کمپنی اور پادریوں کے مشن اور مکر عظیم ہے اور یہ امر کسی پر مخفی نہیں کہ انگلستان کی تجارت روئے زمین پر فائق ترین ہے اور لکھا ہے کہ خر دجال چالیس روز میں دنیا بھر میں دورہ کرے گا۔ اب ہر کس و ناکس جانتا ہے کہ ریل چالیس روز کے اندر دنیا میں پھر سکتی ہے اور انسان امریکہ سے مشرق اور مشرق سے مغرب میں بآسانی و بسرعت تمام آجا سکتا ہے۔ منہ

صلے اللہ علیہ وسلم لو کان موسیٰ و عیسیٰ حیین لما وسعھما الا اتباعی بالکل
درست ہے یعنی فرمایا رسول کریم صاحب نے کہ اگر موسیٰ اور عیسیٰ زندہ ہوتے تو انکو میری ہی اتباع
اور اطاعت کرنی پڑتی گویا مر گئے ہیں اور نیز یہ شعر کہ

کجا شد عیسیٰ مریم کہ مردہ زندہ میکردی — سلیماں خود کجا رفتہ کجا تخت سلیمانی

حضرت عیسیٰ و سلیمان کی موت کو پایہ ثبوت تک پہنچاتا ہے ۔ پس جب یہ ثابت ہوگیا
کہ حضرت عیسیٰ دیگر انبیاء بنی اسرائیل کیطرح فوت ہوگئے ہیں اور اُن کا مقبرہ سرینگر میں موجود
ہے اور ۵۰۰ اہل کشمیر نے بہ ثبت دستخط صحیح اس مقبرہ کی شہادت دی ہے کہ یہ مقبرہ حضرت
عیسیٰ کا ہے اور ۱۹۰۰ برس سے بنا ہوا ہے تو پھر عیسائیت کی عمارت گر پڑی اور کفارہ کا گھر برباد
ہوگیا اور صدہا بنی نوع انسان مردہ پرستی اور صلیب کی غلامی سے آزاد ہوگئے لیکن اُن
سادہ لوح مولویوں اور کوتاہ اندیش مسلمانوں پر افسوس ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حضرت محمد صلے
اللہ علیہ وسلم پر دس فضائل میں ترجیح دیکر عیسائیوں کو ناحق گو نا گوں امداد اور کمک دے رہے
ہیں اور خود اپنے بیانات اور اقراروں سے حضرت عیسیٰ کو عالم الغیب اور محیی اموات وغیرہ
صفات الٰہیہ سے متصف مانکر خواہ نخواہ خداوند عالم کا حقیقی بیٹا قرار دے رہے ہیں
ان بیہودہ اعتقادوں سے یہ نتیجہ بد نمودار ہوا کہ صرف بلاد ہند میں تیس لاکھ بنی نوع انسان
جو پیشتر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق زار تھے اور سید ہونے کا فخر کرتے تھے اب عیسائیت
اور ارتداد کا جامہ پہنکر اسی افضل الرسل سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب و شتم اور ناپاک بد الفاظ
الفاظ سے یاد کرنے لگ گئے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون مگر شکر کا مقام ہے کہ حضرت
امام مہدی علیہ السلام نے چند سالوں اور مواقع پر سعی بلیغ کر کے صدہا بدعات کا قلع قمع
کیا ہے اور عیسائیت کی بیخ اُن سے بوسیدہ ہوگئی ہے چنانچہ کسی پادری کو یہ جرأت نہیں ہے
کہ ادنیٰ ترین مرید امام صادق سے تاب مقابلہ و گفتگو لاسکے ۔ اور بشپ صاحب لاہور ابھی
دنوں میں حضرت امام مہدی سے خوفناک شکست کھا کر دم بخود رہ گئے ہیں جن کا نام نامی جی ایل
[illegible] ہے اور صدہا طالبان حق جو عیسائیت سے متاثر
اور بدعات میں مستغرق تھے امام موعود کی تاثیر قدسی اور کشش مقناطیسی اور جذبہ روحانی سے
متاثر ہوکر از سر نو دائرہ اسلام میں داخل ہوئے ہیں اور تاریکی کے فرزند اُن سے ایسے بھاگتے

کاش کوئی احمدی بھائی اس اشتہار کو پشتو میں ترجمہ کر کے سرحدی علاقوں میں شائع کرے ۔

ہیں جیسے نور سے ظلمت اور لاحول سے خناس۔

نیلن بلاد اسلامیہ کے دور افتادہ بھائیوں کی آگاہی کے لیے اس قدر بیان کرنا قرین مصلحت اور ہم میں سے ہر ایک کا فرض منصبی معلوم ہوتا ہے کہ اُن بیچاروں کو جنکے آباو اجداد سالہائے دراز سے امام مہدی کے انتظار میں گذر گئے اور گذر رہے ہیں اس عظیم الشان امام صادق کی شان میں اُن علامات کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے ۱۳۰۰ سال پہلے اپنی زبان مبارک سے فرمائی ہوئی تھیں شائع کر دیں جنکے ظہور پر پورے پر اسلام کا غلبہ ہوگا اور امام صادق کی تصدیق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادتوں اور بیانوں سے وابستہ ہے اور جنکے انکار سے آنحضرت صلعم کا کفر اور صریح انکار لازم آتا ہے پس وہ علامات اور پیشگوئیاں حسب ذیل ہیں +

(۱) اول یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ایک ہی رمضان کے مہینہ میں چاند گرہن اور سورج گرہن واقع ہو جاوے تو سمجھو کہ امام مہدی آگیا دیکھو دار قطنی جلد ۸ صفحہ ۱۸۸ چنانچہ یہ پیشگوئی ۱۸۹۴ء مطابق ۱۳۱۱ھ میں پوری ہو گئی +

(۲) دوسرے یہ کہ حضرت امام مہدی کے زمانہ میں خوفناک طاعون پڑے گی اور اُس کے مخالفوں کو ہلاک کریگی فیدعو عیسے نبی اللہ واصحابہ فیرسل اللہ علیھم النغف دیکھو مشکوٰۃ شریف باب الدجال صفحہ ۴۶۸ +

(۳) تیسرے یہ کہ ستارہ ذو السنین (دمدار ستارہ) طلوع کرے گا جیسے کہ حضرت عیسیٰ کے وقت طلوع ہوا تھا پس وہ معہود تارہ ۱۸۸۴ء کو طلوع ہو گیا +

(۴) چوتھے یہ کہ اُس کے زمانہ میں حج بند کیا جاوے گا چنانچہ چند بار ہزارہا حاجی گو راستہ ہی سے واپس کیے گئے ہیں اسی طرح اور بھی بہت سی علامات دربارہ ظہور مسیح موعود پوری ہو چکی ہیں اور عین غلبہ نصاریٰ کے وقت کسر صلیب کے لیے وہ مرد خدا مبعوث ہوا ہے اور قرآنی آیت انا ارسلنا الیکم رسولا شاھدا علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا ؕ سے ظاہر ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مثیل موسیٰ ہیں پس جسطرح حضرت موسیٰ کے بعد چودھویں صدی میں حضرت عیسیٰ کا آنا ہوا اسیطرح مشابہت کی تکمیل کے لیے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم (مثیل موسیٰ) کے بعد چودھویں صدی میں امام مہدی

یعنی مثیل عیسیٰ (مسیح موعود) کا آنا بھی از بس ضروری اور لازمی ٹھیرا۔ سو یہ بات اسطرح انجام پذیر ہوئی کہ حضرت میرزا صاحب حضرت عیسیٰؑ کے بروز میں جلوہ افروز ہوئے ہیں اور موسوی سلسلہ اور محمدی سلسلہ میں مشابہت حسب آیت کریمہ خاطر خواہ واقع ہو گئی ہے اگر ایسا نہ مانا جاوے تو آیت غلط اور نادرست منصور ہوگی اور یہ ایسا کرنے والا مرتد ہو سکتا ہے پس جسطرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کا جلالی رنگ حضرت رسول کریمؐ سے ملتا جلتا ہے اسیطرح حضرت عیسیٰ کی جمالی رنگ والی اخلاقی تعلیم حضرت امام مہدی و مسیح موعود کی جمالی تعلیم اور مخالفت فتویٰ جہاد* سے ظہور پذیر ہوئی ہے کیونکہ اس زمانہ میں حسب آیت **فمن اعتدی علیکم فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدی علیکم** قلم کا جہاد جائز اور تلوار کا جہاد قرآنی نص صریح سے ناجائز ٹھیر گیا ہے کیونکہ اس وقت کوئی کافر مذہبی فرائض سے روکنے کے لیے مسلمانوں کو کفار مکہ کیطرح کوشاں اور جوشاں نہیں بنا بریں حضرت امام مہدی علیہ السلام نے اپنی نثر کتب عربیہ فارسیہ وغیرہ میں قلم سے تلوار کا کام لیکر منکرین و معاندین اسلام کو دلائل عقلیہ نقلیہ سے گھائل کر دیا ہے اور مخالف نافہم مولویوں پر نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ سے اپنے دعوی کی اتمام حجت کر دی اور ہر ایک عذر اور اعتراض کا جواب شافی دیا ہے یہانتک کہ کسی مخالف کو سر اٹھانیکی طاقت نہیں رہی۔

لیکن اب سائل پوچھ سکتا ہے کہ اگرچہ وہ تمام علامات اور پیشگوئیاں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مسیح موعود و مہدی معہود کی آمد کے بارہ میں تحریر فرمائی تھیں سب حرف بحرف پوری ہو گئی ہیں لیکن یہ کیسطرح مانا جاوے کہ فی الواقعہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ہی مسیح موعود اور مہدی معہود ہیں پس اس کے جواب میں عرض ہے کہ اگرچہ ان معجزات اور کرامات اور زبردست دلائل کی اس اشتہار میں سمائی گنجایش نہیں کیونکہ اس اشتہار سے ہماری اصل غرض اور مقصود اعلیٰ صرف اتنا ہی ہے کہ دور افتادہ بیچارے بھائیوں کو جو ہمسے اور اس نعمت عظمیٰ سے ہزاروں میل دور اور لاعلمی اور غفلت میں پڑے ہوئے ہیں اور باوجود اس مبارک زمانہ میں ہونے کے نہیں ہیں انھیں صرف اطلاع دینا ہے مگر پھر بھی بطور نمونہ مشتے از خروارے چند معجزات اور کرامات کا مختصراً ذکر کرتے ہیں تاکہ دور افتادہ معصوم اور مومنات غافلات مستورات اور بچوں مردوں جوانوں اور قابل احترام بوڑھوں کے دلوں میں امام مہدی کی

*امام مہدی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں حسب حدیث یضع الحرب تمام دینی جنگوں کو منسوخ کرتا ہوں اور جو کوئی آئندہ دین کی خاطر کافر پر تلوار اٹھاتا ہے وہ خدا کے نزدیک گناہگار ہے کیونکہ ان دنوں ایسا کوئی نہیں جو مذہبی فرائض سے مسلمانوں کو بزور شمشیر نہیں روکتا ہے۔ منہ

صداقت بطور قاعدہ کلیہ ذہن نشین ہو جاوے چنانچہ معجزہ اول (۱) یہ ہے کہ ایک مخالف و مکذب مولوی غلام دستگیر قصوری نے حضرت امام مہدی کے دعوی مسیحیت و مہدویت سے انکار اور کفر کر کے ابو جہل کیطرح یہ مباہلہ یا دعا اپنی مطبوعہ کتاب فتح رحمانی کے صفحہ ۲۷ میں یہ لکھی اور شائع کی کہ اے قادر خدا تعالی اگر یہ شخص (مرزا غلام احمد) اپنے دعوی مہدویت و مسیحیت میں برحق ہے تو مجھکو جو اسکی تکذیب اور توہین کرتا ہوں ہلاک کر ڈال تاکہ مجھکو ایک کے مرنے سے لاکھوں کروڑوں عامۃ الناس کے لیے ہدایت اور صداقت کا رستہ کھل جاوے لیکن اگر وہ فی الحقیقت اپنے دعاوی میں حق پر نہیں بلکہ مفتری اور کذاب ہے تو اسکو ہلاک کرتا کہ اس کے فتنہ سے لاکھوں ناواقف لوگ بچیں یعنی فریقین (مرزا غلام احمد و غلام دستگیر) میں سے جو کوئی راستی سے دور اور تیرے علم میں ناراستی کا حامی ہے اسکو ایک خوفناک فوق العادت عذاب شدید میں مبتلا کر کے ہلاک کر کہ لوگ اس عبرت انگیز ماجرے کو دیکھکر خود بخود حق و باطل میں کھلم کھلا فیصلہ کر لیں اور کسی مخالف اور معاند کو حق و باطل میں ذرہ گنجائش اور عذر باقی نہ رہے۔ خدا کی قدرت دیکھو کہ اس مباہلہ کے بعد تین ماہ کے اندر اندر وہ مخالف مکذب مباہلہ کرنے والا مورد غضب الٰہی ہو کر عذاب شدید میں مبتلا ہو کر اس جہان فانی سے بصد حسرت کوچ کر گیا اور اپنی خوفناک موت اور نتیجہ مباہلہ سے ابو جہل کی موت کی طرح امام مہدی کی صداقت دعاوی پر مہر لگا گیا اور حضرت مرزا صاحب کے مخالفین کو ہمیشہ کے لیے ناراست اور کاذب ٹھہرا گیا اب اس آسمانی فیصلہ سے کوئی مسلمان جو قرآنی تعلیم کو ماننے والا کلمہ گو ہے اس فیصلہ سے اسطرح انکار نہیں کر سکتا جسطرح ابو جہل کے مباہلہ اور نتیجہ سے منکر نہیں ہو سکتا۔ فقط یہی ایک معجزہ ظہور پذیر نہیں ہوا بلکہ اس ملک (ہند) میں ہزاروں ایسے معجزات ابطال باطل اور احقاق حق کے لیئے اکسیر ثابت ہوئے ہیں چنانچہ حضرت امام مہدی علیہ السلام اپنی تصنیف کردہ کتاب تریاق القلوب کے صفحہ ۴۵ میں تحریر کرتے ہیں کہ میرے مقابلہ میں کسی پاؤں اور دلکو قرار نہیں کہ قبولیت دعا اور قرآنی حقائق معارف کے بیان کرنے میں میرا ہم پلہ ٹھیر سکے۔ اور سرمہ چشم آریہ۔ اربعین۔ ضمیمہ انجام آتھم میں اس امر کی تصریح اور توضیح کی ہوئی ہے۔ چنانچہ آخر الذکر کتاب میں لکھا ہے کہ اگر ہزار اشخاص بھی میرے مقابلہ میں

بد دعا اور مباہلہ کریں تو ان میں سے ایک نفس بھی صحیح و سلامت جانبر نہ ہو گا۔ یہ خدا تعالےٰ کا میرے ساتھ وعدہ ہے جسے وہ ہمیشہ ایفا کرتا آیا ہے +

معجزہ دوم یہ ہے کہ قرآنی حقائق و معارف کے بیان کرنے میں فصیح بلیغ عربی میں مجھے (مرزا صاحب) وہ طاقت اور فیضان الٰہی عطا ہوا ہے کہ اس اعجاز اور علم لدنی کے مقابلہ میں آج دنیا عاجز ہے حالانکہ دس ہزار روپیہ بھی انعام مقرر کر رکھا ہے

معجزہ سوم۔ یہ ہے کہ حضرت امام مہدی فرماتے ہیں کہ اگر کوئی مخالف میرے مقابلہ میں قبولیت دعا میں میرا ہم پلہ ٹھہر سکے تو سمجھو کہ میں خدا کیطرف سے نہیں۔ علاوہ ازیں اللہ کریم جو عالم السر والخفی ہے اکثر امور غیب بطور پیشگوئی قبل از وقوع مجھ پر ظاہر فرماتا ہے اگر دنیا میں سے کوئی اس امر میں میرا مقابلہ کر سکے تو سمجھو کہ خدا کیطرف سے میں مامور و مؤید و رسول نہیں ہوں اگر کوئی متنفس نشانات آسمانی اور معجزات رحمانی میں میری برابری کر سکے تو سمجھو کہ میں اس جہان کے خالق رازق کی طرف سے مبعوث نہیں ہوا ہوں اگر کوئی حقائق و نکات قرآنیہ کے فصیح بلیغ عربی میں بیان کرنے میں میری برابر ٹھہر سکے تو بیشک مجھے کاذب اور مفتری کہا جاوے۔ لیکن اگر ان بیشمار نشانوں اور معجزوں اور ان پیشگوئیوں کو پورا ہوتے دیکھکر جو حضرت سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعود کی بعثت میں فرمائی ہیں انکار ہی کرتا جاوے اور تحقیق حق کیطرف متوجہ نہ ہوے تو اس سے بڑھ کر بھی کوئی شقی اور بے ایمان نہیں گویا رسول کریمؐ کی پیشگوئی کو پورا ہوتے دیکھکر موعود شخص سے انکار کر کے تمام پیشگوئیوں پر ظالمانہ حملہ کیا ہے اور دل میں سمجھ لیا کہ نعوذ باللہ آنحضرتؐ کی فرمودہ علامات دربارہ آمد مسیح بے محل اور بغیر مصداق وقوع پذیر ہو کر سید عالم پر حرف لاتی ہیں۔ پس تمام اہل عرب و عجم و مصر و شام و روم و فارس کی خدمت میں مؤدب التماس ہے کہ اس اشتہار کے مضمون پر غور و فکر کر کے حق و باطل میں فیصلہ اور امتیاز کریں۔ اور کونوا مع الصادقین کے عامل ہو کر قرآن اور اسلام کی اطاعت اور اشاعت میں مستعد اور کمربستہ ہوں ورنہ خدا کا غضب جو بر رنگ طاعون اور گوناگوں بربادی بخش حادثات ظہور پذیر ہوتا ہے کسی مخالف اور معاند کی پرواہ نہیں کرے گا جو کلمہ گو مسلمان امام برحق کی شناخت کر کے بیعت میں داخل نہیں ہوتا در اصل وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا

دشمن اور مخالف پڑا ہوا ہے کیونکہ اس نے اس قدر نشانات اور احادیث اور آیات قرآنی کی تکذیب اور توہین کی ہے اور وقت پر نعمت غیر مترقبہ سے لااُبالی کرکے اعراض کیا ہے پس اب جو کوئی اپنے بھائیوں بہنوں اور بچوں بچیوں اور معصوم و بیخبر عورتوں پر رحم کرنا چاہتا ہے اُسپر فرض ہے کہ حق کو قبول کرے نہیں کسی بدبخت کا رعب اور بیجا محبت اور دنیا طلبی اپنی سدراہ نہ بناوے - پس اب کسی کو بروز قیامت عذر کرنے کی گنجایش نہیں رہیگی کیونکہ بالآخر ہم اُن تمام گرامی قدر صاحبان جن کے نام ابتدا میں مندرج ہیں مخاطب کرکے لکھتے ہیں کہ آپ صاحبان خصوصاً حق کے قبول کرنے میں بسرعت کام لیں اور دوسروں کے لیے سدراہ نہ ٹھہریں - اگر کوئی مخالف اب بھی اُن امور اور حقائق اور حق کو قبول نہیں کرتا اور نہ مقابلہ کرتا ہے تو وہ دیدۂ و دانستہ میرے خیال میں دین و ایمان اور دیانت و امانت سے خارج اور دین اسلام سے باہر ہے -

اُمید ہے کہ مخاطبین بزرگ لوگ ان کمزوریوں کو اپنی ذات پر عائد نہیں ہونے دینگے اگر عائد ہونے دینگے تو عوام کے لیے اتمام حجت اور حق کی راہ کھل جاویگی -

خاکسار عبدالرحمن اعفی عنہ

مدرس مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان

خلاصۂ مطلب

بھائیو! جب اللہ تعالیٰ نے اس قدر آپ لوگوں پر فضل کیا ہے کہ عین وقت پر اللہ پاک نے تمھاری نازک حالت پر جبکہ اسلام کی کشتی منجدھار میں تھی ایک مامور و مرسل مبعوث فرمایا ہے تاکہ وہ تمھیں وہ ساری نعمتیں دلائے جو تم سے فیج اعوج کے دوران میں چھن گئی تھیں اور اُن برکات سے مالامال کرے جیسے صحابہ رضی اللہ عنہم سرشار ہوئے تھے پھر آپ لوگوں کو کمربستہ ہوکر دین حق کی امداد اور تعمیل ارشاد حضرت امام مہدی میں طیار رہنا چاہیے - اگر کلمہ گو مسلمان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک پیشگوئی اور نشان دربارہ

آمد مسیح پورا ہوتا ہوا دیکھ لے تو پھر اُسکے اقرار اور اقبال میں لیت و لعل کرے تو پھر وہ مسلمان کیسا ہوا؟ پس جب نہ صرف پانچ پیشگوئیاں مندرجہ بالا پوری ہو چکی ہیں بلکہ صدہا نشان اور کرامتیں بھی حضرت امام الزمان کے صادق اور منجانب اللہ ہونے کی شاہد ہیں تو پھر نہایت قساوت قلبی اور ظالمانہ توہین حضرت صلعم کی ہوگی اگر ان کے ارشاد کی تعمیل میں کوتاہی کی جاوے جن کا وہ کلمہ گو اور عند اللہ شفاعت کا اُمیدوار ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جو کوئی امام وقت کی شناخت نہیں کرتا وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے میں پوچھتا ہوں کہ حضرت امام مہدی کے منکرین اور غیر احمدی مسلمانوں سے اگر کوئی ہندو سوال کرے کہ تم جو کہا کرتے تھے کہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم فرمایا تھا کہ فلاں فلاں نشان اور پیشگوئیاں وقوع میں آویں گی تو اُس وقت دین کا غلبہ امام مہدی کے ہاتھ پر ہوگا اب بتلاؤ کہ وہ علامتیں تو پوری ہو گئیں تمہارا امام مہدی کہاں؟ تمہاری ہزار بارہ سو سالوں کی کتابیں غلط ہیں یا رسول کریم کی بیان کردہ علامات دربارہ مسیح غلط تھیں اور نعوذ باللہ آنحضرتؐ نے جھوٹ بولا کہ فلاں وقت میں امام مہدی آوے گا پر وہ امام نہ آیا بلکہ ایک آیا تو ایک جھوٹا امام آگیا۔ اب اسکے جواب میں غیر احمدی سوائے سکوت کے اور کیا کہہ سکتا ہے اور صرف سکوت ہی پر بس نہیں بلکہ اندر اندر شیطان اسکو بے ایمان کرکے چھوڑے گا اور دل بول اُٹھے گا کہ یا تو نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یونہی جھوٹی اور غلط پیشگوئیاں کر گئے جو فی الواقعہ غلط تھیں یا حضرت امام مہدیؑ برحق ہیں انہیں سے ایک پہلو کا ہو کر یعنی مسلمان یا بے ایمان ہو کر رہنا ہوگا۔ پس بھائیو! اس نعمت غیر مترقبہ سے مستفیض اور مستفید جلد ہو کہ سو گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں۔ اگر تم اس نعمت کی کماحقہ قدر نہیں کروگے تو اللہ کریم ایک اور قوم کو برپا کرے گا جو اسکی قدر و منزلت تم سے بدرجہا بڑھکر کریگی اور تم خدا کا کچھ بگاڑ نہ سکوگے۔ کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ جب پتھریلی زمین باران رحمت کو قبول نہیں کرتی تو نرم اور زرخیز زمین اس سے بہرہ ور ہو کر اور گونا گوں پھول اور پھل پیدا کرکے مالک کی خوشنودی کا باعث ہوتی ہے۔ مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ باران رحمت یونہی رائگاں جاوے اور کوئی زمین بھی اس سے مستفید نہ ہو۔ یہی حال اس باران رحمت (مسیح موعود) کا ہے۔ ایک وہ وقت تھا کہ ۱۸۸۱ء میں جسکو چند سال

گزرنے کو آئے کہ حضرت اقدس کو الہام ہوا کہ حان ان تعان و تعرف بین الناس یعنی وہ وقت قریب آگیا ہے کہ تو عام لوگوں اور دنیا کے کناروں تک پہچانا جاوے اور دور و نزدیک سے تیری مدد ہو ویاتونک من کل فج عمیق ویاتیک من کل فج عمیق۔ ولا تصعر ولا تسئم من الناس یعنی لوگ دور دور سے تیرے پاس آوینگے اور گونا گوں تیرے سامنے تحفہ و تحائف پیش کرینگے اور اس قدر آوینگے کہ راستے گہرے ہو جاوینگے مگر ایسا نہ ہو کہ بوجہ کثرت لوگوں کے ملول خاطر ہو جاؤ اور انکی ملاقات سے تھک جاؤ۔ پس بھائیو! یہ اُس گوشہ گزینی اور تنہائی کے زمانہ کی پیشگوئیاں ہیں جس وقت آپکے نام نامی کا نام و نشان ملک میں نہ تھا مگر جس ذات سے یہ پیشگوئیاں نکلکر آج پوری ہو رہی ہیں اُسی منہ اور ذات سے اُسی وقت کی یہ پیشگوئیاں بھی ہیں کہ انی متوفیک .... وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیمۃ یعنی تیرے ساتھ تعلق پیدا کرنے والے اور تیرے فرمانبردار متبعین الیسے ہونگے کہ مکذبین اُن سے لگا نہیں کھا سکیں گے اور ایسا ہوگا کہ یہ فوقیت اور عظمت و بزرگی اور اقبال تیری ہی جماعت کے شامل حال رہیگا حتی کہ اس دنیا کی صف لپیٹ دیجائے۔ اور ایسا ہوگا کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈینگے۔ اب بتلاؤ کہ جس صورت میں براہین احمدیہ کی بیسیوں پیشگوئیاں اپنے وقت پر تیر بہدف ہو کر پوری ہوئیں پھر باقیماندہ پیشگوئیاں اپنے اپنے وقتوں پر پوری نہوں گی؟ ضرور ہونگی مگر بد قسمت ہے وہ جو غفلت سے یا عمداً پیچھے رہ گیا یا محروم ہو گیا اور دیدہ و دانستہ اپنی جان اور اپنے بچوں کو ہلاک کرتا ہے اور چلتی گاڑی اور کشتی میں سوار نہیں ہوتا جسطرح حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت میں مٹھی بھر جو فی سبیل اللہ خرچ کرنے والوں نے جناب الٰہی سے صلہ میں اسی دنیا میں کروڑوں روپے پائے تو اسکی غلام اور بروز کے پروردہ اور طیار کردہ سچے متبعین کچھ کم .... رہینگے؟

پس بھائیو! اب وقت ہے کہ دین متین کی نصرت اور حمایت میں حصہ لیکر خدا اور رسول سے تعلق اور رشتہ مضبوط کر لو۔ اور یہ حق ہے کہ ایک ایسا وقت ہوتا ہے کہ ایک ادنی خدمت سلطانی سے آل و اولاد کے لیے جاگیریں اور جائیدادیں عطا ہو جاتی ہیں

لیکن بعد میں جب امن قائم ہو جاتا ہے اور سارا ملک مطیع اور فرمانبردار ہو جاتا ہے اُسوقت کی جاں گداز خیر خواہی اور نمک حلالی پر فتنہ وقت کی ندرہ امداد اور حمایت کے مقابلہ میں ہیچ ہوتی ہے ایک وقت آتا ہے کہ اس راہ میں کروڑوں روپیہ خرچ کرنیکو لوگ طیار ہونگے مگر اسوقت کے ایک پیسہ کے برابر بھی اُسکی قدر خدا کے ہاں نہ ہوگی آنحضرتؐ نے بھی یہی فرمایا تھا کہ میرے وقت میں جو ایک مٹھی جو اخلاص سے انفاق فی سبیل اللہ میں دیتا ہے بعد میں ایسے لوگ پیدا ہو جاوینگے کہ اگر کروڑوں روپیہ اشاعت دین میں خرچ کرینگے بلکہ اگر احد کے پہاڑ کے برابر اگر سونا خرچ کرینگے تب بھی ایک مٹھی بھر جو کے برابر جناب الٰہی میں قدر نہ ہوگی بعض لوگ خیال کرتے ہوں گے کہ کاش ہم رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں ہوتے تو نصرت دین میں سینہ سپر ہو کر ہر ایک طرح کی امداد اور جان و مال کے خرچ کرنے سے دریغ نہ کرتے اور دنیا میں آنے کی علت غائی کو سر انجام کرکے خدا اور رسول کو خوش کرکے ابدالآباد کے لیے رضاء الٰہی اور زاد راہ اور راحت کے سامان مہیا کر لیتے مگر وہ یاد رکھیں کہ وہ دن آنیوالے ہیں اور ضرور آوینگے کہ وہ زار زار رو رو کر کہیں گے کہ کاش ہم حضرت امام مہدیؑ کے زمانہ میں ہوتے یا اُنکی خدمت امداد اور خوشنودی کا موقع بذات خود حاصل کر لیتے اور کم از کم اُن کے دیدار سے بہرہ ور ہو کر ایک طرح کے صحابہ یا کہ واقعی صحابہ ہو جاتے +

اس میں شک نہیں کہ اس زمانہ میں دین کی روحانیت سے عام لوگ بکلی بے بہرہ ہو گئے ہیں اور چھلکے اور قشر کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور نمازوں میں ذوق شوق اور دل میں طمانیت اور لذت وصال اور حقیقی ایمان اور نہ بیان ہو سکنے والا وہ سرور موجود نہیں جو عارف باللہ لوگوں کو حاصل ہوا کرتا ہے پس یہ ساری مرضیں ہیں کیونکہ ہر ایک جانتا ہے کہ ہر ایک چیز میں لذت اور سرور ہوتا ہے یعنی کھانے پینے گانے بجانے اور پہننے میں لیکن اگر دل مردہ ہے اور صحت میں فتور آگیا ہے اور طبیعت حد اعتدال سے تجاوز کرکے گوناگوں دکھ درد کی ناشی ہے تو پھر یہ نہیں ہو سکتا کہ جو چیز واقعی میٹھی اور راحت بخش ہے اُس سے راحت ہو اسیطرح نماز اور دعا بھی ایک چیز ہے اور وہ عظیم الشان چیز ہے لیکن جس کے دل میں زنگ ہے اور فسادت قلبی اور دنیا پرستی اور درندگی اُسپر مستولی ہے اور شیشۂ دل زنگ سے مکدر ہو گیا ہے تو پھر معرفت الٰہی کیونکر نصیب ہو

اور ذات باریتعالیٰ کی شان و شوکت اور عظمت و جبروت کا عکس اور پرتوہ کیونکر اس مکدر شیشہ سے گزر کر گناہوں کی میل کچیل کو دھو ڈالے اور اپنی لذت اور سرور سے بہرہ ور کرے مگر سچی استغفار سے اور توبہ تائب ہونے سے ایسے زنگ منتفی ہو جاتے ہیں اور دل کا شیشہ صاف ہو جاتا ہے تو پھر صفات الٰہیہ کا انعکاس اُسکے دل پر پڑتا ہے اور جہاں ستار ہونا چاہیئے وہاں چشم پوشی سے کام لیتا ہے اور جہاں خُلق اور نرمی سے پیش آنا چاہیے وہاں رافت سے پیش آتا ہے اور جہاں جھکنا چاہیے وہاں جھکتا اور حرکت کرتا ہے اور اُس کا ہر ایک فعل رضائے الٰہی پر ہوتا ہے اور اُس کے خلاف کرنا اُس کے لیے محال ہو جاتا ہے اور وہ دنیا کا خیر خواہ اور خادم ہو جاتا ہے لیکن حقیقت میں انجام کار دنیا اُسکو مخدوم بناکر خادم بنجاتی ہے +

اب میں اصل مضمون کیطرف رجوع کر کے لکھتا ہوں کہ جو خدا کیطرف سے مامور ہو کر آتا ہے وہ بہر حال ایک جماعت کو پیدا کر کے جاتا ہے جو باقی دنیا کے لیے نمک کے قائمقام ہوتی ہے لیکن اگر نمک کا بعض حصہ خراب ہو جاوے تو وہ پھینک دیا جاتا ہے اسیطرح جو فنی طور سے عمداً حق و حکمت کو ترک کرتا ہے اور کونوا مع الصّادقین کا مصداق نہیں بنتا ہے یا برائے نام اپنے تئیں احمدی بناتا ہے تو وہ ضرور سلسلہ حقہ سے کاٹا جاتا ہے کیونکہ جس باغ کو محنت سے طیار کر لیا جاتا ہے اُس کا مالک زہریلی اور بیفائدہ بوٹیوں کو ردی سمجھکر کاٹ ڈالتا ہے پس اللہ کریم ہمیں توفیق دے کہ اس یا عمیں رہیں اور نقص اور عیب سے وہ پاک ذات خود ہی ہمیں پاک کرے کہ اُسکی امداد اور تائید غیبی کے بغیر یہ ذرہ بمقدار کچھ نہیں کر سکتا - لیکن مکرر عرض ہے کہ اسوقت کو غنیمت جان کر ہر ایک کو چوکنا ہونا چاہیے اور ایسا ہو کہ غفلت اور سُستی سے عمر عزیز رائگاں نہ گذرے کہ دین اسوقت ایک نازک حالت میں ہے وللہ در القائل

نظم

بیکسی شد دین احمد ہیچ خویش و یار نیست
ہر کسی در کار خود با دین احمد کار نیست

ہر طرف سیل ضلالت صد ہزاراں تن ربود
حیف بر چشمیکہ اکنوں نیز ہم ہشیار نیست

اے مسلماناں خدا را یک نظر بر حال دیں
آنچہ می بینیم بلا ہا حاجت اظہار نیست

آتش افتادہ است در رختش بخیز بد اے یلاں
دیدنش از دور کار مردم دیندار نیست

ہر زماں از بہر دیں در خون دل من می تپد
محرم ایں درد ما جز عالم اسرار نیست

آنچہ برما میرود از غم کہ داند جز خدا
ہر کسے غمخواری اہل و اقارب میکند
خون دیں بینیم رواں چوں کشتگان کربلا
ایخدا ہرگز مکن شاد آں دل تاریک را

زہر می نوشیم لیکن زہرۂ گفتار نیست
اے دریغ ایں بیکسی ہیچکس غمخوار نیست
اے عجیب ایں مرد ما بزاہماں دلدار نیست
آنکہ اورا فکر دین احمد مختار نیست

می سزد گر خوں ببارد دیدۂ ہر اہل دیں
دین حق را گردش آمد صعبناک و ہمگیں
ہر طرف کفر است جوشاں ہمچو افواج یزید
مردم ذی مقدرت مشغول عشرتہای خویش
عالماں را روز و شب باہم فساد از جوش نفس
اے مسلماناں چہ آثار مسلمانی ہمیں ست
ایں دو فکر دین احمد مغز جان ما گداخت
ایخدا زود آ و برما آب نصرت ما ببار

ہر پریشاں حالیے اسلام و قحط المسلمیں
سخت شورے افتاد اندر جہاں از کفر و کیں
دین حق بیمار و بیکس ہمچو زین العابدیں
خورم و خنداں نشستہ با بتان نازنیں
زاہداں غافل سراسر از ضرورتہای دیں
دیدہ چنیں ابتر شما در جیفۂ دنیا رہیں
کثرت اعدائے ملت قلت انصار دیں
یا مرا بردار یارب زیں مقام آتشیں

بعد از خدا بعشق محمد مخمرم
جانم فدا شود بره دین مصطفےٰ

گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم
اینست کام دل اگر آید میسرم

بحث و مباحثہ اور تائید الٰہی

آجکل بعض آریہ مہاشوں نے بحث و مباحثہ کیلیے اکثر شور برپا کیا ہوا ہے لیکن میرے خیال میں اب اُن کا بحث و مباحثہ کرنا بعداز وقت اور بیفائدہ ہے کیونکہ اول تو ہمیں پہلے کوئی ثابت کرکے دکھلاوے کہ فلاں کامل آریہ ہے اور وہ دیانند کی تعلیم اور اصول کا پابند ہے جیسے کہ ہم بتصریح لکھ چکے ہیں کہ پانچ روزانہ فرائض کا تو کیا ذکر صرف دو تین فرائض جنکی ادائیگی محال ہو رہی ہے ناقابل عمل ہیں پھر بحث و مباحثہ چہ معنی دارد۔ ابھی بحث و مباحثہ بھی ایک حد تک ہوا کرتا ہے اور جب وہ وقت فیصلہ آجاتا،

اور فیصلہ سنایا جاتا ہے پھر شور و غوغا مچانا لاحاصل ہوتا ہے چنانچہ حضرت ابراہیم اور موسیٰ
علیہما السلام نے کئی سال بحث و مباحثہ کیا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تیرہ سال تک زبردست
دلائل عقلیہ اور براہین قاطعہ سے کیا اور حضرت غلام احمد علیہ الصلوٰۃ من اللہ الصمد نے پندرہ سال
تک بحث و مباحثہ کیا آخر مثل سابق انبیاء علیہم السلام کو بھی خدائی فیصلہ کی انتظار کرنی پڑی چنانچہ
جسطرح اللہ پاک نے حضرت موسیٰ اور فرعون اور آل فرعون میں فیصلہ ناطق فرمایا اور حضرت
محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور عمائد مکہ کے درمیان فیصلہ کیا اسی طرح اس مبارک زمانہ میں بھی از بس
ضروری تھا کہ وہ پاکذات اپنے قانون لایزال اور عادت مستمرہ کے موافق فیصلہ کر دیتی چنانچہ وہ
فیصلہ لیکھرام کی ہلاکت میں ہو چکا دنیاوی گورنمنٹ جو الٰہی گورنمنٹ کی ظل اور عکس واقع ہوئی
ہے اسمیں بھی قریباً یہی الٰہی قانون اور طریق فیصل جاری ہے کہ طرفین کے وکلاء ایک خاص وقت تک
تقریریں اور بحثیں کرتے رہتے ہیں ایسا نہیں کہ مجسٹریٹ آپ کچھ نہ کرے اور بحث کی دل لگی اور بحث کے سننے
میں ہی مستغرق رہے اور خود محض نابود بیسود ہو رہے بر فریقین میں تصفیہ نکرے یہ تو
وہی معاملہ سکھا شاہی کا ہوا یا اندھیر نگری چوپٹ راجہ۔ سو بھائیو! جسطرح مجسٹریٹ کا فیصلہ
سن لیا جاتا ہے اور مجرم جبپر فرد جرم قرار داد لگ چکتا ہے اُسکو زندان میں ڈالا جاتا ہے
یا عبور دریائے شور کی جلاوطنی بھگتنا ہے پھر بعد میں اُسکے لواحقوں اور ہمخیال ناداں لوگوں کی
شکایتوں اور نالائق حرکتوں پر توجہ نہیں کیجاتی اور نہ ایسا کرنا عند العقل والقیاس قرین انصاف
ہے۔ ہاں اگر کوئی کہے کہ بعد فیصلہ بعض اوقات اپیل بھی ہوا کرتا ہے تو اُس کا جواب یہ ہے کہ
انسانی گورنمنٹ کے حکام کے ہاں یہ جائز ہے تاکہ اُنکی بھول چوک اور رعایت سے حق و انصاف کا
خون نہ ہو جاوے لیکن عدالت عالیہ الٰہیہ میں یہ نقص و عیب ہرگز نہیں کہ دوبارہ اپیل کی حاجت اور
ضرورت پڑے بس آریوں کو بانواس فیصلہ کی رو سے مذکورہ بالا آسمانی فیصلہ قبول کر لینا چاہئیے
اور بیفائدہ بحث مباحثہ کیلیے شور و غوغا مچا کر در پردہ ایشور کو نا انصاف اور لاعلم ٹھہرانا چاہیئے کہ
اُس نے بھول چوک کر ایسا کر دیا اور رعایت سے اپنی ازلی انادی انصاف سے آج تہیدست ہو بیٹھا
اب ہم دیکھتے ہیں کہ رسالہ ہذا اور نیز دیگر ہر دو رسالوں کے عیاں کردہ حق کو آریہ صاحبان کس نظر سے
دیکھتے ہیں اور آریہ سماج اپنے چوتھے اصول کے مطابق کہ آریونکو ست کے گرہن کرنے اور است

فہرست مضامین حصہ دوم

اشتہار

سب سے بڑھکر میں اُس پاک پروردگار کا شکر کرتا ہوں جسنے مجھسے یہ دینی کام لیا ہے اور اُمید ہے کہ اور بھی لیگا مگر پھر بھی میں اس کا اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ خدا نے مجھسے وہ کام لیا جو میرے نزدیک امکان سے باہر تھا - مجھے اُس خدا پاک کی قسم ہے جسکے ہاتھ میں میری جان ہے اس کتاب کے ہر حصص کی تالیف میں نہ میری طاقت لیاقت نے کام کیا بلکہ خالق ارض و سما نے میری مدد اور نصرت کی حتی کہ بعض لطیف مضامین خاص الہام الٰہی سے تحریر کیے گئے ہیں اگر ایسا نہ ہوتا تو کتاب اتنا طول نہ پکڑتی کہ بجائے تعمیل ارشاد حضرت حجۃ اللہ ۴ ورق ۴ صفحات کے قریبًا یہ ۱۴۰ صفحات کی کتاب طیار ہو جاتی - صاحبو! یہ وہ کتاب ہے جسکی تعریف میں حضرات مولٰنا نورالدین و مولٰنا عبدالکریم و مولٰنا سید محمد احسن صاحب جیسے مہاتما بزرگان دین نے خاکسار کی حوصلہ افزائی ہی نہیں کی بلکہ خاص بار یتعالٰی اکے الہام نے بھی اس کا نام تجویز فرما کر ممنون فرمایا ہے کہ اسکی حد نہیں گویا عاجز کی تحریر پر خدا اکیلے ہاتھ نے صاد کر دیا ہے غرض اس کار خیر اور ثواب عظیم کے باعث و محرک حسب معمول ہمارے مہاتما مولانا نورالدین صاحب ہی ہوئے ہیں جو ہر نیک تحریک میں سب سے آگے قدم رکھتے ہیں کون احمدی بزرگ ہے جو آپ سے فیض یافتہ ہوکر ممنون احسان نہیں مگر میں تو منفرد ہوں بچپن سے لیکر آج تک آپکی ہر ایک قسم کی پدرانہ نازو نعمت اور لطف و کرم کی بہر ور ہو کر ممنون احسان ہوں - اس کتاب کی تالیف میں آپنے بفضلہ تعالٰی خاص مدد کی ہے اور بعض مضامین کی مدد حیرہ اپنا قیمتی وقت خرچ کر کے ہمیں ناصران دین متین میں منسلک کیا ہے علاوہ ازیں اُن بزرگوں اور احباب کا بھی میں ممنون احسان ہوں جنھوں نے اس کتاب کی نظر ثانی میں تکلیف گوارا کی ہے بالآخر وہ بزرگ بھی جنھوں نے علو ہمتی اور وسیع حوصلہ سے کام لیکر مالی مدد دی ہے وہ خاص شکریہ اور ہماری دعا کے مستحق ہیں +

یاد رہے کہ ہمنے عیسائیت کے متعلق خصوصیت سے گویا کچھ بھی نہیں لکھا جس کے متعلق

"دل میں اُٹھتے ہیں مرے سو سو اُبال"

مولٰنا عبدالکریم صاحب کی رائے - رسالہ اختیار الاسلام فی الجملہ علی الجملہ بہت عمدہ اور جانگداز محنت کے ساتھ لکھا گیا اور ہماری اُمیدوں سے بڑھ کر لکھا گیا ہے اور بہتوں کی ہدایت کا موجب ہوگا انشاء اللہ تعالٰی

خاکسار عبدالرحمٰن اعجمی عفی عنہ

اطلاع دوسرا تیسرا اور پہلا حصہ کتاب ہذا کا ہاتھوں ہاتھ فروخت ہوتا جاتا ہے -

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْم

آریہ سماج کا چوتھا نیم

آریونکو ست (سچ) کے گرہن کرنے اور است (کذب) کی تیاگنے (ترک کرنے) مین سروداونت (مستعد) رہنا چاہیئے

الہامی کلمہ

مین مسلمان ہو گیا

یعنی

اِختیارُ الاِسلَام

حِصّہ سویم

مُصنفہ ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب مدرس مدرسہ تعلیم الاسلام

قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

در مطبع انوار الاسلام واقع قادیان دارالامن والامان مطبوع گردید

استغفر اللہ ربی من کل ذنب و اتوب الیہ ... ۹ دفعہ

لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ... ۹ دفعہ

فہرست مضامین

حصّہ سوئم

آریہ سماج

کی توجہ کے لئے

جب انسان کی صحت مین فتور آجاتا ہے اور ہلاکت نزدیک ہوتی ہے تو جو کچھ اُسکے دل و دماغ مین ہوتا ہے اُسے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ط

اختیار الاسلام رحصّہ سوم

سلسلہ کے لئے دیکھو حصّہ دوم

تائیدات الٰہیہ

جہاں تک غور اور فکر سے کام لیا گیا آخر یہی قانون قدرت دنیا میں رائج معلوم ہوا کہ مالک کو مملوک سے اور مملوک کو مالک سے ایک خاص تعلق محبّت اور ارادت ہوتی ہے یہ ایسا قانون ہے کہ ہم اسے نہ صرف بنی نوع انسان میں مشاہدہ کرتے ہیں بلکہ یہ قانون ایسا ہے کہ ادنیٰ درجے کے حیوانوں سے لے کر بڑے بڑے درندوں اور وحشیوں تک اس کا سلسلہ اور دامن پھیلا ہؤا ہے۔ اوّل ہم خدا یتعالیٰ سے شروع کرتے ہیں اور محسوس کرتے ہیں کہ تمام لوگوں کی روحوں کا اللہ تعالےٰ سے ایک خاص اُنس اور محبّت پائی جاتی ہے خواہ وہ کیسی ہی صفات ناقصہ اُس سے منسوب اور نامزد کرتے ہیں لیکن اس طرح تمام انسانوں کا مجموعی حالت میں خدا یتعالیٰ کی طرف جو جھکاؤ اور میلان ہے وہ ظاہر کر رہا ہے کہ درحقیقت روحوں اور پرمیشر میں ایک بڑا بھاری تعلق ہے۔ یا یوں کہو کہ روحوں پر بڑا بھاری احسان جناب الٰہی کا ہے جس کے

باعث ہر قوم و ملت کی روحیں بصد عجز و نیاز اس کی رضامندی کی خواہاں ہیں۔
خواہ بوجہ بد اعمالیوں کے اُن کے گھروں میں غضب الٰہی کے قہری نشان بھی اپنا کام
کر جاویں اور باقی سوائے دو چار رونیوالیوں کے اور کسی کو نہ چھوڑ جاویں پھر بھی
باقی ماندہ مجروح قلبوں میں وہ محبت اور رجوع بالکل انقطاع پذیر نہیں ہوتا پر کوئی
انسان دوسرے پر خواہ کیسے ہی احسانات اور کیسے ہی منن بارش کی طرح برسائے پھر
بھی اگر وہ انسانی محسن اپنے نعمت پروردہ کے گھر میں جاکر چند خون کر آوے پھر دفعۃً
انکی محبت کافور ہو جاتی ہے پس اس تمام بیان سے مراد یہ ہے کہ خداوند کریم نے
روحوں پر کوئی ایسا احسان کیا ہوا ہے کہ درحقیقت اگر کوئی آدمی کسی کو ساری دنیا بھی
بخشدے تب بھی الٰہی انعامات کی کشش اور محبت کے برابر اس انسان کے
احسانات کا اثر ہرگز نہ ہوگا جب احسانات باری تعالےٰ کا یہ اثر اور قوت ہے تو ہمیں
بلا تکلّف یہ کہنا پڑتا ہے کہ پرمیشر نے کوئی ایسا احسان کیا ہوا ہے جو دنیا بھر کی ساری
نعمتوں اور آرائشوں سے بدرجہا بڑھ چڑھکر ہے سو وہ انعام یہی ہے کہ اس خدا لاشریک
نے ایک لاشریک احسان یہ کیا ہے کہ اس نے ان روحوں کو پیدا کیا اور عدم سے
وجود میں لایا جو کسی انسانی آقا کی اقتدار اور قدرت سے بالاتر ہے جب اللہ تعالیٰ کا
ایسا احسان مخلوق پر ہے تو ضرور ہے کہ وہ اُن کی راہنمائی کے لئے ہر زمانہ میں کوئی
نذیر و بشیر بھیجکر اپنے روحانی انعامات متواترہ اور عنایات متکاثرہ سے بہرہ ور کرے
چنانچہ اس کے بڑے عظیم الشان انعامات سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ ایک ہدایت نامہ
دیتا ہے جس سے گم گشتگان راہ حق پھر ورطہ ضلالت پُر ہلاکت سے نکلنا شروع
کرتے ہیں۔ لیکن ہمیں اس جگہ اس امر پر غور کرنا ہے جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ
ہر ایک مالک کا اپنے مملوک سے اور ہر ایک باپ کا اپنے لخت جگر سے ایک ایسا
واسطہ اور گہرا تعلق ہوتا ہے کہ وہ غیرت اور حمیت اور تائیدیں اور مہربانیاں جو انہوں

سے کی جاتی ہیں دوسروں سے یعنی نافرمان غیروں سے نہیں کی جاتیں۔ خواہ وہ مورد عنایت و رحمت نوکر ہو یا بیٹا ہو یا کوئی اور ایسی مخلوق ہو یا خدا کے بھگت اور فرمانبردار عباد الرحمٰن ہوں بہرحال ان میں اور ان کے اغیار میں تمیز اور فرق ضرور ہوتا ہے۔ پس اب ہمیں غور کرنا چاہیئے کہ کیا درحقیقت جو حفاظت جو خدمت اور عزت خدائے تعالیٰ نے اپنی کتاب کی کی ہے کسی اور کتاب کی بھی ہوئی ہے؟ توریت اور زبور کی قدر و منزلت اسی وقت تک رہی جبتک وہ بطور لخت جگر کے خدا کے حضور میں ملحوظ خاطر رہی۔ اب کیا وید اور دیگر کتب کی ایسی حمیت اور حفاظت باریتعالےٰ نے کی ہے یا نہیں کارلائل جو ایک بڑا فاضل انگریز مصنف گذرا ہے اُس نے صاف الفاظ میں لکھا ہے" کہ جس عزت اور عظمت اور ایمان اور یقین سے اس کتاب کو یعنی قرآن کریم کو تعدد کثیر مخلوق نے مانا ہے کسی اور کتاب کو یہ وقعت اور منزلت نصیب نہیں ہوئی" اب ہم بغور دیکھتے ہیں کہ ایک باپ چاہتا ہے کہ میرا لخت جگر عزت اور جاہ و حشم میں ترقی کرے اور ہر ایک دانا مخدوم اپنے فرمانبردار خادم کی بہتری اور نکوئی میں بدل خواہاں ہے مگر وید پر ایسی نحوست برستی معلوم ہوتی ہے کہ جس جس زمانہ میں اس کا سراغ لگا دیں اُس اُس زمانہ میں اس کی ذلت اور اسکی بدبودار آثار یعنی بت پرستی کا خمیر اُٹھتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ سومنات اور جگناتھ کی بُت پرستی اور پُرانے پنڈتوں کے اعمال و عقائد تو زبانزد خلائق ہو گئے ہیں خود وید کا اس روشنی کے زمانہ میں بھی بالمشافہ باہر نہ نکلنا ایک اور طرح سے نحوست اور زشت روئی کا مؤید ہو رہا ہے۔ کیا کسی کتاب کو کبھی یہ عزت بھی حاصل ہوئی کہ قرآن کریم کی طرح ساری کی ساری نوک زبان ہو۔ اگر آج سب کتابیں دریا برد ہو جائیں تب بھی قرآن کریم کا ایک شوشہ گم نہیں ہو سکتا۔ اور باقی کتب کا یہ حال ہے کہ ستر کے قریب اناجیل پیش ہو رہی ہیں اور توریت اور انجیل دونوں کا اصل

صفحہ ہستی سے معدوم ہو گیا ہے اس کارروائی سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ خدا اس قرآن سے ایک خاص کام لینے والا ہے اس لئے کہ اس کی اس قدر حفاظت ہو رہی ہے۔ قانون قدرت اس امر پر شاہد ہے کہ جس چیز کی اشد ضرورت ہوتی ہے نیچر اس کی حفاظت کے خاص خاص اسباب مہیا کر دیتی ہے۔ کیوں نہ ہر ایک باپ اپنے فرمانبردار بچے کی خیر مناتا ہے اور ہر ایک مصنف اپنے نتائج طبع کا خاص لحاظ اور نگہداشت کرتا ہے۔ مگر وید پر ایسا سما آیا ہے کہ نہ معلوم کہ اس سربستہ پوش کتاب میں کیا کیا لنڈن کی مسٹریز یعنی اسرار لنڈن جمع ہیں۔ کہ یک لخت دنیا کے پیش نہیں ہوتی اور بار بار وید کے بعض حصص کے ترجمے شائع ہوتے ہیں اور چند روز کے بعد جب اعتراضات کی بوچھاڑ شروع ہوئی تو جھٹ پٹ اعلان شائع ہو جاتا ہے کہ یہ ترجمہ مستند اور قابل وثوق نہیں اب اور طالبان حق کو فلاں ترجمہ کا انتظار کرنا چاہیئے مگر چونکہ انسانی کلام کا ہمیشہ نقص اور عیوب سے پاک ہونا غیر ممکن ہے اسلئے کچھ عرصہ بعد اس ایڈیشن کا بھی کھنڈن ہو جاتا ہے۔ ہزاروں برس ہوئے کہ اس کتاب کی شرح لکھی گئی اور پرانوں اور منوؔ کے دھرم شاستر میں ویدوں کی تشریح کی گئی جبکہ لوگوں کی زبان سنسکرت تھی اور تمام آریہ ورت میں وید کا خوب چرچا تھا اور راجا سے لیکر پرجا تک ویدوں کے قصّے کہانیاں ورد زبان تھیں بوجہ ہندی سلطنت ہونے کے سنسکرت کا زور تھا پر حیف ہے آجکل کے آریوں پر کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ وید اُن لوگوں نے سمجھا ہی نہیں گویا وید صرف آجکل کے انگریزی خوان ہی سمجھنے لگے ہیں مگر حق یہ ہے کہ ان میں سے ہزار میں سے بھی ایک وید خواں نہیں ہوتا جسکو دیکھو اور جس سے وید کے مسائل پر استفسار کرو ہر ایک کے دلائل اور متضاد ہوتے ہیں جسطرح دل نے گواہی دی وہی وید کی شرتی قرار دی جاتی ہے۔ خواہ وید کو اُس کے دادے نے بھی نہ دیکھا ہو۔ برخلاف اس کے قرآن شریف کو دیکھو کہ یہ

نہ ہو گا کہ انجیل کی طرح الگ الگ نسخے ہوں اور نہ یہ ہو گا کہ وید کی طرح مستورات ہیں سے شمار کیا جاوے۔ بلکہ اس درجے کی حفاظت اذن الٰہی سے ہوئی ہے کہ انسان حیران رہ جاتا ہے دنیا کے جس حصہ میں جاؤ چین میں جاؤ امریکہ میں جاؤ کہیں زیر زبر کا فرق نہ پاؤ گے کہیں سہو کاتب سے زبر کا فرق ہو گا تو فوراً قرآن کا حافظ بالفور غلطی درست کر دے گا اس قدر خدا کو اس کتاب سے پیار ہے کہ اس کی لفظوں کی تعداد اور زیروں زبروں اور نقطوں کی گنتی اور شمار ہو چکا ہے اور جو مضامین اور علوم اس میں[1] بھرے پڑے ہیں اُنکا تو کیا ذکر صرف وہی جانے جو اس میں غور اور تدبر سے کام لے۔ درحقیقت جس طرح خدا تعالیٰ کو اپنی وحدانیت سے پیار ہے اسی طرح خدا نے اپنی کتاب کی بھی وہ عزت اور خدمت کروائی کہ اپنے مصنف کی طرح دنیا کی کتابوں میں وحدہ لاشریک اسے کہنا درست اور سچا ہے کسی کتاب کو یہ فخر حاصل نہیں کہ وہ از بریاد ہوئی ہو اور لوگوں کے سینوں میں ہر وقت محفوظ رہے اور کسی کتاب کو یہ شرف حاصل نہیں کہ وہ اتنی دفعہ پڑھی گئی ہو لکھا ہے کہ بعض اکابر دین نے ستر ستر ہزار دفعہ اسے پڑھا ہے بھلا وید کو کسی نے ستر دفعہ بھی پڑھا ہے اگر پڑھا نہیں تو پھر یونہی کسی کے دم میں نہ آجانا چاہیئے انسان کو دیکھ کر قدم رکھنا چاہیئے چہ جائیکہ مذہب کا معاملہ ہو۔ یہ آریہ لوگوں کی نہایت چالاکی اور بیباکی ہے

حاشیہ

[1] علوم اور معانیات اس کتاب میں اس قدر مذکور ہیں کہ دنیا کی تمام اعلیٰ درجہ کی کتابوں کی تمام اعلیٰ خوبیاں اور نصائح اسمیں درج ہیں اسکی دلیل یہ ہے کہ اس کتاب کے ذریعے سے ہی مرزا صاحب موصوف نے تمام ادیان باطلہ پر بمقام لاہور جلسہ دہرم مہوتسو میں کامل فتح پائی اور تمام دیگر کتب وید وغیرہ کی علوم روحانی غتربود ہو گئی اگر آریہ صاحبان اپنی اس دعویٰ میں کہ وید علوم روحانیہ کا خزینہ اور دفینہ ہے اگر حق بجانب ہیں تو انہیں اس جلسہ میں اس دعویٰ کا علمی ثبوت پیش کرنا چاہیئے تھا اب بھی اگر طاقت ہے تو کریں مگر کون کرے

کہ وہ نہ تو خود سارا ترجمہ کر کے دیویں اور نہ دوسروں کا ترجمہ مانیں۔ اگر کوئی یورپین سوسائٹی ترجمہ کرے تو بھی اس کو بوجہ کثرت اعتراض پڑنے کے یہ کہ دیتے ہیں کہ وید ہر ایک کو کہاں آسکتا ہے۔ پس بہتر ہے جبتک کوئی اُسے خود نہ سمجھ لے یونہی ٹبر نہ مارے۔ مگر ناظرین و شائقین کو آریوں کی مایوسانہ تحریروں اور دُور راز قیاس تاویلوں سے وید کی حقیقت اور ماہیت سے نا امید نہو جانا چاہیئے۔ اگرچہ آریوں نے وید کی حقیقت جلسہ دوم مہوتسو منعقدہ لاہور سنہ ۱۸۹۶ء میں بھی ظاہر نہیں کی اور نہ اب مکمل ترجمہ کر سکے یا نہیں کرنا چاہتے تو بھی اُنکے بھائی ہندوں اور فاضل پنڈتوں اور سنسکرت کے لائق ہندو پروفیسروں کی رائے جو وید پر اُنہوں نے بڑے وثوق اور بصیرۃ قلبی سے دی ہے ہدیہ ناظرین کرنی از حد ضروری ہے۔

صرف اپنے پیشواؤں کیلئے جو خود پڑھتے ہیں اور دوسروں کو پڑھنے نہیں دیتے ہیں

وید کی حقیقت اور قدیم آریوں کے مذہب کیحالت

ہر ایک فرد و بشر پر یہ امر مخفی نہ رہے کہ وید کے مضامین پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مختلف زمانوں اور مختلف مقامات کے عام فہم ضروریات کے نتائج ہیں جو آریہ لوگوں کو اپنی ابتدائی زندگی میں پیش آتی ہیں۔ چنانچہ جب یہ لوگ وسط ایشیا میں بود و باش رکھتے تھے اُس وقت انکی ضروریات اور حاجتیں اور طرح کی تھیں اسلیئے اُنکی مناجاتیں اور دعائیں اول تو بہت کم تھیں اگر بعض تھیں تو صرف ایسی دعائیں پائی جاتی ہیں جو ذاتیات سے تعلق رکھنے والی معلوم ہوتی ہیں اور اُس زمانہ میں چونکہ ایسے حالات پیش افتادہ نہ تھے کہ شودروں اور برہمنوں اور ویشوں اور چھتریوں کے الگ گروہ اور حد بندیاں ہوں۔ اسلیئے اُنکے لیئے الگ الگ قوانین اور مذہب کے رسومات بھی الگ نہ تھے بلکہ یہ سب لوگ ایک ہی طرح کے خانہ بدوش تھے۔ لیکن جبتک

لوگ پنجاب و ہندوستان میں وارد ہوئے۔ تو اُنکو مختلف ضروریات اور اقوام سے واسطہ پڑا تو انکی مناجاتوں اور دعاؤں میں تغیر عظیم آگیا۔ اور ایسا ہی چاہیئے تھا ہم دیکھتے ہیں کہ اُس وقت یہ لوگ ہر وقت بارش کے محتاج تھے سو بارش کے لئے اکثر دعائیں مانگی گئی ہیں چنانچہ پنجاب میں موسمی بارش کی اشد ضرورت محسوس ہوا کرتی ہے۔ علاوہ ازیں ایسی دعائیں بھی مانگی گئی ہیں جنمیں اپنے دشمنوں کی تباہی مطلوب تھی۔ اور ہر ایک گھرانے کا سردار خود اپنی ذات اور لواحقین کیلئے دعائیں کرنا اور مناجاتیں دیوتاؤں کی خدمت میں گایا کرتا تھا۔ لیکن جب اُنہوں نے رفتہ رفتہ ملک گیری کے لئے دندان طمع تیز کئے اور زیادہ زبردست راجاؤں سے مقابلہ آن پڑا تو ان سرداروں کی جگہ مذہبی فرائض کی ادائیگی کیلئے ایک اور قوم یعنی برہمن لوگ مقرر ہوئے۔ برہمنوں کے وجود جدید نے جو اوّل قطعاً نہ تھا۔ اس امر کو ظاہر کر دیا ہے کہ زمانہ نے اُنکو اور نیز وید کی دعائیہ منتریوں کو خود سکھایا اور اوّل اوّل یہ مناجاتیں صدہا سال تک لوگوں کو یاد کرائی جاتی تھیں جیساکہ اب بھی بعض پرانے فیشن کے پنڈت زبانی تعلیم دیا کرتے ہیں۔ پس جب علم کتابت ایجاد ہوا۔ تو وہ گیت اور دعائیں جو اپنی بہبودی اور دشمنوں کی ہلاکت کے متعلق تھیں لکھی گئیں۔ رگ وید اشٹک اپیں لکھا ہے کہ "اے اگنی تو ایسا کر کہ ہم سو جاڑوں تک زندہ رہیں اور اپنے سارے دشمنوں کو مار ڈالیں اور اُنکا مال لوٹ لیں" اسلئے معلوم ہوتا ہے کہ یہ پنجابی الاصل آریہ کی تالیف کردہ دعا ہے کیونکہ پنجاب میں بوجہ شدت گرمی کے جاڑوں کو زیادہ پسند کیا جاتا ہے اور یہ دعا وسط ایشیا جہاں سے آریہ آئے ہیں وہاں نہایت مکروہ اور ناپسند ہے جیسے کسی کا کشمیر رہ کر اور مزید سردی یا مزید برف کی التجا کرنا حماقت پر مبنی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ وید کی یہ دُعا قدیمی اور انادی نہیں اور نہ ہی یہ دُعا،

تبت[ے] میں مانگی جاسکتی ہے کیونکہ وہاں شدّت سردی سے لوگ پہلے ہی چین بچین ہیں۔ اسیطرح اور کئی مقامی ضرّوریات کا ذکر اذکار مندرج ہے جو عنقریب ذکر کیا جاوے گا۔

الغرض جو کچھ اوپر لکھا گیا ہے وہ ایک فاضل انگریز کی تصنیف پر مبنی ہے جس نے اپنی کتاب تاریخ ہند (ایشنٹ انڈیا) کے صفحات ۹ - ۱۳ تک لکھا ہے۔ لیکن ہم صرف غیروں کے حوالجات پر اکتفا نہیں کرنا چاہتے۔ بلکہ بموجب ع دروغگو را تا بخانہ باید رسانید۔ اُنکے ہی گھروں سے شہادت حقہ پیش کرتے ہیں جس نے وید کی قدامت اور روحانیّت پر پانی پھیر دیا ہے۔ جس عظیم الشان شخص کی شہادت پیش کرتے ہیں اُس کا کسی قدر ذکر ضروری ہے تاکہ اُس کی شہادت کی قدر و منزلت پڑھنے والوںپر واضح ہوجاوے اور اگر کوئی آریہ آمادہ پرخاش ہو

حاشیہ ۱؎ - سنسکرت اور فارسی بولیوں کے بزرگ آپسمیں بھائی تھے :- یہ بات بالکل غلط اور نادرست ہے کہ جو صرف آریوں کے مونہہ سے نکلتی ہے کہ رشی لوگ اور اُنکی قدیم بزرگ تبت سے آئے تھے۔ اور وسط ایشیا کے باشندے نہ تھے جہاں سے حقیقت میں نہ صرف آریوں نے ہجرت کی بلکہ کیلٹس Celts ٹیوٹنس Teutons اور دیگر تمام باشندگان فرنگستان نے وقتاً فوقتاً ہجرت کرکے یورپ کو آباد کیا اس امر کے ثبوت میں اوّل تو صرف اتنا عرض کردینا کافی ہوگا کہ زمانہ حال کے تمام فاضل خواہ وہ انگریز ہوں یا جرمن فلاسفر ہوں اُنکی بھی رائے ہے کہ آریہ اُسی بڑے گروہ سے تعلّق رکھتے ہیں اور اُسی ملک کو چھوڑ کر ہندوستان میں آ بسے ہیں جہاں سے اہل فارس اور اہل فرنگستان وغیرہ نے ہجرت کرکے اور جگہ سکونت اختیار کی چنانچہ بڑی مشہور و معروف ہجرت حضرت آدم علیہ السلام کی ہے انکی بابت اب بھی عام رائے یہی ہے کہ وہ باغ اور بہشت اسی خوشگوار علاقہ میں تھا جو دریائے سیحون اور جیحون سے سیراب ہوتا ہے۔ زمانہ حال کے فاضل لوگوں نے علم فلالوجی کے مستحکم ثبوت سے

تھے جو اپنے کسی نہ کسی کارنامہ مثلاً کسی اعلیٰ درجہ کی لیاقت یعنی بہادری - شاعری - یا شراب بنانے کے ہنر سے لوگوں کے دلوں میں محبوب اور مانوس ہوگئے تھے"۔ اس کے بعد پروفیسر صاحب یوں لکھتے ہیں کہ "رگ وید ایک کتاب ہے جو بحیثیت مجموعی ایک ایسی قوم کی معتبر تاریخ ہے جو حالت خانہ بدوشی سے بہت ترقی کر گئی تھی اسمیں شہروں اور دہات اور بادشاہوں اور قمارخانوں اور کسبیوں اور کئی ایک ایسی باتوں کا ذکر ہے جو شائستہ سوسائٹی میں پائی جانی چاہئیں - یہ لوگ اپنی نئی سکونت میں بھی داخل ہو کر مُدّتوں اسی حالت میں رہے تھے - شاید رگ وید کے چند قصّے انکے اصلی وطن میں قومی گیت اور افسانوں کی طرح مروّج ہوئے ہونگے اور ہند میں آتے وقت انہیں یہ گیت معلوم تھے - رگ وید کے دوسرے حصّہ میں انکے شاعروں یا رشیوں نے اس ملک میں تصنیف کیئے - رگ وید مختلف وقتوں میں لکھا گیا ہے جنمیں ایک دوسرے سے

حاشیہ: پس وہ فہرست یہ ہے۔

(۱) فارسی	سنسکرت
پدر	پتری
مادر	ماتری
برادر	بھراتری
پور	پتّر
دختر	دُہتر
داماد	جاماتا

(۲) اعضاء بدن بھی کبھی انسان سے جدا نہیں ہوتے پس جن دو زبانوں کے اتحاد اصل کی تحقیق مدّنظر ہو اُنہیں اعضاء کے ناموں کو دیکھو اگر دونوں زبانوں میں ایک ہی نام ہیں تو جانو کہ دونوں کے بزرگ ضرور ایک وقت ایک جگہ میں بود و باش رکھتے تھے۔

فارسی	سنسکرت
سِر	شِر
تارک	تارک
ابرو	ابھرو
دند	دنت
بازو	باہُو
دوش	دوشن
دست	ہست
مُشت	مُشٹک
انگشت	انگُشٹ
پُشت	پرِشٹ

(۳) قدرتی اشیا جن سے دنیا کبھی خالی نہیں ہوتی اگر وہ ایک ہی ہیں تو سمجھو کہ دونوں زبانیں ایک ہی تھیں

بہت بہت عرصہ کا فرق ہے ہمارے بزرگ جو خانہ بدوشی کی زندگی بسر کرتے تھے انکی نسبت علم ہنود یعنی سنسکرت کی نہایت قدیمی کتابوں سے اسقدر کم پتہ لگتا ہے کہ رگ وید کے مطالعہ سے ہی ہم اتنا کہہ سکتے ہیں کہ ایسا ہی ہوگا۔ کیونکہ گائیں اور گائیوں کی بازیافت اور اُنکا چرایا جانا اور گائیوں کی ترقی اور گائیوں کی بخششیں اس کتاب کا مضمون اعلیٰ ہیں اور کئی ذریعوں سے یہ امر صاف معلوم ہوگیا ہے کہ یہ کسی خانہ بدوش قوم کا حال ہے جسکے قبول کرنے میں کسی بے تعصب آدمی کو کوئی گنجائش شک و شبہ کی نہیں اور اُن رسومات کی نسبت جو اُس زمانہ میں مروّج تھیں۔ رگ وید ہماری دستگیری نہیں کرتا۔ اس بارہ میں اُن ایک ہزار بھجن کی مثال ایک لق ودق جنگل اور ہولناک بیابان سے ہے جسمیں جدہر نگاہ کرو خاردار جھاڑیوں کے سوا کچھ اور نظر نہیں آئیگا اگر اُنمیں کوئی عمدہ بات بھی ہو تو شاذو نادر۔ دیکھو ٹیگو لا لیکچرز

بقیہ حاشیہ
مثلاً

فارسی	سنسکرت	فارسی	سنسکرت	فارسی	سنسکرت	فارسی	سنسکرت
تارہ	تارا	جو	یَو	زن	جنی	ہُسکا	ہسکا
روز	روج	ماش	ماش	گاؤ	گئو	جنگل	جنگل
روشنی	روچری	شالی	شالی	خر	کھر	موری	موری
شب	شپا	ماست	مستو	موش	موشک	نام	نام
شام	شائم	کرپاس	کرپاس	آہار	آہار	نیل	نیل
سرد	شرد	چرم	چرم	نر	نرُ	نو	نو
آب	آپ	شاخ	شاکھا	اشتر	اشٹر	جل	جل
گراس	گراس	دیر	دھیر	بار	بھار	(۴) کوئی قوم یا زبان	
		سنگم سنگار (رفیق)	سنگم	بوم (زمین)	بھوم	نہیں جسمیں اعداد اور گنتی	

قانون متعلقہ جائنٹ ہندو فیملی مصنفہ کرشن کمال بھٹاچارج سابق سنسکرت پروفیسر پریزیڈنسی کالج کلکتہ۔

علاوہ ازیں وید کی تعلیم دربارہ گوشت خوری کے متعلق بھی کسی لائق ہندو فاضل کی شہادت قابل اندراج ہے۔ گائے کے گوشت کے متعلق گذشتہ صدیوں میں بہت جھگڑا برپا ہوا ہے اس کم بخت جانور نے جو بقول منوجی برہمنی کے زنا کرنیکی سزا میں گائے بنایا جاتا ہے دنیا میں بہت شور اور دنگہ فساد برپا کیا پس اب ہر ایک کو چاہیئے کہ ایسے جانور کے گوشت کھانے میں اہل ہنود اور آریوں کو کوئی دوش ندی کیونکہ ویدسے گائے کا گوشت کھانا جائز ثابت ہی سو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اہل ہنود کے زبردست عالم فاضل کی رائے دربارہ حلت لحم البقر درج کیجاوے واضح ہو کہ ڈاکٹر چندر لال صاحب متّر۔ ایل ایل ڈی۔ سی۔ آئی۔ اے کی بے لوث اور منصفانہ رائے بیان کریں۔

بقیہ حاشیہ۔ مروج نہو۔ پس جن دو زبانوں کا اتحاد دریافت کرنا ہو کم از کم ایک سے دس تک۔ اور دہا کے اور صدی اور ہزار ضرور ملتے ہونگے۔

فارسی	سنسکرت
یک	ایک
دو	دُئی
پنج	پنچ
شش	شٹ
ہفت	سپت
ہشت	اشٹن
نہ	نوُ

ده	دش
پنجاه	پنجاشت
ہشتاد	اشیتی

فارسی	سنسکرت
یکم	پرتہم
دوئم	دویت
پنجم	پنچم
ہفتم	سپتم
نہم	نہم
صدم	شتتم

پس اب بھی اگر کوئی اسبات سے انکار کری کہ آریوں کے بزرگ وسط ایشیا میں تھے بلکہ کسی اور جگہ مثلاً تبت وغیرہ میں تھے وہ صرف زیادہ گوئی اور ہٹ دھرمی منصوّر ہوگی امید نہیں کہ ایسی مشابہت سنسکرت کی تبتی زبان سے ہو۔ اگر ہی تو پیش کرنا چاہیئے اگر آریہ لوگ ایران اور وسط ایشیا کو فتح کرکے اُسپر چند صدیوں تک حکومت کرتے رہتے تو البتہ کسیقدر مغالطہ ہوسکتا تھا مگر اب تو سنسکرت اور فارسی کا آپسمیں ایک گہرا تعلق ثابت ہوگیا ہے جس سے کسی صاحب

صاحب انصاف کو سوائے قبول کرنیکے اور کوئی چارہ نہیں۔ مناسب ہے کہ شائقین اس مضمون کے متعلق اگر کچھ اور واقفیت پیدا کرنی چاہتے ہیں تو کتاب سخندان پارس یعنی فارسی زبان کی فیلالوجیا مصنفہ مولوی محمد حسین صاحب آزاد عربی پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور مطالعہ کریں۔ منہ

تاکہ آریہ صاحبان اس فاضل اجل کی بات مان کر اس وہم پرستی کو ترک کریں۔ یہ صاحب علم و لیاقت اور سنسکرت دانی اور علم تاریخ میں علامۂ عصر مانے گئے ہیں اور ایشیائک سوسائٹی آف بنگال کے وہ پریزیڈنٹ رہے ہیں انہوں نے اپنی کتاب ''انڈو ایرینس'' میں ایک باب بنام ''بیف اِنْ اینشیت انڈیا'' (گوشت گائے در ہند قدیم) میں یوں لکھا ہے کہ ''بلاشبہ اس پرچہ کا عنوان میرے بہت سے ہموطنوں کو نہایت جگر تراش اور سمع خراش معلوم ہوگا کہ گائے کا گوشت اشیاء خوردنی متصور ہو۔ گو اس مضمون سے ہندوؤں کے دلوں پر خوفناک صدمہ گذریگا۔ اور ان موجودہ ہندوؤں میں سے لکھو کہا زیادہ پرہیز گار آدمی اس امر کہو لناک نتیجہ خیز اور خونریز فتنہ پردازیاں خیال کریں گے۔ لیکن تاہم معلوم ہوتا ہے کہ ایکدفعہ زمانہ تہا کہ جب صرف مویشیوں کو قتل کرنے میں کسی قسم کا پچہاؤ ہوتا تہا نہ صرف اُس حیوان کا گوشت ایک اعلیٰ درجہ کی خوراک اور طعام ہی خیال کیا جاتا تہا نہ صرف کشادہ دل مہمانوازی کا نشان تہا جیساکہ قدیم یہود کے درمیان جو اپنے معزز مہمانوں کی خاطر موٹا تازہ بچہڑا ذبح کرتی تھی بلکہ پرہیز گار ہندو اس جہان سے دوسرے جہان میں بھی اپنے ساتھ گائے کا گوشت لے جانا ازبس ضروری سمجھتے تھے یہانتک کہ ہمیشہ مردہ کیساتھ جلانیکے لئے ایک گائے قتل کی جاتی تھی''۔ دیکھو انڈو ایرینس جلد اول صفحہ ۳۵۴-۳۵۵

علاوہ ازیں ایک اور زبردست علمی دلیل جو گائے کے گوشت کے کہائے جانے پر دیجا سکتی ہے وہ یہ ہے کہ ڈاکٹر چندر لال صاحب مِتّر بالقابہ لکھتے ہیں کہ زمانہ قدیم میں عام دستور تہا کہ میزبان مہمان کی خاطر گائے ذبح کرتا تہا اسیوجہ سے زبان سنسکرت میں مہمان کو گھوگھنا (یعنی گائے ذبح کرنیوالا) کہتے تہے پس یہ علم زبان سے ایک پختہ شہادت ملگئی جس سے کوئی سنسکرت دان منکر نہیں ہو سکتا۔ مگر سب صاحبان یاد رکہیں کہ کسی نومسلم آریہ کے لئے ضروری نہیں کہ وہ ضرور گوشت کھائے ورنہ اسکی اسلام اور ایمان میں نقص ہے۔ نہیں۔ ہر ایک مسلم کو اختیار ہے خواہ وہ عمر بھر کسی قسم کا گوشت نہ کہا دے۔ اسلام لانا ایک دل کا فعل ہے نہ کہ کھانے پینے کا مشغلہ ہے۔ پس مناسب ہے کہ خوف خدا کو کام فرماکر شرف اسلام کو قبول کرکے سعادت دارین حاصل کیجاوے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت اور رعب حق کے قبول کرنے میں سدراہ نہو۔ دیکھو راقم نے اسلام کے قبول کرنے میں کوئی نقصان نہیں اٹھایا

بلکہ جو خدا تعالیٰ کے لئے تھوڑا کھوتا ہے خدا اُسے ڈھیروں ڈھیر دیتا ہے۔ وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر
اصل مضمون کیطرف رجوع کر کے لکھا جاتا ہے کہ وید کا ترجمہ شائع نہونا اور نتیجۃً وید پر عملدر آمد کا نہو سکنا
انہی دنوں میں امر محال نہیں ہو رہا بلکہ جب سے اسکا وجود بے سود ہے تب ہی سے اسکی اشاعت کی راہ
میں پتھر ڈالدئے گئے۔ یہانتک تو لکھا ہے کہ شودر ہرگز وید نہ پڑھنا پاوے اگر کہیں بدبختی سے
چند شرتیاں سُن بھی جاوے تو اسکی کان میں سیسہ گرم کر کے ڈالدیا جاوے اگر کوئی شودر وید پڑھی
یا چوری سے کسی سے سُنکر پڑہے تو اُسکی زبان کو کاٹدیا جاوے دیکھو منوّ۔ تاکہ وہ بدبخت پھر اسطرح
اس فعل بد کا اقدام نہ کرے۔ اور دوسروں کے لئے عبرت ہو جاوے۔ اسمیں کسی کو شک نہیں
ہو سکتا کہ بیچارے شودروں پر منقولی اور فعلی رنگ میں جو جو ظلم ڈھائے گئے ہیں وہ بہت ہی خطرناک
اور مہلک ہیں زمانہ حال میں اگرچہ سوامی دیانند نے عام لوگوں کو سُنکر نیکی اجازت دیدی اور
اپنے آباؤ اجداد کی رسم اور قانون کو توڑا لیکن نہیں معلوم کہ اُن حقوق مستلزم جو غیر قوموں سے شدہ
ہونے والے چوڑہے اور چمار اگر انکے گھروں میں شادی وغیرہ کی تحریک کریں تو ان سے کیا
سلوک ہوگا۔ دیانند جی تو صرف برہمنوں کو کوسنے ہونگے کہ یہ سب بند شیں اور رکاوٹیں اُن کی
ہلاہوس ہی کی شرارت سے وقوع میں آئی ہیں۔ لیکن اب بھی تو وہی حال ہے لالہ دیانند جی نے خود ان
شودروں سے اور دیگر اقوام کے شدہ ہونیوالوں سے عملاً کوئی مساوات ظاہر نہیں کی اور نہ
اُنکے چیلے اس امر کو عملاً جائز سمجھ سکتے ہیں کہ کوئی چوڑہا چمار شدہ ہونے کے بعد معاً انکی برادری
اور بھائی چارے میں شامل ہو سکے اور اُسکو لڑکی دیجاوے۔ اور تمام چھوت چھات کے بھوت
کو دفع کیا جاوے۔ لالہ دیانند جی نے اپنی سی بہت کوشش کی لیکن یہ چھوت چھات کا وہم ان کے
دماغ سے نہ نکلا۔ اور نہ نکلنے کی امید ہو سکتی ہے بلکہ وید کی تعلیم سے آئندہ تہذیب اور اخلاقی
امور کی اشاعت کی توقع نہیں ہے بلکہ بدکاری اور فسق و فجور پر ایک مذہبی رنگ چڑہا کر عوام کالانعام
کو تاریکی اور گمراہی کے گڑھے میں پھینکا جاتا ہے چنانچہ مفصلہ ذیل بیان سے یہ امر بداہت تام ہر ایک پر
کھل جاویگا۔

قانون قدرت کی ایک خلاف ورزی
اور
اُس کا نتیجہ بد

پیشتر اس کے ہم اس رسالہ کو ختم کریں ایک اور ضروری امر کے بارہ میں کسیقدر لکھنا ضروری سمجھتے ہیں اگرچہ ہمارا دل ان باتوں کو مونہہ پر لانے سے بیزار ہے مگر تاہم بعض اصحاب کے اصرار سے اور بعضوں کی حالت زار پر رحم کھاکر مختصر عرض کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ مسئلہ نیوگ کے متعلق اگرچہ بڑے بڑے مضمون اور بسیرکن بحثیں ہو چکی ہیں اور صدہا اس قبیح رسم سے بیزاری ظاہر کر چکے ہیں^ے اور صدہا بوجہ سخت دیوث اور بے ایمان ہونے کے ان مباحثات کی کش مکش اور دھکم دھکا میں بھی اس فعل شنیع کا ارتکاب کرتے رہے اور اپنے زعم میں یہ سمجھتے رہے کہ ہم گویا ایک نیک کام میں مصروف ہیں جس سے ہماری نجات اور ثواب دارین وابستہ ہے۔ گویا جہاد اکبر یہی ہے جاننا چاہیئے کہ یہ بد رسم جس کی رُو سے ایک عورت بوجہ نہ ہونے اولاد نرینہ کے یا بسبب اپنے خاوند کے ضعف اور نامردی یا مخنّث ہونے یا غیبوبیت کے یا صرف لڑکیاں پیدا ہونے کے گیارہ گیارہ غیر مردوں سے دس دس بچے حاصل کر سکتی ہے اور وہ بچے بھی اُسی عورت کے دیوّث خاوند کے قرار پائے جاتے ہیں یہ ایک ایسی رسم ہے جو صرف ان آریہ سماجیوں میں ہی نہیں پائی جاتی جو آجکل باوجود وید سے جاہل مُطلق ہونے کے خواہ نخواہ ڈینگیں مار رہے ہیں بلکہ جہانتک تاریخ گواہی دیتی ہے اسکا وجود قدیم سے جاہل اقوام میں پایا گیا ہے۔ مُدّت ہوئی کہ آریہ لوگ وسط ایشیا میں بستے تھے اور کھیتی باڑی کرتے اور اپنے دشمنوں کو لوٹ مار کر اپنا گزارہ کرتے اور رفتہ رفتہ اس سرزمین میں آ گئے اور ان لوگوں کا ایک حصّہ فارس میں گیا اور وہاں سے ایک گروہ ملک مصر میں پناہ گزین ہوا مگر ہند کے آریوں نے باقاعدہ نیوگ پر عملدرآمد کیا اور اپنی ... اولاد کو ترقی دینے میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا یہانتک کہ ایک ایک عورت کے گرد پانچ پانچ جوان مرد ہو جایا کرتے تھے چنانچہ پانڈو کا قصہ ہر ایک کو معلوم ہوگا کہ وہ پانچ بھائی تھے اور کرو چھیتر کی لڑائی میں فتحیاب ہو کر اپنی مشترکہ بیوی دروپتی کو ساتھ لیکر کوہ ہمالہ میں گھس گئے۔ اور وہاں جاکر اسی کارخیر میں مجاہدہ اور ریاضت کرتے رہے لکھا ہے کہ

ے۔ اور اپنے سابق اعتقاد سے توبہ کر رہے ہیں چنانچہ دو چار صاحبان کا توبہ نامہ عنقریب ہدیہ ناظرین ہوگا۔ منہ

اِندر دیوتا نے ایسے کام کرنیوالوں کو جاتے ہی سُرگ میں پہونچا دیا غالباً آریہ مہاشوں کے نزدیک یہ اعلیٰ درجہ کی نیکی اور اخلاق فاضلہ میں سے ہوگا جو اُنہوں نے دروپتی سے کیا جسکے عوض میں ان کو باوجود راجہ اور ملک کے حاکم ہونے کے یک لخت سُرگ نصیب ہوگیا۔^۱ حقیقت میں اگر غور کیا جاوے تو شریف آدمیوں کے نزدیک اس کام کا سرانجام کرنا محال ہے جسکو ہم لوگ بتفصیل بیان بھی نہیں کرسکتے۔

اِن وید کے فدائیوں کے ہی بھائی بند تھے جو وسط ایشیا کے نواح میں بودوباش رکھتے تھے جو مزدکی فرقہ کے نام سے نامزد ہیں۔ اِن ہندی آریوں نے وہاں تک نوبت نہیں پہونچائی جہانتک مزدکی لوگ پہونچ گئے تھے۔ وہ بدبخت نہ صرف اپنی بیوی کو غیروں سے ہمبستر کرانا پسند کرتے تھے بلکہ اپنی ماں بہین پر خود دار کرنا امر جائز اور غیر ممنوع تصور کرتے تھے۔ شکر کا مقام ہے کہ ان بدبختوں کا دور دورہ یہاں تک نہ ہوا ورنہ آجکل کے آریہ اس صدی میں اُنکے بھی کان کترڈالتے۔ خدا کی قدرت ہے کہ بدقسمتی سے جب قوم میں کوئی بدعملی رواج پکڑ جاتی ہے اُس کا اثر اور بیج بصد مشکل مفقود ہوتا ہے۔ مثلاً ان مزدکیوں کی تباہی کے بعد اس بدرسم کا اثر ایک اور پیرایہ میں نمودار ہوا اور وہ پیرایہ یہ ہے کہ اسلام سے پہلے زمانہ جاہلیت میں مُتعہ کی بدرسم تھی جو ایک خاص مُدت کیلئے بطور نکاح کے متصوّر ہوتی تھی۔ اسلام نے آتے ہی اس بدرسم کا قلع قمع کیا آخر کئی صدیوں کے

۱۔ اسجگہ کوئی عقلمند آریہ البتہ یہ اعتراض کرسکتا ہے کہ چونکہ پانڈو نے صرف اس کار خیر کیلئے اپنی ملک و سلطنت کو الوداع کہا اور فقر و فاقہ منظور کرلیا پر دروپتی سے نیوگ کرنے یا اُسکی سیوا کرنے میں مصروف رہے اور اسکی پاداش میں جاتے ہی بہشت میں داخل ہوگئے پس ثابت ہوا کہ نیوگ جائز اور درست ہے جس سے کمتی جلد حاصل ہوگئی۔ مگر میری خیال میں یہ سراسر غلط اور بیہودہ خیال محض ہے کیونکہ وہ ہند سے چلے گئے تھے اُنکا کوئی پتہ و نشان نہیں ملا کہ اُنکا کیا حال ہوا۔ سب کو معلوم ہے کہ سُرگ میں داخل ہونے سے صرف یہی مراد ہے کہ وہ فوت ہوگئے ہونگے جیسے کہ ہم بھی فوت شدہ لوگوں کو نیک ظنی سے مرحوم و مغفور کہدیا کرتے ہیں۔ مگر اس سے یہ نہیں نکلتا کہ وہ وہاں جاکر زیادہ زبردست اور اقبالمند بادشاہوں کیطرح راج کرتے اور بہشت میں کتی یا پاپ ہوکر نباہ گزین ہوگئے۔ اس سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ جاتے ہی موت کا شکار ہوگئے اور اپنے کئے کو بری طرح ہی بھگتا۔ اگر انکو اس سے نیک ثمرات حاصل

گذرنے کے بعد آجکل ایرانی شیعوں نے اس زہر کو متعہ کے پیرایہ میں اُگلا ہے۔ الغرض اس رسم نے صرف ہمارے ملک کے آریوں کو ہی بدنام نہیں کیا بلکہ اُس کی جڑھ اور رگ و ریشہ اور مقام پر بھی نمودار ہے آجکل اس ملک میں اگرچہ آریہ لوگ نیوگ کی حمایت میں سرگرم پائے جاتے ہیں اور اپنے تئیں بہت سے نقصانات اور بیحیائیوں کا نشانہ بنتے ہیں۔ مگر پھر بھی اس امر کو حسب فرمودہ وید عمل میں نہیں لاتے یعنی جیساکہ ستیارتھ پرکاش کے باب چہارم میں لکھا ہے کہ یہ رسم یعنی نیوگ دولہا اور دُلہن (یا بیرج داتا اور استری) اور چند معزز اشخاص کی حاضری اور موجودگی میں اس طرح وقوع میں آنی چاہیئے جسطرح شادی کے موقع پر ہر ایک طور سے عام شہرت کیجاتی ہے۔ دولہا اور دلہن یعنی نیوگ کرنے والے مرد اور نیوگ کرانے والی استریوں (عورتوں) پر فرض حتمی ہے کہ بھری مجلس میں اس امر پر اقرار کریں کہ ہم دونوں استنے بچے پیدا کرنے کی غرض سے آپس میں نیوگ کیا کریں گے اور فلاں موقع پر یعنی حمل کے ٹھیر جانے پر ایکدوسرے سے علیحدگی اختیار کرلینگے وغیرہ وغیرہ ..... غرض یہ اور نیز اور شرائط درباره نیوگ ان لوگوں کیواسطے مقرر ہیں مگر سارے آریہ ورت میں ہمیں کسی ایسے آریہ سے ایسا وقوع میں آنا سننے میں نہیں آیا۔ اور ایک ضروری شرط یہ بھی ہے کہ درپردہ اس کام کو سرانجام نہ کیا جاوے ورنہ زناکاری ہوگی۔ اب سوچنا چاہیئے کہ کیا اب وید کے حامی اس امر پر کیا کچھ کہہ سکتے ہیں؟ اگر وہ فی الحقیقت نیوگ نہیں کرتے تو بھی بموجب فرمودہ وید پاپی اور گناہ گار ہیں اگر انہیں سے بہتوں نے کیا ہے جیساکہ ہمارے سننے میں آیا ہے تو انہوں نے حسب تعلیم و شرائط نیوگ نہیں کیا بلکہ ایک ناپاک حرکت اور حرامکاری کا ارتکاب کیا ہے جو آریہ سماج کے ممبروں کی شان سے بعید ہے مگر بعض نیوگ کے حامیوں اور دوستوں نے ہمیں سمجھایا کہ اس طرح غیر سے اولاد لینے میں اگرچہ بے شرمی اور کنجریوں کا سا معاملہ ہے جسکو ہر ایک شریف آدمی برداشت نہیں کرسکتا لیکن اس معاملہ میں ایک خاص امر مدنظر ہے جو عام طور سے بیان نہیں کیا جاتا آخر کار بہت اصرار کے بعد اُس نے بیان کیا کہ یہ اس واسطے کیا جاتا ہے کہ قوم ہنود کی ترقی اور بہبودی کے لئے یہ ایک نہایت احسن اور ارزاں تجویز ہے جس سے آپ لوگ ناواقف اور بیخبر ہیں۔ پھر میں نے کہا کہ آپکی یہ منشا تو ہرگز ہرگز پوری نہیں ہوسکتی اور نہ کبھی ہوئی اور نہ ہوگی کیونکہ شاہان مغلیہ

کے زمانہ سے پہلے اور نیز بعد میں آپ لوگوں کی تعداد میں کمی ہی کمی ہوگئی ہے اور نیز اس مردم شماری میں جو ۱۹۰۱ء کو ہوئی ہے اس میں بھی آپ لوگوں کو نہایت بخدہ نقصان پہونچا بجائے ترقی کرنے کے آپکی قوم اپنی اصلی تعداد کو بھی قائم اور بحال نہ رکھ سکی چنانچہ اس مردم شماری کی رو سے تعداد میں پانچ لاکھ پچاسی ہزار آدمی کم ہوگئے اگر یہی ترقی معکوس کے لئے اسطرح ہاتھ پاؤں مارے ہو تو چند اور صدیوں تک آپکی قوم کا خاتمہ ہے اِدہر ہماری قوم اسلام نے باوجودیکہ بہ لحاظ مردم شماری تعداد میں قریباً ایک چوتھائی کے تھے پھر بھی ان تھوڑے باشندوں کی ترقی پچاس لاکھ آدمی کی ہوئی ہے اُدھر آپ لوگ باوجودیکہ اٹھائیس کروڑ میں سے بیس کروڑ تھے کم ہی کم ہوتے جاتے ہیں۔ اس واسطے غور اور عبرت کا مقام ہے کہ نیوگ بھی کرایا اور اپنی معصوم بیویوں کا مونہہ بھی کالا کرایا گیا اسپر بھی مایوس کرنے والی ناکامی ظہور پذیر ہوئی ہے۔ اس نقصان سے ہر ایک متنفس پر یہ امر پورے طور سے منکشف ہو جانا چاہیئے کہ جو نسخہ ویدنے قوم کی ترقی اور بہبودی کے لیے تجویز کیا وہ بالکل بے بنیاد اور نادرست ہے اور کوئی بہتر نتیجہ خیز ثابت نہیں ہوا جیسے کہ مخلص اور نیک نہاد آریوں کے لئے نہ صرف دو سو بلکہ چار سو برس تک عمر حاصل کرنے کا ویدک نسخہ بیہودہ اور انسانی بہبودی ترقی کیلئے تبز بیج گن ہے (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۵) اِدھر دوسری طرف جو نسخہ قرآن کریم نے فرمایا وہ قولاً فعلاً حق وحکمت پر مبنی ثابت ہوا ہے اب آریہ سماج پر ایک طرح سے ایکدفعہ اور حجّت پوری ہوگئی ہے کہ نیچرل قانون نے اس خوبی اور صفائی سے وید کا قلع قمع کیا ہے کہ زبانی بحث مباحثہ کو بالائے طاق رکھکر ہر ایک منش کے ویدک ایمان اور دھرم پر ایک خوفناک حملہ کیا ہے جس سے عقلمندوں کیلئے کوئی عذر اور بہانہ باقی نہیں رہا اگر کوئی احمق ایسا گمان کرے کہ مسلمان باہر سے آجاتے ہوں گے یہ بات غلط ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ جتنے جاتے ہیں اتنے آتے بھی تو ہیں بلکہ سال بسال صدہا عازمان حجاز ہند سے ہجرت کرکے مکہ ہی میں ہمیشہ کے لئے چلے جاتے ہیں اب تو کم از کم اتنا ضرور مان لینا چاہیئے کہ جس طرح کسی آریہ کا یہ تمنا کرنا کہ صرف پانی پی پی کر تازہ ہو جاؤنگا ایک امر خلاف قانون قدرت اور وہم وگمان اور بیہودگی کا نتیجہ ہے اسی طرح نیوگ پر نشیتیلٹی اور قوم کی ترقی اور بہبودی کا باور کرنا حماقت اور بد ذاتی نہیں تو اور کیا ہے؟

میرے خیال میں وہ زمانہ آتا ہے کہ یہ گندی رسم اور فتور اتر ہی و بھیرم چکر خود بخود زمانہ کی جلادت اور تہذیب کے تیز رو سیلاب سے کالعدم ہوجاویگی - اگرچہ بعض لچے اور گندے پنڈت دوسروں کو بیوقوف بناکر انکی مستورات پر کوئی دن اور عیش و عشرت کرنیکی غرض سے ان رسومات کے قیام کو تہ دل سے چاہتے ہیں لیکن بعض تعلیم یافتہ انکی چالاکی اور وید کے اس گند اور ناپاکی سے متنبہ ہوتے جاتے ہیں اور امید نہیں کہ آج سے دس سال بعد اس رسم کو آریہ سماج اپنے اصول سے خارج نہ کردے - پس ستیارتھ پرکاش کے کسی دوسرے ایڈیشن میں مثل سابق اس نقصان دہ رسم کی ضروری خبر لیجاوے گی - اگرچہ تاریکی کے فرزند سخت مزاحمت کرینگے لیکن نا بہ ئیے - آخر سنت آسشٹ میں ایک فیصلہ کا وقت ہوا کرتا ہے اور جب وہ وقت آتا ہے طبیعتیں خودبخود عود کرآتی ہیں - اور بدکاری بے حیائی کی جگہ نیکوکاری اور تقویٰ و طہارت آبسیرا کرتی ہے ٭

خدا تعالیٰ کی قدرت ہے کہ ہر ایک نیک کام ایسا ہوتا ہے کہ اسکے کرنیوالے کو کسی سے شرم یا حیا نہیں آتا لیکن نیوگ کرنے والا مرد اور کرانے والی عورت اس کے ذکر سے ایسے بھاگتے ہیں کہ جسطرح ایک زانی اپنی بدذاتی کے ذکر سے کھسکتا اور جان بچاتا ہے - ایکدفعہ کا ذکر ہے کہ ضلع شاہپور میں ایک گھر میں نیوگ کی ضرورت محسوس ہوئی[۱] - اور نیوگ کرانیوالا درحقیقت ایک معزز شخص تھا جب یہ سب قول و قرار اور پختہ و پزدہ ہوچکی کہ دو چار بچوں کے بعد حسب الحکم وید بیرج داتا کو الگ ہونا پڑے گا تو حسب دستور نیوگ شروع ہو گیا اور کئی سال تک ہوتا رہا اور بچے بھی پیدا ہو گئے لیکن اب استری جس سے نیوگ ہوتا تھا وہ اُس مشٹنڈے کے ہاتھ پر چڑھ گئی اور بہت سے جتن اور مکر و فریب عمل میں لائے گئے کہ یہ کمبخت نیوگی اب حسب فرمودہ وید اور عہدنامہ جو بدبختی سے باضابطہ نہیں ہوا تھا استری (نیوگنی عورت) سے

[۱] حق الامر بیان کرنیسے گو بعض کو رنج اور گراں گذرتا ہوگا اور دلپر ہوائیں اُڑتی ہونگی مگر دانشمند ان باتونکی پروا نہیں کرتا - حق یہ ہے کہ دنیا بھر میں عفت ایک اعلیٰ درجہ کی خوبی بیان کیجاتی ہے علی الخصوص عورت تو نہیں تو وصف باقی سب اوصاف سے بالاتر مانا گیا ہے لیکن وید کی تعلیم نے اس کا ستیاناس کردیا اور فتویٰ دیدیا کہ عورت اپنے جوڑے کی غیبوبت میں بھی نیوگ کرا سکتی خواہ تھوڑے عرصہ کا وقفہ ہو - حیف اس تعلیم پر -

قطع تعلق کرلے اور اصلی خاوند کی سیوا کے لئے استری کو فارغ کرے۔لیکن اُس نے ایک نہ سُنی اس سے یہ بھی کہا گیا کہ دیکھو تم پر نالش کردیجاوے گی اور تم بہت پٹو گے مگر کیا ہو سکتا تھا کسی نے سچ کہا ہے کہ میاں بیوی راضی کیا کرے قاضی۔ نیوگن عورت نے علانیہ طور سے کہا کہ "اے بڈھے میں اب اس جوان کو چھوڑ کر تجھے کس طرح قبول کر سکتی ہوں" الغرض وہ بموجب قول کہ تنگ آید بجنگ آید بالآخر نیوگی مرد اصلی خاوند کے مقابلہ پر آمادہ پرخاش ہو گیا بہتوں نے سمجھایا کہ اب بہت ہوا ہے بابا! اب معاف کرو۔ لیکن وہ یہی جواب دیتا تھا کہ اچھا جسکو رحم آتا ہے وہ مجھے اپنے گھر نیوگ کرنے کی اجازت دیدے اس دردناک اور شرمناک قصہ کو طول دینا غالباً ٹھیک نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ بہتوں کے دل دُکھیں اور بہتوں کی آنکھیں قوم کی بے عزتی پر خون روئیں۔ بالآخر تجویز یہ ہوئی کہ اس معاملہ پر زور نہ دیا جاوے ورنہ معاملہ دگرگوں ہو جاوے گا یعنی نیوگ کرنے والی عورت اور بیرج داتا دونوں اس دیوث خاوند کو زہر دیکر راہئ عالم بقا کردیں گے ....

تاکہ آئندہ انکے آرام میں کسی طرح مخل نہ ہو سکے۔ بھلا جس مسئلہ کی تعمیل سے ایسی واردات کا اندیشہ ہو اور کئی جگہ کیس ہو بھی جاویں۔ تو پھر کیا گورنمنٹ دست اندازی نہ کریگی۔

غرض اس قسم کی شرارتیں اور بدکاریاں دنیا پر ہو رہی ہیں اور زمین کی پیٹھ ان کے گند سے بھر گئی ہے اور ایسے مسائل پر عملدرآمد کرنے والے اس فعل شنیع کو نہ صرف ایک نفسانی حرکت زبون خیال کرتے ہیں بلکہ اس امر کو ثواب اور باعث نجات خیال کرتے ہیں پس جب دنیا کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ طبیعتیں مسخ ہو جاتی ہیں اور بدی بدی نہیں سمجھی جاتی بلکہ اسکے ارتکاب کو ایک اعلیٰ درجہ کا نیک کام یقین کیا جاتا ہے تو پھر خدا کا غضب دنیا پر بھڑکتا ہے اور ایسے مردوں اور عورتوں کو جو جلانے کے لائق ہیں۔ طاعون اور دیگر بلاکتوں سے نیست و نابود کر دیتا ہے وہ پاک ہے پاکی کو پسند کرتا ہے۔ ناپاکی اور گند سے وہ اور تمام نیک نہاد شریف لوگ نفرت کرتے ہیں۔ اس بدرسم سے جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے بہت سی وارداتیں پنجاب اور دیگر بلاد وامصار میں وقوع میں آتی ہیں۔ لیکن یہ کام نہایت اخفا اور تنہائی میں انجام پذیر ہوتا ہے اس لئے لوگوں میں اس امر کا عام طور سے

چرچا اور شہرت نہیں ہوتی۔ آریوں کا یہ کہنا کہ مسلمانوں میں بھی طلاق ہو کر دوسری جگہ بیاہ ہونا اس رسم کے مشابہ ہے۔ بالکل غلط اور بے سروپا بیہودگی ہے۔ اسی کی وجہ یہ ہے کہ جب مرد عورت میں اتفاق اور یگانگی کی کوئی صورت نہیں رہتی اور جانی دشمنی پڑ جاتی ہے یا آتش و آب کو یکجا ہونیکی صورت محال پیش آجاتی ہے تو اس صورت میں بجائے اس کے کہ کسی کی جان پر حملہ ہو۔ یہی قانون قدرت کا ہے اُن کو الگ کر دیا جاوے اور عورت مرد کو کسی اور جگہ ہمیشہ کے لئے بیاہ دیا جاوے تاکہ اُنکا کسی ایسی جگہ پیوند کیا جاوے جو ہر ایک کی فطرت اور حسب منشا ہو اور بے جا طور سے شہوت رانی کے اسباب منقطع ہو جاویں۔ اور ایسا نہ ہو کہ آریوں کیطرح بیوہ جوان لڑکی کو عمر تک نیوگ کے لئے وقف کر دیا جاوے۔ اور آریہ صاحبان کیطرح دوسروں کے گھروں میں آئے دن دست اندازی نہ کریں اور فتنہ و فساد کی جرأت نہ کریں۔ اور اُنکو یہ موقع ہرگز نہ دیا جاوے کہ آگ لینے آئی اور گھر کی مالک بن بیٹھی اُنپر صادق آوے جیسے کہ ضلع شاہپور والا حادثہ ہوا۔ ایک اور امر قابل بیان ہے جس کے بیان سے میں کنارہ کشی نہیں کر سکتا اور وہ یہ ہے کہ مجھے اس خبیث نیوگ سے ایک خاص طور سے درد پہونچا ہے اور وہ یہ ہے کہ گو نہ مجھے کبھی اس فعل شنیع کا موقع ملا اور نہ خدا کرے کبھی کسی مسلمان کو ملے مگر میری تمام قوم یعنی سکھوں کو اس امر کے لئے بطور بیرج دانا کے منتخب کیا جاتا ہے اور وہ بوجہ بے علم اور بے وقوف ہونیکے اس امر کو باعث فخر اور شجاعت سمجھتے ہیں اس لئے ایسی فرمائشوں کو بصد خوشی منظور کر لیتے ہیں اور اسکے بد اثر سے آگاہ نہیں ہوتے اور اپنی قوم کی قوت طاقت اور حوصلہ کو دوسروں پر خرچ کرتے ہیں اور ضعف اور کمزوری آئندہ نسلوں کے لئے وراثت چھوڑتے جاتے ہیں۔ پس میں ہر ایک پڑھنے اور سننے والے سے ملتجی ہوں کہ حتی الامکان اُن بیچاروں کو اس امر سے باز رکھنے کی سعی بلیغ کریں۔ اور آریوں کی خدمتمیں بھی بصد منت التجا ہے کہ ایسی ہی باتوں سے سلطنت تو اس قوم سے چھنوا دی ہے اب اور بھی اگر انکے متعلق کوئی ارادہ بد ہے تو معاف کریں تاکوئی دن انکے گذر جاویں اور اپنی موہوم گذشتہ جنموں کے اعمال بد کی کسر اس ناپاک اصول سے نکالیں ورنہ چاہ کندہ را چاہ درپیش۔

میرے خیال میں بہتر معلوم ہوتا ہے کہ اس مسئلہ سے جلد فراغت حاصل کر لینی چاہیئے

ورنہ اس کے خطرات مالی اور جانی جو برداشت کرنے پڑیں گے بیشمار ہونگے - چنانچہ ایک آریہ سماج کے سیکرٹری سے استفسار کیا گیا کہ تم کسی زانی مرد یا زانیہ عورت کو اس کے کام سے کیوں روکتے ہو - کیا معلوم کہ تم میں سے کسی نے کسی کی عورت کا مونہہ کالا کیا ہوگا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اب اُسی طرح پرمیشر نے تمہیں یہ سزا دی ہو کہ اب تمہاری ناک میں دم بند کیا جاوے اگر کہو کہ یہ حرکت نازیبا اسی جگہ سے تازہ بتازہ شروع ہوئی ہے جسکا ابتدا اور جڑ پہلے جنموں میں نہیں ہے تو اسکا کونسا ثبوت ہے کہ پہلے جنم کی کرتوت کا پھل نہیں بلکہ ہر ایک شریر مرد یا عورت اور کئی بہانوں سے اس ناجائز فعل کو جائز قرار دیسکتی ہے - مثلاً کوئی عورت کہے کہ یہ مرد کمزور ہے اور مرد کہہ سکتا ہے کہ یہ عورت بیمار ہے حمل نہیں ٹھیر سکتا - تو کیا ان امراض کی تحقیقات ہوا کرے گی کہ انکی اس شرارت کا استیصال کیا جاوے پھر تو ان بہانوں سے ہر ایک گھر میں بربادی اور بے انتظامی برپا ہو جاویگی - حقیقت میں عورت کا عذر کرنا کہ میرا خاوند کمزور ہے زیادہ قابل سماعت ہوگا کیونکہ اسکے خاوند کی قوت باہ کا کون اندازہ کرے گا - ہاں وہی اندازہ کرے جو اپنے گھر میں اس سے نیوگ کرائے اور پھر اس عورت کو یقین دلائے کہ دیکھ نیک بخت! اس نے تو اپنی قوت اور جوانگی کا ثبوت قطعی طور سے دیدیا اور فلاں استری سے اولاد پیدا ہوگئی ہے! مگر اسپر بھی اسکی تسلی اور تشفی محال ہے کیونکہ اسکو کیا معلوم کہ یہ کارروائی اُسی کے خاوند کی ہے یا کسی اور منش کی بدکاری اور زنا کا نگا قصہ کوتاہ اس بیحیائی کی حد نہیں مگر ہم ہمیشہ اس امر پر زور دینگے کہ خواہ آریہ صاحبان کتنے ہی نیوگ کرائیں خواہ سکھوں سے کرائیں یا برہمنوں سے کرائیں مگر اتنا یاد رکھیں کہ اس گند اور نجاست پر زور دیتے کبھی انہیں وہ بات حاصل نہ ہوگی جسکی اُنہیں انتظار اور تڑپ ہے یعنی یہ کہ قوم ترقی کرے اور نمبر شمار میں اوروں سے بڑھ جاوے -

ہماری مذہبی رائے یہ ہے کہ دراصل چند لُچے اور بدمعاش لوگ آجکل نیوگ کی حمایت میں لگے ہوئے ہیں اُنکے چہروں سے مترشح ہوتا ہے کہ صرف اپنی نفسانی اغراض کو پورا کرنے کیلئے نیوگ کے فضائل اور خوبیاں بیان کرتے پھرتے ہیں اور بہت سے

سادہ لوح آریوں کی استریوں کو خراب کر رہے ہیں اگر انہیں کہا جاوے کہ تمہارے گھر میں اور تمہارے فلاں رشتہ دار عورت کو نیوگ کی ضرورت درپیش ہے اور لڑکا پیدا نہیں ہوتا یا اس کا خاوند کچھ مدت سے دور کے ملک میں گم ہے۔ تم انہیں نیوگ کیوں نہیں کراتے تو اس بات کو سنکر آمادہ پُرخاش ہو جاتے ہیں مگر دوسروں کی استریوں کا مونہہ کالا کرنیکے لئے آدھی رات کو بھی مستعد اور طیار پائے جاتے ہیں۔ بھلا اس میں کونسی نیک نیتی اور مصلحت ہے کہ اپنی عورتوں سے زنا کروانا برا سمجھتے ہیں اور دوسروں کی عورتوں سے بدکاری کا روا رکھنا داخل ثواب اور اجر واجب الادا قرار دے رکھا ہے۔ امید نہیں کہ یہ چالاکی اور شرارت انکی دیر پا ہو کیونکہ لوگ ہوشیار ہوتے جاتے ہیں اور اُنکے دام تزویر میں کم گرفتار ہونگے اب لالہ دیانندجی کا زمانہ چلا گیا ہے اور نہ ہر ایک شخص لالہ دیانندجی کی طرح بغیر استری کے ہے کہ اُسے اپنی ماں بہن اور بہو بیوی کی نسبت غیرت نہو۔ اور ننگے ہو ننگ ہو کر پبلک کے سامنے کھڑا ہو جاوے

ہمارے بیان سے کوئی یہ خیال نکرے کہ نیوگ کی تردید اور تحقیر میں کوئی فائدہ مرتب نہیں ہوتا کیونکہ سارے آریہ ایسے نہیں کہ اُنکی ضمیر قلب مرگئی ہے اور اس ناپاک کام کا احساس نہیں کرسکتے بلکہ ان لوگوں میں جسطرح بہت سے زنا اور فسق و فجور کو اس ناپاک طریق سے پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں اسیطرح بعض افراد ایسے بھی پیدا ہوتے جاتے ہیں کہ وہ نیوگ کو نہ صرف زنا بلکہ زنا سے بدتر یقین کرتے ہیں اور ایسا کرنے والوں کو پاپی اور دشٹ گمان کرتے ہیں اور اُنسے سخت بیزاری کا اظہار کرتے اور اپنے پُرانے عقیدہ سے توبہ کرتے ہیں۔ چنانچہ ہم حسب وعدہ بالفعل دو اشخاص کی تحریر ذیل میں لکھکر ہدیہ ناظرین کرتے ہیں اور اُنکی خدمت میں التماس کرتے ہیں کہ جسطرح ہمارے مکرم معظم بھائی قاضی حبیب اللہ صاحب لوگوں کی ہدایت اور تبلیغ حق میں مصروف رہتے ہیں اسی طرح اور بھائی بھی فسق و فجور کو دنیا سے دور کرنے میں ہمیشہ سرگرم اور کوشاں رہیں گے۔ وہ تحریریں جنکا ہمنے اوپر ذکر کیا ہے وہ یہ ہیں۔

توبہ نامہ

نقل مطابق اصل　　　　نقل مطابق اصل

منشی صاحب حبیب اللہ جی۔ نمستے۔ گو میں سماج میں داخل ہوں۔ مگر نیوگ کو زنا کاری ہے

بد تر سمجھتا ہوں - آئندہ میں پھر کبھی آپکے رقعہ کا جواب ندونگا - آپکا یہ کام ہے - کہ نیوگ کو جیسٹ پیش کر دیتے ہو -

یکم اپریل سنہ ۱۹۰۴ء

(دستخط) خاکسار دیوان چند سماجی (ضلع لاہور)

نیوگ سے استعفا

منشی حبیب اللہ صاحب

تسلیم - نسیم دعوت ارسال ہے گو میں پہلے نیوگ کا قائل تھا مگر اب نہیں رہا ہوں - لہذا مجھکو بحث دربارہ نیوگ سے معاف فرماویں - ۱۳ جون سنہ ۱۹۰۳ء

(دستخط) آپکا تابعدار امر ناتھ (ضلع لاہور)

یہ صاحبان درحقیقت عملی طور سے آریہ سماج کے چوتھے اصول کے لحاظ سے حق کے قبول کرنے میں تن من دھن سے طیار اور مستعد ہیں اور کسی کے رُعب بیجا کے نیچے دیکر اپنی عزو شرف میں فرق نہیں ڈلوانا چاہتے - اور حق بھی یہی ہے کیونکہ آریہ سماج میں ہزاروں ایسے افراد بھی ہیں کہ وہ ایسے خلاف عقل وفطرت فعل سے بدل بیزار اور متنفر ہیں -

حاشیہ: سے1 میں ان دونوں صاحبوں کا از حد مشکور ہوں جنہوں نے راستی کو ترجیح دی ہے حق یہ ہے کہ میرے نزدیک یہ دونوں صاحبان سوامی جی سے کمتر عزت کے لائق نہیں - آئندہ انہیں سوامی کے نام سے تعبیر کرنا ہر ایک نیک نہاد وبھاشہ کا فرض ہوگا - اُمید ہے کہ ایسے اور سوامی بھی ہونگے جو قوم کی عزت رکھ لیں گے اور دوسروں کے سامنے ذلیل نہ ہونے دیں گے - اسمیں شک نہیں کہ وید جسمیں نیوگ کی تعلیم ہے یا کم از کم دیانندی اصول کی جو فلاسفی ہے دریا بُرد ہوگئی ہے مگر میں تعجب کرتا ہوں کہ ۱۰۸ مہرشی سوامی امر ناتھ جی اور ۱۰۸ مہرشی سوامی دیوانچند جی اگر نیوگ کی بحث اور تذکرہ سے گریز اور انکار کریں تو بجا ہے کیونکہ اُنکے نزدیک یہ فعل شنیع زناکاری سے ص بھی بدتر ہے مگر دوسرے آریہ صاحبان جو نیوگ کے گرم حامی ہیں وہ عام جلسوں میں خصوصاً جس جلسے میں اثر کیں بھی ہوں نیوگ کے تذکرے سے کیوں بھاگتے ہیں کیا نیوگ کی حقیقت سے انہیں بیخبر رکھنا واجبی ہے تاکہ ایسا نہو کہ سب چڑیاں اڑ جاویں - بہر حال اپنوں کے گھروں میں ساہی آ بیٹھیں گی - منہ

دراصل سوامی جی نے بہت ہی جرأت کی ہے کہ قوم کی عزت پر حملہ کیا ہے چنانچہ سوامی لکھتے ہیں کہ "اے ویرج (بیج) سینچنے کے قابل طاقتور مرد تو اس بیاہی عورت یا بیوہ عورتوں کو نیک اولاد والی اور خوش نصیب کر۔ اس بیاہی عورت میں دس اولاد پیدا کر اور گیارھواں عورتکو مان۔ اے عورت تو بھی بیاہے مرد یا نیوگ شدہ مردوں سے دس بچے پیدا کر اور گیارھواں خاوند کو سمجھ (ستیارتھ صفحہ ۱۴۸ باب ۴) یہ وید کا حکم ہے" ناظرین تعجب نکریں اگر ایسے مسائل کو دیکھہ دیکھہ کر بعض شریف الطبع آریہ صاحبان نیوگ پر لعنت کریں اور سوامی جی کی تعلیم کو دور سے سلام کریں۔ کیونکہ جس صورت میں سوامی جی مہاراج نے ایک عورتکو اجازت دیدی ہے کہ جبتک دس بچے پیدا نہ کرلے برابر بے تحاشا نیوگ میں تن من دھن سے مصروف رہے اور کسی کی پروا نکرے (شرم چہ کتی است کہ پیش مرداں بیاید) عفت چہ کتی است پیش عورتاں بیاید۔ مگر اس حکم وید میں (اگر درحقیقت وید کا یہ شلوک ہے) ایک پوشیدہ شرارت سے کام لیا گیا ہے میں یقیناً کہہ سکتا ہوں کہ یہ وید کا حکم نہیں کیونکہ بعض ستاتن دھرمی اس شلوک سے منکر ہیں اور اسے جعلی قرار دیتے ہیں اور وہ شرارت یہ ہے کہ عورت کو اجازت دس بچے پیدا کرنے کی ہے لیکن دراصل اُسکو اجازت ہے کہ ساری عمر ہی نیوگ کرتی رہے کیونکہ کونسا نیک بخت مہاشہ یا استری ہے جس کے گھر میں دس بچے پیدا ہوئے ہیں مراد سوامی جی کی یہ تھی کہ ساری عمر نیوگ کئے جاؤ۔ یعنی نہ دس بچے موت تک پیدا ہونگے نہ نیوگ کی بندش ہوگی۔[1] چنانچہ مشاہدہ یہی ہو رہا ہے کہ دس بچے ایک عورت خصوصاً ہندنی پیدا نہیں

حاشیہ:

[1] پنڈت دیانند جی لکھتے ہیں کہ رنڈی بازی ہرگز نکریں مگر نیوگ کرلیا کریں۔ اب ہم اس شرارت پر ملالت کی قلعی کھولتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ پنڈت جی! جس صورت میں ایک استری گیارہ جوان مردوں کو سیر کرتی ہے اور انکی جوانی کا رس چوس سکتی ہے اور ایک پنڈت ۱۱ جوان خوبصورت عورتوں کو سیراب کرنیکی اجازت اور حکم رکھتا ہے پھر اُسکو رنڈی بازی کی حاجت ہی کیا رہ گئی۔ اجی وہ پتھر یا لوہے کا انسان ہے جو ۱۱ عورتوں پر بھی بس نہیں کر سکتا۔ بھولے لوگو دراصل یہ کھلی اُڑائی گئی ہے اور چالاکی اور ہنسی کیگئی ہے کہ ایک پنڈت گیارہ عورت

کرسکتی۔ پھر لازماً نتیجہ یہی نکلا کہ خواہ نیوگی مرد ہو یا نیوگن استری ہو۔ اسی کار خیر میں نہایت مستعدی اور ہوشیاری سے مشغول رہے۔ اگر کوئی رشتہ دار یا بھائی جسکو اس کار خیر کے مشاہدہ سے شرم وحیا دامنگیر ہو اور اسکو اِس کار خیر سے روکنے کی کوشش کرے تو معاً اسکو بذریعہ عدالت سزا دلائے تاکہ آئندہ کسی محرم و نامحرم کو ایسی گستاخی کا موقع اور جرأت نہ پیدا ہو جاوے۔ مگر اتنا خیال رکھے کہ ایک ہی نیوگی وہاں تک نہ ہو جاوے کیونکہ اُسمیں زندگی کا لطف جاتا رہیگا۔ ہاں گیارہ جوان آدمی زندگی بھر کے لئے کافی ہو جاویں گے۔ اور اسوقت بیسوائی کی ضرورت خواہ نخواہ مفقود ہو

مگر ہمیں خوف اسبات کا ہے کہ جس صورت میں ایک بدبخت عورت گیارہ مردوں تک خراب کرسکتی ہے اور ایک مرد گیارھویں عورت تک اپنا دست تعدی دراز کرسکتا ہے تو امان اٹھجاوے گا کیونکہ بالفرض اگر کسی آریہ کے گھر کے ۱۱ مرد عورتیں ہوں اور اُن سبکو ہی (نعوذ باللہ) اتفاقات یا بدقسمتی سے نیوگ کی ضرورت پیش آجاوے تو پھر وہ گیارہ مرد و زن ایکسو اکیس (۱۲۱) مرد و زن کو خراب کرسکتے ہیں اور اُنکی عزت و شرف اور عصمت کو خاک میں ملا سکتے ہیں۔ پھر اور خوفناک فیصلہ طلب امر یہ پیش ہوگا کہ نصفا نصفی بچے تقسیم ہوکر ایکدوسرے کی جائداد منقولہ وغیرہ قولہ کے دعویدار پیدا ہو جاوینگے اور بعض نیوگی اگر کسی خاص استری سے ایسے ہی چمٹے رہے جیسا کہ ایک صاحب متوطن ضلع شاہپور کیساتھ معاملہ ہوا تو یہ معاملات دربارہ تقسیم جائداد اور بھی پیچیدہ ہو جاوینگے اور ناحق دنگہ و فساد اور لاٹھی تک نوبت پہونچیگی بجائے قومی ترقی کے تنزل ہوگا۔ اور مقدمات میں زر کثیر صرف ہوگا۔

اس مسئلہ نیوگ کے بطلان پر ایک یہ بھی دلیل ہے کہ اس مسئلہ کی عام طور سے اشاعت نہیں کیجاتی۔ چنانچہ ایکدفعہ کا ذکر ہے کہ قصبہ بھیرہ میں جب ایک عظیم الشان جلسہ ہوا تو وہاں

نوٹ متعلقہ ہامش: سے حظ اُٹھا سکتا ہے اور ایک عورت گیارہ مردوں سے ہمآغوش ہو سکتی ہے ہمنے تو نہیں سُنا کہ رنڈی باز لوگ گیارھویں رنڈی تک جاویں بلکہ بالعموم دو چار رنڈیوں تک ہی اکتفا کرتے ہیں میری رائے تو یہ ہے کہ پنڈت دیانند نے ہنسی اور چالاکی کی ہے گو چند سال تک اور بھولے بھالے وہاں تک اس امر کی تہ تک نہ پہونچیں مگر تجربہ اور زمانہ آخر سمجھا دے گا۔ منہ

نقارہ کی چوٹ سے اعلان دیا گیا کہ ہر ایک مذہب کا پابند جلسہ میں حاضر ہوکر کوئی اعتراض کرے اُسکا ضرور جواب دیا جاویگا آخر جب مستری احمد دین صاحب احمدی نے مسئلہ نیوگ کی حقیقت دریافت کی تو سب آریہ مہاتموں نے دست بدندان ہوکر کہا کہ مولوی صاحب یہاں شریف اور خاندانی استریاں فروکش ہیں اسلیئے مناسب نہیں کہ اُنکے حضور میں ایسی باتیں کہی جاویں۔ اسپر مولوی صاحب نے فرمایا کہ صاحبان جس صورتمیں نیوگ استریوں سے ہی کیا جاویگا تو پھر اُنکو اس مسئلہ کی حقیقت اور ماہیت سے کیوں ناواقف اور بے نصیب رکھا جاتا ہے۔ کیا اس مسئلہ کو مسلمانوں اور عیسائیوں کے حضور میں ذکر کرنا قرین مصلحت ہے اسپر وہ صاحبان دم بخود ہو گئے اور یہ بہانہ کیا کہ آپ کا وقت گذر گیا۔ اسیطرح خاکسار کو بھی لاہور میں مندر وچھو والی میں استفسار کرنے کا اتفاق ہُوا تھا لیکن کسی نے نیوگ کی قسمت کا فیصلہ نکرنے دیا اور وہی بہانہ کیا کہ استریاں بیٹھی ہوئی ہیں۔ مگر افسوس تو یہ ہے کہ اگر ان شریف استریوں کے دلونپر نیوگ کا پرکاش اور اپدیش نہو تو کیا لڑکوں اور مردوں کو ہی نیوگ کا اپدیش کرنا از بس ضروری ہے۔ لڑکوں کو اس امر کی ضرورت مطلق نہیں۔ ہمارا آخری فیصلہ اور رائے یہی ہے کہ خواہ کتنا ہی نیوگ کراؤ مگر شریف الطبع اس شرارت پر رذالت سے بدل بیزار اور منکر رہینگے کیونکہ ہندوؤں کی کمی اور ترقی معکوس اس مردم شماری سے ظاہر ہو گئی ہے جس میں یہ ظاہر ہوا ہے کہ ۵۸۵۰۰۰ اہل ہنود وغیرہ کم ہو گئے ہیں اور مسلمان پچاس لاکھ زیادہ ہو گئے ہیں۔

اگر آریہ صاحبان اہل اسلام کے اصول پر چلیں یعنی ایک عورت کو اجازت ندیں کہ ۱۱ مرد اُنکو ناپاک کرے اور ایسے ہی مرد کو بھی منع کر دیں کہ گیارہ استریوں پر ہاتھ صاف نکرے تو انکی مردم شماری میں دس سال میں ایک کروڑ ۴۲ لاکھ سے زائد بنی نوع کی ترقی تعداد میں ہوگی۔ اور ایک صدی میں ۱۴ کروڑ ۲۸ لاکھ آریہ ہندو وغیرہ ترقی کر جاوینگے۔ لیکن موجودہ سسٹم جو انہوں نے بجبر جاری کیا ہوا ہے اُس سے ترقی کا تو کیا ذکر۔ ایک صدی میں ۵۸ لاکھ ۵۰ ہزار نفر کی کمی ضرور ہوگی یقینی ہے جیسے کہ اس گذشتہ مردم شماری کے نتائج سے ظاہر ہُوا ہے۔ گویا ضد اور کینہ اور تعصب سے اندھے ہوکر ایک صدی میں ۱۵ کروڑ انسانوں کا بدست خود نقصان اور خون کر رہے ہیں۔ مناسب ہے کہ سب ہندو آریہ و سکھ صاحبان نیوگ کو جانے دیں اور اصول اسلام کو قبول کرلیں تو

آبادی میں ترقی نمایاں ہوئی۔ اگر سو سال میں ۱۵ کروڑ ہندوں کو اپنے ہاتھوں سے تباہ کرینگے تو خدا کی درگاہ میں مستوجب سزا ہونگے۔ پس جس صورت میں گوشت کھانے میں انہیں ترس آتا ہے تو پھر تعجب کی بات ہے کہ ۱۵ کروڑ ہندوں کی عورتوں اور مردوں کے ضائع کرنے پر افسوس نہیں آتا جنسے ایک ملک آباد ہو سکتا ہے اور تعلیم یافتہ لوگوں سے قوم ذی عزت ہو سکتی ہے افسوس کا مقام ہے کہ سوامی جی ارشاد کرتے ہیں کہ اگر کوئی جوان لڑکی یا لڑکا آج ہی بیاہا جاوے لیکن دو چار روز کے بعد اُن میں سے کوئی مر جاوے تو اُس رنڈی لڑکی لڑکے کو عمر بھر خاص شخص سے شادی نہیں کرنی چاہیئے بلکہ ایسے مرد یا عورتیں صرف نیوگ پر گذارہ کیا کریں اور اپنے وجود باجود کو مہاتما پنڈتوں کے لئے وقف کر دیویں۔ میں شریف الطبع خاندانی آریوں سے بادب پوچھتا ہوں کہ کیا سوامی جی کا یہ فرمان عقل و انصاف اور شرم حیا کے برخلاف ہے یا نہیں؟ بھلا کوئی بھلا مانس مہاتما پنڈت یا تعلیم یافتہ (ایجوکیٹڈ جنٹلمین) اس امر کو پسند کر سکتا ہے کہ اُسکی بہن یا لڑکی کو جسکا اپنے خاوند سے دو چار روز ہی ملاپ ہوا ہو اُسکو بعد از مرگ خاوند عمر بھر کیلئے لوگوں یا پنڈتوں کے لئے وقف کر دے؟ ہرگز نہیں۔ ابھی دو چار روز میں کیا لڑکی یا لڑکا اپنی عمر کا اندوختہ خرچ چکے ہیں یا اُن میں اور کنوارا مرد و عورت میں کوئی بڑا فرق ہوتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ جس صورت میں شادی کی علت غائی صرف اولاد پیدا کرنی ہی ہے تو کیا دو چار دن کی شادی کے بعد جو جوان لڑکی بیوہ ہو گئی ہے اُسکا اگر کسی جوان ہم عمر مرد سے بیاہ کر دیں تو کیا وہ اولاد نہیں جنے گی کیا مردہ خاوند دو چار روز ہی میں اسکی اندر کی ساری روحیں اور رطوبتیں خورد برد کر گیا؟ کیا اُس کو جوان عورت نہیں کہا جاویگا کیا وہ بوڑھی رانڈہ عورتوں میں محسوب ہو سکتی ہے۔ بریں عقل و دانش بباید گریست۔ ہم نہایت التہاب اور درد مند دل سے یہ چاہتے ہیں کہ اس بیان پر غور کر کے بعض صاحبان جو غیرت حمیت اور خاندانی حیا اور شرم کا حصہ وافر رکھتے ہیں بذریعہ اشتہار ایسے قبیح مسئلہ اور رسم کی بیخکنی کریں گے یا کم از کم ہمیں اپنی تحریر اور بیزاری در بارہ بدکاری نیوگ سے مطلع فرماویں گے مجھے یقین کامل ہے کہ اگر کوئی صاحب آج سے اپنی جوان خوبصورت لڑکی سے جو چند روز ہی کے اندر بیوہ ہو گئی ہے۔ نیوگ کرائیگا اور گیارہ جوان مردوں سے

میل جول کرنے کی اجازت دیگا تو وہ ضرور ذلیل ہوگا اور لڑکی گیارہ میں سے کسی ایک کی ہوکر رہے گی اور کسی ماتا پتا کا کہنا نہ مانے گی۔ پس بہتر ہے کہ شریف آریہ صاحبان ضرور اس مسئلہ کی تردید میں ہمارے پاس مضامین ارسال کریں یا کم از کم ہمارے مضمون ہذا پر اتفاق رائے کا اظہار کریں اور قوم کی عزت کو بچاویں ہم نے سنا ہے کہ بعض عالی شان اور خاندانی شریف ہندی عورتیں ایسی ہیں کہ اگر انہیں کسی غیر مرد سے نیوگ کرنیکی تحریک کیجاوے تو وہ ضرور کچھ کھا کر اپنی جان پر کھیل جاوینگی پر غیر مرد کا مونہہ نہ دیکھیں گی اور اپنے ننگ و ناموس کا دامن چاک نہیں کریں گی۔ مگر حیف ہے اُن اپدیشکوں کی سمجھ پر اور وائے اُن مہاتما پنڈتوں کی فراست پر جو نیوگ کے حامی ہیں زیر نگرانی۔

معزز بلند منزلت ذی وقار دانشمندوں کے روبرو طوالت کی ضرورت نہیں مگر اتنا عرض کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ ایک مختصر مضمون مشتمل بنا پر فیصلہ جات چیف کورٹ پنجاب عنقریب پیش ناظرین ہوگا جس میں یہ دکھایا جاویگا کہ ہندو لا کی رو سے وہ لڑکے جو اصلی خاوند کی شادی اور مجامعت کے بغیر پہلے ہی انسانی جنم سدھارتے ہیں وہ بھی اُس دیوث خاوند کی جائداد کے وارث ہیں جو اُس حاملہ استری کو بیاہ میں لائیگا جسنے قبل از نکاح پہلے ہی کسی مہاشہ کی منت سماجت کر کے اپنا پیٹ پالا ہوا ہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ

پس جب ناظرین تمکین آریوں کی طرز پیدائیش سے جو بذریعہ نیوگ بتلائی جاتی ہے آگاہ ہو گئے تو مناسب معلوم ہوا کہ اُنکے موتکی رام کہانی بھی کسی قدر سنادی جاوے۔ تاکہ لوگ اس کے اثر بد اور جرائم سے محفوظ رہ سکیں۔

مُردہ جلانا

علاوہ خطرناک اور بنی نوع آدم کو دکھ دینے والی رسومات کے ایک اور بد رسم وید کے مقلدوں کو وید سے یہ ملی ہے کہ وہ مُردوں کو دفن نہیں کرتے بلکہ وہ میت کو آگ میں جلا دیتے ہیں۔ اس امر کے متعلق غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ جو جو نقصانات اس بد رسم سے پیدا ہوتے ہیں وہ اتنے ہیں کہ اُنکا شمار کرنا حد قیاس سے باہر ہے۔ لیکن پیشتر اسکے کہ اُن نقصانوں کو بتفصیل

بیان کیا جاوے اتنا لکھنا ضروری ہوگا کہ ہمیں دیکھنا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ کا نیچر کسطور پر واقعہ ہوا ہے۔ آبادونیا جو خدا تعالیٰ کا فعل ہے اس میں نیچر کیسا واقعہ ہوا ہے سو ہم دیکھتے ہیں کہ ادنیٰ پرندسے لیکر بڑے بڑے پرندوں میں قدرت نے یہ عادت ڈالدی ہے کہ وہ اپنے مردے کو دبا دیتے ہیں مثلاً اگر کوا جنگل میں فوت ہوجاوے تو اس کے ہم جنس پرند اس کو گڑہ کھود کر دبا دیتے ہیں اسی طرح اور پرندوں کی بھی یہی عادت مستمرہ ہے کہ مردہ پرندہ کو دفن کردیا جاتا ہے علاوہ ازیں اور حیوانات میں بھی یہی دیکھا گیا ہے۔ لیکن بعض آدم زاد اقوام مردہ کو جلانا ہی بہتر اور قرین مصلحت سمجھتے ہیں۔ لیکن تاریخ اور تجربہ گواہی دیتے ہیں کہ اس بدرسم نے بنی آدم کا بہت سا مالی جانی نقصان کیا ہے اور آئے دن اسکی ضرر سے لوگوں میں واردات ہوتے رہتے ہیں مجھے یاد ہے کہ ضلع لاہور میں ایک ہندو امیر کبیر تھا اور دو چار اسکے بھائی بھی تھے۔ جنہیں پرائیوٹ معاملات کیوجہ سے نفاق پیدا ہوجانے پر باہم رنجش اور کشیدگی بڑہتی گئی۔ بوجہ پردہ نہ ہونیکے وہ ایکدوسرے کے گھر میں بلا تکلف آمدورفت رکھتے تھے آخر کار اس بدرسم کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک بھائی کا ناجائز تعلق اس امیر کبیر بھائی کی بیوی سے ہوگیا۔ شامت اعمال سے وہ بدبخت امیر بیمار ہوگیا اور اس کی بیوی اور اسکے یار نے یہ تجویز کی کہ بجائے دوائی کے اس بیمار کو زہر دیجاوے چنانچہ یہ منصوبہ انکا بن پڑا لیکن اس نیم جان بیمار کو اس شرارت سے اطلاع ہوگئی آخر اون دو بھائیوں نے ملکر زبردستی اسکو زہر دی جسکا کچھ حصہ بمشکل اندر گیا اور حالت دگرگوں ہوگئی اور باہر سے لوگوں کی آمدورفت قطعاً بند کردی اب وہ امیر کبیر بہمہ وجوہ معزز اور حاکموں کے ہاں وجیہ اور ممتاز و دانشمند تھا اسنے حکام بالادست کو اس امر کی اطلاع کرنیکی بہت کوشش کی مگر بیفائدہ آخر کار بڑی دیر کے بعد اسکا ایک رقعہ حکام بالادست کو جا پہونچا ادھر ان بدبخت بہائیوں کو بھی اس رقعہ سے اطلاع ہوگئی انہوں نے بہت جلدی کرکے اسکے مارنے کی کوشش کی مگر ابھی وہ ادمؤا سا تھا کہ اسکو قبرستان میں جلانے کے لئے لے گئے اور جیتے جی اسکو آگ میں رکھدیا کہ ایسا نہ ہو کہ تحقیقات شروع ہوجاوے اور اسکے پیٹ سے زہر کا نشان پایا جاوے اور یہ بدمعاش اپنی شرارت کی سزا اور پاداش کو پہونچیں قصہ کوتاہ انہوں نے جلدی جلدی نہایت بے رحمی اور سنگدلی سے نیم برشت کردیا اور لوہے کے اوزاروں سے

حاشیہ نمبر ۱ لالہ لیکھرام صاحب لکھتے ہیں کہ مردہ دفن کرنا کوے کی اقتدا اور پیروی کرنا ہے اس لئے یہ امر زبون عملدرآمد کے لائق نہیں پس پنڈت جی کو بھی مناسب اور لازم تہا کہ مونہہ کی طرف سے بھوجن نہ کھاتے کیونکہ مونہہ کیطرف کہانا کوے کی اقتدا اور پیروی ہے۔ پنڈت صاحب کے اس قول مثل البول کے حامیوں کو بھی لازم ہے کہ مونہہ کی طرف سے نہ کھادیں ورنہ .... منہ

اسکے نیم سوختہ جسم کو پاش پاش کیا پس اگر یہ لوگ مردہ کو دفن کرنیکی عادت رکھتے تو ممکن نہ تھا کہ ان شریر النفس بھائیوں سے یہ حرکت ظہور میں آتی - اسی طرح ایک اور جگہ کا ذکر ہے کہ دو مسلمان آدمیوں نے شرارت کی اور جلدی سے لاش کو دفن کر دیا عند التحقیقات میت کے پیٹ سے زہر برآمد ہوئی اور مجرم اپنی پاداش کو پہونچے الغرض اسطرح کی بہت سی واردات جاہل سکھوں میں اور عام اہل ہنود میں بکثرت وقوع میں آتی ہیں لیکن اس بد رسم نے پردہ ڈالا ہوا ہے - قربان جاویں اس نبی اُمی صلعم پر کہ باوجود اُمی ہونے کے ایسے قواعد باندھے کہ اُس کی قدر ہمیں آج معلوم ہوتی ہے اور دوسری قومیں اس فیض سے محروم اور بے نصیب ہیں - اللھم صل علی محمد صلعم - ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اہل ہنود جو اگنی وغیرہ کے ہمیشہ سے پجاری رہے ہیں اور پارسی لوگ جو آتش پرست ہیں وہ بھی انکے بھائی بند ہیں انہیں ابتدا روزگار سے اگنی کے ساتھ ایک خاص تعلق اور اخلاص رہا ہے اور نہیں چاہتے کہ اگنی دیوتے کے بغیر کسی اور کو مردہ سونپیں - آجکل بوجہ کثرت طاعونی وارداتوں کے لکڑی بہت گراں اور بعض اوقات ناقابل حصول ہوتی ہے اس لیئے اکثر مُردوں کی یہ حالت ہوئی ہے کہ بعض اوقات ابھی مردہ اچھی طرح جلا نہیں ہوتا اور آگ کم ہوتی جاتی ہے کہ کُتے گھسیٹ کر نوش جان کرتے ہیں اور مردوں کی کھوپریاں اکثر بر سر راہ دیکھنے میں آئی ہیں اور بدبو سے دماغ پھٹا جاتا ہے سوامی جی اور بعض لوگ مردہ کو جلانے میں یہ حکمت قرار دیتے ہیں کہ بدبو نہیں پھیلنے پاتی - لیکن مندرجہ بالا بیان سے ظاہر ہوا کہ واقعات نے ظاہر کر دیا کہ کتوں نے اس ضرر کو اور بھی دوبالا کر دیا قطع نظر اسکے اگر زمین میں مردہ کو دفن کرنیکی طرف غور کریں تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ ایک خاص گہرائی اور قبر کی لحد میں مردہ کو باقاعدہ دفن کیا جاوے تو اسمیں کوئی بدبو اور کسی طرح کی قباحت ضرر رساں ثابت نہیں ہوتی اور نہ ہوئی ہے - اور نیز لکڑیوں کے بہم پہونچانیکی نسبت کم خرچ پڑتا ہے جتنے خرچ میں ایک ہندو مردہ جل سکتا ہے اتنے میں دو تین مردے دفن ہو سکتے ہیں - اور آجکل پلیگ نے تو مردہ کو جلانا اور بھی دوبھر اور ناقابل برداشت کر دیا ہے اگر وید نے مردہ جلانا ہی انکو سکھایا ہے تو چاہیئے تھا کہ یہ لوگ وید کے احکام کی پوری طرح بجا آوری کرتے - یعنی جیسا کہ لکھا ہے کہ گھی یعنی روغن زرد کستوری اور عود کی لکڑی وغیرہ میں مردے جلانے چاہیئں اور

اُسطرح باقاعدہ چلاتے مگر اسطرح چلانا محال ہے۔ اب دیکھنا چاہیئے کہ یہ لوگ جو وید وید کرتے پھرتے ہیں کہانتک اسپر عامل ہیں۔ یہ صرف زبانی لافیں ہی مارتے ہیں دراصل وید کے احکام کی قدر ومنزلت انکے دلونمیں ہرگز نہیں۔ خواہ انکے ہاں کوئی کسی احکام کی خلاف ورزی کرے انکے ہاں کوئی دوش نہیں۔ مگر بنظر عمیق دیکھا جاوے تو یہ امر بداہت تام معلوم ہوتا ہے کہ جتنے آریہ لوگ پھرتے ہیں انمیں الا ماشاء اللہ کوئی بھی وید پڑھا نظر نہیں آتا اکثر جاہل دکاندار اپنا نام سماج میں لکھا کر پھولے نہیں سماتے اور بازاروں اور گلی کوچوں میں دوسرونکی عیب شماری اور ہنسی اور ٹھٹھے میں مصروف ہیں لیکن انکی اس سرگرمی کو دیکھکر اگر کوئی عین مجلس میں یہ کہدے کہ ارے بھائی تم وید کی منادی کرتے ہو۔ تمہاری بہن کے گھر اور خالہ کے گھر نیوگ کی سخت ضرورت درپیش ہے تم اُسکا فکر کیوں نہیں کرتے ان بیچاریوں کو پاپی بنا رہے ہو اور خود پاپی بن رہے کیا یہ وید کا حکم نہیں کہ بوقت ضرورت دیدا گیا ہے کہ نیوگ کیا جاوے اسپر یہ اندھے اور عقل کے مارے چپ اور خاموش سرنگریاں ہوجاتے ہیں یہ کوئی فرضی بات نہیں جو لکھتا ہوں۔ بلکہ واقعی ایسی حالتیں اور واقعات پیش آچکے ہیں پھر انہیں کہا گیا کہ تم شرم کیوں کرتے ہو اگر فی الحقیقت نیوگ کرانے میں کوئی دوش نہیں تو اس کار خیر میں دیر کا ہے کی ہے بموجب ایک مثل کے کہ "شرع میں کیا شرم"۔ بے دھڑک لوگوں کو اعلان کر دو کہ ہمارے گھر میں ایسی صورت پیش آگئی جیسے کہ ستیارتھ پرکاش باب میں لکھا ہے۔ لیکن اتنا خیال رکھیں کہ کہیں گورنمنٹ بوجہ فحش اور ناپاکی اور بدبو سے بھرے ہوئے گند پھیلانے میں تمہیں گرفتار کرکے قید نہ کردے جس سے بجائے ایک دو جگہ میں ضرورت نیوگ کے ایک اور آسامی تمہارے ہی گھر میں خالی ہوجاوے پس بہتر یہی ہے کہ اگر وید کے گرویدہ ہو تو کم ازکم اس کو خود پڑھو مبادا تمہارا کوئی کچھ کا کچھ سنا کر تمہارے گھروں کو ناپاک اور دلوں کو نجاست سے آلودہ کرتا جائے اور چپکے چپکے تمہارا سر مونڈتا جاوے اور تمہاری بیویوں بہنوں اور خالاؤں سے زنا کرکے آپ سانڈ اُٹھاتا پھرے اور تمہیں دم بکرا اُلو بنادے اور تمہاری عزت اور قدر ومنزلت خاک میں ملادے۔

ناظرین پر واضح ہو کہ آریہ سماج کے ممبروں سے خود ہی پوچھیں یا وہ خود ہی اپنے آپ پر

سوال کریں کہ آپ لوگوں نے بچشم خود وید کا کیا دیکھا جسکی خاطر اپنی بے ثمر میاں اور لعن طعن کا نشانہ بنگئے ہیں۔

اگرچہ آریہ صاحبان نہ تو خود وید سے ماہر ہیں اور نہ دوسروں کے تراجم کو معتبر اور ستند یقین کرتے ہیں ہاں صرف لالہ دیانند جی کی رکیک تاویلوں پر اندھا دھند بھروسہ اور ایمان ہے۔ جس نے عجیب وغریب تاویلوں سے توحید وید سے ثابت کرنیکی کوشش کی ہے مگر ہم انکی تاویلوں کو بڑے مستحکم اور مضبوط دلیل سے طشت از بام کرتے ہیں وباللہ التوفیق

اے لو چور پکڑا گیا

ناظرین کو معلوم ہوگا کہ قریباً دو ارب بنی نوع انسان وید کی حقیقت اور ماہیت صرف یہی جانتے اور یقین کرتے ہیں اور کرتے رہے ہیں کہ اس میں دیوتا پرستی آتش پرستی بُت پرستی اور عناصر پرستی کا

حاشیہ: متعلقہ صفحہ ۳۴

سلہ۔ سوامی دیانندجی تحریر کرتے ہیں کہ مردہ کے دفن کرنے میں بہت خرچ آتا ہے مگر مردہ جلانے میں کم خرچ آتا ہے لیکن آگے جاکر (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۶۲۸) میں لکھتے ہیں کہ مردہ جلانے کے لئے مردہ کی جسم کے برابر روغن زرد ڈالیں مثلاً اگر کسی کا جسم ایک من ۲۰ سیر ہو جیسا کہ اکثر دنکا ہوا کرتا ہے تو اُسپر ۱۲۰ روپیہ کا صرف روغن زرد خرچ ہوگا اور فی سیر گھی میں رتی بھر کستوری (نافہ) اور ایک ماشہ کیسر۔ کم از کم ۲۰ سیر صندل ڈالے زیادہ چاہے جس قدر ہو۔ اگر تگر پلاس وغیرہ لکڑیاں درکار ہیں چنانچہ اگر باقاعدہ مردہ جلایا جاوے اور لفظ وغیرہ پر عملدرآمد ہو تو قریباً دو سو روپیہ ایک مردہ کے جلانے میں خرچ ہوگا۔ یہ کسقدر جہالت کی بات ہے کہ مردہ دفن کرنے میں زیادہ خرچ آتا ہے۔ پر مذکورہ بالا طریق سے جلانا نہیں کفایت شعاری ہے۔ جس صورت میں آریہ ورت میں بھی یہ قانون چل نہیں سکتا ہے یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ قطب شمالی اور ممالک سرد میں جہاں ان اشیا کا ملنا محال ہے ان اصول پر عملدرآمد ہو سکے۔ آگے ہی مثل مشہور ہے کہ بنئے کی کمائی مکان یا بیاہ نے کھائی مگر اب اسکی اصلاح ہوکر یوں بولنا چاہیئے کہ آریوں کی کمائی مردہ نے کھائی۔ اور گھر کی تباہی آئی منہ

طوفان بے تمیزی جوش و خروش میں بہا ہے لیکن آج چند لوگوں نے صرف لالہ دیانندجی کے کہنے پر یہ مان لیا ہے کہ اُس میں توحید ہے۔ اور پانچہزار سال گذرے کہ دنیا بھر میں آریوں کی حکومت اور وید کی توحید کا دریا بہتا تھا۔ لیکن علم زبان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دعویٰ محض گپ اور جھوٹ ہے اس میں شک نہیں کہ آریوں نے اپنی فرضی سرسبزی اور فتوحات یا ناکامیونکی تاریخ نہیں لکھی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عناصر پرستی اور ادبار وغیرہ کے حالات قلمبند کرنے آئندہ نسلوں کے لئے جائے شرم تھے۔ لیکن زمانہ قدیم کی سیاہ کاریاں کسی صورت میں چھپ نہیں سکتیں خواہ...... کتنی ہی پردہ پوشی اور اغماض سے کام لیا جاوے اور صدہا سوامی بار بار جنم لیکر رکیک تاویلوں سے ویدک دھرم پر ملمع سازی کریں۔ کیونکہ زبان اور اسکے محاورات کسی ملک و ملت کی تاریخ کو صفحۂ روزگار سے محو نہیں ہونے دیتے۔ سنسکرت زبان جو قدیم زمانہ میں شمالی ہند میں بولی جاتی تھی اور اب بھی کانشی میں بعض پنڈت بولتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سورج چاند وغیرہ صدہا دیوتاؤں کی پوجا ہوتی تھی۔ چنانچہ ہفتہ کے دنوں کے نام ظاہر کرتے ہیں کہ شرک کی مرض قدیم ویدک دھرم کے آریوں کے رگ و ریشہ میں سرایت کر گئی تھی سنسکرت میں یکشنبہ کو ایتوار یا ادیتوار (یعنی سورج کا دن) کہتے ہیں جو سورج دیوتا کے لئے مختص کیا گیا تھا اُس روز خاص سورج کی پوجا ہُوا کرتی تھی۔ اسیطرح ایتوار کا دوسرا نام روی وار (یعنی سورج کا دن) بھی مشہور ہے اسی طرح دوشنبہ کو چندر وار (چاند کا دن) سنسکرت میں مستعمل ہے علاوہ ازیں بھوم (منگل)، بدھ (نام دیوتا)، برہسپت (نام دیوتا) سکر (بھرگو نام دیوتا) ہفتہ (شنیوار) سنسکرت میں بولا جاتا ہے۔ غرضیکہ صدہا قدیم رسومات وغیرہ کے تہواری دن اور بعض خوشی کے ایام اور انکے نام ظاہر کر رہے ہیں کہ یہ نام زمانہ قدیم میں اُن دیوتاؤں کے لئے تھے جنکی پوجا ہوتی تھی اور ہو رہی ہے جیسے کہ انہی آریوں کے بھائی وسط ایشیا سے جا کر یورپ میں جا بسے تھے اور اپنے ساتھ آریوں کی بُت پرستی اور شرک کو ہمراہ لے گئے چنانچہ انگریز آجتک آریوں کی طرح ایتوار (سورج کے دن) کو (Sunday) سنڈے یعنی سورج کا دن کہتے چلے آئے ہیں اور سوموار کو منڈے (MONDAY) چاند کا دن (چندر وار) کہتے ہیں اچھا وید میں جہاں جہاں ماتا پتا ادیتا۔ منو۔ اگنی وایو۔ اندر وغیرہ وغیرہ

سے خطاب کرکے دعائیں اور مناجاتیں گائی گئیں ہیں وہاں تو سوامی جی نے رکیک تاویلوں سے کھینچ تان کر اُن سبکو اسماء الٰہی قرار دیکر شرک اور عناصر پرستی سے وید کو بچایا لیکن اب تو ہفتہ کے دنوں میں سورج کا دن چاند کا دن وغیرہ وغیرہ ساتوں دن خاص خاص دیوتاؤں کے اسماء گرامی کے لئے مختص ثابت ہوئے ہیں کیا اب بھی کوئی بھلا مانس یہ کہے گا کہ سورج اور چاند دونوں پرمیشر کے نام ہیں اور انہی کے نام پر یہ اور باقی دن وقف کیئے گئے ہیں۔ اگر ایسا ہی کیا ہوا ہے تو پھر زمانہ قدیم کے ہندوؤں اور سناتن دھرمیوں کو دوش نہیں دینا چاہیئے کہ وہ سورج چاند وغیرہ کو سجدہ کرتے ہیں اور اُنکی پوجا کو سعادت دارین تصور کرتے ہیں۔ انگریزوں نے تو مان لیا ہے کہ (Sunday Monday Friday) وغیرہ وغیرہ جو ہفتہ کے دن ہیں ان سے اُنکے آباؤ اجداد کا مشرک اور توحید سے جاہل ہونا ثابت ہے اور ایسی رکیک تاویلیں نہیں کیں کہ اتوار (سورج) بھی خداوند مسیح کا دن ہے اور سوموار یعنی چاند روح القدس کا دن ہے . . . پس یہ ساتوں دن اور انکے نام قدیم زبان سنسکرت اور قدیم کتب سنسکرت میں پائے جاتے ہیں اور یہ قدیم ہندوؤں اور آریوں کی مذہبی حالت پر روشنی ڈالتے ہیں۔

خدا کا شکر ہے کہ اسلام نے ایسے مشرکانہ ناموں سے ابتدائً پرہیز کی ہے اور کوئی کہہ نہیں سکتا کہ ایسے مشرکانہ نام استعمال کیئے گئے تھے۔ بعض انگریزوں نے پندرہویں صدی کے بعد ریفارمیشن (تجدید دین) سے متاثر ہوکر مشرکانہ ناموں سے نفرت کی اور پہلا دن دوسرا دن وغیرہ عربی اصطلاحوں کی نقل اور پیروی کی مگر پرانی مشرکانہ عادتیں بوجہ رگ وریشہ میں سرایت کرجانے کے باسانی کافور نہیں ہوسکتیں۔ چنانچہ قدیمی ادھرنگ دور نہ ہوا لیکن آریوں کو اب تک یہ خیال نہیں آیا کہ مشرکانہ ناموں کو دفع کیا جاوے اسی طرح سوموار کا نام بھی کسی قدیم عادت بد کی طرف اشارہ کررہا ہے اور علم زبان سے صرف آریہ قوم میں مشرک ہی ثابت نہیں ہوتیں بلکہ بعض غلط کاریوں کا بھی سراغ لگتا ہے چنانچہ شراب کو سنسکرت زبان میں سُراپان[1] کہتے ہیں جسکے معنے یہ ہیں "پاک لوگوں کے پینے کی چیز" پس جس صورت میں شراب پاک لوگوں (قدیم آریوں) کے پینے کی چیز ہے پھر معمولی آریوں یعنی چھتریوں ویشوں اور شودروں کے لئے نہ صرف شراب حلال اور پاک چیز ہوگی بلکہ بھنگ چرس گانجہ افیون اور ہر ایک نشئی چیز خوشگوار اور

[1] سراپان (سُرا ہُوا پانی) شراب

حلال ہوگی۔ سوم بھی شراب کو کہتے ہیں غالباً سوموار کا دن صرف شراب پینے کے لئے ہی
مختص کیا گیا ہوگا قصہ کوتاہ صدہا نام ایسے ہیں جو نہ صرف آج کے ہیں بلکہ ہزار ہا سالوں
سے چلے آتے ہیں وہ اس زمانہ کی تاریخ کو منکشف کر رہے ہیں جنہیں آریوں کے جگرورتی اجاڑ
کی تہذیب کا سمندر بہتا تھا۔ اب بھی اگر کوئی آریہ مہاشہ ویدک دھرم اور وید کی تعلیم[ف1] سے
دست بردار ہو کر مشرف باسلام نہو تو اُسپر حیف ہے۔ ہمارا کام حقیقت کو آشکار کر دینے کا
ہے آگے اگر کوئی نہ مانے تو اُس کی مرضی۔ دنیا روزے چند آخر کار با خداوند۔ ماؤں اور
باپوں اور بھائی بہنوں کی محبتیں اور پیار کسی صورت میں عذاب الٰہی اور دوزخ کی آتش
سوزاں سے بچاؤ کا سامان نہیں ہو سکتا۔ جسطرح لفظ سراپان اور گھوگھٹ اور ہفتہ کے مشرکانہ
نام قدیم آریوں اور ویدک دھرم کے اصول مذہبی کا پتہ لگاتے ہیں اسی طرح بعض رسومات بھی
بھی ان کی تمدنی اور اصول معاشرت کا پتہ لگتا ہے چنانچہ سوامی دیانندجی نے بیاہ کے
آٹھ قسم لکھے ہیں (ستیارتھ پرکاش باب۴) اور منوجی نے گیارہ قسم کے بیٹے لکھے ہیں (دیکھو منو ادھیائے ۹
ادھیاد ربیان تقسیم حصص و حق وراثت) (۱) مخنث کا بیٹا غیر سے پیدا کروایا ہوا کشتیرج کہلاتا

حاشیہ

[ف1] انہیں کوئی شک نہیں کر سکتا کہ یورپ کے فاضل عالم ... اس زمانہ میں ہر ایک علم و فن
میں ترقی کے معراج پر پہونچے ہوئے ہیں جنکے سامنے کوئی ایشیائی قوم لگا نہیں کھاتی۔
اس لئے مناسب خیال کیا گیا ہے کہ اُن فاضلوں کی بے لاگ شہادت دبارہ حقیقت وید
اندراج رسالہ ہذا کیجاوے جو بجائے خود کسی مذہب کے بھی حامی اور مددگار نہیں۔ چہ جائیکہ کسی
علم اور حکمت سے رد پوشی کریں انکی رائے یہ ہے بلاشک حق یہ ہے کہ وید کے مناجاتیں
بعض خاندانوں کے رشیوں کے نتائج طبع ہیں۔ جنہیں سے بعضوں کے نام محفوظ ہیں
... وید بہت پرانا ہے جسکی اکثر مناجاتیں دیوتاؤں کی طرف خطاب کی گئی ہیں اُن سے
معلوم ہوتا ہے کہ ابھی آریہ لوگ پنجاب کے دریائے سندھ کے نواح میں بود و باش
رکھتے تھے ...... یہ من چلی قومیں اپنے آپ اور اپنے دیوتاؤں پر بڑا بھروسہ رکھتی تھیں
اور فتحمند دنکی طرح اپنے معبودوں اور اپنی قوم کے افراد کو مفتوح اقوام سے بہتر اور افضل

(۲) کسی کا بیٹا تبنہ بنایا ہوا وراثت کا مستحق ہے (۳) ہم قوم اور عیب و ہنر جاننے والا جو بیٹا بنایا جاوے وہ کرترم کہلاتا ہے (۴) اور جو گھر میں کسی نامعلوم شخص کے تخم سے پیدا ہو وہ گوڑھ اُپتن کہلاتا ہے (۵) اور عاق کردہ پسر کو اگر کوئی بیٹا بنالیوے تو وہ آپ بدھ کہلائے گا (۶) بدون شادی ہوئے دختر نے جو بخانہ والد خلوت میں بچہ پیدا کر دیا ہو وہ کانیں کہلاکر اپنی ماں سے بیاہ کرنے والے کی جائداد کا وارث ہوگا جب وہ خاوند کریگی (۷) جس لڑکی کو شادی سے پہلے ہی حمل ہو جاوے وہ لڑکا پیدا ہوکر سہوڑ کہلائے گا

گمان کرتے تھے۔ اور مختلف دیوتاؤں کی مدح سرائی اور پوجا کرتے تھے لیکن اندر دیوتا جو بوجہ بارش لانے کے نہایت مفید تھا اسکے حقمیں بہت سی مناجاتیں گائی گئی ہیں چنانچہ مفصلہ ذیل شرتی سے معلوم ہوگا" اے اندر! دیوتے تجھ تک نہیں پہونچ سکتے اور نہ ہی آدمی پہونچ سکتے ہیں تو طاقت میں تمام دیوتاؤں پر غالب ہے"۔

اندر سے دوئم درجے پر اگنی دیوتا ہے جس کے حق میں مدح سرائی کی گئی ہے۔ ۳۳ دیوتا دلیل ہیں سے ۱۱ آسمان میں اور ۱۱ آکاش (فضا) میں اور ۱۱ زمین پر قرار دئے گئے تھے ...... بھینسوں کی قربانی ہوتی تھی اور ایک مناجات انسانی قربانی کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ ہندوستان میں آریئے اپنے بھائیوں کیطرح جو ایران یونان اٹلی میں گئے تھے مردہ کو جلاتے تھے اور دعا مانگتے کیلئے خداوند اگنی اس (مردہ) کے انادی حصہ کو گرمی پہونچاکر تیز کر اور تیرے شعلے اور روشنی اُسے تیز رو بناویں اور سچائی کی دنیا میں اسے لیجاویں"۔ علاوہ ازیں بڑا یگ کرنے والوں کی عزت بہت ہوتی تھی جو آخر کار برہمن کہلائے۔ وید میں ایک بڑا لمبا چوڑا قصہ بھرا پڑا ہے جس میں لکھا ہے کہ وشیشتھا اور وِسوا متر ادو بزرگوں میں قربانی اور یگ کرنے پر بڑا فساد ہوا اور جس کا ذکر بڑا لمبا چوڑا ہے۔ لکھنے کا طریق نہیں آتا تھا صرف زبانی پشت بہ پشت یہ مناجاتیں محفوظ رہکر دوسروں کو پہونچیں دیکھو انسائکلو پیڈیا بریٹینکا جلد ۱۲ صفحہ ۸۱ و ۸۲۔

رگوید کے ساہیتا کے پہلے منڈل میں سوائے چند مناجاتوں کے ساری کی ساری مناجاتیں

نتیجہ حاشیہ

(۸) اور جو لڑکا خریدکر بیٹا بنایا جاوے وہ کریت کہلائے گا (۹) جس منتروکہ یعنی مطلقہ عورت نے کسی کی زوجہ بنکر بیٹا پیدا کیا ہو وہ پونر بہو کہلاتا ہے (۱۰) اور جس کے والدین مر گئے ہوں یا انہوں نے اس کو چھوڑ دیا ہو تو وہ جسکے گھر رہے گا اُس کا سوئم دت بیٹا کہلائے گا (۱۱) بذریعہ برہمن شہوت کے غلبہ سے منکوحہ شودر عورت سے جو لڑکا پیدا ہو وہ برہمن کا شودر خواہ پارشو بیٹا کہلائے گا۔ قِصّہ کوتاہ ایسے مسائل اور نیوگ کے فوائد سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ عام چال چلن اور اعتقاد قدیم آریوں کا کیا تھا۔ ع عاقل را اشارہ بس است۔ لیکن آریوں کے اعتقاد دربارہ اواگون کی تفصیل ازبس ضروری ہے جو ہدیہ ناظرین کی جاتی ہے

تتمہ حاشیہ

مختلف گھرانوں کے سولہ رشیوں کی طرف منسوب کی جاتی ہیں۔ بہت سی مناجاتیں اندر دیوتا کے حق میں بولی گئی ہیں اور پھر اس کے دوئم درجے پر اگنی دیوتا کے حضور میں گائی گئی ہیں۔ دسوئیں منڈل میں ۱۹۱ مناجاتیں مختلف گھرانوں کے مختلف رشیوں کی طرف منسوب ہیں جن میں سے بعض کے اسماٗ پہلے منڈل میں بھی مذکور ہیں ..... رشیوں کی فہرست میں بہت سے دیوتاؤں اور فرضی بزرگوں کے نام لکھے ہوئے ہیں اس منڈل کی زبان اور ترتیب سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکا پہلے بابوں سے کوئی تعلّق نہیں۔ اکثر یہی گمان کیا گیا ہے کہ یہ تاریخی حالات کا مجموعہ ہیں جو مذہب کی روش میں لے لیا گیا ہے۔ مختلف زبان سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ رگ وید کے منڈلوں کے مختلف مصنف ہیں۔ کیوں لہجہ اور الفاظ طرز تحریر میں نمایاں فرق ہے،

دیکھو جلد ۱۲ انسکلوپیدیا برٹینکا صفحہ ۲۷۵

منہ

تناسخ

وید کی تعلیم یہ بتلائی جاتی ہے - کہ لنگڑا لولا - کالا سیاہ - امیر غریب - وغیرہ ہونا لوگوں کی گذشتہ جونوں کے اعمال اور کرتوتوں کا نتیجہ ہے اور کسیقدر یہاں کے افعال کا ہی نتیجہ ہے - یعنی جو کوئی اس دنیا میں پیدا ہونے سے پہلے کبھی بھیڑیا یا چیتا بنا ہوگا اُسوقت اور جسم کی خونریزی اور جور و ستم انسان کو اس جہان میں آکر لنگڑا لولا بھیڑ بکری کے قالب میں اوتار لینا واجبی اور لازمی ٹھیراتا ہے - اور جو فرق اور تفریق دنیا میں نمودار ہوتی ہے وہ پُرانے جنم کی کرتوتوں کے نتائج کا اظہار اور ثمرہ ہے - نہ کہ اس دنیا میں "جو کرو سو بھرو" والی بات ٹھیک ہے بلکہ آتشک نہ بخار اور امراض مہلکہ پُر جسم کی بدکاری

مگر یہ اندھا دھند سزا لوگوں کو دیجاتی ہے اور کوئی پوچھنے والا نہیں کہ یہ سزا اور انعام جو لوگوں پر اُترتا ہے اس کی وجہ اور سبب کیا ہے - حالانکہ دنیا میں قانون قدرت اسی طرح پر جاری ہوا ہے کہ ہر ایک مجرم کو سزا دہی کے وقت جتلا دیا جاتا ہے کہ فلاں جرم اور بدکاری کے عوض میں تجھے یہ سزا دیجاتی ہے - اگر لنگڑا لولا ہونا کسی جرم کا پھل اور سزا ہوتی تو ضرور خدائے علیم و رحیم انہیں ایسے جرائم سے خبر دیتا تا کہ وہ آئندہ ..... اُسی چاہ ضلالت کی طرف رجوع نکرتے جس سے انہوں نے حال ہی میں اتنا دکھ درد برداشت کیا ہے - یعنی اتنا تو پرمیشر کو چاہیئے تھا کہ گناہوں کی فہرست وید میں لکھہ دیتا تا کہ دنیا ان دفعات اور سزاؤں سے آگاہی حاصل کر کے گناہوں سے کنارہ کشی کرتی یا الہاماً ہر ایک کو بتلا دیتا کہ فلاں کام نہ کرو - ورنہ پھر کتے - بلیاں اور کیڑے مکوڑے بنائے جاؤگے - مگر ایسا وہ کیوں کرتا - اگر ایسا کرتا ساری دنیا امور کردنی اور ناکردنی سے آگاہ ہو کر نیک ہو جاتی اور سارے مہاتشے سرگ میں مکتی یاب ہو کر سکونت پذیر ہو جاتے اور کارخانہ دنیا کا خاتمہ ہو جاتا اور پرمیشور (نعوذ باللہ) ہاتھ پر ہاتھ رکھکر بیٹھ جاتا - لیکن اگر غور سے دیکھا جاوے تو درحقیقت اب بھی وہ محض بیکار اور معطل یقین کیا جاتا ہے - کیونکہ اب وہ کسی جلیل القدر کام میں مصروف نہیں -

تمام روحیں اور مادے اپنے اپنے وجود اور زندگی کے لئے خود بخود خدا ہیں - کیونکہ خدا تعالیٰ نے انہیں پیدا نہیں کیا بلکہ وہ خود بخود اپنے وجود اور ذات کے خالق آپ ہیں یعنی جسطرح خدا اس لئے

سلہ تناسخ کو آواگون بھی کہتے ہیں جسکے معنے عام بول چال میں لغو اور بیہودگی کے لئے جاتے ہیں جیسے کوئی کہتا ہے کہ تم کیوں آواگون پھر رہے ہو پس جن لوگوں کا دین ایمان ہی یہی ہے اُنکی عاقبت کا کیا حال پر ملال؟ منہ

خدا کہلاتا ہے کہ وہ خود آپ ہے اور قائم بالذات ہے کسی سے پیدا نہیں ہوا اسیطرح بقول ویدک دہرم روحیں اور مادے بھی از خود یعنی خود آپ ہیں اور اپنی ذات کی آپ خالق ہیں اور اپنی تمام قوتوں اور خاصیتوں کی بھی آپ ہی پیدا کنندہ ہیں۔ جنہیں ایشور کی ذرہ مہربانی اور احسان کا نام و نشان نہیں

علاوہ ازیں اگر بنظر تعمق دیکھا جاوے تو تناسخ کا مسئلہ آریوں کو ماننا نہایت مشکل ہے کیونکہ جس صورت میں یہ لوگ ہر ایک سیاہی سفیدی اور کمزوری اور دکھ درد کو گذشتہ جنموں کے افعال کا نتیجہ گردانتے ہیں اور موجودہ فرق تفریق گذشتہ اعمال کا نقشہ اور تصویر سمجھتے ہیں تو پھر بڑا بھاری اعتراض ناقابل حل یہ ہے کہ مادے اور روحوں اور پرمیشور میں جو زمین و آسمان کا فرق اور سیاہی سفیدی عیاں ہے اسکا کیا باعث ہے۔ یعنی مادہ جو مردہ کیطرح بیحرکت و سکون حالت میں مدت سے پڑا ہے اور ہر ایک قسم کی راحت اور سرور سے محروم کی ہے مگر روحیں کروڑ ہا سالوں سے عیش کر رہی ہیں اور ہر ایک نعمت سے متمتع ہو رہی ہیں ادہر پرمیشور بھی کروڑ در کروڑ سالوں سے مادہ اور روحوں پر حکمران ہے اور ہر ایک طرح کے سرور اور صفات کاملہ سے موصوف اور تمام غفلتوں سستیوں اور لاتعداد اعراض شدیدہ اور نقائص بدیہہ سے مبرّا اور پاک ہے اور کسی قسم کا خطرہ اور خوف دامنگیر نہیں ہر وقت انند اور سرور کل اور نور کل اگنی مہاراج ہے۔ مگر کروڑ در کروڑ سالوں کی حکمرانی اور سلطنت لازوال سے روحوں کے دھرّے اڑا دیئے ہیں انہیں بار بار نرگ سرگ اور نہایت ناپاک اور خبیث اجسام میں اوتار لیکر پرمیشور کی بادشاہت کو قائم کرنا پڑتا ہے۔ پس سوال اور عقدہ لاینحل یہ ہے کہ یہ عظیم الشان تفرقہ اور سیاہی سفیدی جو روحوں اور مادوں اور پرمیشر میں منکشف اور نمودار ہے یہ کن اعمال اور اقوال کا نتیجہ اور ثمرہ ہے۔ اگر کہو کہ یہ تفرقہ بغیر اعمال کے ہے تو پھر تناسخ کا گورکھ دھندا طشت از بام ہو گیا یعنی جس صورت میں بلا وجہ مادہ ارواح اور پرمیشور میں تفرقہ یا ترجیح بلا مرجح مانا گیا ہے تو پھر یہ ادنیٰ فرق جو مختلف انسانوں میں نمودار ہے کیوں قابل اعتراض ٹھیرا۔ لہذا تناسخ کی موئد کتاب یعنی وید کا خاکہ اڑ گیا۔ اور کسی مہاتما کی مدد اور عجز و انکساری کارگر نہیں ہو سکی۔ ہاں مجھے مورخہ ۲۴ ماہ اگست ۱۹۰۴ء کو قادیان کے مشہور پنڈت سے تناسخ کے متعلق گفتگو کرنے کا اتفاق ہوا سو مناسب معلوم ہوتا ہے

کہ اُس کا لب لباب بھی ہدیہ ناظرین کیا جاوے۔

میں نے سوال کیا تھا کہ پنڈت جی آپنے فرمایا تھا کہ پنجاب اور کشمیر کی آب و ہوا اور مختلف اسباب تنعّم اور گوناگون انعامات الٰہیہ میں جو تفرقہ عظیم نظر آتا ہے وہ بھی پنجابیوں اور کشمیریوں کی خاص طور اعمال اور کرموں کا نتیجہ ہے۔ اُس پر پنڈت جی نے فرمایا کہ انسان کو صرف ایک دو نعمتوں پر غور نہیں کرنا چاہیئے بلکہ ہر ایک چیز پر غور کر کے فیصلہ کرنا چاہیئے کیونکہ ڈلہوزی وغیرہ دیگر مقامات صحت افزا میں دیکھا گیا ہے کہ وہاں مچھر بہت ایذا پہنچاتے ہیں اسلیئے حق یہ ہے کہ بعض نعمتیں اور فضائل کشمیر میں ہیں اور بعض پنجاب میں جاگزین ہیں۔ اس لئے دو ملکوں کی حالت کا اندازہ لگانا مشکل ہے کہ آیا فلاں بہتر حالت میں ہے یا ادنیٰ اور گری ہوئی حالت میں گرفتار ہے الخ میں کہتا ہوں کہ جسحالت میں ہم یقیناً فیصلہ نہیں کر سکتے کہ فلاں مُلک یا انسان دوسرے مُلک یا انسان سے بہتر حالت میں ہے یا نہیں اور تفرقہ اور عیب و صواب میں اندازہ کرنا مشکل اور محال ہے تو پھر تناسخ کا مسئلہ خود بخود غلط ہو گیا۔ کیونکہ دو شخصوں کی حالتیں اس بات کا فیصلہ کرنا بہت مشکل اور محال ہے کہ کون بہتر اور سرورگی حالت میں ہے چنانچہ کہا گیا کہ جو کہار ایک بنئے مہاجن کو پالکی پر اُٹھا کر کچہری میں لئے جاتے ہیں نادان خیال کرتا ہے کہ مہاجن بوجہ اچھے کرموں کے بہتر حالت میں ہے مگر فی الحقیقت جوں جوں کچہری نزدیک آتی جاتی ہے مہاجن کا دم خشک ہوتا جاتا ہے اور کہار بلحاظ کم ہو جانے مسافت کے خوش و خرم ہوتے جاتے ہیں .... پس ظاہر ہے کہ دونوں فریقین کی حالت مختلفہ میں ٹھیک اور درست اندازہ لگانا محال ہے۔ بعد ازاں پنڈت جی نے کہا کہ ہر ایک شخص اپنی حالت سے نکلکر اعلیٰ حالت میں جانا پسند کرتا ہے اور خواہش رکھتا ہے۔ پس اگر ہر ایک دوسری اعلیٰ حالت میں فضیلت نہیں تو ہر ایک اس کے حصول کے لئے خواہش کیوں کرتا ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ دُنیا میں کامیابی تک پہنچنے کے لئے یا بادشاہ کا قرب حاصل کرنیکے لئے ایک ہی راہ اور سڑک ہے جسکے سوائے دوسری راہیں اور خواہشیں غلط اور ٹیڑھی ہیں بیسیوں کی خواہشیں جو ایک دوسرے سے مختلف اور متعارض ہیں وہ ساری کی ساری ہی درست اور ٹھیک نہیں ہو سکتیں بلکہ نقطہ کامیابی کے استحصال کیلئے ایک ہی خطِ مستقیم ہو سکتا ہے باقی حساب الخ

ہندسہ کی رُو سے منحنی خطوط واقع ہیں جس صورت میں راجہ صدہا ہموم وغموم میں گرفتار رہکر جلد تر دُنیا سے گذر جاتا ہے اور ایک متوسط الحال بدرجہا خوش اور انند حالتمیں دیکھا جاتا ہے اور راجہ مرنے کے بعد ادنی ترین جونوں میں جنم لیتا ہے اور متوسط الحال انسان صدہا گندی جونوں اور ہموم غموم سے بری اور دور رہتا ہے پھر اس بات کا اندازہ کسطرح لگ سکتا ہے کہ فلاں اچھی حالتمیں ہے اور فلاں تکلیف اور دُکھ میں گرفتار ہے۔ پس جس طرح کشمیر اور پنجاب میں بقول آپکے اسباب تنعم میں تفرقہ نہیں اسی طرح انسانوں میں بھی یہی صورت ہے۔ پھر تناسخ کو پیش کرکے یہ ڈھکوسلا بنانا کسقدر فضول اور نامعقول ہے کہ فلاں شخص نے ضرور زنا کیا ہوگا جسکے باعث وہ غریب اور نادار ہے۔ علاوہ ازیں ممالک یوروپ میں جو اخلاقی حالت ناگفتہ بہ ہے وہ سب پر عیاں ہے۔ پھر اُنکی حکومت جو روئے زمین پر محیط ہے وہ کس عمل کی پاداش میں حاصل ہے کیا یوروپ میں ویدک دھرم کے اصول پر عملدرآمد ہو رہا ہے یا برہمچاریوں کی فوجیں مختلف دیہات اور امصار میں تن من دھن سے مصروف ہوکر ویدک دھرم کا اُپدیش کر رہی ہیں؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ لوگ ویدک دھرم کو جڑھ سے اُکھیڑ رہے ہیں اور وید کا ترجمہ کرکے عناصر پرستی کو اظہر من الشمس کر رہے ہیں۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ وید کو پاؤں کے نیچے روند رہے ہیں اور اُس کی تردید میں لاکھوں روپیہ پانی کی طرح بہا رہے ہیں اُنکو ملک و دولت دیکر خود پرمیشر نے ہر ایک نعمت سے بہرہ ور کیا ہوا ہے اور بیچارے آریوں کو جو وید کے خادم اور فرمانبردار ہیں اُنہیں تحت الثریٰ میں پہنچا دیا ہے پس اس بات سے بھی اندازہ لگایا جاتا ہے کہ درحقیقت پرمیشور کو تناسخ والے یا ویدک دھرم والے برائے نام آریہ ناپسند اور درگاہ الٰہی سے راندے ہوئے ہیں۔ اگر کہو۔ کہ یورپ نے بزور شمشیر یا بہ قوت بازو چکرورتی سلطنت حاصل کی ہے تو پھر تناسخ اور نیز جنم کے

بعد ازاں پنڈت جی نے فرمایا کہ روحوں کے پیدا ہونے کے بعد قدامت کے آپ[1] اور ہم دونو قائل ہیں لیکن پھر جب آپنے حادث چیز کی قدامت کو مان لیا ہے تو پھر کیوں نہیں مان لیا جاتا کہ درحقیقت روحیں انادی اور ہمیشہ سے چلی آتی ہیں۔ اور ایسی چیز پیش کریں کہ حادث ہو اور اُس کا وجود اور مادہ پہلے سے موجود نہ ہو جانا چاہیئے کہ پنڈت جی کا یہ سوال دقیق ہے لیکن ادھورا اور نامکمل ہے کیونکہ اول بار ثبوت اُنہیں کی گردن پر ہے کہ وہ اول روحوں کو

[1] حاشیہ۔ یہ پنڈت جی کی غلطی یا چالاکی ہے۔ کہ روحوں اور مادیات کی اصلیت ماہیت اور کیفیت کو ایک ہی پیمانہ سے ماپنا چاہتے ہیں۔ ابھی ہوا اور لوہے کو بھی ایک ہی ماپ سے ماپنا اُن کی علت اولی ایک ہی ثابت کرنا نادانی ہے۔ تو پھر روح اور مادہ کی ایک ہی کیفیت اور ماہیت کا تلاش کرنا جہالت کی بات نہیں تو کیا ہے جس صورت میں حیوان اور انسان کو ایک ہی سلسلہ سے منسلک کرنا ٹھیک نہیں تو پھر روح اور مادہ اور کیکر اور بادام کا ایک ہی بیج تلاش کرنا صریح غلطی ہے۔ روحوں کا ثبوت روحوں سے لو۔ صدہا سالوں کی روحیں خواب میں اپنے وجود یا خلود کو ظاہر کرتی ہیں۔ مگر ہماری تمہاری نہیں بتلا سکتی کہ ... برس سے قادیان یا لاہور میں رہ چکی ہے۔

انادی اور قدیمی ازلی ثابت کریں۔ جیسا الست میں پنڈت جی اور سوامی جی (ستیارتھ پرکاش کے صفحہ ۱۳۳) میں مانتے ہیں کہ اس دُنیا میں آنے سے پہلے روحوں میں چوبیس۲۴ طاقتیں تھیں۔ یعنی زور۔ قوت۔ حافظہ۔ حوصلہ۔ محبت۔ خواہش۔ سُننا۔ کشش۔ تحریک۔ ۔ ۔ ۔ دغیرہ دغیرہ موجود تھیں تو پھر کیا وجہ اور کیا مصیبت ناگہانی آپڑی کہ اِس دُنیا میں آنے ہی گذشتوں جنموں کی سرگزشت اور گشت و خون کے معرکے یک لخت کافور ہو گئے اِس پر پنڈت جی نے فرمایا کہ آپکو کیا معلوم ہے کہ بارہ۱۲ جولائی ۱۹۰۴ء کو آپنے شام کے چھ۶ بجے کیا کھایا تھا۔ اِس پر میں نے عرض کی۔ کہ آپ مُجھ سے یہ پوچھو کہ فلاں روز سندھیا (نماز) پڑھی یا نہیں پڑھی جس کے ادا کئے بغیر مسلمان مسلمان نہیں اور آریہ آریہ نہیں رہتا بلکہ شودر اور چوہڑا چمار ہو جاتا ہے یاد رہے کہ پنڈت صاحب خود سندھیا اور اگنی ہون باقاعدہ نہیں کرتے جسپر کم ازکم صد روپیہ ماہوار خرچ آتا ہے اُن کے گھر میں بھی قریباً تین چار اشخاص ہونگے پس کون ایسا آریہ قادیاں میں ہے جو بحساب فی کس صد مہینہ میں بیس۲۰ پچیس۲۵ روپیہ سندھیا اگنی ہون میں جلا وے۔ میں نے اور بعض اور احباب نے پنڈت صاحب اور یہاں کے نام کے آریوں کو دیکھا ہے کہ وہ عین سندھیا کے وقت ہم سے بحث کرتے رہے اور پھر سیر کے لئے چلے جاتے ہیں اور سندھیا سے دیدہ دانستہ یا ادنیٰ جونوں میں اوتار لینے کے گورکھ دہندے کو فضول نامعقول تصوّر کر کے روگردانی کرتے ہیں جو کسی ایماندار مہاشے شایاں حال نہیں۔ اجی کھانے پینے کے متعلق سوال نہیں ہوگا بلکہ سوال تو یہ ہوگا کہ دو وقت سندھیا آپ لوگوں نے کی ہے یا نہیں جہانتک میرا خیال بلکہ یقین ہے میں زور سے کہہ سکتا ہوں کہ آپ لوگوں یعنی آریہ سماج قادیان میں کوئی متنفس بھی نہیں جو باقاعدہ آریہ ہو اور دو وقت سندھیا اور اگنی ہون دغیرہ کرے پس جس صورت میں آپ لوگ سندھیا اور اپاسنا دغیرہ نہیں کرتے جس پر کم ازکم صہ روپیہ ماہوار ایک آریہ کے لئے خرچ اُٹھتا ہے پھر بحث مباحثہ کرنے سے کیا حاصل؟ آپ لوگوں اور نیز دیگر آریوں نے مذہب کو لہو لعب یعنی کھیل کود بنایا ہُوا ہے اگر یہ سچ نہیں تو ہمیں تم میں سے یا پنجاب میں سے کوئی اپدیشک بھی بذریعہ عام اطلاع شائع کر کے خبر دے کہ وہ سوامی جی یا دیدک دھرم کی نصف ہدایات پر بھی عملدرآمد کرتا ہے۔ ہاں! آپ کا یہ کہنا کہ پیدا ہونیکے بعد

ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۲۸

گذشتہ جنموں کی سرگزشت اور جان جوکھوں کے کا بھول گئے ہیں تو یہ بھی نہایت ناپاک اور غلیظ جھوٹ ہے کیونکہ جس صورت میں ایک نوّے ۹۰ سال کا بوڑھا ستّر سال کے صدہا واقعات ٹھیک ٹھیک بتلا دیتا ہے اور نسیان اور ذہول سے اپنی دردناک سوانح عمری کو فراموش نہیں کر سکتا تو پھر کسی بچے کا چودہ ۱۴ پندرہ ۱۵ سال میں گذشتہ جنموں کے لاکھوں کام اور دردناک مصائب اور تکالیف شاقہ کا یکسر فراموش کر دینا محض بے بنیاد اور سفید جھوٹ یا خلاف واقعہ امر ہے۔ کیونکہ سوامی جی اور آپ لوگ اس امر کے قائل ہیں کہ روح میں قوت حافظہ۔ حرکت کشش وغیرہ تمام انسانی قویٰ قدیم سے موجود ہیں تو پھر یہ کسقدر بے باکی اور ناخدا ترسی ہے کہ یہ کہا جاوے کہ بیشک حافظہ وغیرہ ایسا ہی تھا جیسے کہ اب زید و بکر کو ہے مگر مادر شکم کے اندر ۹ ماہ میں حافظہ کافور ہو گیا۔[1] بیشک ۱۲ جولائی کا کھانا پینا یاد نہیں رہتا۔ مگر جو شخص پندرہ سال لگاتار گدھا بنا رہا ہے اور صدہا ڈنڈے کھائے اور ناگفتہ بہ سلوک سے بہرہ ور ہوتا رہا پھر انسانی جامہ پہنتے ہی کیوں اُن بدبختی کے اسباب اور نتائج سے لاعلم ہو گیا۔ اگر کسی مہاشے کی قوتِ حافظہ ایسی ہی کمزور اور ناتوان ہے کہ آٹھ ۸ دس ۱۰ سال کی عمر میں گذشتہ جنم کی ماریں اور سزائیں بھول جاتا ہے تو مجھے اجازت دے کہ میں اس کو دو ۲ چار ۴ ایسے ڈنڈے لگاؤں جسے وہ بشرطِ زندگی عمر بھر نہ بھولے گا پس اگر میرا ڈنڈا جو حقیقت میں

---

[1] بڑے ظلم کی یہ بات ہے کہ آریہ صاحبان یہ تو مانتے ہیں کہ گذشتہ جنم کے نیک و بد کردار اور گفتار جسمانی طور سے بُرا بھلا نتیجہ اور پھل لاتی ہیں چنانچہ بقول اُن کے بعض امیر غریب سیاہ سفید اور خوبصورت اور بدصورت بوجہ سابقہ اعمال کے دنیا میں پیدا ہوتے ہیں لیکن ہزاروں پنڈت جنہوں نے سخت جفاکشی اور عرق ریزی سے خون جگر کھا کر چاروں ویدوں کو کنٹھ کیا پر بدقسمتی یا بے انصافی سے وہ سارے علوم تناسخ میں دریا بُرد ہو گئے یا پرمیشر نے نہایت نادر حکمت عملی سے کام لیکر اُنہیں لایعقل اور جاہل مطلق پیدا کر دیا اور تمام جاہلوں اور پنڈتوں کو ایک ہی جہالت کی پٹی پڑھائی۔ یہ سخت ظلم ہے کہ جس نیک مرد نے نوّے سال یا اُٹھ سال خون جگر کھا کر ویدوں سے مہارت پیدا کی پر چند روز بعد دوسرے جنم میں اُن تمام علوم کو چُرا لیا گیا اور ضبط کر لیا۔ ہم نے سُنا تھا کہ دولت اور سیم و زر کا سرقہ ہو سکتا ہے مگر علم چُرایا نہیں جا سکتا مگر یہ اب

خوفناک طور سے مہلک ہوگا چالیس برس تک فراموش نہیں ہو سکتا پھر گنہگاروں کے لاکھوں ڈنڈے اور بدسلوکیاں کیوں اور کس طرح فراموش ہوگئیں۔ یہ ویدک فلاسفی ہماری سمجھ میں نہیں آسکتی شاید عیسائی ہونگی: تثلیث کا اسرار فطرتی ہے۔

پس مذکورہ بالا بیان سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی ہے کہ پیدا ہونے سے پیشتر (اول) جنم کی موہومی زندگی محض خیال است محال است جنوں ہے اور انادی ہونیکی دلیل کی تردید کافی طور سے ہوگئی ہے پس پنڈت جی کا یہ محض دعویٰ..... بے دلیل ہے کہ اُن کی یا زید کی روح نے گذشتہ جنموں میں سینکڑوں خونریز جنگوں میں حصہ لیا ہے اور کئی میدانوں میں نام پایا ہے یا کہیں سؤر۔ کتے بلیاں اور بھیڑئیے کے قالب میں اوتار لیا ہے۔ پھر سب کا حافظ اور یاد دریا برد ہو گئے۔ لاحول ولاقوۃ۔ اسیطرح یہ بھی کہا جاتا ہے کہ روحیں مرنے کے بعد ہوا میں ملجاتی ہیں پھر گھاس اور پتوں و اناج ہوا اور پانی پر گرتی ہیں پھر اگر کوئی اس خاص پانی پیتے اور گھاس کو عورت کھا جاوے تو اس کے گھر میں وہ روح جنم لیتی ہے اور اگر آدمی کے مسامات اور

معلوم ہوا ہے کہ آریوں کے پرمیشر نے علوم کا سرقہ کیا مزید فائدہ اگر نہ سہی تو نہ سہی۔ مگر اپنی حاصل کردہ علوم وفنون کو کیوں غصب کیا جاتا ہے۔ دوسرا بڑا ظلم اور ستم یہ ڈھایا جاتا ہے۔ کہ امیری غریبی یعنی اسباب تنعم اور افلاس جو بقول دیانندجی سابقہ اعمال سے ناشی ہیں وہ تو دل کھول کر مہیا کر دیئے جاتے ہیں تاکہ امرا عیش وعشرت میں پڑکر اور اعمال بد اور سیاہ کاریوں میں مبتلا ہو کر آئندہ بُری جنموں اور ادنیٰ حیوانات کی قالبوں میں اوتار لیکر پرمیشر کی خدائی کو بحال رکھیں اور باقی بیچارے غریب اور کنگال چوری اور ڈاکہ میں مبتلا ہو کر خدا کی سلطنت کی توسیع میں سعی بلیغ کریں قصہ کوتاہ نہ ہی نیکوکاروں کو گناہوں کی آلائش سے امان دی ہے نہ ہی بدکاروں کو گناہوں اور بدذاتیوں سے محفوظ رہنے کی لئے قرار واقعی ہدایت اور ذریعہ قرار دیا۔ دونوں فریقین ایسی حالت پر ملامت میں پیدا کر دیئے گئے ہیں کہ مزید گناہ اور اداگون کے دور تسلسل میں ترقی ہی ترقی نمودار ہوتی رہے مگر روحانی دولت یعنی ودیا گیان اور معرفت الٰہی جس سے انسان پرمیشر کی رضا اور غضب سے واقف ہو کر ہر ایک قسم کی شرارت اور بے ایمانی اور ناپاکی سے محفوظ رہ سکتا ہے اُس کو عمداً یعنی

مونہہ اور ناک کے ذریعے سے اندر گھس جاوے تو بھی وہ روح اُس آدمی کے گھر میں حمل ہو کر جنم لیتی ہے - اب دیکھیئے یہ سب دعاوی ہیں جن پر کوئی دلیل پیش نہیں کی گئی (ستیارتھ پرکاش باب ۹) بھلا ان دعاوی کے ہونے کے بھی اسباب اور دلائل ہیں - اوّل (۱) تو یہ اعتراض ہے کہ کبھی کسی نے روحوں کو گھاس پر پڑا ہوا دیکھا ہے یا اُن سے گفتگو کی ہے - اگر گھاس پات کے کھانے ہی سے کسی کے ہاں اولاد ہو سکتی ہے تو چاہیئے کہ جن راجاؤں کی رانیاں کبھی بھی باہر نہیں نکلتیں انہوں نے کونسے پتے کھائے - اگر بعض عیش دوست اور دائم المریض لوگوں کے ہاں اولاد نہیں ہوئی یا آتشک زدوں کے عضو تناسل میں کوئی نقص اور مرض واقع ہو گیا تو کیا وہ روحیں جن کو ایسے اشخاص نے کھا لیا تھا - پھر اُن کی بدبختی نے انہیں کس سورگ اور نرگ میں پہنچا دیا یا دائم المریض اور نامرد مخلوق بدبخت اپنے ساتھ اُن سب روحوں کو کیوں ہضم کر گیا؟ [۵] بیں اسکا بھی

وید دانستہ چھین لیا ہے - اور معرفت الٰہی سے محروم اور اندھا کر کے پھر جنم دیدیا تاکہ خوب پیٹ بھر کر مہنیات اور غلط کاریوں میں غلطاں ہوں اور بہت سے جانوروں کے پیدا کرنیمیں خدا کے مددگار اور حامی و ناصر ہوں جب صورتمیں ایک رنج و راحت انسانوں کی گذشتہ کرتوتوں اور اعمال صالحہ کے نتائج ہیں اور پرمیشر کی کوئی مہربانی اور لطف نہیں تو پھر وید کے اصول اور علوم روحانیہ کو کیوں چھین کر خواہ نخواہ قدیمی کینہ وری اور تندی کا اظہار کیا - اگر پرمیشر سے کوئی اور فائدہ نہیں ہو سکتا تھا تو یوں ہی بخیلوں کیطرح حاصل کر علوم کو ضبط کر کے پیٹ بھر نقصان کیوں پہنچایا؟ اسکی شان میں یوں کہنا (نعوذ باللہ) شایاں ہو گا ع مرا از نفع تو امید نیست بد مرساں" یا یہ کہنا مناسب ہے گا کہ صاحب! قوت نیکی نداری بد مرساں منہ

---

[۵] مہاتما سوامی جی نے بھی غالباً ہوا پانی اور اناج اور گھاس پات کھایا پیا ہو گا اور جسیم جسم کے کثیر مسامات اور کھانے پینے کیساتھ ضرور روحیں اندر گئی ہونگی اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ روحوں کو کیوں باہر نہیں اُگلا گیا اگر اُگل کر ...... کہیں ڈالا گیا ہے تو بھی اسکا ثبوت ہونا چاہیئے ورنہ اُن روحوں کی طرف سے انہیں جوابدہ ہونا پڑیگا اگر کہو انہوں نے

ثبوت عقل اور مشاہدہ سے بصد منت مانگتا ہوں کہ نامرد اور مخنث کے جسم میں روحیں کیوں داخل نہیں ہوتیں اگر داخل ہوتی ہیں تو پھر کیوں وہ انسانی جامہ پہن کر دنیا میں وجود پذیر نہیں ہوتیں۔ (۲) ہاں یہ بھی اعتراض ہے کہ ممکن ہے کہ اگر دو شخص ایک پتے کو نصفا نصفی کھا جاویں یا اُن کے جسموں میں تھوڑی تھوڑی کر کے ایک روح نفوذ کر جائے تو پھر کیا آدھا بچہ پیدا ہوگا اگر ایک روح ایک ہی جسم میں جاتی ہے؟ بھلا اگر بعض پتوں اور ہوا کے ذرات کو جس میں روح انند کر رہی ہو کوئی گائے یا سؤر کھا جاوے تو پھر اس انسانی جامہ پہننے والی روح کا کیا حال ہوگا اور ہمیں کون سمجھا سکتا ہے کہ سؤر اور بکری کو سانس لینے اور پینے اور گھاس پات کی روح کھا جانے سے کوئی منع کر سکتا ہے اور اس کوشش میں کس طرح کامیاب ہو سکتا ہے کہ خاص روح والے پتوں اور ہوا کے جھونکوں کی حفاظت کرے اور ہر ایک حیوان اور پرند چرند کو اُن پر دست درازی کرنے سے روکے۔
(۳) پھر یہ بات بھی محض دعویٰ ہی دعویٰ ہے کہ جب بچے اور بوڑھے روح والے پتوں کو نگل جاویں یا اُنکے اجسام میں بذریعہ سانس اور موہنہ ناک اور مسامات کے روحیں انکے وجود میں جا گزین ہوں تو وہ روحیں نشو و نما نہیں پاتیں۔ کیا انہیں روحوں کی نشو و نما پانے کے اسباب اور وسائل نہیں ہیں

ساگ پات اور اناج پانی تو کھایا ہے جو لوگ کھاتے پیتے ہیں جن کے ذریعے سے انکے جسموں بنی نوع انسان کی بقا کے لئے روحیں انسانی اجسام میں نفوذ کر جاتی ہیں پر سوامی جی کے جسم مبارک میں روحانی مادہ دخل پذیر نہیں ہوا تو بھی ایک اور اعتراض پیدا ہو گیا یک نہ شد دو شد یعنی اول تو یہ محض دعویٰ ہے کہ ان کے جسم میں روحوں کا دخل نہیں ہوا جس کا کوئی عقلی اور نقلی ثبوت وید سے ہرگز پیش نہیں ہو سکتا۔ اور دوسری بات قابل اعتراض یہ ہے کہ اُن کا روحانی مادے سے محروم رہنا بھی ایک بدبختی ہے جو ایسے مہاتما پنڈت کے لئے کوئی نیک نیت مہاشہ تجویز نہیں کر سکتا۔ میرا خیال ہے کہ اگر اُن کی شادی ہوتی تو ضرور اُن کے گھر میں دس رشی پیدا ہوتے کیونکہ وہ بہت قوی اور جسیم تھے۔ پس اُریہ ورت کے لئے یہ رونے اور ماتم کا وقت ہے کہ دس رشی بشمول سوامی جی ساتھ ہی ساتھ مرے جو انکے بعد وید کا اُپدیش کرتے اور قوم بانوم کو بیدار کرتے جو کروڑوں برس سے وید سے نابلد محض

م تو کبھی اس کا نقلی ثبوت وید سے مطلوب ہے اور عقلی ثبوت بھی اگر امکان سے خارج ہو تو وہ کاٹ ہے۔ ورنہ معاف۔

اگر نہیں ہوتے تو کیوں نہیں ہوتے۔ اگر کہو کہ اُس وقت وہ جماع کرنے کے قابل نہیں ہوتے تو بھی یہ غلط ہے کیونکہ اگر اُن روحوں کو بوڑھے اور بچے کے اجسام میں حبس بے جا کے طور پر رکھا گیا ہے تو بھی ظلم اور بے انصافی اظہر من الشمس ہے۔ کیا جبتک وہ بڈھا مر کر کسی اور جنم میں نہ جاوے تو وہ بیچاری روح یونہی حوالات میں رہیگی اور طرح طرح دُکھ درد میں گرفتار ہو گی یا کسی نامعلوم بدکردار اور گفتار کی سزا میں اپنی پاداش کو پہنچتی رہیگی یا اُس ننہے بچے کے جوان ہونے اور سہرا باندھنے اور دُلہن بیاہ لانے تک وہ روح محبوس انتظار کرتی رہیگی اور جب تک وہ ۸۸ سال کا برہمچریہ قائم کر کے کسی کے ہاں اولاد پیدا نہ کرے اُس وقت تک اُس روح کی یوں ہی گت ہوتی رہے گی؟ اسی طرح قدامت روح میں ایک اور بھی پوچ بہانہ اور دعویٰ بلا دلیل پیش کیا جاتا ہے کہ ابتدا آفرینش میں روحیں ایسی خوش قسمت اور نیک اختر تھیں کہ جب وہ .... تبت میں پیدا کی گئی تھیں وہ سب کی سب عالم شباب میں پیدا ہوئی تھیں یعنی انسان ہزاروں ہزار جوان پیدا ہوئے تھے (ستیارتھ صفحہ ۲۹۸) اور بچپن کے عوارض اور تکالیف سے مستغنی تھے۔ مگر ہم پوچھتے ہیں کیا اُس وقت وہ لاکھوں جوان زمین سے پودوں کی طرح اُگ پڑے تھے اگر اُگ پڑے تھے تو بھی بچپن کے لوازمات سے خالی نہیں ہو سکتے جس صورت میں پودے بھی بچپن کی تکالیف اور صدمات سے محفوظ نہیں ہوتے پھر حرکت کرنیوالے انسانی جسم کو یہ صدمات کیوں واصل نہیں ہوئے اور یہ نرالا طریق کہاں اور کسطرح اور کون سے علم اور سائینس کے مطابق وجود پذیر ہوا تھا اور یہ نرالا اور سہل طریق جو ویدک پرمیشور نے اوائل عمر میں ایجاد کیا تھا وہ آخری عمر میں کیوں گم ہو گیا اور عورت مرد کو صدہا تکالیف کن گناہوں اور اعمال کی پاداش میں موصول ہوئیں۔ سوامی جی لکھتے ہیں کہ قوانین قدرت اٹل ہوتے ہیں اور انصاف اور عدل پر مبنی ہوتے ہیں پھر ہمیں سمجھانا چاہیئے تھا کہ وہ سہل طریق پیدائش کن اعمال کے عوض میں بنی نوع انسان کو پھر دوبارہ نصیب ہو سکتا ہے آیا اُن اعمال کا تذکرہ اور ہدائت وید میں ہے اگر نہیں تو بے انصافی اور ظلم صریح ہے۔ کیا آج کل کے آریہ مہاشے فوری جوانی کے عالم کے خواہاں نہیں اگر ہیں تو پھر کیوں انہیں اُن فضائل اور خوبیوں سے محروم کر رکھا ہے۔

کیا وہ اب آریوں کو مثل سابق ہزاروں ہزار جوانی کی حالت میں پیدا نہیں کر سکتا۔ اگر کر سکتا ہے تو پھر کیوں دستکشی کی ہوئی ہے اور کیوں خلل و امنگیر ہے اور نقص اور عیب کیوں سر گیر ہے در اصل جو قانون الٰہی ہوتا ہے[1] وہ ہمیشہ ہوتا رہتا ہے لیکن جو محض ڈھکوسلا اور بے لاگ گپ ہوتی ہے اُس کی نظیر کسی مُلک و مِلت میں دستیاب نہیں ہوتی۔ کیا ایسے گپوڑے اور جہالت کی باتیں اس بات پر کافی دلیل ہو سکتی ہیں کہ روحیں انادی اور قدیمی ہیں ہرگز نہیں۔ تمام لوگ جانتے ہیں کہ عالم خواب اور کشوف میں گذشتہ مہاتما اور بزرگ لوگوں سے ملاقات اور گفتگو کر سکتے ہیں۔ چنانچہ جن بزرگوں کو فوت ہوئے کئی سو سال گذر گئے اُنکی روحیں باتیں کر سکتی ہیں اور اس امر کے کئی بلکہ ہزاروں نیک نہاد لوگ گواہ اور شاہد ہیں۔ چنانچہ جب متوفّی بزرگوں نے خواب یا کشف میں کوئی بات کی ہے تو بعینہٖ ہی ظہور پذیر ہوئی ہے پس اس سے ثابت ہوا کہ ارواح جو حادث ہیں وہ آئندہ ہمیشہ رہینگی لیکن کسی مہاشے اور لالہ جی کو کبھی یہ خواب بھی نہیں آئی کہ گذشتہ جنم میں بلّی۔ طوطا۔ یا مُرغا بنا تھا اور چوہوں اور کیڑے مکوڑوں پر گزارہ کرتا تھا اب اگر کوئی پھر بھی اعتراض کرے کہ حادث چیز قدیمی نہیں ہو سکتی بالکل غلط اور بے بنیاد جھوٹ محض ہے۔ ہاں یہ ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا کہ آج سے دو سو برس پہلے کوئی مہاشہ کسی ناپاک جون میں غلطان تھا۔ اور اس سزا سے عبرت گیر ہو کر آئندہ بدزبانی اور گندہ دہانی سے کنارہ کش ہو گیا ہے۔

ہم پھر اصل مطالب کی طرف رجوع کر کے لکھتے ہیں کہ اگر مسئلہ تناسخ درست مانا جاوے تو پرمیشر ظالم مانا جاوے گا نہ کہ نیاکار۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پرمیشر نے کونسا کام کیا

حاشیہ

[1] جو جو سلسلہ کائنات کے مطابق ہو وہ حق اور جو سلسلہ کائنات سے مخالف ہو وہ سب باطل ہے۔ جیسے کوئی کہے کہ ماں باپ کے بغیر لڑکا پیدا ہوتا ہے وہ قول بوجہ مخالف ہونے سلسلہ کائنات کے باطل ہے" ستیارتھ پرکاش صفحہ ۶۳ باب ۳ پس سوامی جی خود ہی اپنے آپ پر آپ ہی چُھری چلا گئے اور اپنے قول کو کہ ابتدا آفرینش میں ہزاروں جوان مرد اور عورتیں یک لخت پیدا ہوئی تھیں (صفحہ ۲۹۳) سب غلط اور جھوٹ محض قرار دے گئے۔

اور کونسی نعمت ہمیں دی جس کے عوض ہیں وہ ہم پر حکمرانی کر رہا ہے اور یوں ہی خدا بنا ہوا ہے خدا کیسے کونسے کام کرتا ہے مرنا۔ جینا تو ہر ایک انسان اپنے کاموں سے ہی کرتا ہے اس میں پرمیشر کی کونسی کرپا ہے۔ مگر پھر بھی دل میں خیال آتا ہے کہ یہ خیال بالکل غلط اور نادرست ہے کہ یہ مان لیا جاوے کہ ہر ایک چیز اور نعمت جس سے ہم یہاں متمتع ہوتے ہیں اور وہ سب ہمارے کرموں کا پھل اور نتائج ہیں کیونکہ دیکھا گیا ہے کہ سورج جیسی نعمت عظمیٰ جس کی نظیر ہمارے پاس نہیں ہے وہ ہمارے کسی کار خیر سے ہمیں نہیں ملی۔ علاوہ ازیں اور ہزارہا نعمتیں اور آسودگیاں کن محنتوں اور مشقتوں کا نتیجہ ہیں؟ لیکن پھر بھی دل میں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا وجہ ہے کہ جس طرح ہاتھ کی پانچوں انگلیاں یکساں اور برابر نہیں اسی طرح انسانوں میں صدہا طور کے فرق اور ممیزانہ علامتیں ہیں یعنی بہت ہیں کہ انکو اپنی روٹی کے لئے رات دن سر توڑ کوشش کرنی پڑتی ہے اور بہتیرے ایسے ہیں کہ انکو سوائے عیش و آرام اور کھیل کود کے اور کوئی کام ہی نہیں۔ پھر اگر یہ کسی پہلے جنم کے اعمال کا ثمرہ نہیں تو ہے کیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو انسان بیّن طور سے تمیز نہیں کر سکتا کہ آیا بادشاہ زیادہ آرام میں ہے یا دہقان یا سوداگری پیشہ لوگ آسودہ ہیں۔ دو چار سال کا عرصہ گذرا کہ میں نے اخبار میں پڑھا تھا کہ امریکہ میں ایک اتنا امیر کبیر تھا کہ وہ کہتا تھا کہ اگر میں چاہوں تو میں نہ صرف اپنے ملک کے پریزیڈنٹ کو تنخواہ دے سکتا ہوں بلکہ دنیا بھر کے بادشاہوں کو تنخواہ دے سکتا ہوں باینہمہ اس کی اپنی یہ حالت تھی کہ وہ رات کو اپنے نوکروں کے پاس اصطبل میں جاتا اور نوکروں کو گہری نیند میں سوتے دیکھکر رشک کرتا اور کہتا کاش مجھے ایسی نیند آوے اور مجھسے جتنا روپیہ کوئی چاہے اتنا ہی مجھ سے لے لے اس سے اتنا تو معلوم ہوتا ہے کہ ایک انسان کے لئے خوشی اور مسرت کے اسباب اور ہی ہوتے ہیں نیز بعض ملک کے باشندوں کے لئے گوشت روٹی اعلیٰ نعمت شمار کیجاتی ہے اور بعض ملکوں کے لئے یہ خوراک جان کا وبال بنجاتی ہے بعض کے نزدیک مال و دولت آسودگی اور آرام کا ذریعہ ثابت ہوتی ہے اور بعض کو فکر و اندیشہ ایسا دامنگیر ہوتا ہے کہ اس کے سنبھالنے اور حفاظت کرنے میں جان کے لالے پڑ جاتے ہیں اور بقول آریہ صاحبان راجا بننا بڑی پرہیز گاری اور اعلیٰ درجے کے

کرموں کا پھل ہوتا ہے اور بڑی نعمت ہے لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ راجا بننا بھی لعنت ہے کیونکہ بحیثیت راجہ ہونے کے اس کے ذمہ لاکھ جانوں کے عدل و انصاف پڑ جاتا ہے اور جن کے حقوق کی ادائگی میں وہ یقیناً کوتاہی کا ارتکاب کر کے ہناٹت پاپی اور گندہ ہو کر دنیا سے جاتا ہے پھر کون کہہ سکتا ہے کہ راجہ بننا اچھی بات ہے یا پرجا یعنی رعایا بننا۔ پھر یہ بھی کہا جاتا ہے کہ راجاؤں کی عمریں بوجہ عیاشی اور شراب نوشی کے کم ہوتی ہیں بلکہ اکثر اور انسانوں کی عمریں اُنسے دُگنی ہوتی ہیں۔ مگر جس صورت میں عمر کا ایک گھنٹہ بھی کروڑوں روپؤں سے بڑھکر قیمت پاتا ہے تو پھر کس کو خوش قسمت کہا جاوے آیا راجہ کو یا پرجا کو۔ مندرجہ بالا تقریر سے ثابت ہُوا کہ درحقیقت یہ کہنا کہ فلاں مرد یا عورت اچھی حالت میں ہے اور فلاں بدتر حالت میں بالکل غلط اور نادرست معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اگر ہم مان بھی لیں کہ کسی کو اس دُنیا میں زیادہ نعمتیں دی گئی ہیں اور بعض کو کم اسپر بھی خدا تعالےٰ کی طرف سے کوئی بے انصافی اور نابرابری وقوع میں نہیں آتی۔ کیونکہ انصاف کے معنے کسی شئے کو نصفاً نصفی حصوں میں تقسیم کرنا ہوتا ہے...... مثلاً اگر ایک کام پر دو مزدوروں کو لگایا جاوے اور کہا جاوے کہ اگر یہ کام کر لوگے تو ایک روپیہ تمہیں دیا جاوے گا۔ پس اس صورت میں ہم انصاف اور عدل سے دور ٹھہرینگے اگر نصفا نصفی اُنکا حق اور مزدوری ادا نکریں۔ برخلاف اس کے اگر کسی نے ہمارا کام ہی نہیں کیا تو اُس صورت میں اگر ہم کسی فقیر کو ۸ر دیدیں اور کسی کو ۱۲ر دیدیں تو ہمیں کوئی ایسا نہیں کہہ سکتا کہ تم نے ظلم اور ناانصافی سے کام لیا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ دونوں فقیروں میں سے کسی کا ہم پر حق نہیں تھا کہ ہم ضرور اُنکو کچھ دیدیتے یہ بھی ہماری طرف سے مہربانی اور احسان ہے کہ کسی کو آٹھ آنے کے پیسے دیدیئے۔ یہ بات زیادہ وضاحت سے یوں سمجھ میں آسکتی ہے کہ اگر کوئی دولتمند آدمی بازار میں جاتا ہُوا کسی کو دس روپیہ دیتا جاوے کسی کو بیس کسی کو پندرہ الغرض اسیطرح ہر ایک کو دیتا جاتا ہے اور کسی کو محروم نہیں کرتا۔ لیکن کیا وہ جس کو دس روپیہ دیئے گئے ہیں کیا اُس کا یہ کہنا درست اور صحیح ہے کہ وہ لوگوں کو کہتا پھرے کہ مجھپر بڑا ظلم اور ستم ہُوا کہ مجھے کُل دس روپیہ دیئے گئے ہیں خواہ خود اس احمق کو اتنا وقوف اور عقل بھی نہو کہ دس روپیہ کہاں حفاظت سے رکھنے اور کس جگہ خرچ کرنے ہیں۔ یہ انسان کی بڑی غلطی ہے کہ یہ کہے مجھے فلاں شخص کی طرح دولتمند کیوں نہیں بنایا گیا اور کیوں نہیں آسودہ کیا گیا اُس کا

یہ کہنا ویسا ہی غلط اور نادرست ہے جیسے کوئی کہے کہ گلاب کے پودے کو کیوں کانٹے لگا کر اگئے ہیں اور پیپل کو کیوں نہیں لگائے گئے یا جاڑے میں درختوں کے پتے کیوں اُتار کر انہیں بدصورت اور بدنما کر دیا جاتا ہے اور موسم گرما میں کیوں ایسا نہیں کیا جاتا۔ غرض یہ تبدیلیاں اور انقلاب بمقتضاء تلک الایام نداولہا بین الناس خواہ انسانوں میں ہوں خواہ نباتات میں خواہ جمادات میں۔ خدائے علیم اور حکیم کی بھاری حکمت اور علم کاملہ کی مطابقت اور موافقت سے ظہور پذیر ہوئے ہیں۔ ایسے سوال کرنا گویا نیچر کے قوانین مروجہ پر حملہ کرنا ہے اور کہنا ہے کہ روئی کیوں نرم بنائی گئی اور پتھر کیوں سخت بنایا گیا اور ایسے ہی اور بہت سے اعتراضات خواہ انسانوں کی مختلف حالتوں پر ہوں یا حیوانات اور جمادات اور نباتات کی طرز خلق پر ہوں یہ سب انسان کی کم علمی اور جہالت کو ظاہر کر رہے ہیں اصل میں خدا کی ہر مخلوق اور ہر فعل حکمت کاملہ پر مبنی ہے۔ آریوں کے نزدیک تو بیل بوٹے اور درخت بھی تناسخ کے چکر پر چڑھے ہوئے ہیں کیونکہ بعض درختوں کو ایک عزت دار مکان میں لگایا جاتا ہے اور بعض کو پاخانہ میں نصب کیا جاتا ہے اور بعض کو شب لنگ بننے کا شرف حاصل ہوتا ہے اور بعض کو آگ میں جلایا جاتا ہے اور بعض کو (پتھر کے کولہ) انجن میں جھونک دیا جاتا ہے۔ کیا یہ سب اپنے اعمال کا خمیازہ بھگت رہے ہیں یا بلا وجہ پرمیشر اُنکو سزا دیتا ہے۔ کیا پتھر کے کوئلہ نے اس صدی میں ہی سزا بھگتنی تھی۔ کیا ریل کے وجود سے اوّل کروڑوں سال سُرگ میں رہے تھے۔ بہت غور کیا جاتا ہے لیکن کچھ پتہ نہیں لگتا اور نہ وید نہ پران اس امر کی اطلاع دیتے ہیں کہ بیچارے درختوں نے کیا گناہ کیا تھا کہ اُن کو آگ میں جلایا جاتا ہے یا پتھر کے کوئلہ نے اب کونسا گناہ کیا کہ یکایک کروڑ در کروڑ پتھر کے کوئلوں کو نرگ (انجن) میں ڈالا جاتا ہے بہرحال آریوں کی کتب مقدسہ یعنی وید کے مصنفوں نے یہ بڑی چالاکی اور نالائق حرکت کی۔ کہ گناہوں کی مکمل فہرست نہیں دی۔ غالباً یہی وجہ معلوم ہوتی ہے جیسے کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں پرمیشر کو اپنی برلئے نام خدائی سے بھی جواب ہو جاویگا اور ہاتھ پر ہاتھ رکھکر بیٹھنے کے سوا اور کوئی صورت شغل باقی نہ رہے گی لیکن تب بھی وہ ایک اور طریق سے خدائی کو بحال رکھ سکتا تھا

حاشیہ۔ لہ لکھا ہے کہ پتھر کے کوئلہ بوسیدہ درختوں سے بنے ہیں منہ

پر اگر اپنے قادرانہ تصرّفات سے کچھ کام لیتا تو صدہا اعتراضات آریوں پر سے خود بخود اُٹھ جاتے یعنی یہ کہ جس طرح اُس نے پہلے پہل خود بخود تمام روحوں پر ایک جابرانہ تسلط کیا ہوُا ہے اور کوئی احسان اُنپر نہیں کیا اسی طرح جب ساری دُنیا پاک ہوکر مکتی خانہ میں جاوے اور دُنیا خالی نظر آوے تو پھر ایک دفعہ اور سُرگ پر حملہ کرے اور اُن سب کو جو وہاں پناہ گزین ہو گئے ہوں اُنکو نکالکر پھر دوبارہ اداگون یعنی تناسخ کے شکنجے پر چڑہاوے۔ گو اس میں ایک بدنامی ہو گی کہ ظالمانہ حرکت ایک عادل بادشاہ سے ظہور میں آئیگی۔ لیکن آگے کونسی عادلانہ کارروائی ہو رہی ہے پہلے بھی تو تمام دنیا کو بلاوجہ اپنے قبضہ اقتدار میں بقید حیات کیا ہوُا ہے اور کسی کے لئے گریز کی گنجائش نہیں چھوڑی۔

نیک نیّتی

اصل میں خدا کا کلام وہ ہو سکتا ہے کہ قول فعل سے مطابقت کرے۔ دُنیا اور جو کچھ اس میں ہو رہا ہے وہ خدا کا فعل ہے جو کتاب اور مذہب اور اُس کے اصول خدا کے فعل یعنی نیچر کے مخالف نہ پڑے ہوئے ہوں وہ مذہب اور اُس کی تعلیم بے شک منجانب اللہ ہوتی ہے۔ اسی طرح ہر فرد بشر بھی وہی نیک نیّت اور بھگت ٹھہر سکتا ہے جس کے ظاہر و باطن اور قول و فعل میں کامل تطبیق پائی جاوے۔ جس کی زبان پر کچھ اور ہو اور دل میں کچھ اور ہو وہ بدنیّت اور منافق طبع شخص قابل نفرت ہوتا ہے۔ سو چونکہ کامل انسان خدا تعالیٰ کی صفات کاملہ کا مظہر اور اُس کا ظل ہوتا ہے اس لئے ہر ایک نیک مرد جو ہر طرح بدعہدی اور ناپاکی اور دھوکا دہی سے بچتا ہے وہ طبعاً ہر ایک قسم کی بدی اور جھوٹ کی نجاست سے پرہیز کرتا ہے اور دوسروں کو بدکاری سے روکتا ہے پس جب مظہر اور ظل الٰہی میں یہ خاصیت پائی جاتی ہے کہ وہ تمام قسم کے گناہوں سے دستکش ہے تو وہ ذات جو علّت العلل اور تمام صفات کاملہ سے موصوف اور ہر طرح کے عیوب اور نقائص سے پاک اور مبرّا ہے وہ تو بطریق اولیٰ ہر طرح کی بدکاری اور گناہ سے!

متنفر ہونا چاہیئے۔ مگر وید کے اتباع کنندوں کا تو گیا کہنا ہے اُن کے فرضی پرمیشر پر ایک خوفناک اعتراض وارد ہوتا ہے جس سے وہ کسی طرح جانبر نہیں ہو سکتا۔ اور وہ اعتراض یہ ہے کہ بقول آریہ صاحبان وتعلیم وید...... نیکی کی تعریف اور بدی کی مذمت کی گئی ہے یہ بات بھی مسلّم ہے کہ پرمیشر بدکاری اور فسق وفجور سے بیزار ہے اور نکوئی سے پیار کرتا ہے چنانچہ جیسا کہ ہر ایک مذہب کا پیرو کہتا ہے لیکن عملاً یہ بات ویدک پرمیشر میں نہیں پائی جاتی بلکہ اس کے خلاف ہے وجہ اسکی یہ ہے کہ دُنیا میں ہر ایک حاکم خواہ ادنیٰ ہو یا اعلیٰ اور ہر ایک سلطنت خواہ مہذّب ہو یا افریقہ کی غیر مہذب ہر ایک کا یہی رویہ اور طریق ہے کہ جب کوئی چوری یا زنا یا کبھی اور بھی فعل شنیع کا ارتکاب کرتا ہے تو اس مجرم کو اس سلطنت کی تعزیرات کی دفعات کے موجب سزاء دیجاتی ہے اور ہر ایک پر یہ امر بوضاحت منکشف کیا جاتا ہے کہ فلاں بدکاری کی یہ پاداش ہوگی اور بوقت سزاء پھر مُجرم کو کہدیا جاتا ہے کہ یہ سزاء تیرے کرم کا نتیجہ ہے اور دوسروں کو بھی تنبیہ کی جاتی ہے کہ بدکاری اور بے انصافی کا یہ نتیجہ ہُوا کرتا ہے پس ایسی نیک نیّت گورمنٹ کے قوانین سے ہزار ہا مرد وزن مختلف جرائم سے متنبہ ہو کر اپنے تئیں قانون کی زد سے محفوظ رکھتے ہیں اور بنی نوع کو دُکھ دینے سے باز رہتے ہیں اور طرح طرح کی خونریزیوں اور فسق وفجور اور حقوق تلفیوں اور بے جا تصرفات سے محفوظ رہتے ہیں اور دوسروں کو حفاظت میں رکھتے ہیں اور ملک کی دولت اور آبادی بڑھتی جاتی ہے۔ لیکن جب وید کے مسئلہ تناسخ پر غور کیا جاوے کہ بقول آریہ صاحبان ہر ایک کو اپنے گذشتہ جنم کی سزاء ہو رہی ہے پر مُجرم کو معلوم نہیں کہ میں کس جُرم کے ارتکاب سے عذاب میں مبتلا ہوں چونکہ اُس کو اپنے جُرم کی اطلاع نہیں اس لئے بے دھڑک اس گناہ کی طرف بھی ہاتھ لمبا کرتا ہے جس کی سزاء میں وہ گرفتار ہو رہا ہے اس موقع پر بعض آریہ کہتے ہیں کہ مدّت ہوئی کہ کوئی گناہ سرزد ہُوا تھا اب وہ حافظہ اور یادداشت سے اُتر گیا ہے۔ لیکن میں جواباً یہ کہتا ہوں کہ اگر مُجرم کو اپنی بدکاری یاد نہیں رہی تو سزاء دہندہ کو تو یاد ہے وہ بحیثیت سرب شکتی مان ہونے کے مجرم کو کسی احسن طریق سے متنبہ کر دیگا تو اب اس گناہ سے باز آ جس کا خمیازہ تو اب بھی بھگت رہا ہے دُنیا جو خدا کا فعل ہے اس میں حیوانات سے لیکر اشرف المخلوقات تک ہر ایک مُجرم کو اسکی غلط کاری سے

خبر اور اطلاع دیدیجاتی ہے کہ خبردار آئندہ ایسا نہ ہو۔ اسی طرح سلسلہ حیوانات میں بھی ایسا ہی دیکھا گیا کہ جب ایک مُرغی دوسری پر ظلم کرتی ہے اور حد سے گذرتی ہے تو مُرغ اُسکو اُس کی غلطی سے متنبہ کرتا ہے کہ ایسا جائز نہیں لیکن افسوس ہے کہ وہ خدا جس کی نسبت ہر ایک مذہب کے پیرو کا یہ ایمان ہے اور ہونا چاہیئے۔ کہ خدا ہر عیب سے منزّہ اور پاک ہے اور تمام صفاتِ کاملہ کا مجمع ہے پھر وید کے لکھنے والے کی جہالت اور بدنیتی ہے کہ انسان کو اس ذریعہ ضلالت سے نجات حاصل نہیں کرنے دیتا جس میں وہ بعض نامعلوم گناہوں کی سزا بھگت رہے ہیں وید کے مجرم کے حق میں یہ مثال خوب صادق آتی ہے جو ذیل میں ہدیہ ناظرین ہے۔ ایک چور نے کسی کے گھر میں نقب لگائی اور بہت سا مال لے کر کافور ہوگیا اور مال کو اپنے کام میں لایا۔ ایک مُدت بعد نقب زنی سے قریباً چالیس سال بعد وہ بازار میں چلتا پھرتا نظر آیا تو کسی پولیس انسپکٹر نے اس کے بازو کو تلوار سے کاٹ ڈالا اور اپنا رستہ لیا اب وہ بدبخت چور انسپکٹر کو بُرے بُرے ناموں سے یاد کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اس بدبخت نے مجھے یونہی ہلاک اور ظلم کیا کم از کم مجھے میرے جرم سے آگاہی تو کر دیتا تاکہ میں اُس حرکت ناپاک سے آئندہ محفوظ رہنے کی کوشش کرتا۔ اسی طرح اس بدبخت قوم کا حال ہے کہ شارع وید کی اس غلطی پر مطلع ہو کر پھر اس سے دست بردار نہیں ہوتی۔ وید کا لکھنے والا تو ایک ادنیٰ انسان سے بھی عقل اور حکمت میں گرا ہوا اور بے نصیب معلوم ہوتا ہے۔ میں گمان نہیں کرتا کہ ایسے بیہودہ قانون خدا کی طرف منسوب کرنا ایک ذی عقل انسان کا کام ہے۔ کیا یہ ہوسکتا ہے کہ دُنیا دار تو آریہ ورت کی عدالتوں میں عملاً قانون اور دفعات سے کام لیں مگر پرمیشر اُلٹی چال چلا کرے کہ میں یونہی لنگڑی لولی بنا کر سزا دیتا چلونگا اور اپنی راہ اناڑی طریق سے ٹٹولونگا حتیٰ کہ میری

حکایت - ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک (یک چشم) آریہ لڑکا ہمارے ساتھ پڑھتا تھا وہ اکثر تناسخ کے متعلق بحث کیا کرتا تھا۔ اتفاقاً بدقسمتی سے یک چشم بھی تھا ایک دفعہ اس نے ہنسی سے میری ایک کتاب چھپالی۔ میں تاڑ گیا کہ اس نے ہنسی کی ہے۔ میں نے موقع پاکر کتاب لینے والے کو عام طور سے کہا کہ کسی شریر نے کتاب چھپالی ہے۔ باوجودیکہ پرمیشر بعض خبیثوں کو سخت ترین سزا دیتا ہے یعنی کسی کو اگلے گذشتہ کرموں کی پاداش میں اندھا کرتا ہے کسی کو یک چشم بناتا ہے کسی کو سیاہ فام بنا دیتا ہے لیکن باوجود ایسی سنگین سزاؤں کے پھر بھی وہ بے حیائی سے باز نہیں

آتے آتے اتنے میں وہ نہایت کبیدہ خاطر ہوکر مجھ پر ناراض ہوگیا اور کتاب پھینک دی چونکہ اُستاد کمرہ میں نہیں تھا میں نے کہا کہ اس خبیث ...... نے پہلے جنم میں بڑی ہی بدذاتی اور ناپاک فسق و فجور سے زندگی بسر کی ہے جس کی پاداش میں خدا نے باوجودیکہ آنکھ جیسی قیمتی نعمت عظمیٰ سے اس آریہ کو محروم اور مورد غضب بنایا انجامکار اس بدبخت کی بدبختی اور بدکاری کہانتک اسکی نوبت پہونچاویگی اتنے میں ہیڈ ماسٹر کی طرف وہ رُخ کرنے لگا - لڑکوں نے اُسے روکنا چاہا لیکن میں نے کہا کہ اس خبیث کو جانے دو جہاں جاتا ہے میں وہاں جاکر تناسخ کی قلعی کھولوں گا اور کہوں گا کہ یہ ہمیشہ مجھ سے تناسخ کے متعلق بحث کرتا رہتا تھا - اب جب اسے کہا گیا کہ تو جو یک چشم اور فلاں عیب والا ہے ضرور تو نے کوئی ایسا ناپاک کام کیا ہے کہ وہ اس سے کمتر نہ ہوگا کہ کوئی آریہ سخت ترین بدکاری کا ارتکاب کرے - اب میں تم ہی سے پوچھتا ہوں کیا یہ سچ نہیں کہ اس نے بمقتضا تناسخ کوئی ایسی ناپاک حرکت کی ہو جس کی سزا میں اس کو ساری عمر یک چشم رہنا پڑا - ہاں اگر اُس نے گذشتہ جنم میں کوئی ایسی بدکاری نہیں کی جس کا نتیجہ آنکھ کا ضائع ہوجانا ہو تو بے شک میں آئندہ ایسے الفاظ اس کے حق میں بولنے سے دست بردار ہونگا لیکن جس صورت میں یہ خود کہتا تھا اور اب بھی کہے گا کہ اندھا اور لولا ہونا کسی نہایت شرمناک فعل کے ارتکاب سے اس کے حصہ میں آیا - تو پھر اسقدر رنج و خفگی چہ معنے دارد؟ اس کے بعد لڑکوں نے اُسے چھوڑ دیا لیکن خاموش ہوکر آپ ہی بغیر شکائت کے آبیٹھا - میں نے سمجھا تھا کہ وہاں ہیڈ ماسٹر کے پاس معاملہ پیش ہوگا تو لوگوں کو فائدہ ہوگا لیکن وہ مہاشہ ڈر گیا بہر حال اس امر کی اطلاع ہر ایک کو ہوگئی اور اب پھر دوبارہ دُنیا کو ہوجاویگی اور کوئی نادان آریہ تناسخ کے متعلق بحث نہ کرے گا - اور ویدک فلاسفی کو طشت از بام نہ کرائے گا -

حکائت ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ مجھے کسی آریہ ڈاکٹر سے نبض دکھانے کا اتفاق ہُوا اُس نے کہا کہ تم نے فلاں چیز کے کھانے میں بدپرہیزی کی ہے میں نے کہا کہ کیا یہ سچ ہے کہ درحقیقت چیز مذکور کے کھانے سے میری طبیعت ناساز ہوگئی کیا کسی گذشتہ جنم کی سزا نہیں! اسپر وہ بہت کھسیانہ ہوکر بولے کہ شائد تم نے کوئی گناہ کیا ہوگا جس کی پاداش میں یہاں آپ سے بدپرہیزی ہوگئی ہے - پھر میں نے کہا کہ اگر درحقیقت گذشتہ جونوں کے اعمال قبیحہ کی سزا

اس دنیا میں دیجاتی ہے تو بہتر ہے کہ آپ اس پیشہ کو ترک کریں کیونکہ آپ اس سزا کو جو خدا کی طرف سے مجرم کو پہنچتی ہے اس کے مزاحم اور مخل ہیں گویا آپ پرمیشر کی عدالت میں فتور ڈالکر اُس کا مقابلہ کرنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ پرمیشر تو ہرگز دھیما نہو گا اور نہ ٹلیگا اور نہ باز آویگا جبتک کہ وہ اپنی بات کو پورا نہ کرلے پھر اگر آپ نے جبراً اس کے ارادہ کو ٹالدیا اور سزا میں کمی کردی تو پھر آپکے ساتھ کیا سلوک ہوگا اگر یہ کہو کہ وقت معین پر ہی بیماری دور ہوتی ہے اس سے پہلے دوائی بھی کارگر نہیں ہوتی تو پھر پہلے ہی سے اس علاج اور بیمار داری سے سبکدوشی حاصل کرلیں اور تمام ہسپتال بند کردیئے جاویں کیونکہ سزا و رنج بیماری پوری ہو کر رہے گی اور پرمیشر کی عدالت اسی حالت میں سلامت باکرامت رہے گی جبکہ تکلیف جو مقدر ہے گا انسان برداشت کرچکے گا پھر دوائی وغیرہ کرنے سے کیا حاصل؟ قصہ کوتاہ آریوں کی یہ عجیب عادت ہے کہ جب ایک بات پر عاجز ہو جاتے ہیں تو پھر دوسری بات شروع کردیتے ہیں بہرحال ہماری یہی دعا ہے کہ خدا ان لوگوں کو ہدایت بخشے تا یہ ہماری کتاب پر انصاف اور عدل سے کام فرماکر استصواب حاصل کریں۔ اور کسی معمولی دھوتی پوش کو حق حاصل نہیں کہ اُن زبردست شہادتوں اور بیانات کی تردید کرنے بیٹھ جاوے۔ انصاف یہ ہے کہ جس قدر و منزلت کے عالم فاضل سنسکرت دان پروفیسروں کے بیانات سے ہمنے اپنے دلائل کو مضبوط کیا ہے ویسے ہی پایہ کے پروفیسروں کی دلیلیں اور بیانات قابل توجہ ہوں گے ورنہ محض گپ اور دھوکا دہی متصور ہو گی۔

اس بات کے بیان کرنے سے بھی یہ عاجز رہ نہیں سکتا کہ اکثر لوگوں کو اپنی چھٹپن کی غلط کاریوں اور بداستعمالیوں سے گوناگون بیماریاں اور رکمزدیاں عمر بھر کے لئے لاحق ہو جاتی ہیں اور بعض کو کثرہ احتلام اور جریان وغیرہ امراض شدید جان کا وبال بنجاتی ہیں اور اُن کا ویرج جس میں بقول ویدک دھرم روح ہوا کرتی ہے پھر وہ سب روحیں جو ہزاروں ہزار سال میں خس و خاشاک کیطرح انسانی جامہ سے محروم ہو کر یوں ہی رائیگاں راندی جاتی ہیں اُنہوں نے کونسا گناہ کیا تھا اور کونسی بدذاتی اور اخفا شہادت شراب زنا اور مال مردم خوری کا ارتکاب کیا اور کیبنیوگ اور شرم و حیا سے استعفا دیا تھا کہ اُنہیں ایسی سزا ملی کہ کسی دشمن کو بھی نصیب نہ ہو۔ اگر بادشاہت اور دولت ثروت نہ ملے تو بلا سے۔ مگر یہ کس قدر تحکم اور ناکردہ گناہ کی سزا

ہے کہ انہیں انسانی وجود میں اوتار لینے سے پہلے ہی نہیں بدذاتی اور شرارت اور بے ایمانی کی قرار واقعی سزا دیدی جس کا علم اور اطلاع اسکی بلا کو بھی نہیں پھر وہ روحیں کس طرح اصلاح پذیر ہو سکیں گی؟ ہمیں کوئی صاحب بتلادے کہ انہوں نے گذشتہ جنموں میں کون کونسی سیاہ کاریاں کی تھیں جنکی پاداش میں ان سے ایک سیکنڈ کیلئے بھی اس گلشن گلزار نوبہار کا ہر ایک لطف زندگی نہائت ظالمانہ طور سے غصب کر لیا گیا اور اُن کو کس طرح اور کونسے ذریعہ سے نصیحت آتی ہوگی کہ وہ خود اپنی سابقہ شرارتوں سے کنارہ کشی کریں۔

آریہ مسافر بابت دسمبر ۱۹۰۳ء میں درج ہے کہ بے شک سزا اس لئے دیجاتی ہے کہ اخلاق سنوریں اور آئندہ اعمال بد کرنے سے احتراز کریں۔ اسی طرح والدین اور استاد کا لڑکوں کو زدو کوب کرنا بغرض اصلاح ہوتا ہے نہ کہ عناد اور خصومت پر۔ اول ہم یہ کہتے ہیں کہ کروڑں سالوں سے آریوں کے مخالفوں نے زدو کوب آریہ ہندؤں کے آباؤ اجداد کی روحوں اور اجسام کے دُھرے اُڑا دیئے ہیں اور گذشتہ جنموں کی بداعمالی کی سخت سزا دی مگر اُسپر بھی اُنہوں نے کونسی اصلاح اور ملک مار لیا ہے اور اصلاح پذیر ہو کر دوسری قوموں پر کیا فضیلت حاصل کر لی ہے؟ یعنی ماریں کھا کھا کر لالہ جی لال ہو گئے مگر اتینے نہ ہوئے کہ نیک اعمال کی جزا میں دنیا کے راجہ مہاراجہ ہو جاتے۔ پھر عرض یہ ہے کہ والدین اور معلّم جو لڑکوں کی گوشمالی کرتے ہیں وہ اُس وقت ہوتا ہے کہ لڑکے خوب جانتے ہیں کہ فلاں امر کے ارتکاب اور کوتاہی سے یہ زجر د توبیخ سرزد ہوئی ہے اس لئے شریفوں کے بچے اُن حرکات ناشائستہ سے باز رہتے ہیں جسکو ہر ایک دانشمند جانتا ہے لیکن کیا کسی نافہم اُستاد یا سوامی نے کسی کو اس لئے بھی سزا دی ہے کہ سات سَو پچاس سال کا عرصہ گذرا کہ تو نے بدبختی سے ویدک پستک کو پاؤں کے نیچے روندا تھا اس لئے تمہیں آج سزا دی جاتی ہے یا فلاں افعال بد میں غلطان تھا اس لئے سردرد اور مرض دِق اور ہیضہ وبال جان ہُوا ہے۔ اگر ان باتوں کا علم نہیں تو اصلاح کی توقع کرنا خیال است محال است جنوں ہے بعد از ان نامہ نگار عقل وفہم کو جواب دیکر یوں رقمطراز ہے کہ روحوں کو جو کروڑ در کروڑ جونوں اور کروڑوں سالوں تک سوئر کتے بلیوں کی جنموں میں سزا بھگتنی پڑتی ہے وہ بے جا سختی نہیں بلکہ انصاف بغرض اصلاح مدنظر ہے

اور نیز سب روحوں کو ہر حالت میں ماتحتاج میسر ہے اور وہ اپنی اپنی حالت میں خوش ہیں۔ یہ کس قدر صریح غلطی ہے سزاء تو مل رہی ہے یعنی کسی کو دق کسیکو سل اور وبائی تپ دامنگیر ہیں مگر پرمیشر کی انصافانہ کچہری سے اس امر کا پروانہ نافذ نہیں ہرگز نہیں ہوتا کہ فلاں شرارت کا نتیجہ ہے اور نیز یہ بالکل سفید جھوٹ ہے کہ روحیں بوجہ مایحتاج میسر ہونے کے ہر حالت میں خوش ہیں۔ کون کہ سکتا ہے کہ ہر حالت میں کروڑوں ہندو خوش وخرم ہیں اور کون کہہ سکتا ہے کہ نجاست کا کیڑہ جو ایک آدھ گھنٹہ بھی عمر نہیں پانے پاتا اور مایحتاج سے ہاتھ دھو کر تڑپ تڑپ کر جان دیتا ہے۔ بیشک اس کا تڑپ تڑپ کر جان دینا اس کی خوشی اور انند حالت پر دال ہے؟ بریں عقل ودانش بباید گریست - بعد ازاں آریہ مسافر تحریر کرتا ہے کہ یہ غلط اور نادرست ہے کہ گذشتہ جونوں کے اعمال بد کے معلوم ہونے سے لوگ رو با اصلاح ہو جاتے ہیں کیونکہ بعض قیدی بھی بار بار جور وستم کی سزا بھگتنے کے بعد پھر بھی اعمال قبیحہ کی طرف عود کرتے ہیں پس جس قدر یہ بیان حق اور راستی سے دور ہے اس سے آریوں کی راستی اور ناراستی عیاں ہے ناظرین غور کریں اور آریہ صاحبان اپنی ماتا پتا پرمیشر کو حاضر ناظر جان کر تحریر کریں کہ اگر تعزیرات ہند کی دفعات اور مقررہ سزاؤں میں عبرت انگیز پھانسی اور عبور دریائے شور کی جلاوطنی کے دُکھ درد کو محسوس نکیا جاوے بلکہ ان امور کو ہر ایک گنڈے اور ناخدا ترس ظالم وسفاک کے دل ودماغ سے دھو دیا جاوے اور اُس کی تسلی کر دیجاوے کہ جو مرضی ہے کرگزرو تمہیں کوئی کچھہ نہ کہے گا تو چند ماہ کے اندر ہی سکھا شاہی کا بازار گرم ہو کر آریہ مسافر میگزین کا دفتر اور گھر باہر چوروں اور ڈاکوؤں کی نذر ہو جاوے گا پھر یہ آپ کو بخوبی سمجھ میں آوے گا کہ ہاں چوری ڈاکہ زنی اور نقب اور قتل ونہب کی خوفناک عبرت انگیز سزاؤں اور دفعات تعزیرات ہند کے علم اور عبرت نے کس طرح لاکھوں بدکاروں اور سیاہ کاروں کو کروڑوں بدذاتیوں اور شرارتوں سے ہمکو محفوظ کر رکھا ہے۔ کیا سزائیں اور قید اور عام نظارہ گاہوں میں مجرمین کو سزا دلانے اور اعمال بد کے نتائج کے علم اور اطلاع عام سے پبلک اور عام لوگ کروڑوں ناپاک گناہوں اور شرارتوں سے دستکش نہیں ہوتے؟ اگر نہیں ہوتے تو ایسی ہدائتیں لالہ دیانند جی اور منوجی کیوں یونہی تحریر کر گئے اور گورنمنٹ پنجاب دہند

کیوں ایسا کر رہی ہے بعد ازاں جب آریہ مسافر نے دیکھا کہ وال ہیں کچھ کالا ہے یعنی نہیں معلوم کہ آج سے ۲۰۰ برس پہلے میں کن سیاہ کاریوں میں گرفتار تھا تو پھر چپکے سے لکھ دیا کہ ہاں ایک طور سے دیکھا جاوے تو گذشتہ جونوں کے اعمال بد یاد بھی رہ جاتے ہیں کیونکہ بچہ پیدا ہو کر بلا تامل دودھ پینے لگتا ہے اور موت کا خوف بھی غالب رہتا ہے۔ واضح ہو کہ[1] جب تمام بچے پیدا ہو کر ایک ہی طرح دودھ پینے لگجاتے ہیں تو معلوم ہوا کہ سارے بچے اور بنی نوع انسان راجہ سے لے کر پرجا تک ایک ہی جنم سے مکتی پا کر انسانی قالب میں پناہ گزیں ہوتے ہیں۔ یعنی انہوں نے ایک ہی جانور کی طرز پرورش یاد رکھی ہے پھر اس سے یہ باطل ہوتا ہے کہ انسان مختلف جونوں سے سزایاب ہو کر انسان بنتے ہیں۔ پس لازم آیا کہ سارے ایک ہی حالت راحت عیش و آرام میں زندگی بسر کریں نہ کہ امیر غریب اور لنگڑا و پاہج الگ الگ حالت کے کاشف ہوں۔ یاد رہے کہ بعض جانور مٹی کھاتے ہیں مثلاً جونک سانپ وغیرہ وغیرہ پھر اُنکا انسانی جسم میں پیدا ہو کر ...... مٹی کی خواہش کرنا کیوں غیر ممتنع ہوا یا رکھو موت سے خوف کرنا بھی کسی سابقہ بدعملی کی طرف یاددہانی نہیں کرتا کیونکہ وہ صرف موت سے ہی نہیں ڈرتے بلکہ صدہا اور چیزیں ایسی بھی ہیں جن سے لوگ کوسوں بھاگتے ہیں کیا وہ سب گذشتہ اعمال بد کی طرف توجہ دلاتی ہیں؟ مثلاً بعض شریف خاندانی ہندنی عورتوں کو مرنا ہزار درجہ آسان تر ہے لیکن کسی بددین مشٹنڈے نیوگی مرد سے اپنے دامنِ عفت اور ننگ و ناموس کو برباد اور تلف کرنا کسی صورت میں آسان اور جائز نہیں سمجھتیں چنانچہ ستی ہونے کی قدیم رسم اس واقعہ پر دال ہے کیا اُن شریف استریوں کو پچھلے جنم یعنی کتے بلیوں کی عفت اور دھارمک لائف کا حافظہ دامنگیر ہو گیا ہے؟ اگر نہیں تو ماننا چاہیئے کہ صرف موت کا ڈر اس امر پر گواہ نہیں ہو سکتا کہ موت کا خوف گذشتہ جون کی ہستی پر دلیل ہے جو بالبداہت غلط اور بے دلیل ہے

چونکہ آریوں کا دل بار بار انہیں ملامت کرتا ہے کہ اجی تمہارے ہی بلا کو بھی معلوم نہیں کہ دو ہزار برس پہلے تم کس جانور کے جنم میں مبتلا تھے اور نہ تمہیں معلوم ہے کہ کس نے تمہاری کھوپری پر لاٹھی مار کر تمہارا بھیجا نکال دیا تھا پھر یونہی کسی کے ذمہ کیوں عیب لگا رہے ہو کہ ہاں فلاں گدھے نے ظالمانہ حرکت کی ہو گی۔ واضح ہو کہ آخری عُذر یہ بھی

پیش کر دیتے ہیں کہ قوتِ حافظہ وفا نہیں کر سکتی۔ ہم اس نامعقول قول پر اعتبار نہیں کرتے اور نہ کسی نامعلوم لالہ چولہ رام یا پیڑہ رام کی زبان مستند ہے میں تو سوامی جی کے سر پر واویلا کرتا ہوں جو ناحق جھوٹ لکھ گیا کہ روحوں کے ساتھ نہ صرف قوتِ حافظہ ساتھ رہتی ہے بلکہ چوبیس طاقتیں برابر روح کے ساتھ ازل سے ہیں دیکھو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۱۳ پس اگر کسی کتے کو آدمی بنکہ اپنی بدکرداریوں اور شرارتوں کا علم نہیں رہا اور کسی گدھے کو آدمی بنتے ہی لاکھوں لاٹھی سونٹے اور خوفناک ڈنڈے فراموش ہو گئے ہیں۔ تو پھر سوامی جی کے پیچھے پڑنا چاہیئے جس نے ستیارتھ پرکاش میں صاف لکھا ہے کہ قوت حافظہ برابر روح کے ساتھ رہتی ہے اگر سارے صدمات اور دُکھ اور فسادات اور لاٹھی اور ڈنڈے فراموش ہو گئے ہیں تو نہائت افسوس ہے کہ سب کی قوتِ حافظہ کانور ہو گئی فی الواقعہ اگر ایسی ہی بات ہے تو کیوں عذر تراشتے ہیں کہ ہاں کچھ کچھ حافظہ بھی رہتا ہے کیونکہ موت کا خوف اور دودھ چوسنا پرجنم کی یادداشت پر مبنی ہے۔ کیا باقی سارے کرتب وید خوانی اور گوشت وخون کے معرکے دریا بُرد ہو گئے پر کھانا پینا یاد رہا یہ کونسی ویدک فلاسفی ہے اگر نیت بد نہیں ہے تو دوسری دلیل بھی کیوں پیش نہیں کر دیتے کہ کُتا ڈنڈے سے اس لئے ڈرتا ہے کہ پُرانے جنم کی یادداشت ہے اور پیدا ہوتے ہی بچہ اس لئے ہاتھ پاؤں مارتا ہے اور روتا ہے کہ پچھلے جنم کی تکالیف اور صدمات اُسکی روح اور جسم پر حاوی ہوتے ہیں۔ اگر دودھ چوسنا بقول سوامی جی پچھلے جنم کی یادداشت ہے تو پھر بچہ کا بذریعہ ناف خون حیض سے پرورش پانا کونسے جنم کی یادداشت ہے ہاں یہ کہدینا آپ لوگوں کو سہل ہے کہ پچھلے جنم کی کارروائی یاد آگئی ہوگی۔

ایک آریہ خیال والے مہاشا کی چٹھی جو سماج داخل نہیں

اے سرو سکتیمان دیالو کرپالو ایشور! آپکے احسانات کا شمار کرنا حد قیاس سے باہر ہے لیکن تاہم باادب گذارش ہے کہ ہنیں معلوم کہ میں جب سے پیدا ہوا ہوں یتیم بنایا گیا ہوں اور راندہ اور

لنگڑا لولا پیدا ہوا تھا اور افلاس نے مجھ سے ایسی دوستی کی ہے کہ سایہ کیطرح میرے پیچھے لگا رہتا ہے اور بدبختی سے مجھے چوری کرنے کی بھی بچپن سے خبیث عادت پڑ گئی ہے اور اکثر میں موقع پاکر ایسا بھی کیا کرتا ہوں کہ جس کسی کے گھر میں بیٹھتا ہوں اور کچھ احسان محسوس کرتا ہوں تو حتی الامکان انکو بدی پہنچانے کی کوشش کرتا ہوں۔ اگر مکان کو آگ لگانے کا موقع مل گیا تو زہے قسمت! زیادہ افسوس اس امر پر ہے کہ بوجہ نہ شادی ہونیکے کئی طرح کی غلط کاریوں اور سیاہ کاریوں میں گرفتار رہتا ہوں۔ اب میں بصد منت التماس کرتا ہوں کہ آپ کرپا کرکے میرے پچھلے جنم کے پاپوں کو معاف کریں اور انکی سزا سے مجھ بدقسمت کو سبکدوش کریں ورنہ وہ قصور بتائیں۔ ہاں اگر آپ یہ عذر کریں کہ آپکی عادت میں معافی دینا داخل نہیں اور نہ کبھی کسی ستمگار بیمار کو شفا دی ہے تو پھر میں کہوں گا کہ اگر آپ کا انصاف اور رحم جو ماتا پتا سے بڑھکر ہے اسی صورت میں قائم رہ سکتا ہے کہ پنر جنم کے پاپوں اور گناہوں کی سزا بہر کیف بلا کم و کاست ہر ایک بدکردار کو ملتی رہے تو عنایت کرکے آریہ ورت میں جو ہزاروں ہسپتال اور شفاخانے ہیں اُن سب کو مسمار کرنے کا حکم دیجئے کیونکہ ڈاکٹر و طبیب لوگ آپکے مجرموں کو آپکی زد سے بچانیکے لئے ہمہ تن مصروف ہیں اگر یہ کہو کہ ہسپتالوں میں جو بیمار شفا پاتے ہیں وہ اس دُنیا کی تازہ بداعمالیوں کی سزا میں گرفتار ہوا کرتے ہیں تو بھی آنجناب کا یہ عذر معقول اور قابل سماعت نہیں۔ کیونکہ بہت سے بچے پیدا ہوتے ہی بیمار اور کھانسی زکام اور نزلہ وغیرہ امراض شدیدہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں چنانچہ چتنے معصوم بچے امراض شدیدہ کا شکار ہو کر راہی عالم بقا ہو جاتے ہیں اُتنے لچے اور گنڈے اور بدباطن جوان زناکار اور شراب خور ہلاک نہیں ہوا کرتے اگر اس میں کچھ شک گذرے تو بے شک اختیار ہے کہ رجسٹر اموات ذرہ ملاحظہ کرلیں۔ مگر بغیر نظر کلی اور حاوی کے یونہی تحکم سے کام لینا آپ کی شان بے نشان کے ہرگز شایاں نہیں اور نیز یہ بھی واضح رائے عالی ہو کہ میں بدقسمتی سے لڑکپن ہی میں بیمار رہتا تھا۔ مگر اب تک مجھے معلوم نہیں ہو سکا کہ مجھے کیوں اور کن جرائم سنگین پر یہ اندھا دُھند سزائیں دی گئیں۔ آپ ذرہ انصاف کریں کہ مجھے کیا معلوم کہ بچپن میں کن پاپوں کے بدلے میں راندہ گیا۔ مجھے ابتک کوئی نصیحت ان

نہیں آئی اور نہ میں تمیز کر سکتا ہوں کہ پُنر جنم کا فلاں امر فلاں سردردی اور نزلہ بخار کا باعث ہُوا تھا اگر آپ کا ارادہ بخیر ہے اور کوئی نہانی بدنیتی نہیں تو مجھے ازراہِ عنایت میری غلط کاریوں سے آگاہ کر دیں۔ آپ کا اس میں کیا حرج ہے رحم کرو رحم کرو۔........

........میری جان کے پیچھے یونہی نہ پڑو میں جانتا ہوں کہ آپ کو بوجہ سرو شکتیمان ہونیکے کسی کا خوف اور ڈر دامنگیر نہیں مگر خود آپ کا عدل و انصاف اور بدیوں سے نفرت اور بیزاری تو ضرور اس کی مقتضی ہے کہ مُجھ بدبخت کو آگاہ کر دیا جاوے کہ فلاں امر نہ کرنا۔ اگر حضور یہ کہہ کر بات کو ٹال دیں کہ سردی گرمی اور نیکی بدی گذشتہ اعمال کا پھل اور نتیجہ نہیں تو بغیر نیچ اعمال کے یونہی کسطرح کوئی لنگڑا لولہ اور بدمعاش اور گنڈا ہو گیا تو اس کا جواب یہ ہے ساری سیاہی سفیدی اور لنگڑا لولہ پیدا ہونا بعض طبی اسباب اور بدپرہیزی پر مبنی ہے نہ کہ پرانے جنم کی کرتوتوں پر۔ اور نیز میں یہ بھی عرض کئے دیتا ہوں کہ لالہ دیانند جی نے جو حضور کی کتاب سے استنباط کر کے یہ بے بہا نسخہ لکھدیا کہ پچاس سال کی عمر کے قریب جا کر شادی کرو اور ۱۰۰ سال کی عمر حاصل کر کے مرنا ورنہ نیچ قرار پا جاؤ گے۔ اس کی بھی میں عقدہ کشائی کرانی چاہتا ہوں کیونکہ میں نے سوامی دیانند جی کو دیکھا کہ وہ بجائے ۴۸ سالہ برہمچریہ کے انسٹھ سال تک برہمچریہ میں رہے مگر وہ نہایت بوڑھے ہے اور سر اور ڈاڑھی کے بال سفید ہو گئے کیا انہوں نے برہمچریہ (تجرد) کے قائم رکھنے میں عمداً غلطی کی ہے یا آپ نے ہی کرپا کر کے انکی گذشتہ جنم کی بدکاری کی سزا دی۔ گستاخی معاف جو کچھ دل کے اندر حرکت پذیر ہوتا ہے اُسکو نیک ارادہ خیال کر کے حضور کی خدمت میں پیش کر دیا آئندہ حضور مالک ہیں۔ آپ مانیں یا نہ مانیں۔ مگر جو کہیں۔ ایمانا کہیں۔

جواب از ایشور

واضح ہو کہ عرض حال سے اطلاع ہوئی پر مجھے تمہاری عقل و دانش پر افسوس آتا ہے کہ تو ناحق کے الزام میری ذات پر لگاتا ہے اور ان افترا پردازیوں پر کوئی دلیل بھی نہیں

پیش کر سکا۔ ایماناً کہو کہ بعض بد عادتیں جو تجھے مدت العمر سے ذریعہ ضلالت پر ہلاکت میں سرگردان کر رہی ہیں کیا وہ بیرط رف سے آئی ہوئی ہیں کیا تیرے پاس اس امر کی دلیل اور شہادت ہے اگر نہیں تو اپنے جھوٹ کو کھا جا۔ جب تو پیدا ہوا تھا کیا یہ بد عادتیں تیرے ساتھ آئی تھیں؟ اور کیا تجھے چوری کرنے کی عادت ازل سے دبال جان ہو رہی تھی۔ اگر نہیں تو پھر کیوں دیدہ دہانی سے کام لیا جاتا ہے۔ کیا تو ایام طفولیت میں آوارہ گرد اور بد معاش لوگوں کی صحبت میں نہیں رہا کرتا تھا اور لکھنے پڑھنے اور ہر ایک نیکی کے کام اور فرائض سے دل نہیں چراتا تھا حتی کہ اپنی قرب جوانی میں آ کر اُن لوگوں کی کرم کرنے لگ گیا جن کے پاس تیری آمد و رفت تھی اور یہ جو تو الزام لگاتا ہے کہ میں نے پنر جنم کی شرارتوں پر تجھے پکڑا ہوا ہے یہ سراسر غلط ہے ایسا تو کوئی انسانی جج بھی نہیں کرتا کہ مجرم کو بغیر اطلاع جرم کے معذب اور معتوب کرے چہ جائیکہ میری نسبت یہ بدگمانی کیجاوے۔ میں ایماناً کہتا ہوں کہ آج سے دو سو برس پہلے تو کسی سور بھیڑیے کی جونوں میں ہرگز ہرگز حیران و پریشان نہیں تھا تو اتنا تو سمجھ کہ اگر تو نے پنر جنم میں اتنے ظلم و ستم برداشت کئے ہیں تو کیوں انسانی جامہ پہنتے ہی پہلے جنم کی سزائیں اور ماریں فراموش ہیں یعنی جب تو قبل از انسانی وجود ایک جسم سے نکل کر دوسرے جنم میں جھٹ پٹ پیدا ہو گیا تو کیوں اور کس طرح سب حالات واقعات یکایک حافظہ سے کافور ہو گئے۔ اور یہ جو گندہ دہانی تو نے کی ہے کہ اکثر بیمار پہلے جنم کی کرتوتوں سے دُکھی ہوا کرتے ہیں یہ بالکل دروغ بیفروغ اور سب مہا پرش اور رشی لوگ جانتے ہیں کہ جو کوئی بد پرہیزی کرتا ہے اُس کا پھل معاً دیکھ لیتا ہے۔ اگر کسی کے پنر جنم کے جسم نے بد پرہیزی کی تو اُس کی سزا انسانی جسم کو میں کیوں دینے لگا یعنی یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ گناہ تو کوئی جسم کرے اور سزا دوسرے جسم کو دیجاوے یہ مجھ سے ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اور بچوں کو جو تکالیف اور امراض لاحق ہو جاتی ہیں وہ پچھلے جنم کی کرتوتوں کا پھل ہرگز نہیں وہ سب اس جگہ کی بد کرداریوں کا نتیجہ ہیں۔ اگر چھوٹے بچے جلد مر جاتے ہیں اور بیمار پڑ پڑ جاتے ہیں اُنکی ایسی ہی مثال ہے جیسے چھوٹا پودا اکثر آندھیوں اور بکریوں سے دُکھ درد اٹھاتا ہے اور اکثر پودے اسی طرح برباد ہو جایا کرتے ہیں پس یہ دُکھ درد باغبان یعنی مالک کی غفلت اور کم توجہی کا نتیجہ ہیں نہ کہ گذشتہ اعمال

کے پھل اسی طرح بعض پتھروں کا حال ہے اگر راستے سے الگ ہوئے تو محفوظ رہے ورنہ انسانی استعمال میں آکر نابود ہو جاتے ہیں۔ یہ خیال اور نتیجہ بچوں کی تربیت اور تعلیم ہی پر منحصر ہے جتنی ان کی احتیاط ہو گی ان کے اخلاق عادات اور بہبودی اور امن و آرام میں نمایاں فرق ہو گا۔ خبردار کہیں بھولے سے بھی یہ بدگمانی کر کے ہلاک نہ ہونا کہ پُنر جنم کے اعمال خودبخود مجھے ان اسباب تنعم تک پہنچا دیں گے جنکا مہیا کرنا از روئے انصاف ایزدی از بس لازمی ہے اور یہ بھی خیال خام نہ باندھ لینا کہ اگر میں نے ایسے کرم کئے ہوئے ہیں جنکے صلہ میں ٹھنڈا پانی پیونگا اور سردی میں گرم لباس کو پہن لونگا۔ لہٰذا ہاتھ پاؤں نہ ہلاؤں اور مہیا اسباب کا نہ کروں۔ ایسا ہرگز نہ ہو گا کہ تجھے بغیر کئے روٹی اور پانی اُڑ کر منہ میں پڑ جاوے گا این خیال است و محال است و جنوں۔ غرض اور بہت سے فضول نامعقول اعتراضات کا جواب ضروری نہیں کیونکہ یہ ساری باتیں اور مشکلات تناسخ ملننے پر وارد ہوتی ہیں۔ چونکہ تناسخ شروع سے ہی باطل ہے اس لئے سب اعتراضات فاسد ہیں۔ اتنا ہی سمجھ لو۔ کہ جن لوگوں نے تناسخ پر زیادہ زور ڈالا ہے اُنہی کو میں نے ہلاک اور برباد کر دیا ہے۔ اور تناسخ کے نہ ماننے والوں کی میں نے مدد کی کیونکہ وہ بوجہ نیک اعمال اور حُسن عقیدت کے میری رعایت اور امداد کے مستحق تھے۔ دیکھو سوامی دیانند۔ لیکھرام۔ شنکر آچاریہ کا کیا حال ہُوا۔ اگر یہ لوگ میری نظر میں یا میرے ارادوں کو پورا کرنے کے لئے بدل حاضر اور مستعد ہوئے تو پھر نہایت بے انصافی ہے کہ میں انہی کا گلا گھونٹ دوں پھر تو یہ ماننا پڑے گا کہ مخلوق کے ارادے میرے ارادوں پر غالب آگئے جو بالکل غلط اور خلاف واقعہ امر ہے۔

علاوہ ازیں یہ بات بھی قابل غور ہے۔ کہ جس صورت میں ہر ایک تنگی ترشی۔ غربت امارت سیاہی سفیدی گذشتہ جنموں کے اعمال کا نتیجہ ہیں۔ اور بلاوجہ کوئی تفرقہ اور فرق ظہور پذیر نہیں ہوتا تو پھر ارواح میں جو ایکدوسری سے زمین و آسمان کا فرق ہے وہ کس وجہ اور کن اسباب سے پیدا ہُوا ہے۔ کیونکہ بعض اشخاص کی روح میں حسد بُغض۔ خواہش۔ نفرت از حد ہوتی ہے اور بعض میں مقابلۃً حسد

اور کینہ عدم محض ہوتا ہے۔ اور سوامی جی لکھتے ہیں کہ قوت حافظہ۔ حواس خمسہ یعنی قوت شامہ۔ لامسہ۔ سامعہ۔ باصرہ۔ ذائقہ وغیرہ خواہش نفرت (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۳۱۳) انادی ہیں۔ جو بحالت مکتی بھی روحوں میں تھیں۔ اور ہر جون میں یہ قوتیں ساتھ رہتی ہیں*۔ بعض کا حافظہ کم اور بعض کا زیادہ ہوتا ہے اور بعض کو دولت جمع کرنے کی خواہش بہت ہوتی ہے۔ اور بعض میں ودیا کا دھیان زیادہ ہوتا ہے سو جاننا چاہیئے کہ یہ تفرقہ جو ارواح کے حواس میں قدیم سے ہے وہ کن اعمال اور افعال سے ناشی ہُوا ہے اور مختلف آدمیوں کی طبیعتوں خاصیتوں اور گُنوں میں جو اختلاف عظیم ہے وہ کن بواعث سے پیدا ہُوا ہے۔ چونکہ بقول سوامی جی مہاراج روحوں کی خاصیتیں یعنی درشتی نرمی حسد بخل۔ رنج۔ غصہ جو کم و بیش وجود پذیر ہیں وہ ازلی اور قدیمی ہیں جنکے وجود سے بعض لوگوں کو مغلوب الغضب ہو کر حاسدانہ اور غضب ناک کارروائیاں کرنی پڑتی ہیں اور بعض کو سفاک و ظالم لامحالا ہونا پڑتا ہے اور بعض کو دوسروں کے گھروں اور عزت و شرف کو خاک میں ملانا پڑتا ہے۔ پس ان گناہوں اور دست درازیوں میں جو لوگوں سے وقوع میں آتی ہیں۔ اُن کے ارتکاب میں آدمیوں کا کیا قصور اور نقص ہے جیسے چیتے اور شیر کی گوشت خوری میں اُن جانوروں کو کیا دوش ہے جس جس روح میں جیسا جیسا گن اور بیج انادی ہے وُہی اُس سے نشو و نما پا کر ظہور پذیر ہوتا ہے یعنی جس کی روح اور طبیعت میں ازل سے ظلم اور بے دردی اور سفاکانہ مواد ہیں وہ لامحالا کانٹے پیدا کرے گا۔ اور بے دردی اور جور و ستم اُس کے وجود سے ظاہر ہوں گے پس دیانند جی کا بھی خیال ہے کہ انادی خاصیتیں بعضوں کو چور اور ڈاکو بنا کر مفلس اور نادار بنا دیتی ہیں اور ہمیشہ ازلی گن ظاہر ہو رہے ہیں اور بعض لوگوں کی خاصیتیں جو بلا وجہ اعتدال پر مبنی ہیں اور ازل سے اعتدال اُن میں بقول سوامی جی پایا جاتا ہے وہ جور و ستم کی راہوں سے بچکر امن و آرام اور انند میں زندگی بسر کرتے ہیں اور امیر اور دولتمند ہو جاتے ہیں بلکہ جن کی روحوں میں ازل سے بعض قوتیں اور خاصیتیں کم و بیش اور اعتدال سے

* جیسا کہ ہر روز ہر جانور اور انسان میں مشاہدہ ہوتی ہیں۔ منہ

گری ہوئی ہیں وہ خواہ نخواہ اپنی قدرتی انادی اور قدیمی خاصیتوں کو خود بخود ظاہر کرتی ہیں اور اعمال جونوں میں انتقال کرانے کے باعث نہیں ہیں اور ثابت ہُوا کہ گذشتہ جونوں کے گناہوں کے نتائج ادنیٰ ترین جنموں میں پیدائش کے باعث نہ ٹھہرے جیسے کیکر ہمیشہ کانٹے ہی پیدا کرتی ہے اور انگور ہمیشہ لذیذہ میوہ ہی پیدا کرتا ہے۔ اسی طرح نرم اور معتدل خاصیتوں والی روحیں دُنیا میں نیک اور بھگت اور امیر کبیر ہو جاتی ہیں اور اُن کے برعکس لوگ برعکس اور غیر معتدل خاصیتوں کا اظہار لنگڑے لولے اور غریب اور مفلس ہو کر ظاہر کرتے ہیں پھر مختلف جونوں میں جنم لینا خاصیتوں اور گنوں کا نتیجہ ثابت ہُوا۔ نہ کہ اعمال نیک و بد اعلیٰ ادنیٰ جونوں میں انتقال کا باعث ٹھہرا۔ جس سے تناسخ باطل ہُوا جاتا ہے۔ مگر علاوہ ازیں سوال یہ بھی ہے کہ اِن ارواح میں یہ عظیم الشان تفرقہ کن وجوہ سے پیدا ہُوا ہے۔ اگر اِس تفرقہ اور اختلاف کا خواصِ روحانیہ میں کوئی وجہ اور باعث نہیں یونہی بعض ارواح تند تیز اور غضبناک اور حاسد اور بخیل ہیں تو ترجیح بلا مرجح جائز ہو کر تناسخ کا مسئلہ خود بخود طشت از بام ہو گیا اور آریہ سماج کی ایک ٹانگ ٹوٹ گئی قصہ کوتاہ مذکورہ بالا مسئلہ کو ہم بالفاظ دیگر یوں بیان کر سکتے ہیں کہ روحیں بقول سوامی جی مختلف گنوں پر مشتمل قدیم سے ہیں جس طرح کیکر بادام اور گلاب کے بیجوں میں قدیم سے الگ الگ مختلف گن اور خاصیتیں ہیں اُنہیں جب زمین میں بوئیں گے بادام کیکر گلاب اپنا اپنا گن خاصیتیں کانٹے اور پھول ظاہر کریں گے ایسا نہیں ہو گا کہ ...... کیکر کے پتے بوجہ گنہگار ہونے کے گلاب کو لگ جاویں گے اسی طرح روحوں کے گن خاصیتیں جو بقول سوامی جی قدیمی ازلی ہیں ہر ملک و ملت میں اپنا اپنا گن اور خاصیت کا اظہار کر رہی ہیں نا کہ گذشتہ جونوں کے اعمال سے لُولے لنگڑے بن رہی ہیں۔ درختوں میں کمی بیشی اگر اعمال سے ہوئی ہے تو بھی جلسئے عُذر ہے۔ کیونکہ اگر گلاب بننا درختوں کے لئے تب نصیب ہوتا ہے کہ وہ زہد اور تقویٰ طہارت میں

ؔ حاشیہ۔ سرد ممالک مثل انگلینڈ فرانس میں زہریلے سانپ نہیں ہوتے۔ اور آئرلینڈ میں مطلق نہیں۔ کیا وہاں ایسی بدکاریاں نہیں ہوتیں جن کا نتیجہ ...... سانپ بن رہے ہیں

سعی بلیغ کریں تو پھر کیا وجہ کہ بدبختی سے ہر ایک گلاب کو بدنما کانٹے لگے ہوئے ہیں کیا کوئی گلاب ایسا بھگت اور سوامی نہیں گذرا کہ کانٹوں کی لعنت سے اسکو رستگاری حاصل ہو اگر گلابوں کا اعلیٰ اور فرخندہ حالت میں رہنا اُن کے اپنے اعمال پر موقوف ہے تو پھر باغبان کی باقاعدہ آبپاشی پر ہی اُس کا انحصار اور قسمت کا فیصلہ کیوں محدود کر رکھا ہے کیا کوئی گلاب کا درخت مالی کی تربیت سے مستغنی ہوکر بغیر پانی اور نرم زمین کے یونہی اپنے اعمال کے ذریعہ سے تروتازگی کے ساتھ لہلہاتا ہے اگر نہیں لہلتا ہے اور سوکھکر اپنی گذشتہ جونوں کے اعمال کو بھسم کرلیتا ہے تو بھی اُسکی دلیل ہونی چاہیئے۔ مسئلہ تناسخ ایک اور پہلو سے بھی آریہ سماج پر حملہ کرتا ہے اور وہ یہ ہے۔ کہ جب آریہ لوگ مکتی خانہ میں چلے جاویں گے تب بھی بدی کا بیج اُن میں باقی رہیگا۔ جس کے باعث وہ پھر سُرگ (بہشت) سے باہر نکالے جاویں گے۔ اب اِس پر ایک تو یہ اعتراض ہے کہ آریوں میں کوئی بھی بیگناہ نہیں بلکہ ہر ایک پاپی اور گنہگار ہے جسمیں بدی ابد تک رہیگی حتیٰ کہ بہشت میں بھی اُن کا پیچھا نہ چھوڑے گی۔ اور دوسرا اعتراض یہ ہے کہ جب وہ یک لخت بہشت سے نکالے جاویں گے تو سب یکساں حالت میں ہوں گے۔ اگر وہ ایک ہی طرح کی ارواح ہونگی جیسے کہ اُن کے عدل وانصاف سے راحت بھوگنے کے بعد جنّت سے نکلنا ہوگا یعنی بعد خروج جنّت کے بحیثیت تخم بدی کے اُن سب میں برابری اور مساوات ہوگی تو اُن سب کو ایک ہی جون اور جنم میں پیدا ہونا لازمی ہے ورنہ انصاف اور عدل کا خون ہوجاویگا۔ یعنی اگر اُن سب کا شیر یا چیتے بننا باقی ماندہ بدی کے بیج کا اظہار اور نشو ونما مقدر ہے تو پھر اور جانور اور بھیڑیئے کُتے وغیرہ کون بنے گا اور اُنکی خوراک کیلئے کن روحوں کو اُدنے جانوروں کا جامہ پہننا ہوگا اگر کہو کہ بعض روحوں کی طبیعت سبھاؤ اور خُو میں کُتا اور شودر اور کنگال بننا ہی مرکوز ہے اور اُنکی خواص چوہوں اور بکریوں کی جونوں میں ہی انتقال کرینگی کیونکہ تقاضا اور خواہش انادی اور قدیمی ہے اور کسی کرتوت اور کرموں کا نتیجہ نہیں تو تناسخ کا ڈھکوسلہ یونہی رائگاں گیا۔ یعنی بلا وجہ اور بغیر گناہ کے کوئی چوہا بن گیا اور کوئی سانپ کا اوتار لے بیٹھا ہاں اگر یہ

کہا جاوے کہ امیری غریبی اور تنگی ترشی اور اختلاف کی وجہ تو معلوم نہیں پھر محض عدم دلیل سے اُن کے بواعث اور علل باطل نہیں ہو سکتے پھر ہم یہ بھی نہیں کہہ سکتے ہیں کہ زید کا مُرغا ضرور کوئی مہاتما پنڈت ہوگا جو اِس جون میں انتقال کر آیا ہے اور فلاں طوطا ضرور کوئی بھگت اور چار سو سال کی عمر پانے والا پکّا آریہ ہوگا اور شودر آریہ نہوگا۔ کیونکہ عدم دلیل اور عدم علم سے عدم شے لازم نہیں آتی اسی طرح اور ادنیٰ ترین کیڑے مکوڑے بھی مہاتما پنڈتوں سکّے خاندانوں کی طرف منسوب ہو سکتے ہیں اور کوئی کہہ نہیں سکتا کہ فلاں کتا فلاں آریہ کا باپ یا چچا نہیں۔ کیونکہ بقول آریہ صاحبان جس طرح افلاس اور امارت کے اسباب نہ معلوم ہونے سے گذشتہ جونوں کے اعمال باطل اور عدم محض قرار نہیں دیئے جا سکتے اسی طرح بعض اسباب کا علم نہ ہونے سے یہ کہنا بھی دعویٰ بلا دلیل ہے کہ فلاں کوا یا بندر فلاں پیر مرد کا باوا نہیں ہے یا فلاں کبوتری اُس کی رشتہ دار والدہ ماجدہ نہیں جس کے ساتھ...... نکاح یا نیوگ حسب فرمودہ وید ممنوع اور حرام قطعی ہے۔

اگرچہ تناسخ کی تردید میں بہت کچھ لکھا گیا ہے اور جواب میں کسی مہاشا نے اتنا بھی ثبوت نہ دیا کہ آج سے دو ہزار سال پہلے وہ کس کس جون یا جنم میں اپنی بدکرداریوں کی سزا میں گرفتار تھا تاکہ آئندہ اُن کرتوتوں سے خود پرہیز کرے اور دوسروں کے آگے آبدیدہ ہو کر اور رو رو کر اپنی گذشتہ غلط کاریوں کے نتائج بد سے لوگوں کو آگاہ کرے۔ مگر پھر بھی آخری فیصلہ کی تحریر بعض متعصب کور باطنوں کی سرکوبی کے لیے ازبس ضروری ہے تاکہ کوئی مہاشا اُمور مشہودہ محسوسہ کو دیکھ کر آج سے دو ہزار برس پہلے کی اپنی حرکات ناشائستہ پر خواہ نخواہ نہ روئے ۔ اور مفت واویلا نہ

تناسخ پر ایک خوفناک حربہ

ایکدفعہ کا ذکر ہے کہ مجھے ایک آریوں کے مجمع میں تناسخ پر بحث کرنی پڑی۔ آریوں نے

سوال کیا کہ اگر لنگڑ لولا اور اندھا پیدا ہونا گذشتہ اعمال کی سزا نہیں تو پھر یہ صریح بے انصافی کیوں پرمیشر کی طرف منسوب کیجاتی ہے کہ وہ بلا وجہ کسی کو اندھا لنگڑا لولا پیدا کر دیتا ہے۔ مَیں نے کہا کہ دیکھو تمہارے گانوں میں ایک مادر زاد اندھا ہے اور وہ سب سے بڑا یا دوسرا بھائی ہے۔ اُس آریہ نے کہا کہ ہاں ہمارے گانوں میں درحقیقت ایک بڑا بھائی مادر زاد اندھا ہے پھر مَیں نے دوسرے آریہ مہاشے سے کہا کہ آپ کی گلی میں ایک شخص ہے جو اپنے بھائیوں سے بڑا ہے اور وہ ضرور لنگڑا یا لولا ہوگا اُس نے کہا کہ ہاں ہماری گلی میں بڑا بھائی لنگڑا ہے اسی طرح چار پانچ آدمیوں نے صفائی سے گواہی دی کہ جہاں تک دیکھنے میں آیا ہے اکثر بڑے بھائی بھینیں مادر زاد اندھی کانی لنگڑی ہُوا کرتی ہیں پھر اُنہوں نے مجھسے پوچھا کہ آپ کو کیونکر معلوم ہُوا کہ ہماری گلی یا گانوں میں صرف بڑے بھائی ہی لنگڑے لولے ہیں مَیں نے کہا کہ ہمیں خدا نے ایک فراست اور عقل دی ہے جس سے اسباب دراہے امور کا پتہ لگ جاتا ہے۔ آخر اُن کے اصرار پر مَیں نے اس امر کی عقدہ کشائی کر دی کہ یہ بات بالکل بے بُنیاد اور نرا ڈھکوسلہ یا گپوڑا ہے کہ یونہی کسی لنگڑے یا لولے مہاشہ پر بدظنی کریں کہ اُس نے گذشتہ جنم میں کسی فعل شنیع کا ارتکاب کیا ہوگا جس کی پاداش میں بقول آریہ سماج آج وہ لنگڑا لولا ہو گیا ہے۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ جب دولہا اور دُلہن کا بیاہ ہوتا ہے تو دونو کے قوائے شہوانی مضبوط اور موجزن ہوتے ہیں سو جب حمل ہو جاتا ہے اور وضع حمل میں چند روز رہ جاتے ہیں پھر بھی وہ کوتاہ اندیشی اور ناتجربہ کاری اور بدپرہیزی کی وجہ سے جماع سے پرہیز نہیں کرتے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ صحبت کرنے میں بچہ کو ضرب پہنچ جاتی ہے پھر وہ بچہ عمر بھر کے لئے لنگڑا لولا ہو جاتا ہے۔ پس اکثر لنگڑے لولے جو مادر زاد ہوتے ہیں اُن میں سے نوّے فی صدی بڑے بھائی یا بھینیں اندھی لنگڑی ہوتی ہیں ایسا بہت ہی کم اور شاذ کیطور پر ہوتا ہے کہ سب سے چھوٹا بھائی یا بہن لنگڑی لولی پیدا ہوئی ہلوں

اس امر کی تصریح کے لئے ہر ایک اپنے اپنے گاؤں اور شہر میں بکثرت نظیریں دیکھ سکتا ہے اور مشاہدہ کر سکتا ہے۔ راجہ رنجیت سنگھ صاحب اور امیر تیمور رحمۃ بھی بڑے بھاری تھے یہ دونوں بڑی مثالیں اور نظیریں ہیں جنکو ہر کس و ناکس جانتا ہے۔

پس مندرجہ بالا بیان سے یہ امر بالکل قطعی طور سے پایہ ثبوت کو پہنچ گیا ہے کہ لنگڑا لولا ہونا والدین کی بد پرہیزی اور بے احتیاطی کا نتیجہ ہے نہ کہ گذشتہ جنموں کی کرتوتوں کا پھل اور نتیجہ ہے۔ ہاں اگر کوئی یہ کہے کہ بچے کا کیا گناہ کہ اس بیچارے کو ناکردہ گناہ کے بدلے اندھا اور لولا کیا گیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس باپ یا ماں نے بچے پر ظلم کیا جس کا وہ دیندار اور جوابدہ ہوگا جیسے اگر زید کسی معصوم بچے کا گلا گھونٹ دے تو پھر وہ یہاں یا آخرت میں سزا کا مستحق ہوگا۔ یعنی جس طرح معصوم بچے کا کوئی قصور نہیں بلکہ ظالم و سفاک گلا گھونٹنے والے کا گناہ ہے اسی طرح بیرحم و بیداد نہ پرواہ کرنیوالے باپ کا ہی قصور ہے جس کی عدم احتیاط سے بچہ پر ظلم ہوا۔ پس جس طرح دنیا میں لوگ اپنی صدمات سے لنگڑے لولے اور اندھے وغیرہ ہو جاتے ہیں اور ان امور کے بواعث اور علل ہر ایک کو معلوم ہیں اسی طرح مادرزاد اندھے لولے وغیرہ کا ناقص الخلقت پیدا ہونا بھی بعض اسباب اور بواعث مشہودہ محسوسہ کا نتائج اور پھل ہیں جس سے کوئی نیک نیت ذیعقل مرد انکار نہیں کر سکتا۔ اور ڈاکٹر لوگ اس امر کے گواہ اور شاہد ہیں پس ساری دنیا کو کوئی مہاشہ اپنی آنکھوں پر تعصب کی پٹی باندھکر دھوکا نہیں دے سکتا۔ اور ڈاکٹر اس امر پر متفق ہیں کہ لنگڑے لولے اور اندھے پیدا ہونیکے بواعث دماغی اسباب اور اعصاب اور موروثی تاثیرات پر مبنی ہیں +

حاشیہ

اکثر لوگ اس امر کے گواہ ہیں کہ قرب وضع حمل میں بد پرہیزی اور ناعاقبت اندیشی سے کئی بچے صدمات شدیدہ سے مرجاتے ہیں اور مردہ ہی پیدا ہوتے ہیں۔ اور بعض اوقات عورتوں کی ناتجربہ کاری سے اسقاط حمل ہو جایا کرتا ہے اور بچے پر لنگڑا لولا ہونے سے بڑھکر مصیبت آتی ہے کہ وہ بیچارہ انسانی قالب میں چند روز بھی لطف زندگی سے بہرور نہ ہو سکا تو پھر کیا یہ اس کان تمر یکن نشیئًا اور معصوم بچے کی بدفعلی اور غلط کاری کا نتیجہ ہوتا ہے؟ ہرگز نہیں منہ

بھلا اگر ساری دنیا کے ڈاکٹر اور صدہا مشاہدات غلطی پر ہیں اور تمہاری آنکھیں غلطی سے اکثر بڑے بھائیوں کو اپاہج لنگڑے لولے دیکھتی ہیں تو پھر ایسی آنکھوں کا علاج کروانا چاہیئے۔ اتنا ہی انسان سوچے کہ بڑے بھائیوں کا اسی نوے فی صدی مادرزاد لنگڑا لولا پیدا ہونا اور سب سے چھوٹے بھائیوں کا والدین کی بڑھاپے اور اعضا کی کمزوری میں پیدا ہو کر صحیح وسالم جنم لینا تناسخ کا بخیہ ادھیڑتا ہے یا نہیں؟ اب بھی اگر کوئی یہ کہے کہ کسی مہاشہ نے گذشتہ سات جنم میں کوئی نالائق حرکت کی ہو گی جس کی وجہ سے وہ شکم مادر میں لنگڑا ہو گیا۔ وہ دیدہ دانستہ جادہ راستی سے انحراف اور ارتداد کر کے کفر اور انکار میں ترقی کرتا ہے اور آنکھوں کی گواہی اور زبانوں اور تجربات کی شہادت حقہ پر پانی پھیرتا ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ تیسرا یا چوتھا بیٹا کبھی بھی لنگڑا لولا نہیں ہوتا کیونکہ بدپرہیزی صرف جوانی ہی میں محدود نہیں بلکہ بعض اوقات بعد میں بھی ہو سکتی ہے۔ مگر بہت کم۔ مثلاً کونین کے استعمال سے اسی یا نوے فی صدی اشخاص کا بخار ٹوٹ جاتا ہے لیکن ایسا نہیں کہ سب کا بخار ٹوٹ جاوے۔ سو جس طرح کونین کی تاثیر کو سو اشخاص میں سے دو چار مواقع پر خطا جانے سے معطل اور بے کار تصور کر کے ادویات مستعملہ سے خارج نہیں کیا جاتا اسی طرح دو چار ادنے تریں بھائیوں کا لنگڑا لولا پیدا ہونے سے اسباب طبیہ اور امور مشہودہ محسوسہ سے انکار کر کے تناسخ ثابت نہیں ہو سکتا اگر دو چار اشخاص کی نظیر سے تناسخ ثابت ہو سکتا ہے تو بذریعہ کونین دو چار اشخاص کے بخار نہ ٹوٹنے سے کونین کو ادویات مستعملہ سے خارج کر دیں۔ اور ہندوستان میں ایسی لغو دوا کو آنے کی اجازت نہ دیں ورنہ تناسخ کا بیہودہ مسئلہ ترک کریں یہ محض بیہودگی اور ظنی بات ہے کہ شائد فلاں شخص نے کوئی گناہ کیا ہو گا۔ اجی شائد اور لفظ ہو گا بھی کبھی دلیل کا کام دے سکتے ہیں۔ حیف ہے ایسی عقل و دانش پر۔

آخری عذر آریوں کی طرف سے یہ ہوا کرتا ہے کہ جس طرح ہم بعض انسانوں کو بیمار اور مفلس دیکھتے ہیں اور دیکھنے والا اگر انکی بیماری اور مفلسی کے اسباب کو

نہیں جانتا تاہم اتنا تو اُس کو ماننا پڑتا ہے کہ افلاس اور امراض بعض غلط کاریوں اور گناہوں کا نتیجہ ہی ہونگی۔ اسی طرح بعض انسانوں کا غریب کمزور لنگڑا لولا[1] پیدا ہونا بھی گذشتہ جنم کا ہی پھل ہوگا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جس طرح تم کہتے ہو کہ فلاں شخص کسی بدپرہیزی سے بخار میں مبتلا ہوُا ہے اور فلاں غفلت اور آوارہ گردی کی وجہ سے مفلس ہوگیا ہے تو پھر یہ کیوں نہیں مان لیا جاتا کہ فلاں کمزور اور ضعیف انسان کا بچّہ فطرتاً و لازماً کمزور ہونا چاہیئے۔ کیونکہ اکثر بلکہ ہمیشہ دیکھا جاتا ہے کہ انسان جو تخم ریزی کرتے ہیں اعلیٰ درجہ کا بیج اور تخم کھیتوں میں ڈالا جاتا ہے اگر ایسا نہ کریں تو لامحالہ زراعت ناقص پیدا ہوتی ہے علاوہ ازیں اعلیٰ درجہ کے گھوڑے اور گدھے پیدا کرنے کے اعلیٰ درجہ کے عربی نسل والے گھوڑے اور گدھے پالے جاتے ہیں تاکہ مُلک میں اعلیٰ درجے کے مضبوط اور توانا گھوڑے اور گدھے باربرداری کا کام سرانجام کریں جیسا کہ گورنمنٹ ہند کر رہی ہے اور ہزاروں لاکھوں روپیہ اس کام میں صَرف ہوتے ہیں۔ کیا خوب ہو اگر کوئی مہاشہ یا سوامی ایسا نسخہ ویدک پستک سے نکالکر گورنمنٹ ہند کے پیش کرے کہ اُس پر عملدرآمد کرنے سے اعلیٰ درجہ کے گھوڑے اور گدھے پیدا ہوُا کریں امید ہے کہ کوئی صاحب اِس کارِ خیر میں ضرور حِصّہ لے گا۔ مگر افسوس تو یہ ہے کہ جس حالت میں گھوڑے بننا گمراہ اور ناپاک اعمال خبیثہ کا نتیجہ ہے تو پھر اعلیٰ درجہ کے گھوڑے پیدا کرنے کی خاطر ہزاروں انسانوں کو بدکاری رشوت ستانی۔ مال مردم خوری میں مبتلا کرنا پڑے گا کہ انسانی صفات اور اوصاف حسنہ سے نکلکر پورے پورے گدھے اور

حاشیہ [1] پنجاب میں بہت کم لوگ ہوں گے جنہیں یہ کبھی سننے میں نہ آیا ہوگا کہ بوجہ بے احتیاطی اور بعض غلطیوں کے اسقاط حمل ہوجایا کرتا ہے اور بچّہ لنگڑے لولے انسان سے بھی بدرجہا گری ہوئی اور ناقص حالت میں ہوتا ہے پس اس مرض کا علاج اور احتیاط آریہ ڈاکٹروں کے نزدیک بھی طبی اسباب پر منحصر ہے اور کسی ڈاکٹر نے ابتک یہ نہیں کہا کہ اس بچہ نے کونسا شرمناک فعل کا ارتکاب کیا تھا اسلیئے اپنی انسانیت کی نعمتوں کو ضبط کر بیٹھا ہے۔ مگر افسوس کہ اسکی ماں نے کونسی جون میں فعل بد کیا تھا کہ اس کو اسقدر درد ستہ ملنے اور صفت انسانیت کی ادائی سے محروم رہ گئی۔ منہ

گھوڑے بننے کے قابل ہو جاویں۔ لیکن بہتر یہی ہے کہ بعض انسانوں کو دوسرے انسانوں کے خون میں ہاتھ رنگنے سے باز رکھیں اور بذریعہ تناسخ کُشت وخون سے صفحہ ہستی کو ناپاک نہ کریں۔ چند لاکھ روپؤں کا نقصان دربارہ پرورش اسپان عربی نسل اس سے بدرجہا بہتر ہے کہ انسانوں کو ایکدوسرے کے گلے میں ڈالا جاوے تاکہ خدا کی خدائی بحال رہے اور نیک اور بھگت آریوں کے لئے جنہوں نے چارسو سال کی عمر پائی ہے اُن کے آرام کے لئے گھوڑے خچر خبیث اور بدمعاش لوگوں کی روحوں سے طیار کئے جاویں اور بعض کو صرف اس لئے خبیث بنایا جاوے تاکہ مخلص آریوں کے لئے راحت اور تنعم کے اسباب مہیّا ہو جاویں۔

تعجب تو یہ ہے کہ کمزور اور ناقص بیج سے ناقص پرند چرند کوّا طوطا اور درخت وغیرہ بنتے ہیں۔ پھر جب دیکھتے ہیں کہ کمزور اور بُڈھے آدمی کا بیٹا بھی اُس کے عالم شباب کے بیٹے کی طرح قوی چُست وچالاک نہیں ہوتا تو آنکھیں بند کرکے کہتے ہیں کہ گذشتہ جنم کا پھل ہوگا۔

ایک آریہ سے استفسار

ایک آریہ سے گفتگو کرنے کا اتفاق ہُوا ہے۔ مَیں نے کہا کہ آریہ بننے سے کیا فائدہ ہے۔ جہاں تک مَیں خیال کرتا ہوں آریہ بننے سے کوئی نیک نتیجہ مرتب نہیں ہوتا۔ اِسکی وجہ یہ ہے کہ اگر کوئی نیک اوصاف سے موصوف اور بدکاری نفور ہے وہ بہرحال دُنیا میں خوش وخرم اور مظفر ومنصور ہوتا ہے اور جو کوئی مُلک و دولت اور آرائش اور آسودگی کے لئے ہمہ تن کوشاں ہے وہ بہرحال بقول آریہ سماج اپنے کرموں کے پھل کو اس جگہ اور آئندہ بہتر جون میں جانے کا قطعی طور سے مستحق اور حقدار ہے چنانچہ جو کوئی زنا اور شراب نوشی اور سستی غفلت کاہلی سے کنارہ کش ہو کر

نیکی اور دیانت میں کوشش کرتا ہے اور خداداد وسائل اور قوی سے باقاعدہ کام لیتا ہے وہ اس جہان میں خوش اور آسودہ حال ہوگا اور بقول آریہ سماج راجا ہو جاوے گا جس طرح اہل یورپ دنیوی امور میں ہر ایک مناسب طریق سے عقل و فکر کو کام فرما کر موجودہ ترقی کے معراج کو پراپت ہوتے ہیں اسی طرح ہر ایک مسلمان ہندو چینی اور عیسائی اپنے اپنے اعمال اور افعال سے ایک خاص آرام اور ترقی کو پا سکتا ہے اور راجہ بن سکتا ہے بلکہ موجودہ آریوں میں یہ آرام اور آسودگی نہیں پائی جاتی جو دوسری قوموں میں پائی جاتی ہے۔ اگر کہو کہ آریہ کو مکتی حاصل ہوتی ہے اور اس دنیا سے مکتی پا کر سُرگ میں داخل ہو جاتا ہے اور دوسرے لوگ داخل نہیں ہو سکتے تو یہ بھی غلط ہے کیونکہ اگر آج کوئی اعلیٰ درجہ کا آریہ ہو کر مکتی پانے کے قریب پہنچے تو اُسے ہرگز مکتی خانہ میں جانے کی اجازت نہیں بلکہ اُس کو پھر کسی راجہ کی جون میں ڈالا جاتا ہے پھر وہ چند روزہ راجاؤں کے محل میں عیش و آرام سے متمتع ہو کر پھر ادنیٰ ترین جونوں میں عود کرتا ہے اسی طرح غیر قومیں بھی نیک اعمال سے بادشاہ بنجایا کرتی ہیں پھر آریوں کی طرح بقول سوامی جی وہ بھی چند روزہ آرام اور زندگی کے لُطف اُٹھا کر ادنیٰ ترین حیوانوں میں اوتار لیتے ہیں۔ یعنی جس طرح اور لوگ دنیا میں نیک اعمال سے فائدہ اُٹھاتے ہیں اسی طرح آریہ مہاشے بھی چند روز تعلیم سے بہرور ہوتے ہیں اگر مکتی کی بات پوچھو تو عرض یہ ہے کہ مہاں پرلے (قیامت) کے وقت یک لخت تمام نیکوں اور بدوں کو مکتی حاصل ہو جاوے گی۔ بلکہ نیکوں کو جو لاکھوں سال پہلے بہشت میں داخل ہونے کے حقدار ہو چکے تھے انہیں خواہ نخواہ دنیا کی حوالات میں اواگون کے چکر میں لا لا کر راجہ وغیرہ کی جونوں میں سرگردان کر رکھا ہے یعنی جنہوں نے مکتی کی ڈگری حاصل کر لی تھی اُنہیں مکتی خانہ یعنی سُرگ کی نعمتوں سے محروم رکھا پس جب تک مہاں پرلے کے وقت تمام کو نجات دینے کا وقت نہ آویگا کسی مہاتما کو بھی سُرگ میں جانے کا ٹکٹ نہ ملیگا۔ بلکہ طرح طرح کی جونوں میں غلطاں ہوتا رہے گا۔ مگر حق یہ ہے کہ جب کوئی حقدار ڈگری حاصل کرلے اُسی وقت اُس کو اُس کی محنت کی مزدوری

ملنی چاہیئے[1] نہ کہ انتظام میں لاکھوں کروڑوں سال ضائع کئے جاویں۔ کسی نے سچ کہا کہ "اُس سخی سے بخیل بھلا جو ترت دے جواب"۔

حاصل کلام یہ کہ جس صورت میں ہر ایک نیکوکار اپنے اپنے اعمال کے مطابق رنج و راحت کا امیدوار اور نشانہ بنے گا اور مکتی ہر ایک آریہ اور غیر آریہ کو ایک ہی وقت میں میسر آئے گی اور ایک ہی تاریخ پر سب نیک بد مکتی خانہ میں جاویں گے پھر اگر کوئی آریہ بنے تو کس چیز کے لیئے بنے۔ اگر دنیوی راحت کے لیئے کہتے ہو۔ تو دنیوی راحت انگریزوں کو خوب حاصل ہے اگر مکتی کے لیئے بلاتے ہو تو چند روزہ مکتی کی ضرورت نہیں جس سے ہر ایک آریہ کو بصد حسرت الگ ہونا پڑیگا۔ ہمیشہ کے لیئے مکتی کی ضرورت ہے جو اسلام پیش کرتا ہے + انصاف انصاف کا دعویٰ کیا جاتا ہے ارے بھائی اگر خدا دنیا میں بغیر اعمال اور کرموں کے کروڑوں روپوؤں کی نعمتیں یونہی دیدیتا ہے اور اُس کے انصاف اور عدل میں فرق نہیں آتا چنانچہ سورج پانی

---

[1] حدیث میں آیا کہ مرنے کے بعد نیک کے لئے قبر بہشت ہو جاتی ہے اور بدکار کے لئے دوزخ ہو جاتی ہے۔ یعنی مرتے دم جنتی اور دوزخی حالت شروع ہو جاتی ہے اور نیز یہ بھی یاد رہے کہ آریوں کی غلطی ہے کہ اسلام میں جہنم کی دائمی سزا مقدر ہے بلکہ قرآن کریم میں آیا ہے کہ بہشتیوں کیلئے عطاءً غیر مجذوذ یعنی انہیں ایسا عطیہ ملیگا کہ وہ منقطع نہ ہوگا لیکن دوزخیوں کے حق میں عطاءً غیر مجذوذ نہیں آیا بلکہ اُن کے لیئے فرمایا الا ماشاء ربك ان ربك فعال لما یرید۔ یعنی جو کچھ پروردگار چاہیگا اُسے کریگا کیونکہ تیرا رب جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اب اُس کا چاہنا بھی قابل غور ہے وہ مالک رحمٰن وہ رحیم وہ رب العٰلمین جو تمام صفات کاملہ سے موصوف اور ہر ایک بدی اور نقص اور عیب سے مبرا ہے اُسکا چاہنا مغلوب الغضب سینہ پر کینہ لوگوں کیطرح ہرگز نہیں۔ یہ ملوکانہ گفتگو کا تکیہ کلام ہے جس سے ہر ایک دانشمند سمجھتا ہے۔ رحیم کریم مادر و پدر سے برتر مہربان کا چاہنا ایسا نہیں کہ بے محل ہو۔ اس کی مشیت بھی حق اور انصاف پر مبنی ہوتی ہے حدیث میں آیا ہے کہ یاتی علی جھنم زمان لیس فیھا احد و تنخرك نسیم ابوابھا۔ یعنی دوزخ پر ایک ایسا وقت آئیگا کہ اسمیں کوئی بھی نہ ہوگا اور صبا اُس کے دروازوں کو کھٹکھٹاویگی۔ منہ

ہوا اور بروقت بارش ہوتے ہیں کسانوں اور عام انسانوں پر کروڑوں روپوؤں کا
یونہی بغیر محنت کے وہ رب العالمین فضل کر دیتا ہے اور اُس کے انصاف پر
کوئی خلل اور نقص عائد نہیں ہوتا تو پھر خدا تعالیٰ اگر کسی پرستار کو دائمی مکتی دیگر کروڑوں
روپوؤں کا فضل کر دے تو کونسا ظلم اور جور و ستم خدا کی درگاہ سے منسوب اور شمار
ہو سکتا ہے اگر کسی کا حق دبایا جاوے اور حقدار کو حق نہ دیا جاوے تو بیشک کہا
جا سکتا ہے کہ فلاں منصف نے انصاف نہیں کیا۔ خدا تعالیٰ کا دُنیا اور مخلوق سے
منصف ہونے کا واسطہ اور تعلق نہیں۔ بلکہ اُس کا مخلوق سے مالکانہ تصرف اور
تعلق کا واسطہ ہے۔ چنانچہ دیانند جی خود مانتے ہیں کہ پرمیشر اس عالم کا مالک ہے
دیکھو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۳۱۔ "ایشور دُنیا کا مالک ہے اُس کو باپ کی طرح
پکارو میں سب سے پہلے موجود اور دُنیا کا مالک ہوں" اب ہم آریوں سے پوچھتے
ہیں کہ دُنیا میں باپ سے لڑکا اشیاء خوردنی اور پوشیدنی مانگتا ہے اور اُنسے مستفید اور
بہرہ ور ہوتا ہے اور آخر کار بعض اوقات اپنے بچے کو ہزار دو ہزار روپیہ اور مکان
اور جائداد کا وارث بناتا ہے اور جو چاہتا ہے اُس کو عنایت کرتا ہے کیا ایسے
باپ کو احمق ظالم اور بے انصاف تجویز کرنا چاہیئے۔ کیونکہ اُس نے اپنے بچے کو بغیر
کسی استحقاق ذاتی کے یونہی زر کثیر سے متمتع کیا۔ ایسے باپ جو در اصل ہر ملک و
ملت میں ملتے ہیں کیا وہ سب ظالم بے ایمان عدل و انصاف اور عقل و فہم
سے خالی اور فراست اور دیانت سے بے نصیب ہیں ہم تو ایسے باپوں کو
نیک نہاد اور صاحب فہم و فراست تجویز کرتے ہیں۔ ہاں اگر کوئی آریہ مہاشہ
اپنے والدین کو ایسا ویسا کہنا تجویز کرتا ہے تو اُسے کہنے دو۔ پر ہم اُسے نیک
ایماندار نہیں تسلیم کر سکتے۔ پس جب ایک شخص جو اپنے گھر کا مالک ہے وہ اپنے مال کو
عقل و فہم سے کام لیکر بغیر محنت اور اُجرت کے اپنے خادموں اور بچوں کو علاوہ
تنخواہ ضروری کے بخشش کر بھی عادل اور رحیم اور کریم النفس انسان ٹھہر سکتا ہے تو
وہ پرمیشر جو لاکھوں نعمتیں بغیر محنت و مزدوری کے ہمیں ہر روز دیتا ہے اگر اُسکو

ہم بقول سوامی جی باپ کی طرح مالک کے نام سے پکار کر کچھ مانگیں تو کیا وہ اپنی عادت مستمرہ کے موافق کچھ دینے میں عدل اور انصاف سے خالی تجویز ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ اگر میں کسی غریب مفلس نادار کو عند الطلب ایک روپیہ بغیر اُس کی محنت کے دیدوں تو میں ہرگز ظالم نہیں ٹھہر سکتا۔ جو شخص بہت سے کریم النفس آریوں کو جو لاکھوں روپے بغیر محنت اور اُجرت کے غربا کی پرورش میں خرچ کرتے ہیں ظالم اور بے ایمان کہتا ہے وہ درحقیقت خود بے ایمان اور سیاہ دل اور ناپاک فہم انسان ہے۔ جس طرح ہم عقل و فہم سے کام لیکر ہر ایک خادم کو بقدر لیاقت اور طاقت ملازم کے اُسے کسی فرض منصبی پر مقرر کرتے ہیں۔ اور اس میں کوئی بے انصافی اور ظلم نہیں اسی طرح علیم و حکیم رب العالمین بھی "ہر کسے را بہر کارے ساختہ اند" پر عملدرآمد کرتا ہے۔ ہاں جس طرح ہمارا ملازم خیانت کا مرتکب ہو کر مستوجب سزا ٹھہر جاتا ہے اسی طرح ہر ایک مجرم اور بد دین اپنے کرموں اور عیوب گوناں گوں کا جوابدہ ہوگا[۲]۔ کیونکہ نیک و بد اعمال کے

حاشیہ

[۱] مندرجہ بالا بیان اور دُعا سے ثابت ہُوا کہ آریوں میں دُعا کا مانگنا ثواب ہے پھر دُعا کے اثر سے انکار اور کفر کرنا بے ایمانی ہے اگر پرمیشر نیک نہاد باپ کی طرح دُعا مانگنے پر نیک بندوں کو انعام و اکرام سے بہرہ ور نہیں کرتا اور بروں کو بوقتِ مباہلہ ہلاک نہیں کر دیتا ہے تو دُعا مانگنا سوامی جی نے کیوں جائز رکھا۔ اگر جائز ہے تو لیکھرام جی کی موت سے جو نتیجہ نکلا اُسکو مان کر اسلام لاؤ اور ضد اور تعصب سے اپنی زندگی بے بہا کو یونہی نہ گنواؤ کیونکہ یہ زندگی پھر ہاتھ نہ آوے گی خواہ مخواہ مہاں پرلے کرنا اور دانت پیسنا ہوگا اپنی جان پر رحم کرو اور معصوم بیوی بچوں کے بالواسطہ اور انکار گناہ اور پاپ اپنی گردن پر نہ اُٹھاؤ اگر تم درحقیقت اپنے لختِ جگر بیٹوں اور کنیاؤں سے محبت اور پیار کرتے ہو تو اُن سے بھی ہمدردی کرو اور اسلام کے قبول کرنے میں انہیں عذاب اور دکھ کی مار سے بچاؤ کہ یہ بڑی کامیابی ہے۔ منہ

حاشیہ

[۲] ۔ خدائے علیم حکیم کا ہر فعل راستی اور حق و حکمت پر مبنی ہوتا ہے۔ آریوں کا یہ اعتراض کرنا

ارتکاب اور اکتساب میں وہ مجبور نہیں کیا گیا بلکہ اُسے بھی ہدایت دی گئی ہے کہ فلاں راہ مستقیم ہے اور فلاں امر یعنی ۴۸ سال کی عمر میں شادی کرنا بیہودگی اور لایعنی گپ محض ہے پس بموجب آیت وان لیس للانسان الا ما سعیٰ۔ یعنی جیسا کوئی کرے ویسا بھرے اس ہاتھ دے اُس ہاتھ لے۔ ایسا نہیں کہ سانپ ہونے کی جنم کی کسی کرتوت نے اُسے نافرمان اور پاپی بنا دیا ہے۔ جس کا کوئی ثبوت نہیں۔

اصل مطلب کی طرف رجوع کر کے لکھتا ہوں کہ بقول سوامی جی (ستیارتھ پرکاش باب ۱۱) میں لکھتے ہیں خواہ کوئی نیکوکار ہو اُس کو دُکھوں سے نجات نہ ہوگی۔ لہٰذا سماج میں داخل ہونا نہ ہونا برابر ہے۔

مگر میں کہتا ہوں جیسا کہ یہاں کے آریوں کو بھی اقرار ہے کہ میں بفضلہٖ نیکوکار ہوں اور بجائے دو وقت کے پانچ وقت سندھیا اور اُپاسنا کرتا ہوں

ضمیمہ

کہ نیکوں اور بدوں سے یکساں سلوک کیا جاوے گا یا بلا تمیز اعمال یا جس طرح خدا چاہتا ہے ویسا کرتا ہے ٹھیک نہیں۔ (۱) خدا فرماتا ہے کہ افمن کان مومنا کمن کان فاسقا لا یستوٗن (سجدہ) یعنی مومن اور فاسق خدا کی درگاہ میں برابر کبھی نہیں ہو سکتے چہ جائیکہ معاملہ برعکس ہو۔ یعنی نیک کو عذاب اور پاپی کو نجات ہو یہ خدا نہیں کرتا اور یفعل ما یشاء کے یہ معنے ہیں کہ وہ حکیم علیم اپنی کمال حکمت دانائی اور راستی سے کام لیکر جس طرح چاہتا ہے کرتا ہے جیسے ہم کہیں کہ فلاں مجسٹریٹ جو عادل اور انصاف پسند ہے وہ جس طرح چاہے گا فیصلہ کرے گا اگر اُس کا فیصلہ اندھا دھند ناانصافی پر مبنی ہے تو اس کو کسی طرح بھی عادل اور انصاف پسند حاکم ہی نہیں کہا جاتا۔ بلکہ اُس کو ظالم خطا کار کہا جاتا ہے۔ پس یہ کس قدر نادانی اور بے ایمانی عمداً کیجاتی ہے کہ یفعل ما یشاء پر اعتراض کیا جاتا ہے اسی طرح اُن کور باطنوں کا یہ اعتراض دیانند کی جہالت پر مبنی ہے۔ کہ فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم وغیرہ سے اسلام میں قتل و نہب و جبر جائز ہے۔ یعنی اِس آیت کی رُو سے

اور ہرایک بدی سے بچنے کی سعی کرتا ہوں لیکن یہاں کے آریہ صاحبان اکثر سندھیا اوپاسن کرنے سے دستکش ہیں اور ناہی بحکم ستیارتھ پرکاش بیاہ وشادی اور مرگ میں ویدک اصول پر عامل ہیں، چنانچہ سال رواں میں جب طاعون پڑی تو بعض اموات جو خاص آریوں میں واقع ہوئیں انہوں نے حسب ویدک احکام صندل کی لکڑی اور وزن میں جسم کے برابر

اسلام بزور شمشیر پھیلایا گیا ہے۔ واضح ہو کہ سورۃ براۃ اصلین اعلان جنگ ہے جس کے پہلے رکوعونکا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ بڑے حج کے دن عام لوگوں کو اطلاع دیدو کہ خدا اور رسول مشرکین سے بیزار ہیں انہیں چار ماہ تک اجازت ہے کہ اپنا بچاؤ کرلیں کیونکہ انہوں نے تمام عہد وپیمان پر خاک ڈالدی ہے اور دین حق کے برباد کرنے کے لئے نہ صرف رسولؐ اور صدہا مومنوں کو گھروں اور رشتہ داروں سے نکالکر جلاوطن کیا اور نہ صرف رسولؐ کے مخالفوں کو مدد دی اور نہ صرف مکّہ ہی سے اہل اسلام کی بیخ کنی کی بلکہ مدینہ میں بھی اس شرارت کا تخم بویا ہے اور نہ صرف مومن عورتوں کی شرمگاہوں کو برچھیوں سے چاک کیا) بلکہ اسلام کو بالکل نیست ونابود کرنیکی فکر میں ہیں پس یہ لوگ اب مجرم ہیں اگر اب ان سے جنگ نہ کی جاوے تو معصوم بچوں اور عورتوں کو گویا اپنے ہاتھوں اور سفاک ظالموں کے ذریعے ہلاک کرنا ٹھہرتا ہے ہاں جن لوگوں نے عہد وپیمان نہیں توڑا فما ستقاموا لکم فاستقیموا لھم یعنی جب تک وہ تم سے سیدھے ہیں تم بھی اُن سے سیدھے رہو۔ یعنی وہ مشرکین جنہوں نے تم سے کوئی عہد شکنی نہیں کی اور نہ تم پر تمہارے دشمنوں کو برانگیختہ کرکے چڑھا لائے فاتموا الیھم عھدھم الی مدتھم یعنی اُن سے جو عہد وپیمان تم نے کیا ہُوا ہے اُسکو پورا کرو اور بلاکم وکاست نبھاؤ۔ ناظرین غور کریں اسمیں کونسی جبر اور اکراہ اور قتل ونہب بلاوجہ یا صرف دین کی خاطر جائز رکھی گئی اتنا تو سب لوگ جانتے ہیں اور انگریز مورخین بھی شاہد ہیں کہ مکّہ سے حضرت محمدؐ صلعم اپنے خون کے پیاسوں سے نکالے گئے اور چالیس۴۰ کوس تک اُن مردم خور لوگوں نے کتوں کی طرح تعاقب کیا (حالانکہ آپ انکا خون نہیں کرآئے تھے صرف آریوں کی طرح بت پرستی کی تردید کی تھی) اور طائف میں لیکچر دلانے کے بہانہ سے آپکو (فداہ ابی دامی) بلاکر بارہ کوس تک لچوں اور گنڈوں سے

روغن زرد اور کستوری کیسر وغیرہ اشیاء قیمتی سے لاشوں کو نہیں جلایا۔ ناحق لوگ بیسیوں امور اور احکام ستیارتھ پرکاش کے عامل ہیں۔ پس جس صورت میں یہ لوگ اتنے احکام کی خلاف ورزی کرکے اپنے مُنہ آپ آریہ بن رہے ہیں پس کیا وجہ ہے کہ مجھے جو نیک اوصاف سے موصوف بفضلہ ہوں آریہ (شریف آدمی) نہیں سمجھتے۔ لکھا ہے کہ جو سندھیا ہر روز دو وقت نہیں کرتا وہ شودر ہے (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۲۷) لیکن میں ضرور کرتا ہوں پس مجھے بحکم سوامی جی برہمن اور اعلیٰ درجہ کا آریہ کہنا بھی بجا اور درست ہے۔ اور مجھے اُن تمام پرائیویٹ حقوق سے بہرہ ور

پتھر برسائے اور سخت دھوکہ بازی اور مکاری کی اور آپ نے فرمایا کہ مجھے بارہ کوس تک نہیں معلوم کہ کہاں بھاگا جاتا ہوں اور اسی طرح ایک قبیلہ نے ستّر عالم اور حافظ قرآن جوان صحابہ کو جنہیں آپ نے نہائت عرق ریزی اور خون جگر کھاکر واعظ اور عالم بنایا تھا۔ بھیڑ اور بکری کی طرح نہائت بے رحمی اور دردناک طور سے ذبح کر ڈالا جس خوفناک حادثہ سے تمام صحابہ کی آنکھوں سے آنسو ڈبڈبائے مگر پھر بھی اسی طرح کی صدہا بے رحمیوں اور سفاکانہ جور و ستم کی کارروائیوں پر حکمِ قرآن نازل ہُوا کہ فاصبروا۔ صبر کرو

اور نیز اس امر سے بھی تمام واقف ہیں کہ مُلک حبش میں صدہا صحابہ بھاگ گئے اور کچھ مدینہ میں آئے مگر جب اُن کے لئے وہاں کی زمین بھی پناہ دیتی ہوئی نظر نہ آئی اور آسمان دھندلا دکا نظر آنے لگا اور ہر ایک کو جان کے لالے پڑ گئے تو کیا اُس وقت اُن جرائم شدید کے برداشت کرنے کے بعد بھی اُن کی سزا دہی سے اسلام اپنی چارہ جوئی نہ کرتا اگر یہ نہ کرتا تو کیا کرتا وہ لوگ بڑے ظالم اور نابکار دریدہ دہن ہیں جو ناحق اسلام کے جہاد پر شرمناک حملہ کرتے ہیں اگر ایسے جرائم کی سزا دینا گناہ اور ظُلم ہے تو سرکار انگریزی کو ظالم اور سفاک کیوں نہیں کہہ دیتے جو ایسے جرائم کی ہر روز سزا دیتی اور گوشمالی کرتی ہے اے ظالمو صرف حادثہ بلیک ہال سے ہندوستان فتح ہونا شروع ہو گیا تھا کیا تمہیں اپنے ملک کی تاریخ بھی نہیں آتی۔

منہ

ہونے کی اجازت دینی چاہیئے - جو اعلیٰ ورن والے آریہ کے لئے لوازمات اور امورِ ضروریہ سے ہیں - ہاں اگر کوئی کہے کہ تم سماج میں داخل نہیں ہو - اور روح اور مادہ کو انادی نہیں مانتے اس لئے تم آریہ نہیں ہو - لہٰذا تم اعلیٰ ورن کے حقوق مخفیہ سے محروم کئے گئے ہو - تو بھی یہ امر غلط ہے کیونکہ سوامی جی نے اعمال پر ہر ایک کا ورن قرار دیا ہے لیکن میں بفضلہ تعالےٰ دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ میری زندگی یہاں کے آریوں سے بدرجہا نیک تر اور اوصاف حمیدہ سے موصوف رہی ہے چنانچہ اس کا بدیہی ثبوت یہ ہے کہ قصبہ بھیرہ ضلع شاہپور میں یہ عاجز ایک عرصہ دراز تک تعلیم پاتا رہا ہے وہاں کا قریباً بچہ بچہ مجھے جانتا ہے لیکن اگر کوئی تحقیقات کرے تو بھیرہ میں سے کوئی ذی عزت اور نیک طینت انسان میرے برہمن (نیک) ہونے یا آریہ (یعنی شریف انسان) ہونے میں کوئی کلمہ ناپاک مُنہ پر نہیں لا سکتا - بلکہ میرے نیک چال چلن پر ہندو اور آریہ صاحبان گواہ ناطق ہیں اگر کسی کو شک اور شبہ ہے تو میں اُن کی شہادت ثبت کرا سکتا ہوں - مادہ اور روح کو انادی نہ ماننا مجھے آریہ یا مہاتما بننے سے روک نہیں سکتا جس صورت میں آریہ لوگ باوجود بیسیوں احکام وید کی تعمیل سے روگردانی کرتے ہوئے برہمن سوامی اور آریہ مہاشے کہلا سکتے ہیں اور ان میں سے بعض کو ادنے (ورنوں) ذاتوں پر خاص فضیلت حاصل ہے پھر یہ کسقدر بے انصافی اور ظلم صریح ہے کہ مجھے بعض پرائیویٹ اور خانگی معاملات عظیم الدخل میں مستغنی قرار دیا جاوے - اور مجھ جیسے آریہ (شریف انسان) کو اُن حقوق اور اسباب تنعم سے محروم کیا جاوے جن سے وہ لوگ بغیر استحقاق اور بصورت عدم ثبوت نیک چلنی کے یونہی مالا مال ہو رہے ہیں - اگر کوئی آریہ اُپدیش کرتا ہے یا نیک کاموں میں مصروف ہے تو یہ عاجز بھی اُپدیش وغیرہ کر سکتا ہے اور کرتا ہے - بلکہ جو ستیارتھ پرکاش میں ہوکر دنی ہیں اُنپر یہاں کے آریوں کی نسبت میں بہتوں پر عامل ہوں یہی وجہ ہے کہ مجھے اعلیٰ ورنوں کے حقوق پر دعویٰ مع دلیل ہے جس کا رد کرنا گویا خود پاپی اور گنہگار بننا ہے - ع بر رسولاں بلاغ باشد و بس -

ہمارا ارادہ نہ تھا کہ ہم کسی مہاشہ کو خصوصیت سے مخاطب کر کے کچھ تحریر کرتے لیکن جب بار بار بعض اعتراضات کو پبلک میں بذریعہ آریہ مسافر میگزین شائع کیا جاتا ہے اور لوگوں کے دلوں کو دُکھدیا جاتا ہے اس لئے قرینِ مصلحت یہی ہے کہ اُن کی سرکوبی کسی قدر واجبی اور لازمی ہے جو ہدیہ ناظرین ہے۔

آریوں کے چند اعتراضات
کا
جواب باصواب

(۱) ہر ایک فرد بشر پر ظاہر ہے کہ شفاعت کی حقیقت اور ماہیئت بارہا آریوں کے سامنے پیش کی گئی ہے لیکن بعض انسان ایسے شوریدہ بخت اور بدطینت ہوتے ہیں کہ باوجود سمجھانے کے نہیں سمجھتے اور باوجود سُننے کے نہیں سُنتے۔ اس لئے ضروری ہے کہ ایسے لوگوں کی ہمیشہ سرکوبی ہوتی رہے جو دیدہ دانستہ خباثت اور نجاست پر گرتے ہیں اور دیانت اور امانت کا طریق عمداً ترک کرتے ہیں۔

واضح ہو کہ شفاعت کا لفظ شفع سے مُشتق ہے جس کے معنے جوڑے کے ہیں سو جاننا چاہیئے کہ شفاعت ہر جگہ اور ہر زمانہ اور ہر انسان اور پرند چرند میں پائی جاتی ہے اور قانونِ قدرت اس سے بھرا پڑا ہے اگر ایک دن شفاعت کا انکار عملی طور سے کیا جاوے تو دنیا کا سلسلہ درہم برہم ہو سکتا ہے۔ شفیع دو طرح کے ہوتے ہیں ایک رُوحانی اور دوسرے جسمانی۔ چنانچہ ہر روز مشاہدہ میں آتا ہے کہ جو بیمار جادہ صحت تندرستی اور راستی سے دور اور مہجور ہو گیا ہے اور ہر وقت کھانسی بخار اور خطرناک عوارض شدیدہ میں مبتلا ہو کر تندرست اور جوان صحیح سلامت لوگوں کی جماعت صحبت باہمی تعلقات اور لُطف و کرم سے وہ محروم ہو جاتا ہے۔ پھر حکیم جو جسمانی شفیع ہے اُس کے اعمال کردہ کے نتائج بد کو جو امراض شدیدہ کی صورت میں نمودار ہوتے ہیں۔ گوناگوں

شربت تبیرہ...... اور دوا دارو سے دور کرنا چاہتا ہے اور بیمار کی اندرونی آلائشوں اور مواد خبیثہ کو جو بیمار کے افعال بد سے پیدا ہوئے ہیں۔ دور کرتا ہے اور آخر کار اُسکو بیماروں سے نکال کر قوی ہوشیار اور تندرست لوگوں کی جماعت میں شامل (جفت شفع) کر دیتا ہے۔ پس یہ شفاعت جسمانی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ موسمی بخاروں کے دنوں میں کونین وغیرہ مواد خبیثہ کے منتفی کرنے کے لئے شفاعت کا حکم رکھتی ہیں اور بیماروں کی خوراک مکان رہائش اور کپڑوں وغیرہ کی ہائی جین کا خیال رکھنا بھی سفارش کا قائم مقام ہوتا ہے۔ دراصل ایسے بیمار اس قابل نہیں ہوتے اور حق نہیں رکھتے کہ انہیں تندرستوں میں ملا دیا جاوے۔ لیکن حفظان صحت کے اصول پر جو عملدرآمد کرایا جاتا ہے وہ فعل بیماروں کے لئے سفارش کا کام دیتا ہے اور آخر کار انہیں جب وہ کسی تشفیع یعنی حکیم کی سفارش یعنی معالجہ وغیرہ سے اس قابل ہوتے ہیں کہ انہیں تندرستوں میں شامل کر دیا جاوے تو وہ انصاف اور عقل کی رو سے تندرستوں کی جماعت میں آملتے ہیں اور کوئی نیک طینت اس فعل کو نا انصافی اور ظلم پر مبنی نہیں کہہ سکتا۔ پس جس طرح جسمانی بیمار لوگ ایک ردی حالت اور غلاظتوں اور نجاستوں سے بکلی پاک صاف ہو کر اعلیٰ اور پاک لوگوں کے محلوں میں جا بستے ہیں اور کوارنٹین کی حد بندیوں سے مستعفی ہو کر زندگی کا لُطف اُٹھاتے ہیں اسی طرح روحانی بیماروں کا حال ہے۔ سوجاننا چاہیئے کہ روحانی بیمار بھی روحانی حکیم (شفیع) کی دُعا اور شفاعت سے روحانی آلائشوں اور گناہ کی نجاستوں سے پاک ہو جاتے ہیں۔ اور وہ سفارش اندھا دھند ہر ایک بدمعاش فاسق فاجر کے لئے بلا وجہ نہیں۔ بلکہ وہ علیم حکیم جو تمام سینوں کے اسرار اور معائب وغیرہ سے بکلی واقف اور خبر رکھتا ہے اُس کے اذن اور حکم سے جو حکمت انصاف اور دانائی اور علم حقیقی پر مبنی ہے اور اُنہی کے لئے شفاعت کی اجازت ہوگی جو اس قابل ہیں کہ انکی اندرونی غلاظتیں جہنم کی آگ کے جلائے بغیر ہی دور ہونے والی ہیں۔ جیسے کہ بعض بیماروں کو صرف اتنا ہی نسخہ کافی ہو جاتا ہے کہ اُنہیں حفظان صحت کے قواعد کی تاکید اور اطلاع کرنی ہی کافی ہو جایا کرتی ہے جس سے پاک وصاف مکان اور مقطر پانی سے اُن کی

اندرونی آلائش دور ہو جاتی ہے لیکن بعض کو تیز جلاب دینا ہی انصاف اور حکمت سے وابستہ ہوتا ہے۔ لکھا ہے کہ ہر ایک دوا اور ہر ایک بوٹی اپنا اپنا خاص اثر اور قوت رکھتی ہے۔ پھر جب صورت میں ادنیٰ ادنیٰ چیزیں اور دوائیں اپنا اپنا اثر رکھتی ہیں پھر انسان کا دل کیا ایسی ناقص چیز اور بے اثر محض ہے جس کے مضطرانہ حالت کی رقت اور قوتِ جاذبہ اور توجہ اور کشش اور مقناطیسی جذبہ عارفین کاملین کوئی بھی اثر اور نتیجہ خیز نہیں؟ ایسا ہرگز نہیں۔ چنانچہ سوامی جی بھی خود لکھتے ہیں "کہ سندھیا اور اُپاسنا کا نتیجہ اور پھل یہ ہوتا ہے کہ جس طرح سردی سے گھبرائے ہوئے آدمی کی سردی آگ کے نزدیک جانے سے دور ہو جاتی ہے اُسی طرح پرمیشر کی نزدیکی اور اُپاسنا وغیرہ سے تمام عیب دُکھ چھوٹ کر پرمیشر کے صفات۔ فعل اور عادات کی مانند جیو آتما کے صفات اعمال اور عادات پاک ہو جاتے ہیں۔ اور علاوہ دیگر فوائد کے بھاری فائدہ یہ ہے کہ دکھوں میں برداشت کی طاقت بڑھ جاتی ہے اور کمزوری دور ہو کر پہاڑ جیسے دُکھ بھی باسانی برداشت ہو سکتے ہیں" (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۴۴)

واضح ہو کہ تمام دُکھ اور مصائب کی تکلیف اور عیوب اعمال بد کا نتیجہ ہیں جو بقول بعض آریوں کے کسی صورت میں دُکھ درد بھوگنے کے بغیر رہ نہیں سکتے ورنہ انصافِ الٰہی قائم نہیں رہ سکتا۔ لیکن بقول سوامی جی کمزوری عیوب و دُکھ وغیرہ اُپاسنا (عبادت یعنی دُعا) کے ذریعہ سے رو بکمی ہو جاتے ہیں۔ اور شراب خوری اور زناکاری سے جو عیوب اور نقائص نتائج اور عوارض شدیدہ جسم پر ظہور پذیر ہوتے ہیں وہ سب دعا یعنی اُپاسنا سے کم ہو جاتے ہیں اور اُن کے دکھوں کی تیزی کا وہ احساس نہیں ہوتا جو بحالت سندھیا و اُپاسنا نہ کرنے میں محسوس ہونا چاہیئے تھا سو یہی حق ہے کہ خدا اُن دُکھوں اور آلائشوں اور عیوب اور نقائص کو قوی الاثر اور زبردست مقناطیسی کشش والے شفیع کی دل گداز سفارش اور اُپاسنا سے دور کر دے گا جو بعض انسانی کمزوریوں سے لاحق ہو گئے تھیں۔ اور یہی قانون قدرت دُنیا میں رائج ہے بلکہ چرند پرند اور ہر ایک ذی روح میں دیکھا جاتا ہے۔ جس سے عملی انکار کرنا اپنی جان و مال پر

حملہ کرتا ہے۔ اور لاکھوں ڈاکٹروں اور شفاخانوں کی کارروائی اور حکمت کو لغو ٹھہرا کر خود احمق بنتا ہے۔ مگر یہ اعتراض بے بنیاد ہے کہ سفارش کرنے سے خدا کو گویا ہمہ دان نہیں سمجھا جاتا۔ پس جو جو مذکورہ بالا دلائل عقلیہ اور نقلیہ سے ہم نے ثابت کیا ہے۔ اُنسے کیا خدا کی ہمہ دانی پر کوئی عیب اور نقص عائد ہو گیا ہے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ فرماتا ہے لا یشفعون عندہ الا باذنہ یعنی سفارش کرنے والے اذن اور حکم الٰہی سے شفاعت کریں گے۔ اگر کوئی کہے کہ خدا کو تو معلوم ہے کہ فلاں انسان اس قابل ہے کہ اُس کو اسکی روحانی یا جسمانی کمزوریوں اور آلائشوں سے پاک اور سلیم الفطرت بنایا جاوے پھر شفیع کی کیا ضرورت ہے تو پھر ہم کہتے ہیں کہ خدا کو تو علم ہے کہ فلاں کمزوری اور نقص جسمانی اور بیماری دور ہونے والی ہے بشرطیکہ اس کی فرمودہ قواعد کے موافق سرد و گرم دوائیں استعمال کی جاویں پس تم لوگ کیوں دوائی استعمال کرتے ہو؟ پس جس طرح جسمانی نجاست کے دفیعے کے لئے کھانا پینا اور آگ سینکنا لازمی ہے اسی طرح روحانی کمزوریوں کے لئے بھی اسباب بہم پہنچانے لازم اور ازبس ضروری ہیں۔ اسی طرح یہ اعتراض کرنا بھی لغو ہے کہ سفارش پر تکیہ کر کے لوگ گناہوں پر دلیر ہو جاتے ہیں۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ کیا لوگ اسی وجہ سے بدپرہیزی کر لیتے ہیں کہ انہیں حکیم کی دوائی اور نسخہ پر کامل تکیہ ہے کیا حکیم لوگوں سے بدپرہیزیاں کرواتے پھرتے ہیں؟ کیا کسی کو معلوم ہے کہ میری بیماری کا علاج خاطر خواہ ہو جاوے گا اور میری شفاعت یقیناً کی جاوے گی اور وہ قبول بھی ہو گی؟ ہرگز نہیں۔ پس جس صورت میں کسی کا یہ خیال کہ بیمار ہو کر راضی ہو جاؤں گا بیہودہ اور بے بنیاد ہے اسی طرح شفاعت پر تکیہ کرنے والے فاسق فاجر کا خیال فضول نامعقول ہے پس یقینی امر یہ ہے کہ خدا رسیدہ کامل انسان اُس شخص کو جو خدا سے دور پڑا ہوا ہے اُس کا خدا سے ملاپ اور نزدیکی کراتا ہے اور وہ بجائے جدائی کے ملاپ کا باعث ہوتا ہے جو شفاعت کے لفظ کا اصل مفہوم ہے جس سے انکار کرنا سخت حماقت پر دال ہے۔ اسی طرح نہائت بے باکی سے طوبہ استغفار پر اعتراض کیا جاتا ہے۔ قرآن کریم

فرماتا ہے ان الذین یعملون السوء بجہالۃٍ ثمّ توبوا۔
یعنی جن لوگوں سے محض جہالت اور نادانی یعنی سہو اور بھول سے کوئی غلطی ہو جاتی ہے پھر وہ اس غلطی سے توبہ یعنی رجوع کرکے اس کے بالمقابل نیکی کرتے ہیں انہی کی توبہ قبول ہوتی ہے۔ اور انہی کا گناہ جو سہو اور بھول سے وقوع میں آگیا ہوتا ہے معاف ہو جاتا ہے۔ ایسا ہرگز نہیں جیسا کہ بعض بیباک اور تاریکی کے فرزندوں نے سمجھا ہے کہ (نعوذ باللہ) دیدہ دانستہ لذت اور عیش اڑانے کے لیے بے دھڑک گناہ کئے جاؤ جب زبان سے توبہ کا لفظ نکلا گناہ کافور ہو جاویں گے۔ اور پیٹ بھر کر بدکاریاں عمل میں لائی جاویں اور خدا کی معافی پر بھروسہ کامل ہے یہ طریق کفار اور بے ایمان لوگوں کا ہے اہل اسلام کا یہ شیوہ ہرگز نہیں۔ توبہ کے معنے یہ ہیں کہ ایک بدی کو ترک کیا جاوے اور اس کے بالمقابل نیکی کو اختیار کیا جاوے۔ چور کی توبہ یہ ہے کہ نقب زنی اور مال مردم خوری سے دستکش ہو اور امانت دیانت کا طریق اختیار کرے۔ میں نے جو اسلام اختیار کیا اور کفر و فسق اور شرک سے توبہ کی کیا اس کے بعد عملی طور یا اعتقادی طور سے یہ نتائج ناشی ہوئے ہیں کہ میں آئے دن ان بدعقیدوں سیاہ کاریوں کا ارتکاب کرتا ہوں یا کروں گا؟ وہ بڑا نادان ہے جو میری توبہ کا یہ ارتھ کرے۔ بلکہ میں نے بالمقابل کفر و شرک کی بیخکنی کا مصمم ارادہ کر لیا ہے جس کی تصدیق ہماری اس کتاب سے ظاہر ہے۔ اگر میری کتاب کے ہر سہ حصص کو پڑھ کر بھی کسی کو یہ گمان گذرے کہ میں ان امور ممنوعہ کا ہر روز ارتکاب کرتا رہتا ہوں اور پھر توبہ بھی کر لیتا ہوں وہ نہائت بدباطن خبیث النفس شریر انسان ہے۔ اگر ہماری توبہ کا شک اب بھی رہیگا تو چوتھا حصہ بھی ہدیہ مخالفین ہوگا انشاء اللہ۔

(۲) آریہ مسافر میگزین بابت نومبر ۱۹۰۳ء عیسوی میں اعتراض کیا گیا ہے کہ نجات کی کامل تعریف قرآن میں مندرج نہیں۔ یہ نادانی اور ناحق کی پاسداری ہے۔ اول ہمیں یہ تو بتائیں کہ آریہ صاحبان میں کونسی علامات نجات کی فی زمانہ پائی جاتی ہیں۔ کیا کوئی مہاشہ اس زمانہ میں ۴۸ سال کا برہمچریہ (تجرد) رکھکر جسکا نتیجہ کبھی خواہیں

بھی خارج نہ ہُوا ہو۔ موجود ہے ؟ اور نیز کوئی ایسا بھی گذرا ہے جو ۱۰۰ سال کی عمر
پاکر قابل نجات ثابت ہُوا ہو۔ اگر نہیں گذرا تو معلوم ہُوا کہ وہ براہچریہ کے توڑنے اور
عمر نہ پانے کی وجہ سے ادنیٰ اور ناقص اور ناقابل نجات ہے یہی وجہ ہے کہ مکتی خانہ
میں بھی بدی اور نجاست کا بیج منفک نہیں ہوتا جو امر صریح ادھرم یعنی دین ایمان
سے خالی ہونے پر دال ہے اسلام میں نجات کی یہ تعریف کی گئی ہے من اٰمن باللہ
وملٰئکتہٖ وکتبہٖ ورسلہ۔۔۔۔۔ھم المتقون (سیقول) یعنی جو قادر کرتار سرب شکتی مان
رب العالمین پر ایمان لاوے ملائک اور کتب اور رسل کو برحق مانے اور خدا کی
راہ میں مال خرچ کرے۔ رشتہ داروں یتیموں۔ مسکینوں مسافروں اور سائلوں کو کچھ
دے لوگوں کی پھنسی ہوئی گردنوں کو آزاد کرے (یعنی کسی کے قرض وغیرہ کے ادا
کرنے میں حصّہ لے) اور نماز (سندھیا) ادا کرے اور زکوٰۃ دے اور اپنے عہد پر
قائم رہے اور رنج اور دکھ میں صلح اور جنگ میں استقلال دکھلاوے یہی لوگ
صادق ہیں اور تمام دُکھوں سے نجات یافتہ ہوں گے پھر فرمایا و من زحزح
عن النار فقد فاز یعنی جو ناریں بد اور انکی سزا سے بچایا گیا وہی پاس اور کامیاب
ہوگیا یعنی نجات پا گیا۔ مذکورہ بالا بیان سے ظاہر ہے کہ جو انسان صفات حمیدہ سے
موصوف اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائگی میں ہوشیار اور باعمل ہو وہی
فلاح یعنی نجات پانیوالا ہے (دیکھو پارہ اول رکوع) اب اہل انصاف سوچیں کہ یہ
نجات کی تعریف ہے یا نہیں ؟ بلکہ نجات تو آریوں میں مفقود اور کافور ہے۔ اسکی
وجہ یہ ہے کہ بقول انکے ہزاروں آریہ نجات پاکر پھر دنیا کے چاہ ضلالت میں آگرے
ہیں مگر ہمیں کوئی بتلاوے تو سہی کہ کسی مہاتما نے کبھی مکتی پائی ہے یا نہیں اگر پائی
ہے تو مکتی خانہ کی لاتعداد انعامات اور سرور سے خبر دے اگر کوئی کہے کہ وہاں کی
بات ابتک یاد کیونکر رہ سکتی ہے تو بھی صریح جھوٹ ہے۔ کیونکہ جس صورت میں
قوت حافظہ موجود تھی اور ہمیشہ روح کے ساتھ رہی پھر باوجود قوت حافظہ کے کوئی
بات بھی یاد نہیں اجی وہاں کی بات کو تو جانے دو ہمیں کوئی مہاتما اتنا ہی بتلاوے

کہ جب اس نے کُتّے یا بندر کی جون سے نجات پاکر انسانی جامہ پہنا ہے اور جس کو ہنوز چند سال ہی گذرے ہیں اُن جونوں میں کیا کیا ریاضتیں اور نفس کشی کے کام سر انجام کئے تھے پس آریوں کا دعوے کہ فلاں مہاشہ سانپ کی جون سے رہائی یا نجات اور مکتی پاکر انسان بن گیا ہے محض ڈھکوسلا اور بے بنیاد سفید جھوٹ ہے۔ ورنہ کوئی شہادت پیش ہونی چاہیئے۔ پس جس صورت میں کوئی مہاشہ نجات یافتہ متحقق نہیں ہو سکا پھر نجات کے وہ معانی اور وسائل جو آریوں کے ہاتھ اور دماغ میں مخفی ہیں اور جن اعتقادات اور اعمال کے ساتھ مکتی وابستہ ہے وہ سب عملی طور سے غلط ثابت ہو گئے ہیں۔

(۳) اعتراض۔ قرآن دُکھ کا سبب نہیں بتلاتا ہے۔

یہ اعتراض جسقدر شرارت اور بے ایمانی سے معمور ہے اسکی حد نہیں۔ حالانکہ قرآن کریم فرماتا ہے ما اصابکم من مصیبۃٍ الا ما کسبت ایدیکم۔ یعنی تمہیں کوئی مصیبت نہیں پہنچتی مگر وہی پہنچتی ہے جس کا سامان تم نے اپنے ہاتھوں سے فراہم کیا ہے۔ یعنی جو حفظان صحت کی پروا نہیں کرتا وہ بیمار ہوتا ہے جو زہر کھاتا ہے وہ ہلاک ہوتا ہے اور جو ضد اور تعصب اور ہٹ دھرمی سے راستی کی طرف ذرہ توجہ مبذول نہیں کرتا اور صرف اپنے ہی خیالات میں مستغرق اور پھولے نہیں سماتا وہ جاہل رہتا ہے اور قدرت اسکو یہ سزا دیتی ہے کہ چونکہ اس نے خداداد قویٰ سے کام لے کر تحقیق حق کے لئے کوشش نہیں کی اسلئے اُس کے دل پر جہالت کی مہر لگ جاتی ہے پھر اُس کو بیمار کی طرح اچھی چیزیں بُری لگتی ہیں جیسے بعض بیماروں کا یہ حال ہوتا ہے کہ وہ حکیم کی ہدائیتوں پر عملدرامد نہیں کرتے پھر قدرت ان بے اعتدالیوں کی یہ سزا دیتی ہے کہ بھوک بند ہو جاتی ہے گویا خدا انکی بدپرہیزیوں پر یہ نتیجہ اور سزا وارد کرتا ہے کہ اُنکی بھوک پر مہر لگ جاتی ہے ختم اللہ علیٰ قلوبھم کے یہ معنے ہیں جسے صداقت سے بُغض رکھ رکھکر اکثر نافہم اُنکی قدر و منزلت کھو بیٹھتے ہیں اور نیکی بدی اور بدی نیکی معلوم ہونے لگتی ہے اور میٹھا کڑوا لگتا ہے۔ جیسے جسمانی بیماروں میں دیکھا گیا ہے کہ اگر وہ حکیم کی ہدایات پر عمل نہ کریں تو نتیجہ اُس کی بیماری کو اور بھی بڑھاتی ہے یہی روحانی مرض کے بڑھنے کا باعث

ہے۔ ہاں دُکھ کا باعث وید نہیں بتلاتا۔ کیونکہ جس صورت میں بقول وید ایک لنگڑا لولا اور وبلا شخص اپنے گذشتہ جونوں کے اعمال بد کی سزا میں دُکھ پاتا ہے لیکن ویدک پرمیشور کسی بیمار نادار کو اتنا نہیں خبر دیتا کہ ”ہے بیمار سیاہ کار تو نے کُتا ہونیکی حالتمیں فلاں شرارت کی تھی اور فلاں جون میں فلاں کے گھر میں بچوں کو کاٹ کھایا تھا جس کی پاداش میں تو آج لولا لنگڑا یا مفلس نادار بنایا گیا ہے۔ آئندہ ایسی حرکت سے باز رہنا ورنہ اداگون کا چکر پھر طیار رہے“ اس کے مقابل قرآن کہتا ہے کہ پچھلے جنموں کی کہانی اور گپ فضول نامعقول ہے اگر ہے تو کوئی مہاشہ بتلا وے کہ آج سے ۲۰۰ برس پہلے وہ کیا کرتا تھا اور کس معرکہ میں نام پایا تھا۔ خدا فرماتا ہے کہ آج جو کرو سو بھرو۔ اگر کوئی چوری اور زنا کرے گا تو دنیا میں مفلس اور بڑے گھر کی دال کھاویگا اگر کسی مہاشہ کو اس میں شک ہے تو تجربہ کر کے دیکھ لے۔ اسی طرح لنگڑا اور اندھا ہونا بھی بعض بد پرہیزیوں کا نتیجہ ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر صاحبان لکھتے ہیں کہ اگر قرب وضع حمل میں استری بد پرہیزی کرے اور احتیاط نہ کی جاوے یا تلخ دوائیں استعمال کی جائیں یا بوجھ اُٹھایا جاوے تو بچے کے اعضاء کو صدمہ پہنچتا ہے۔ لیکن اگر کوئی مہاشہ کہے کہ اُس بچے کا کیا قصور کہ وہ بلاوجہ عمر بھر کے لئے لنگڑا ہو گیا اس کا جواب اوّل یہ ہے کہ اگر والد نے دیدہ دانستہ ظلم کیا ہے تو وہ بچے کا دیندار ہوگا کہ اُس نے ناحق بچے پر ظلم کیا جیسے ہر ایک ظالم اپنے مظلوم کا دیندار اور قابل سزا مجرم ہوتا ہے اور دوسرا جواب یہ ہے کہ جس صورت میں بچہ اپنے والد صاحب سے صدہا قوی خاصیتیں اور اعضاء اور خوبو حاصل کرتا ہے تو پھر کیا حرج ہے کہ والد نے اُن بے شمار قوی میں سے جو بچہ کو والد کی ذات سے حاصل ہوئے ایک کے دینے میں کوتاہی کی ہے؟ اور جس صورت میں وہ لخت جگر یعنی اپنے جسم کا ٹکڑا (ہاتھ پاؤں وغیرہ) ہے پھر اگر بچہ کو صدمہ پہنچ گیا ہے تو درحقیقت وہ صدمہ باپ کو ہی پہنچا ہے جس کے بچہ پر کوئی نقص عائد ہو گیا ہے۔ مثلاً اگر کسی ماتا کے بچے کے سر پر پتھر گر جاوے تو جو صدمہ بچے کو پہنچتا ہے درحقیقت والدہ کو اُس سے بھی بڑھکر پہنچتا ہے اور غش کھا کر اکثر والدہ راہئی عالم بقا ہو جاتی ہے۔ بچوں والے اس امر سے انکار نہیں

کر سکتے۔ لفظ لخت جگر بھی تناسخ کی بیخکنی کرتا ہے۔ کیونکہ آریہ صاحبان کہتے ہیں کہ کسی کا امیر غریب اور بادشاہ کے گھروں میں بلاوجہ پیدا ہونا انصاف سے بعید اور جادہ راستی سے دور ہے۔ ہم اس کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ جب باپ نے پچاس سال تلوار چلائی ہے اور بزور بازو لاکھوں روپے اور بے شمار دولت و عزت کا وارث ہُوا ہے وہ اس بات کا مستحق اور واقعی حقدار ہے یا نہیں یا اُسکی مرضی جائز طور سے ہے ؟ کہ اُسکے دائیں بائیں ہاتھ کو بھی یکساں آرام ملے اور اُسکی بیوی بچے کو بھی آرام ملے۔ کیونکہ جس طرح اُسکا داہنا ہاتھ اُس سے جدا نہیں اُسی طرح اُس کا بچہ جو لخت جگر ہے ہرگز شئے دیگر نہیں بلکہ ایک ہی درخت کی شاخ ہے۔ یہ محض ہٹ دھرمی ہے کہ جڑھ والا تنا پانی سے مستفید ہوتا رہے پر پھل اور پھول اور شاخ اُس آب حیات سے اس لئے محروم رکھا جاوے کیونکہ وہ جڑھ کی طرح بزور بازو زمین کے رس اور پانی کو نہیں فراہم کرتا۔ کسی مہاشہ کا یہ اعتراض کرنا کہ موجودہ انگریز ہندوستان کے کیوں بادشاہ ہیں اور کیوں عیش کر رہے ہیں کیونکہ انہوں بذاتِ خود بزور بازو ہندوستان کو فتح نہیں کیا بالکل تنگ ظرفی اور نادانی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اُنہوں نے بذات خود تلوار نہیں چلائی اور نہ غدر ۵۷ء میں تکالیف شاقہ کا سامنا کیا ہے لیکن انکے بزرگوں نے اپنا خون پانی کی طرح اسلئے بہایا کہ اُنکے لخت جگر آرام کریں۔ اور حکومت کے نتائج سے بہرہ ور ہوں۔ پس حق یہ ہے کہ اُنکے باپوں کا خون بہانا انہی کا خون بہانا تھا اور اُنکا تلوار چلانا انہی کا تلوار چلانا تھا۔ جس طرح باپ بیٹے میں فرق نہیں اور رنج و راحت میں ہر دو یکساں شریک ہیں اور ایک کے مرنے سے دوسرے کو درد پہنچتا ہے اور ایک کی کمائی دوسرے کا حق قانوناً شرعاً (از روئے ویدک اصول و منوجی کے قوانین) مسلم ہے پھر یہ کہنا کہ فلاں بادشاہ کے گھر میں صرف اس لئے پیدا ہو کر آسودہ حال ہُوا ہے کہ گذشتہ جنم یعنی شیر ہونے کی حالت میں زہد اور تقویٰ اور برہمچریہ کے اصول کی پابندی کرتا رہا ہوگا اور جنگلی جانوروں کو دُکھ نہیں دیا ہوگا محض خام خیالی اور صریح نادانی اور جادہ راستی سے انحراف ہے۔ ابھی حق یہ ہے کہ جو کوئی محنت راستی اور دیانت امانت سے کام لیکر آسودہ

حال ہوگا اُس کا بال بال آرام اور راحت میں ہوگا وہ اپنے بچے کو ایسا نہیں کہے گا کہ "میرے بچے نجانے تو گذشتہ جنم کیا کرتا رہا ہے اس لئے میری دولت پر دندان طمع تیز مت کر"۔ بلکہ بچے کا کھانا پہننا باپ کا کھانا پہننا اور سرور اور خوشی کا باعث ہوگا اگر ایڈورڈ ہفتم بادشاہ ہے تو صرف اس لئے کہ اُس کے بزرگوں نے اسحق کے استحکام کے لئے کوشش کی اور ملک کی حفاظت اور قیام امن کے لئے لاکھوں جان جوکھوں کے ہموم غموم برداشت کئے اگر کوئی گرین لینڈ کا باشندہ وہیں چپ چاپ سست اور ترقی کے وسائل سے دور رہتا ہے تو وہ اور اُس کے بچے ضرور افلاس اور تنگی و ترشی میں کانپتے رہیں گے۔ بچے کا دُکھ درد میں مبتلا ہو کر تکلیف اُٹھانا باپ کے کلیجے میں چھری کا پھرنا برحق ہے اہل حق اسے خوب جانتے ہیں۔ اگر کوئی تعصب کے اندھا دھندی سے نہ مانے تو اُس کی مرضی

شعر گر نہ آید بگوشش رغبت کس ۔ بر رسولاں بلاغ باشد و بس ۔

(۴) اعتراض خدا قرضہ مانگتا ہے۔

جب انسان اندھا ہو جاتا ہے اور بیماری حد سے گذر جاتی ہے تو ہر ایک اچھی چیز بُری لگتی ہے اور میٹھا کڑوا لگتا ہے قرآن کریم نے پیشگوئی کے طور فرمایا۔ من ذالذی یقرض اللہ قرضاً حسناً فیضاعفہ لہ اضعافاً کثیرۃ واللہ یقبض ویبسط (ترجمہ) کون ہے جو اللہ کے راہ کے لئے اپنے مال کا حصہ الگ کر کے خرچ کرے پھر اللہ تعالیٰ اُسکو بڑھا دے گا اور اللہ لیتا ہے اور بڑھاتا ہے۔ جائے غور ہے لفظ قرض مقراض سے مشتق ہے۔ جس طرح مقراض چیز کو کاٹ لیتی ہے اسی طرح خدا کی راہ میں جو خرچ کرنا ہو اُسکو اپنی آمدنی سے کاٹ کر الگ رکھ لو۔ اور اُس میں کوتاہی نکرو۔ پس حکم الٰہی یہ ہے کہ جو اوائل اسلام میں روپیہ خرچ کرے گا خدا اُسے کئی گنے دیگا جس طرح ایک دانہ بونے سے خدا صدہا دانے عطا کر دیتا ہے سو ایسا ہی ہُوا جنہوں تھوڑا تھوڑا مال خرچ کیا وہ اور اُنکی اولاد روم شام مصر فارس کابل قندھار اور ہندوستان کے وارث اور حاکم بن گئی زمین آسمان ٹل جائیں تو ٹل جائیں۔ مگر خدا کی باتیں نہیں ٹل سکتیں وہ پوری ہو کر رہتی ہیں سو یہ پیشگوئی پوری ہو گئی۔ مگر اُس

نیک بخت اعتراض کرنے والے سے پوچھنا چاہیئے کہ وہ روپیہ جو خدا کی راہ میں یعنی مکہ سے نکالنے والوں اور معصوم عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے والوں کی سرکوبی میں خرچ ہوا کیا وہ بیجا خرچ تھا؟ حق یہی ہے کہ جو روپیہ اور بیج مناسب موقع اور زرخیز زمین میں بویا جاتا ہے پھل لاتا ہے۔ لیکن جو خشک اور پتھریلی زمین میں گاڑا جاتا ہے اور جو لوگ جہالت کی اشاعت میں خرچ کرتے ہیں اُنکا مال اور بیج اکارتھ جاتا ہے اور نتیجہ سوائے حسرتوں اور رونے پیٹنے کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ چنانچہ لیکھرام جی اور سوامی جی اور شنکر آچاریہ کے بوئے ہوئے بیج مارے گئے اور اُنکا انجام جو ہوا وہ عبرت انگیز ہے ع سبز ہوئے ہم کھیت دیکھا ہے کبھو شمشیر کا۔ اگر اسلام کی راہ میں مال وجان سے کمربستہ رہتے تو ضرور خدا اُنکی مدد کرتا کیونکہ خدا ظالم اور بے انصاف نہیں پس ثابت ہوا کہ اہل اسلام کا قرضہ یعنی صدقہ و خیرات کرنا کام آگیا مگر غیر اسلامیوں کو سوائے حسرتوں کے اور کچھ ہاتھ نہ آیا۔ الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین۔ یعنی رب العالمین کے تمام کام قابل تعریف اور حمد کے ہیں یعنی انصاف اور رحم وکرم پر مبنی ہیں کیونکہ انجام کار نیک نتیجہ اور فتح اور کامیابی نیکوکار لوگوں کے حق میں ہوتی ہے جیسے حضرت محمدؐ حضرت موسیٰؑ حضرت مرزا غلام احمدؐ صاحب کے حق میں ہوا نہ کہ سوامی جی لیکھرام شنکر اچاریہ کے حق میں فیصلہ ہوا وہ دانا کل اور علیم وحکیم ہے اُس کے کام حکمت اور انصاف پر مبنی ہیں مگر آریہ صاحبان یہ کلمات خدا کی نسبت مُنہ پر نہیں لاسکتے کیونکہ معاملہ اُنکے حق میں دگرگوں ہوا۔

(۵) اعتراض۔ قرآن میں بلاوجہ تکرار ہے۔

قرآن کریم کی یہ خوبی ہے کہ بار بار توحید کو جو تمام مذہب کا عرق اور اصول اعظم ہے یاد دلاتا ہے یہی وجہ ہے کہ اس تکرار کی وجہ سے حضرۃ محمدؐ کو عیسیٰؑ کی طرح خدا قرار نہیں دیا گیا اور لوگ شرک سے محفوظ رہے۔ مگر وید میں اگنی کا تکرار جو دس ہزار دفعہ واقع ہوا وہ بے معنی اور بیہودہ ہے جسکا نتیجہ آتش پرستی ہوم اور اگنی ہوتر میں ابتک موجود ہے جسکا بقیہ آریوں میں نمودار ہے کہ وہ ابتک ہوجا کرتے وقت آگ کے سامنے بیٹھ جاتے ہیں اور آتش پرست پارسیوں میں بھی قریباً ایسا ہی ہے۔ آگ کے نام کو

چھینکہ پرمیشر پرتھو پا گیاب تب ہی ۳۳ کروڑ دیوتا قرار پا گئے۔ اور ہر ایک راحت بخش چیز کے نام کو اس لئے رب پر چسپاں کیا گیا کیونکہ پرمیشور بھی راحت کل ہے اور آرام پہنچاتا ہے اس لئے لوہے گوبر اور چارپائی وغیرہ ہر ایک چیز کے نام کو پرمیشور کا نام مان لینا چاہیئے کیونکہ اُنسے بھی راحت بنی نوع انسان کو پراپت ہوتی ہے جس طرح سورج کو پرمیشور بھی اس لئے کہا گیا کہ وہ چمکدار اور راحت بخش ہے اگر اگنی وایو سورج دیوتا اور اندر دیوتا وغیرہ کا بلاوجہ تکرار نہ ہوتا تو اتنی شرک پرستی اور لنگ پرستی اور رانگی بیچ مارگی وام مارگی وغیرہ ظہور پذیر نہ ہوتے۔ اگر ہر ایک چیز یا شخص کو جس سے کوئی فائدہ دُنیا کو پہنچا ہے خدا کے مرتبہ پر نہ بٹھلایا جاتا تو رام رام کو خدا اخدا قرار نہ دیا جاتا۔ اب معلوم ہو گیا ہو گا کہ تکرار کا کیا فائدہ ہے آریہ مسافر کے نامہ نگار خطا کار کو اگر اس کے والدین بار بار بچپن میں نیکی اور تعلیم کے بارہ میں آئے دن ہر روز نہ کہتے یا صرف ایک ہی دن کہکر اسے اپنے حال پر چھوڑ دیتے تو اس کا وہم پرستی اور بُت پرستی میں وہی حال ہوتا جیساکہ ویدک پستک کے عطا ہونے کے بعد پرمیشور کے یاد نہ دلانے اور الہام اور مکالمہ سے ہر ایک فرد بشر کو محروم کرنے میں ہندوستان کا حال بے حال ہُوا ہے۔ اور آریہ ورت میں عضو تناسل اور فرج کی پوجا اور پرستش کا دور دورہ رہا ہے جیساکہ اس روشنی کے زمانہ میں بھی وید کے کاسہ لیسی وام مارگیوں اور رانگیوں میں موجود ہے جو ممالک اسلامیہ میں مفقود ہے۔ اگر اب بھی تکرار کا فائدہ سمجھ میں نہیں آتا تو ایسا متعصب اپنے سر کو کھائے۔ **شعر**

گر نہ آید بگوش رغبت کس　+　بر رسولاں بلاغ باشد و بس

وید میں بیسیوں لگاتار شلوک کا مضمون واحد ہی دیکھا جاتا ہے۔ اور اگنی وایو وغیرہ سے دعا مانگی گئی ہے کہ مینہ برسے اور گائیں بھینسے بافراط نصیب ہوں اور دشمن ہلاک ہوں مگر کسی کے کہنے سے کوئی مر نہیں جاتا جیسے چوڑھے کے کہنے سے بھینس مر نہیں سکتی تم حیف ہے وید کی اس فرمودہ دُعا پر۔ کیونکہ ایک طرف تو وہ سکھلاتا ہے کہ بھینسوں اور گائیوں کا پیدا ہونا پاپیوں کے اوتار لینے اور ادنیٰ جنم میں سزا پانیکا نتیجہ ہے اور دوسری طرف چپکے چپکے بلاوجہ امید و نیز دنیا کو للچاتا ہے پھر کیا وہ عدل و انصاف کو

ترک کرکے یونہی لوگوں کو گائیوں اور بھینسوں کے جنم میں گھسیٹرنے پر آمادہ ہوجاویگا؟ اگر بلاوجہ کسی کو یونہی ادنیٰ جونوں میں غلطان کرائیگا تو مسئلہ تناسخ کا خاکا اپنے ہاتھوں آپ اُڑائے گا اور آریوں کو بحرِ ندامت میں غرقاب کرے گا۔ یا اس بے معنی دُعا سے یہ مراد ہوگی کہ دُعا تو قبول کرنی ہی نہیں اچھا مفت میں منتیں ہی کروالو۔ یہ کیا یاد کریں گے کہ تناسخ کا گورکھدھندا آسان ہے۔ انہوں نے مجھے سمجھا کیا ہے؟

(۵) **اعتراض**۔ نامہ نگار آریہ مسافر لکھتا ہے اسلام میں کعبہ پرستی شخص پرستی اور قبر پرستی جائز ہے۔

اس سے بڑھ کر اور کیا جھوٹ اور نادانی ہوگی کہ یونہی بغیر حوالہ قرآن اور حدیث صحیح بخاری کے اُوٹ پٹانگ لافیں ماری جاویں اور ہر ایک غیر مستند اور ناقابل اعتبار حدیث یا قول کو جو قرآن کے صریح الفاظ اور آیتوں کے مخالف پڑا ہو۔ اُس کو مدِ نظر رکھکر خبثِ باطنی کا اظہار کیا جاوے واضح ہو کہ نماز اللہ کے نام سے شروع ہوتی ہے اور اللہ ہی کے نام پر ختم ہوتی ہے اور ساری نماز اور کسی وظیفہ اور مجاہدہ میں کعبہ کا نام تک نہیں آیا۔ پرستش یعنی پوجا کے یہ معنے ہیں کہ کسی معبود کی مدح یا ثناء کیجاوے یا اُس سے مدد مانگی جاوے یا اُس کے امید و بیم کو دل میں جگہ دیجاوے۔ لیکن کوئی مسلمان کعبہ کی پرستش ان معانی سے نہیں کرتا اور نہ اسلام نے کہیں یہ اصول سکھایا ہے۔ ہاں

حاشیہ

سلہ یہ حرکت نہایت ناپاک اور غلیظ ہے کہ اگر اہل اسلام پرانوں اور تانگیوں اور جینیوں کے قصّہ کہانیاں اور بے سروپا کہاوتیں ویدک دھرم پر چسپاں کریں تو غضب ناک ہو کر کہتے ہیں کہ یہ کتابیں غیر مستند ہیں اگر وید کے مختلف تراجم پیش کئے جاویں تو اُنہیں ناقابل اعتبار قرار دیکر مُنہ چھپالیتے ہیں مگر خود آپ اہل اسلام کے غیر مستند کتابوں اور غیر صحیح روایتوں اور ضعیف حدیثوں کو پیش کرتے ہیں۔ جس چیز سے ہمیں منع کرتے ہیں اُسے خود ہی چپکے چپکے کھاتے ہیں اور زہر اُگلتے ہیں نہ وید کا ترجمہ آپ کیا نہ دوسروں کے تراجم کو مانیں گے ان لوگوں پر شتر مُرغ کی تمثیل خوب صادق آتی ہے۔ جو نہ تو اپنے تئیں شتر قرار دیتا نہ مُرغ قرار دیتا ہے یعنی نہ سواری کا متحمل ہونا چاہتا ہے نہ طعام کا حصّہ بنا پسند کرتا ہے یہی حال آریوں کا ہے۔ منہ

اگر کوئی کہے کہ پھر کعبہ کی طرف مُنہ کر کے کیوں نماز پڑھتے ہو تو اسکا جواب یہ ہے کہ اگر مشرق کی طرف ہم نماز پڑھتے تب بھی بداندیش ہمارا پیچھا نہ چھوڑتے اگر مغرب کی طرف نماز پڑھیں تب بھی اعتراض درپیش ہے اگر شمالاً جنوباً نماز گذارتے تب بھی دُشمن کہتے کہ آسمان کیطرف مُنہ کیوں نہیں کرتے قِصّہ کوتاہ کسی صورت میں انسان خلق خدا کے اعتراض سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ اگر کوئی کہے کہ جس صورت میں ایشور ہر طرف ہے پھر ہر طرف مُنہ کرنے کی اجازت کیوں نہیں تو اسکا جواب یہ ہے کہ اسلام نے جو پانچ وقت باجماعت نماز پڑھنے کا حکم دیا اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے اتفاق اور محبت وہمدردی کا باہمی رابطہ اتحاد اور اخوّت ترقی کرتی رہتی ہے اور مسلمان ہر روز ایک دوسرے کے حال اور بیحال سے خبردار ہو کر اور دوسرے کی عندالتکلیف مدد کر سکتے ہیں علاوہ ازیں جب دنیادار لوگ گورنر یا حاکم سے کوئی عرض حال کرنا چاہتے ہیں تو اکٹھے ہو کر میموریل پیش کرتے ہیں جو اکثر منظور ہُوا کرتا ہے اور اہل یورپ اس امر کے خوب قدردان ہیں اور نادان بدزبان نہائت کوتاہ اندیش اور بے ایمان ہیں حالانکہ علم طبعی سکھلاتا ہے کہ جو طاقت دس چیزوں میں بحیثیت مجموعی ہے وہ الگ الگ میں اتنی ہرگز نہیں کہ وہ جمع ہو کر دس مجموعی چیزوں کی قوت کے برابر ہو[1]۔ بنابراں آن جناب الٰہی سے یہی حکم صادر ہُوا کہ نماز باجماعت ادا کی جاوے۔ اگر یک طرف مقرر نہ ہوتی تو بجائے اتفاق کے تفرقہ پڑتا اور پنج وقت اس امر پر دنگا اور فساد ہوتا کہ اب مشرق کیطرف مُنہ کرنا چاہیئے کوئی کہتا کہ اس طرف دُھوپ ہے اور کوئی کہتا کہ فلاں طرف مُنہ نہ کرنا چاہیئے کیونکہ اُس طرف سے آندھی اور بارش نمودار

حاشیہ

[1] اس مسئلہ کی تصریح یوں ہے کہ اگر دس رسّیاں (حبال) ہوں اور الگ الگ ہو کر ہر ایک رسّی بالفرض ایک ایک تولہ وزن اُٹھا دے تو انکو اکٹھا کر کے اگر ایک گٹھری کا بوجھ بحیثیت مجموعی اُٹھایا جاوے تو بجائے دس تولہ وزن کے باراں تولہ والی گٹھڑی بآسانی اُٹھ سکے گی اور وہ رسّیاں جو منفرداً دس تولہ سے زیادہ نہیں اُٹھا سکتی تھیں اب اتفاق کی برکت سے علاوہ دس تولہ کے دو تولہ اور بھی اُٹھالیں گی۔ منہ

ہے پس اس طرح پنجوقت بجائے محبت افزائی اور اتفاق نمائی کے لاٹھی اور دنگہ بازی سے اتفاق اور صلہ رحمی کا خون ہوجاتا ہے۔ لہٰذا اُن امور اور دیگر اور وجوہات کو مدنظر رکھکر ایک طرف مقرر کردی گئی تاکہ فساد اور دنگہ نہ ہو۔ افسوس تو یہ ہے کہ آریہ صاحبان خود تو سندھیا (نماز) باقاعدہ ادا نہیں کرتے اور نہ دوسروں کو دیکھ سکتے ہیں۔ بعض عقل کے اندھے یہ نہیں سمجھتے کہ آپ کیا کر رہے ہیں۔ ہم اُن سے پوچھتے ہیں کہ کہاں پرمیشر نے لکھا ہے کہ آگ کی دھونی لگا کر اُس میں دھیان لگانا اور اُس کی طرف مُنہ کرکے سندھیا (نماز) ادا کرنا آریوں کا اصول اعلیٰ ہے (جو فی الواقعہ آتش پرستی پر مبنی ہے) کیا پرمیشر سوائے آگ کے اور کہیں محسوس نہیں ہوتا۔ افسوس ہے کہ اپنے حالات کی خبر نہیں دوسرے پر حملہ کرنا اپنا شیوہ بنا رکھا ہے پس جس صورت میں کعبہ پرستی کا افترا محض بطلان اور خبث نفس نکلا اسی طرح انسان پرستی کا الزام محض افترا ہے۔ آریہ صاحبان کہتے ہیں کہ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصی اطاعت کرتے ہو صرف خدا کی اطاعت نہیں کرتے۔ واضح ہو کہ یہ بالکل جھوٹ ہے کیونکہ قرآن کریم میں یہ کہیں نہیں آیا کہ اطیعوا محمداً (یعنی محمدؐ کی اطاعت کرو) بلکہ یہ بارہا آیا ہے کہ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول۔ یعنی اللہ تعالےٰ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو۔ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کی اطاعت بحیثیت رسول اور قاصد ہونے کی کرو۔ نہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کی اطاعت کرو جس میں وحی الٰہی نہ ہو۔ اور فرمایا ہے کہ وما ینطق عن الھوا ان ھوالا وحی یوحی۔ یعنی یہ رسول وحی الٰہی سے بولتا ہے اپنے ہوا نفس سے کچھ نہیں کہتا۔ چنانچہ ایکدفعہ حضرت محمد صلعم نے کسی عورت سے کہا کہ تم فلاں مرد سے نکاح کرلو اُس عورت نے جواب میں عرض کی کہ آپ بحیثیت رسول ہونے کے یہ ارشاد کرتے ہیں یا اپنی ذاتی رائے اور مشورہ سے ایما کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ رسول ہونے کی حیثیت یعنی ایماء الٰہی سے نہیں کہتا ہوں بلکہ اپنی ذاتی رائے سے مشورہ دیتا ہوں اُسپر اُس عورت نے کہا کہ تب میں اُس مرد سے نکاح نہیں کرتی۔ اس ماجرے سے اُس عورت پر کوئی خفگی اور انکار کا

ثمرہ یعنی گناہ صادر نہ ہؤا تھا ہاں اگر رسول ہونے کی حیثیت سے حکم ہوتا تب وہ بیشک نافرمان اور منکر متصوّر ہوتی۔ سارا قرآن بھرا پڑا ہے کہیں یہ نہیں پاؤ گے کہ محمد صلعم کی اطاعت کرو۔ بلکہ یوں آیا ہے کہ من یطع الرسول فقد اطاع اللہ یعنی جس نے رسول اللہ صلعم (محمدؐ) کی اطاعت کی اُس نے اللہ تعالےٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری کا خلعت پایا۔ بس باوجود اس تصریح کے پھر بھی کوئی بدطینت اپنی شرارت پُر ضلالت سے باز نہ آوے اور یونہی قرآن کو ترک کرکے یا آنکھیں بند کرکے اعتراض کرتا جاوے تو پھر اُسکا ایک اور پہلو سے علاج کیا جاوے گا انشاء اللہ۔

اور قبر پرستی کا الزام بھی محض ناپاک جھوٹ اور خائنانہ حرکت ہے۔ قرآن کریم میں کہیں نہیں لکھا کہ قبر کی پوجا کرو یا کسی رسول کی قبر پر سجدہ کرو۔ یا کسی پیر فقیر اور رسول وغیرہ سے مدد مانگو

ابیات

خدا فرما چکا قرآں کے اندر ＊ مرے محتاج ہیں پیر و پیمبر

بھلا جو کوئی ہو محتاج دو سر کا ＊ اُس سے مدد مانگنی کا فائدہ کیا

اور فاسجدوا لآدم سے یہی مراد ہے کہ آدم کی اطاعت کرو۔ سجدہ کے معنے صرف متھا ٹیکنے ہی کے نہیں جیسا کہ آریوں نے گمان بد کیا ہے اگر سجدہ کے یہی معنے ہوتے تو اس کے کیا معنے ہونگے لیسجد لہ ما فی السمٰوات و ما فی الارض یعنی جو کچھ زمین و آسمان میں ہے سب خدا کی اطاعت (سجدہ) کر رہے ہیں اگر آریہ کے معنے لئے جاویں تو ہمیں سمجھنا چاہئیے کہ کیا درخت وغیرہ متھا ٹیکتے ہیں ہرگز نہیں مراد اطاعت اور انقیاد سے ہے یعنی جو جو فرائض جناب الٰہی نے ہر ایک چیز کے مقرر فرمائے ہیں وہ ہر ایک چیز پورا کر رہی ہے۔

(۷) اعتراض کیا جاتا ہے کہ اصل نسخہ قرآن کریم کا پیش کرنا چاہئیے۔ موجودہ قرآن محرف مبدل ہے۔

یہ دعویٰ بلا دلیل نہائت بیباکی اور جہالت پر مبنی ہے۔ قرآن کریم خود فرماتا ہے انّ جمعہ علینا و قرآنہ یعنی قرآن کریم کا جمع کرنا اور اُس کا پبلک میں عام طور سے

پڑھ سنانا ہمارا کام ہے کوئی اسے روک نہیں سکتا۔ چنانچہ قرآن کریم ایسی صحت اور درستی سے جمع ہوا ہے کہ اس کی دوسری ایڈیشن کی ابتک حاجت نہیں ہوئی اور نہ ہوگی۔ ہاں دیانندیوں کا یہ کہنا بالکل غلط اور سراسر دروغ بیفروغ ہے کہ اصل نسخہ وید کا صرف ایک ہی تھا جو سوامی جی کو ملا۔ اور جو کچھ اُس نے مطلب اور ارتھ کیا ہے وہی سچ ہے باقی تمام شرق و غرب کے علماء کے ہاتھ میں دوسرے ایڈیشن اور غلط نسخہ جات موجود ہیں جو مستند نہیں۔ کیا کوئی حاشا ایک کروڑ ۹۶ لاکھ کئی ہزار برس کے اصل نسخہ وید کو پبلک کے سامنے پیش کر سکتا ہے؟ اگر نہیں کر سکتا ہے تو بیشک موجودہ وید محرف مبدل ہے قرآن مجید کے اصل نسخے تو مدینہ اور مکہ معظمہ اور قسطنطنیہ کے کتب خانوں میں آجتک موجود ہیں۔ مگر کانشی جی کے وید غلط اور نادرست ہیں جس میں کئی ایک شلوک غیروں نے تصرف بیجا کر کے داخل کر دیئے ہیں۔ وید کے ہر ایک حصہ پر ایک رشی کا نام موجود ہے جس نے اُسکو تالیف کیا تھا۔ لیکن قرآن مجید میں کسی انسان کا اس طور پر نام نہیں لکھا۔ عذر یہ پیش کیا جاتا ہے کہ جس رشی اور پنڈت نے اُس حصہ وید کا ارتھ یعنی مطلب کا اظہار کیا تھا اُس کا نام درج کیا گیا یہ بھی عذر گناہ بدتر از گناہ کا معاملہ ہے کیا کوئی اصل متن کتاب میں اپنا نام لکھدیا کرتا ہے❖ جیسے کہ وید کے صدہا حصوں پر رشیوں کے نام ہیں بلکہ اگر چند آدمیوں کی تصنیفات سے انتخاب جمع کر کے ایک کتاب کی شکل میں نمودار ہوں تو ضرور ہر ایک حصہ کے مصنف کا نام اُس کے مضمون کے ساتھ ہوا کرتا ہے انگریزی خوان اور دیگر پڑھے لکھے لوگ اس سے خوب واقف ہیں اسلئے آریوں کے دھوکے اور لچر عذر پر نجاویں گے اور

حاشیہ

له خدا تعالیٰ قرآن کریم کی نسبت دعوے سے بیان فرماتا ہے کہ ہم خود اسے ضرور حفاظت سے جمع کرینگے اور بلا کم و کاست تمام لوگوں میں پڑھا جاویگا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ہندوستان عرب ایران۔ امریکہ یورپ وغیرہ میں عام طور سے سنایا گیا مگر وید کو یہ شرف حاصل نہیں گویا خدا کو وید سے بغض ہے اسلئے کہ اُسکی تعلیم ایمان بخش اور راحت افزا نہیں ورنہ جو چیز نفع رساں ہوتی ہے قدرت خود اُسکی حفاظت کرتی ہے اور اُسکو ترقی دیتی ہے۔

❖ یہ عجیب رکیک تاویل کی گئی کہ جس رشی نے کسی حصہ وید کو پڑھا اور ارتھ کیا اس نے وہیں اپنا نام جڑ دیا۔ اجی اکیا اگر کوئی

اپنا دین ایمان نہ بگاڑیں گے اور آریوں کے فضول نامعقول مسائل مثل نیوگ تناسخ اور چار سو برس سال کی عمر پانے کے ڈھکوسلے کو نہ مانیں گے۔

(۸) اعتراض۔ قِصّجات الہامی کتاب میں نہ ہونے چاہئیں۔

سب سے پہلے تو ہمیں یہ بتلانا چاہیئے کہ وید میں کہاں لکھا ہے کہ الہامی کتاب کی یہ شرط ہے کہ اُس میں قِصّہ نہیں ہونا چاہیئے۔ پس جب وید نے یہ معیار بتلایا ہی نہیں تو پھر یہ تمہارے من گھڑت ڈھکوسلے کے کیا معنے ہیں؟ اجی جب دیدہ دانستہ وید اس معیار کو نظر انداز کرتا ہے تو پھر یہ کس قدر گستاخی بیباکی اور چھوٹا مُنہ بڑی بات کی ناپاکی ہے کہ پرمیشر سے بڑھکر بات مُنہ پر لاؤ۔ حالانکہ اتھرو وید کانڈ ۶ انوواک ۱۰ واک ۷ ۹ منتر ۳ میں صاف لکھا ہے کہ "اے! انسانو ..... عزیز اور جوان مردو! تم نے دشمنوں کی فوج کو پہلے میدانوں میں جیتا ہے ... روئے زمین کو فتح کیا ہے تم روئیں تن اور فولاد بازو ہو دشمنوں کو تہ تیغ کرو"۔ جائے غور ہے کہ یہاں صاف لکھا ہے کہ پرمیشور کسی معرکہ کے وقت جوانوں کو گذشتہ میدانوں کی فتوحات کا نام لیکر جنگ کے لئے تحریص اور تحریض دیتا ہے کہ اگر چار رشیوں اور چند ہزار نیک جوان مردوں کے پیدا ہونے کے وقت یعنی اول پیدائش بنی نوعِ انسان میں یہ احکام درج تھے تو اُس وقت کونسے دشمن اور فاتح برسرِ پرخاش تھے۔ اگر انسانوں سے پہلے وید ہوتا تو ایسے فقرات اور گذشتہ قصّوں کے حوالے موجود نہ ہوتے۔

حق یہ ہے کہ قرآن کریم میں جو بعض انبیاء علیہم السلام کے تذکرے[ل] آتے ہیں وہ

ل قرآن کریم میں دراصل کوئی قِصّہ بھی نہیں کیونکہ کونسا شخص ہے جسکی سوانح عمری بچپن سے لیکر مرتے دم تک درج قرآن ہو۔ انبیاء علیہم السلام کے اُن واقعات کا ذکر ہے جو بڑی بھاری نصیحت اور عبرت پر مشتمل ہیں مثلاً کسی شخص کے مرنے کا ذکر قرآن میں نہیں آیا البتہ حضرت عیسیٰؑ کی وفات کا کئی بار ذکر خیر آیا ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ باریتعالیٰ کو علم غیب تھا انیسویں[۱۹] صدی میں وفاتِ عیسےٰ پر بڑا تنازع اور فساد برپا ہوگا۔ اسیوجہ سے دانائے کُل اور حکیم مطلق نے اس مرض شرک کی پہلے ہی دوا قرآن میں تیس جگہ بتلادی ہے۔ مگر وید نے سورج پرستی اور عناصر پرستی کا علاج پہلے نہ بتایا یا نہ بتاسکا کیونکہ اُسکو نہیں معلوم تھا کہ جینی پارسی مانگھی وام مارگی وغیرہ پیدا ہو جاوینگے۔ اگر وید پرمیشور کی کتاب ہوتی تو پرمیشور کی خاص صفت یعنی علم غیب کا ضرور اظہار ہوتا۔ منہ

درحقیقت نصیحت پر مبنی ہوتے ہیں اور اُن میں مخالفین کی تباہی کی پیشگوئی ہوتی ہے جس سے ڈر کر ہزاروں راہ راست پر آجاتے ہیں اور آ گئے ہیں۔ بڑا اعتراض حضرۃ اعلیٰ کے تذکرہ پر کیا جاتا ہے۔ حالانکہ اُس کا ماحاصل بایں الفاظ خدا فرماتا ہے انا ارسلنا الیکم رسولاً شاھداً علیکم کما ارسلنا الیٰ فرعون رسولا۔ فعصیٰ فرعون الرسول فاخذناہ اخذاً وبیلا۔ فکیف تتقون ان کفرتم (پارہ ۲۹ سورۃ المزمل) یعنی ہم نے تمہاری طرف ایک نگران حال رسول بھیجا ہے جیسے کہ فرعون کی طرف موسیٰؑ کو بھیجا تھا۔ فرعون نے تو اُس کا انکار اور کفر سے استقبال کیا پس ہم نے اُس کو پکڑ لیا اور اُس کے کئے کا وبال اُسے پہنچایا۔ پس اب تم (اے مکہ والو! اور آریہ مخالفو!) کسطرح (رسولؐ) کا کفر کرکے بچ سکتے ہو؟ یعنی اب محمد رسول اللہؐ کا انکار کروگے اور فرعون کی طرح مثل موسیٰؑ کا مقابلہ کروگے تو تم یقیناً ہلاک اور برباد ہو جاؤ گے۔ ناظرین غور کریں کہ یہ اُس کس مپرس حالت کی پیشگوئی ہے جس وقت آں حضرت صلعم مکہ معظمہ میں قبل از ہجرت زندگی بسر کرتے تھے اور مخالفین سے صدہا دُکھ درد برداشت کرتے تھے۔ ہزاروں اس پیش گوئی کے اثر سے مشرف باسلام ہوئے۔ اب بتاؤ کہ اس زبردست نشان کے بیان کرنے سے تو مومنوں کا ایمان بڑھا کیونکہ پرمیشور کی لاانتہا طاقت علم غیب اور زندہ سلطنت کا سکہ زمین پر بیٹھ گیا۔ اور ایسا نہ ہوا کہ آریوں کی طرح پتھر کی مانند بے حس وحرکت اور نامعلوم ایشور کی ہستی اور زندگی کا علانیہ طور سے کوئی ثبوت نہ دیا ہو۔ اسی طرح صدہا پیشگوئیاں دربارہ ہلاکت مخالفین وبشارتِ موفقین کی ہیں۔ اگر فرمانبرداروں کی سرسبزی کی بشارت اور بداندیش مخالفین کی ہلاکت جناب الٰہی سے موصول نہ ہو۔ تو پھر ایشور اور پتھر میں کونسا فرق ہے۔ جو دشمنوں و دوست اور فرمانبردار اور نافرمان پاپی میں از روئے عقل و انصاف کوئی بیّن تفریق اور تمیز نہیں کرتا یا نہیں کرسکتا۔

(۹) ایک یہ بھی **اعتراض** بار بار کیا جاتا ہے کہ بہشت میں حور و قصور اور لطف زندگی کے سارے سامان مہیا ہوں گے اور روحانی زندگی مفقود ہوگی اور سدا

عیش و آرام میں رہنا دو بھر ہو جاوے گا اور مرد و عورت کا باہمی تعلق بہشت میں نامناسب معلوم ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

قرآن کریم سکھاتا ہے کہ ہر وقت اور ہر آن میں وہ حصول نعمت پر حمد و ثنا کریں گے جس پر مزید نعمت اور آسودگی کے سامان عطا ہوں گے اور حمد و ثنا انکی روحانی غذا ہو گی اور خدا کا دیدار سب نعمتوں سے برتر اور سرور بخش ہو گا اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ورد زبان ہو گا یعنی خدا کی ربوبیت تامہ کو ہر دم اور ہر لحظہ میں ملاحظہ کرکے اُس کی حمد میں سرشار رہیں گے لا لغو فیہا و لا تاثیم یعنی اُس میں کوئی لغو اور گناہ کی بات ہرگز نہ کیجاوے گی اور تمام قویٰ اور طاقتیں جو ہمیں یہاں ملی ہیں اکمل اور اتم طور سے وہاں حاصل ہوں گی۔ حوروں اور مرد و عورت کے باہمی تعلق پر اعتراض کرنا محض دھوکا دہی ہے اول تو قرآن کریم کہتا ہے کہ بہشت میں ایسی ایسی نعمتیں تمہیں عطا ہونگی کہ تمہاری قوت وہم اور آنکھ نے بھی اُنہیں نہ دیکھا اور نہ ادراک اور گمان کیا ہے اس لئے اُنکی تفصیل حوالہ بخدا ہے خدا جانے وہاں کی نزاکت کیا مراد ہے جسکا عندیہ اور ماہیت لفظ طہور سے ظاہر ہوتی ہے۔ مگر باینہمہ اعتراض جو حوروں پر کیا جاتا ہے غلط اور نادرست ہے کیونکہ اگر اپنی عورت سے صحبت کرنا اور لطف اُٹھانا ناپاک فعل اور صریح حرامکاری ہے۔ تو بہتر ہے کہ آریہ مسافر کا نامہ نگار غلط کار بھی حرامکار اور بدکار ہو (بشرطیکہ اُس نے اپنی بیوی سے صحبت کی ہو تو) ورنہ بقول نامہ نگار مذکور کے باپ اور ماں اور دادا دادی اور پاک بزرگوں کے بدکار ہونے میں تو کوئی کلام ہی نہیں کیونکہ اُنہوں نے اس جہان میں لوگوں کی نظروں میں نیک اور رشی سوامی وغیرہ کہلا کر پھر بھی حور دل (خوبصورت عورتوں) سے جماع کیا اور لطف زندگی اُٹھایا۔ اجی جس صورت میں تمام آریہ صاحبان بجائے ایک عورت کے دس گیارہ عورتوں کے دامن عصمت کو چاک کرکے (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۵۳) اور اُن جوان عورتوں کی صحبت اور عیش و عشرت سے محظوظ ہو کر بھی نیک اور مکتی یاب ہونے کے مدعی ہیں تو پھر اگر کوئی

بہشت میں عورتوں سے جماع کرے تو آریوں کو یہ امر کیوں گراں گذرتا ہے؟ تعجب کی بات ہے کہ جس چیز سے ہر روز متمتع ہوتے ہیں اور اُس کو جائز اور دین و دنیا کی بہبودی اور آسودگی اُسی میں تصوّر کرتے ہیں پھر اُسی کو اپنی ہی زبان سے ناپاک نجاست اور گناہ عظیم گردانتے ہیں۔ اگر کوئی نامرد ہو یا مجلوق ہو یا آتشک سے قوّتِ باہ وغیرہ کو ضائع کر چکا ہو تو وہ بے شک مکار لومڑی کی طرح لوگوں کو کہتا پھریگا کہ فلاں سیب جو درخت پر ہے کڑوا ہے اس لئے اُسکا کھانا جائز نہیں۔ ورنہ جو جوانمرد اور تمام حواسؔ اور قوىٰ کا مالک ہے جیسا کہ ستیارتھ پرکاش کے صفحہ ۳۱۴ میں لکھا ہے وہ ہرگز بہشت میں حوروں سے نکاح کرنے اور لطف اُٹھانیکو

اشتہار انعامی مبلغ پچاس روپیہ ؎

یہ اشتہار اس غرض سے شائع کیا جاتا ہے کہ جو کوئی آریہ منش از روئے عقائد مذہبی و دلائل عقلی آریے اور دہریے میں فرق بیّن دکھلادے تو اُس کو فریق ثالث یعنی غیر مذہب والوں کے چند ثقہ آدمیوں کے متفق اقرار اور شہادت حقہ کے بعد فی الفور مبلغ ۵۰؎ روپئے بطور انعام پیشکش کئے جاویں گے اور کسی قسم کا عذر نہ ہوگا۔ لیکن ایسے فرق کرنے والے کو لازم ہے کہ وہ سوامی دیانند سرستی کا عملاً فعلاً قولاً مقلد اور پکا آریہ ؎ ہو اور برائے نام ہی آریہ نہ ہو بلکہ اعلیٰ درجہ کا قابل نجات آریہ کے اوصاف حمیدہ سے متصف اور بہرہ ور

؎ کامل آریہ سے مراد وہی ہے جو سوامی جی ستیارتھ پرکاش کے صفحہ ۵۱ اور ۵۲ میں لکھتے ہیں ایسا جس کی عمر چار سَو سال کی ہونی از بس ضروری ہے مگر ہم صرف اعلیٰ درجے کے آریہ پر ہی اس انعام کو محدود نہیں کرتے بلکہ اگر کامل آریہ آریہ ورت میں مفقود اور کافور ہے تو البتہ دوئم درجے کا آریہ ہی منظور ہے جو دو سَو سال کا ہو۔ مگر ادنیٰ درجے کا آریہ جو ہمہ اوصاف حمیدہ سے موصوف نہ ہو اور ۹۰ سال کا بھی نہو وہ ناقص ہو کر ہمارا مخاطب نہیں ہو سکتا۔ منہ

برا نہیں منائیگا۔ اجی اگر بہشت میں ہمارے ہاتھ پاؤں ناک زبان دل و دماغ نہیں ہونگے اور نا ہی قویٰ اور قوتیں اور سامان لطف زندگی مہیا ہونگے یعنی سونگھنے۔ سُننے۔ چکھنے۔ حرکت کرنے وغیرہ کے آلات اور مظاہر نہیں ہونگے تو پھر ہمارا مکتی یاب ہونا صرف ایسا ہوگا جیسے کہ بے حس و حرکت پتھر اور لوہے کا وجود اس دنیا

اور ایسا نہ ہو کہ زبان سے تو سوامی جی کی تعلیم کا اقراری ہو مگر عملاً اُنکی تعلیم اور دھرم سے روگردان اور بے ایمان ہو اور ہم رسالہ اختیار الاسلام میں بتفصیل لکھ آئے ہیں کہ مہاتما آریہ بیٹے کیلئے کون کونسے اعلیٰ روزانہ فرائض واجب الادا ہیں جنکی ادائگی کے بغیر کوئی آریہ آریہ نہیں رہتا ہیں ایسے آریے کو خصوصاً اس امر کا ضرور خیال رکھنا چاہیئے کہ جس صورت میں مادہ اور ارواح قدیمی ابدی اور انادی ہیں اور انفصال اور اتصال کی قوتیں بھی اُن میں قدیم سے ہیں تو پھر حیوانوں اور انسانوں کے مرنے جینے اور دوسرے جسم میں اوتار لینے کے معاملہ میں پرمیشور کی کیا ضرورت اور حاجت رہی ؟ یعنی ارواح میں بقول سوامی دیانند سرستی ایک مادے یا جسم سے ملجانے اور الگ ہوجانے کی طاقت قدیمی اور ازلی ابدی ہے جس طرح پودے خاص وقت تک بڑھتے ہیں اور پھلتے پھولتے ہیں پھر ایک خاص وقت کے بعد اُن کے اجزاء بوسیدہ ہوجاتے ہیں اور پودے کی جان اُن سے خود بخود قطع تعلق کرتی جاتی ہے تو پھر پرمیشر کا اسکے لئے ہونا نہ ہونا برابر ہے کیونکہ جوڑنے جاڑنے کا فعل روح کو از خود کرنا پڑتا ہے اور آریہ صاحبان مانکرتے ہیں کہ مادہ اور ارواح بمع اپنی تمام قوتوں اور استعدادوں کے ازلی ابدی اور قدیمی ہیں ایشور کا کام صرف جوڑنے جاڑنے کا ہی لیکن سوامی جی جوڑنے جاڑنے سے بھی اُسے ایک جگہ جواب دے گئے اور ایشور کا ہونا نہ ہونا برابر تسلیم کر رہے ہیں۔ چنانچہ سوامی دیانند جی ستیارتھ پرکاش کے باب ۹ صفحہ ۳۱۲ و ۳۱۳ میں لکھتے ہیں کہ ارواح میں ہمیشہ ارادہ خواہش اور نفرت محبت اور جوڑنے جاڑنے کی طاقت اور تحریک و ملاپ جدائی اور جدا کرنا اور ملانا اور گیان اور فعل وغیرہ کی وہ ساری چوبیس طاقتیں ساتھ رہتی ہیں جو ہم سب انسان عین حیات میں رکھتے ہیں۔ سو جس طرح ہم

میں موجود ہے یا اُس مکتی خانہ کی یہ تعریف ہوگی۔ کہ وہاں آریوں کو عیش و آرام اور
سرور کل تو دیا جاوے گا لیکن نہ کان ہوگا نہ منہ ہوگا اور نہ ہی ہاتھ پاؤں اور
اعضاء ہوں گے اور نہ وہ قوتیں اور سامان ہوں گے جن کے وجود سے انسانی
جسم اور روح لطف زندگی اُٹھا سکتا ہے۔ یعنی آرام ہوگا پر آرام کے سامان

انفصال اور اتصال کی طاقت رکھتے ہیں اور وجود میں آتا ہے اُسکو عندالطلب و طاقت کر
گذرتے ہیں اور ہر ایک سعی اور فعل کا نتیجہ اپنے ہاتھوں سے مہیا کرتے ہیں اسی طرح ارواح
میں انسانی جسم کی ساری طاقتیں ہمیشہ ساتھ رہتی ہیں سو جس طرح ہم محنت استقلال اور
جفاکشی سے اعلیٰ مکانوں اور اعلیٰ درجے کے لوگوں کی مجالس اور سوسائٹی میں
شامل ہو سکتے ہیں اور عمدہ گھر لباس اور مایحتاج کو دست بدست کر سکتے ہیں اور
جان کاہ و درد اور جانگداز حادثات اور امراض مہلکہ سے باحتیاط محفوظ رہ سکتے اسی طرح
ارواح اپنے اپنے اعمال جفاکشیوں اور نیک و بد ثمرات سے بہرہ ور ہوکر ادنیٰ
و اعلیٰ انسانی یا حیوانی جامہ پہن لیتے ہیں اور ادنیٰ و اعلیٰ مکانوں میں حسب
مراتب و طاقت قدرت جا گھستے ہیں۔ کیونکہ روح آزاد ہے اور مرنے کے بعد
اپنے اعمال کے لحاظ سے وہاں تک پرواز کر سکتی ہے جہانتک نیک اعمال
کا زاد راہ اور قوت بازو اُسکی دستگیری کرتا ہے۔ پھر اسباب کا ذکر کرنا کہ پرمیشور کا
ان میں واسطہ ہوتا ہے وہ بے معنی ہے۔ یعنی جس طرح زید محنت مزدوری کرکے
اپنی کمائی سے اپنے تئیں پالتا ہے اور درخت زمین سے رس خود بخود چوس کر
اپنا نشو و نما حاصل کرتا ہے پھر اس میں ثالث کا کیا ذکر ٹھہرا ہر ایک اپنے کیے کا
پھل پاتا ہے پرمیشور کی اس میں کونسی کرپا ہے اگر کوئی چار آنے کماتا ہے تو
تو اپنی محنت سے اگر کوئی امتحان پاس کرتا ہے تو اپنی محنت سے اگر کوئی امیر بنتا ہے
تو اپنی محنت سے کیونکہ بغیر محنت کے پرمیشور حبہ تک دینے کا روادار نہیں اگر پہلوان مضبوط
ہوتا ہے تو اپنی ورزش اور محنت سے اگر کوئی روح ایک جسم سے الگ ہوتی ہے

آلات اور اسباب فعل مہیا نہ ہوں گے ۔ جو بقول سوامی دیانند خود غلط اور نادرست ہے کیونکہ وہ لکھتے ہیں کہ علت کے بغیر معلول نہیں ہو سکتا پھر جب اعضاء انسانی اور قوی رئیسہ نہ ہوں گے تو لطف کس طرح اُٹھایا جاویگا حالانکہ پنڈت جی خود لکھتے ہیں کہ وہ تمام قوتیں اور حواس ہوں گے جو عورت مرد کے تعلق اور لطف اٹھانے کے سامان اور اسباب ہوتے ہیں اور جماع کرنیکے سامان اور اسباب ہوں گے چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ بہشت میں یہ قوتیں ہونگی اب انسان خود غور کرلے کہ آیا ان قوتوں سے جماع ہوتا ہے یا نہیں اگر انہی قوتوں سے جماع ہوتا ہے تو پھر یہ کسقدر گستاخی اور شوخی ہے کہ مسلمانوں پر اعتراض کیا جاوے کہ بہشت میں عورتیں ہونگی اب ہم وہ حواس اور قوتیں لکھتے ہیں جنکا بہشت میں ہونا بقول سوامی جی از بس لازمی اور ضروری ہے اور وہ عورت سے صحبت کرنے میں مستعمل ہیں "مقدم تو ایک قسم کی طاقت ہی مگر زور ۔ تحریک ۔ حرکت (ہلنا چلنا) جوش ۔ ملاپ ۔ ملانا ۔ جدا کرنا ۔ چھونا ۔ محبت فعل ۔ حوصلہ ۔ ہمت ۔ چکھنا ۔ سننا ۔ سونگھنا ۔ خواہش ۔ نفرت ۔ یقین ۔ یاد امتیاز ۔ کشش ۔ گیان (پہچان) دیکھنا ۔ وغیرہ وغیرہ ستیارتھ صفحہ ۲۱۳ ۔ اب کوئی آریہ بتلاوے کہ آیا یہ قوتیں عورت سے صحبت کرنے کے ضروری ہیں یا نہیں اب بتلاؤ کونسی قوتوں سے آجکل ایک آریہ دس گیارہ استریوں سے نیوگ

حاشیہ: اور دوسرے جسم میں نفوذ کرتی ہے تو اپنی محنت دکھ درد ازلی ابدی قوی یعنی انفصال اور اتصال کی طاقتوں اور وسائل سے پھر ان تمام صورتوں کو یکجائی طور پر دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہے اور وہ بقول آریہ خود بخود ہو رہا ہے اب ہمیں کوئی سمجھائے کہ اس میں ایشور نے کونسی کرپا کی ہے کیونکہ ہر نعمت اور تنگی ترشی سیاہی سفیدی بقول سوامی ہمارے اعمال پر منحصر ہے ۔ پس ہمارے خیال میں آتا ہے کہ آریہ صاحب اور ناستک (دہریہ) میں کوئی چنداں تفرقہ نہیں ۔ بعض دوکھوں غربت امارت بیماری کو

سلوک کر سکتا ہے اگر یہ قوتیں در حقیقت عورت سے جماع کرنے کے لیئے از بس لازمی اور ضروری ہیں پر بہشت میں انسے کام نہیں لیا جاوے گا تو بھی صریح غلطی ہے کیونکہ جس صورت میں انسے کام ہی نہیں لینا تو انکا وجود بے سود محض آتش سوزاں ہوگا جس کی فرو کرنے کے لیئے کوئی تجویز پیش نہیں کی گئی ہم آریہ صاحبان سے پوچھتے ہیں کہ جن حواس قویٰ اور قوتوں سے جماع یعنی صحبت ہو سکتی ہے اگر ان سب قوتوں اور اعضاء کو کھینچکر باہر نکالدیں تو کیا کوئی کسی قسم کا سرور انہیں باقی رہ جاویگا؟ ہم یہ نہیں کہتے کہ اسی طرح کی آنکھیں اور اعضاء بہشت میں ہوں گے جیسے کہ اب ہم رکھتے ہیں کیونکہ ولہم ما اخفی لہم من قرۃ اعین یعنی بہشتیوں کے لیئے وہاں وہ وہ نعمتیں ہوں گی جنکو کسی فرد بشر کی آنکھ نے نہیں دیکھا۔ البتہ اُن نعمتوں کو دنیوی اصطلاحات سے تعبیر کیا ہے جس کے بغیر کسی نعمت کا اظہار نہیں ہو سکتا۔ اور تفصیل حوالہ بخدا ہے۔ اگر کسی مہرشی سوامی نے بغیر

(۱۰) تعدد ازواج پر خامہ فرسائی کی ہے اور لکھا ہے کہ دو چار شادیاں کرنے میں عدل و انصاف قائم نہیں رہتا۔

ناظرین غور کریں کیونکہ خدا فرماتا ہے کہ اگر ایک عورت تمہاری ضروریات کے لیئے کافی نہیں تو حسب ضرورت دو تین چار کر لو بشرطیکہ اُن میں عدل اور انصاف کا برتاؤ رکھ سکو۔ سو یہ حق ہے کیونکہ عورت کو خدا نے حرث کھیت قرار دیا ہے اور منوجی نے بھی عورت کو کھیت ہی لکھا ہے (۴۶ منتر باب ۹) جس صورت میں ایک آریہ مہاشہ کو دس۱۰ گیارہ عورتوں تک نیوگ کرنیکی قطعی اجازت (ستیارتھ صفحہ ۱۵۳) ہے تو پھر یہ کسقدر ظلم صریح اور بے ایمانی ہے کہ مسلمان کو دو۲ یا تین۳ عورتوں تک نکاح کرنا جائے اعتراض ہے۔ کیا آریہ صاحبان قوت اور طاقت میں اہل اسلام سے زیادہ ہیں۔ جو انہیں ۱۱ عورتیں جائز ہیں اور مسلمانوں کو یہ جائز نہیں۔ اصل میں عورت مرد کی نسبت کمزور اور ناقص الخلقت واقع ہوئی ہیں۔ چنانچہ ہر ماہ میں کثرت سے خون کا ضائع ہونا اور بچہ جننا کسقدر

عورت کو ضعیف اور نحیف کر دیتا ہے مگر مرد کو ان تکالیف سے ذرہ بھی دُکھ اور تکلیف نہیں ہوتی دیکھا گیا ہے کہ عورتیں تیس۳۰ چالیس۴۰ برس کے بعد ناقابل اولاد ہو جاتی ہیں مگر مرد اسّی سال تک بھی اولاد پیدا کرنے کے قابل رہتا ہے۔ کیا یہ ظلم نہیں کہ چالیس سالہ مرد کو آخری چالیس سال میں بغیر عورت کے رکھا جاوے انگریزی میں عورت کو (Weak sex) کمزور وجود اور مرد کو (Strong sex) مضبوط وجود کہا جاتا ہے پھر یہ کس قدر بے انصافی اور جہالت ہے کہ کمزور اور مضبوط کا مقابلہ کرایا جاوے۔ انصاف تو اسی صورت میں رہتا ہے کہ کمزور جان کے ساتھ ایک دو اور جانیں شامل کر دی جاویں اور مضبوط کے ساتھ اور کوئی نہ ملایا جاوے۔ یعنی مرد کو جو بذات خود عورت سے مضبوط تر ہوا کرتا ہے کسی اور نیوگی مرد کی ضرورت نہیں کہ اُس کے ساتھ ہو کر ایک عورت کی شکم سیری کرے۔ ہاں اگر مرد ایسا مضبوط اور قوی ہے کہ بجائے ایک کھیت کے دو چار کھیتوں میں تخم ریزی کر سکتا ہے تو اس کو دو چار کھیتوں کی کلبہ رانی میں کوئی بے انصافی اور غلط کاری نہیں۔ ہاں جو ایسا نالائق دائم المریض ہے جو ایک کھیت کی پرورش میں دستکشی اور کوتاہی کرتا ہے اُس کو بیشک دوسرے کھیت کی طمع نہیں کرنی چاہیے وہ کھیت اپنے شک دنگہ و فساد کا باعث ہو گا جس کے مالک گیارہ بیج داتے اور کلبہ رانی کرنیوالے ایک سے زائد ہیں کیونکہ وہ ملازم بہت بدبختی میں گرفتار ہے جس کے چند نیوگی آقا اور مالک ہیں۔ ہاں آریوں کو بہت ہی تکلیف اور ابتلا کا سامنا ہو سکتا ہے جب اُنہیں اس بات پر اعتراض پیدا ہو گا کہ جب صورت میں استریاں چالیس سال میں عموماً ناقابل اولاد ہو جایا کرتی ہیں تو پھر اعلیٰ درجے کا آریہ کیا کریگا جسکی عمر چار سو سال کی ہوگی۔ لاحول ولا قوۃ (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۹۰)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کی صداقت پر زبردست ثبوت اور نشان

ہمارا ارادہ نہ تھا کہ قادیاں کے آریوں کو مخاطب کرتے اور اُن کا کوئی ذکر ہمارے رسالہ میں ہوتا لیکن اُنہوں نے خواہ نخواہ اپنے تئیں اُلجھا لیا سو اب اُنکا ذکر خیر کئے بغیر ہم رہ نہیں سکتے۔ جس کی تفصیل ذیل کے بیان سے ظاہر ہو گی۔ ایکدفعہ لالہ شرم پت رائے کھتری قادیان نے مجھے بلا کر مذہبی گفتگو پر چھیڑ چھاڑ کی اور کہا کہ سُنا ہے کہ آپ کوئی رسالہ لکھ رہے ہیں۔ میں نے کہا کہ ہاں لکھ رہا ہوں۔ لالہ جی نے کہا جہانتک عمل انسان کا ہو وہاں تک قلم کی رسائی اور زبان کا دعویٰ ہونا چاہیئے میں نے کہا کہ بیشک یہ حق ہے لیکن میں نے اتنا عمل کیا ہے کہ اگر غور کریں تو اسکی نظیر آپکی سماج میں نہیں چنانچہ حق اور اسلام کی خاطر گھر بار اور خویش واقرباء اور عزیز والدین کا ترک کرنا کوئی تھوڑی بات نہیں۔ یہ بڑا بھارا عمل ہے اگر کوئی سمجھنے والا ہو۔ اسپر لالہ جی نے بیان کیا کہ فیصلہ تو کبھی نہیں ہُوا۔ میں نے کہا فیصلہ کیوں نہیں ہُوا ہمیشہ فیصلہ ہو کر رہتا ہے کیا فرعون اور موسیٰؑ اور ابراہیمؑ اور نوحؑ اور اُس کی قوم اور لوطؑ اور اُس کی قوم کے درمیان فیصلہ نہیں ہُوا پھر محمد صلعم اور ابو جہل اور عمائد مکہ میں فیصلہ نہیں ہُوا؟ کیا اسی طرح لیکھرام جی اور مرزا صاحب کے درمیان فیصلہ نہیں ہُوا؟ آپ کس زبان سے کہتے ہیں کہ فیصلہ نہیں ہُوا پھر لالہ جی نے کہا کیا مولوی محمد حسین بٹالوی اور ثناءاللہ امرتسری وغیرہ مرزا صاحب کی تعلیم اور پیشگوئیوں کو مان گئے ہیں میں نے کہا لالہ صاحب! ایک لخت دار الخلافہ فتح نہیں ہُوا کرتا رفتہ رفتہ سب کچھ ہو جایا کرتا ہے ہاں جو مقابلہ پر آتا ہے صحیح وسالم نہیں جاتا۔ خدا کا مامور دنیا سے نامراد ہو کر نہیں جاتا بلکہ بامراد اور مظفر ومنصور ہو کر

جاتا ہے اور دروغ بے فروغ ہوکر ہی رہتا ہے اور حق فروغ پاتا ہے۔ لالہ جی نے کہا کہ فروغ سے آپ کیا مراد لیتے ہیں۔ میں نے کہا کہ فروغ سے میں یہ مراد لیتا ہوں کہ پنڈت لیکھرام نے مرزا صاحب موصوف سے مباہلہ کیا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اُسکا گھر بار تباہ ہوگیا اور بیوی بچے ہلاک ہوگئے اور خود فوت ہوکر اپنے گئے اور اپنی قوم کے دھرم کو باطل قرار دے گیا مگر مرزا صاحب بامراد اور خوش وخرم اور صاحب اولاد و صاحب دولت و ثروت ہیں اور لاکھوں بنی نوع انسان انکے خاکپا غلام ہیں۔ مگر اُس پنڈت کے گھر میں اُلّو بول رہا ہے۔ ادھر مرزا صاحب کے گھر میں ڈیڑھ سو انسان آباد ہے۔ سعدی علیہ الرحمت نے سچ کہا کہ ؎ ہر کجا چشمہ بود شیریں۔ مردم و مرغ و مور گرد آیند۔

لالہ جی نے کہا کہ مرزا صاحب نے کونسی کامیابی اور فتح حاصل کرلی ہے میں نے کہا اتنی کامیابی تو حاصل کرلی ہے کہ اپنے حریف کو معدوم محض کردیا ہے اور آپ اپنے مشن کی تکمیل میں بخوبی مصروف ہیں اور ایسا ہی ہوا کرتا ہے کہ مامورین اپنے کام کو پورا کئے بغیر دنیا سے رخصت نہیں ہوتے۔ اور آپ دنیا سے رخصت نہ ہونگے جبتک کہ تکمیل اشاعت کا آوازہ آسمان سے نہ آجائے۔ اگر زیادہ وضاحت سے سننے ہو تو دیکھ لو لیکھرام اور سوامی جی ہر دو اپنے مطالب میں خائب و خاسر ہوکر بصد حسرت راہئ عالم بقا ہوئے اور درمیان میں کاٹے گئے۔

لالہ صاحب۔ اگر میں یہی طعنے مرزا صاحب اور محمد صلعم پر لگاؤں تو آپ خفا ہوجاوینگے۔

اقول۔ میں نے کہا کہ بے شک آپ کہئے کہ مرزا صاحب اور محمد صلعم اپنے مشن کی تکمیل کئے بغیر درمیان ہی میں کاٹے گئے ہیں (العیاذ باللہ)۔ آپ کس زبان سے کہیں گے کہ محمد صلعم اور مرزا صاحب ناکام گذر گئے؟ اس بات کے بعد لالہ جی خفا ہوگئے میں نے پھر کہا کہ بہتر تھا کہ آپ بذریعہ تحریر کسی بات کا استفسار کرلیتے کیونکہ زبانی گفتگو میں اشتعال پیدا ہوجاتا ہے۔ میں نے یہ عرض کی کہ چونکہ آپکو حضرت امام صادق مرزا صاحب اپنی پیشگوئیوں کی تکمیل کی شہادت میں گواہ گردانتے ہیں۔

اگر درحقیقت پیشگوئیں سراسر افترا پر مبنی ہیں تو پھر آپ بذریعہ قسم کیوں اعلان نہیں شائع کرتے کہ یہ پیشگوئیاں بالکل سرتاپا دروغ بیفروغ ہیں۔ اسپر لالہ جی بولے کہ قسم والی بات کو جانے دو اس سے کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔ میں نے کہا کہ لالہ جی! آپ ازراہ عنایت حلفیہ بیان مجھے لکھدیں گو آپ کا کچھ نہ جاوے گا لیکن مجھے سماج میں داخل ہونے کے لئے رستہ کھلجاوے گا اور کوئی عذر نہ رہے گا خواہ پیشگوئیوں کی تکذیب پر قسم کھانا آپکے نزدیک یونہی ایک جوں کا ماردینا ہے مگر ہمارے لئے یہ عظیم الشان حق وباطل میں فرق کردینے والا معاملہ ہے۔ آپ ایسا ہی کردکھائیں اگر درحقیقت آپ صادق القول ہیں تو اسپر لالہ صاحب نے انکار کیا اور خاموش ہوگئے۔ پھر میں نے کہا کہ اچھا پھر بذریعہ تحریر آپ حلفیہ بیان لکھدیں چنانچہ تیسرے روز میں نے لالہ صاحب کو یہ رقعہ لکھا جو بعینہٖ ہدیہ ناظرین ہے۔ (نقل مطابق اصل) مکرمی لالہ شرمپت رائے جی۔ تسلیم۔ گذارش ہے کہ پرسوں خاکسار کو آنجناب نے بلایا تھا اور بعد از ملاقات گفتگو مذہبی شروع ہوگئی تھی۔ آپ نے فرمایا تھا کہ قلم اُس دائرہ کے اندر اندر رہے جس کے اندر عمل ہو۔ کیونکہ اکثر لوگ لکھتے وقت اپنے دل اور اعمال کا مطالعہ ترک کردیتے ہیں۔ واضح ہو کہ اول میں نے پہلے خود عمل کیا اور اپنی دانست میں بڑا عمل کیا کہ اپنے والدین اور دیگر رشتہ داروں کو صرف مذہب کی خاطر ترک کیا بعدازاں میں نے قلم پکڑا۔ ایسا نہیں کیا کہ عمل کچھ ہو اور یونہی لاف گزاف سے کام لینا شروع کردیا ہے۔ بعدازاں آپ نے فرمایا کہ فیصلہ تو کبھی نہیں ہوا کیونکہ آپکے مخالف مولوی ثناء اللہ وغیرہ تمام پیشگوئیوں کے منکر ہیں۔ مگر برعکس اس دعویٰ کے جب میں نے آپکو سمجھایا اور کہا کہ آپ نے چونکہ بچشم خود اکثر پیشگوئیوں کو پورا ہوتے دیکھا اس لئے اگر آپ جیسا کہ حضرت مرزا صاحب کی کتاب تریاق القلوب میں بڑے شدومد سے لکھا ہے کہ اگر لالہ شرمپت بمطابق قسم نمبر ۲ حلف اٹھادیں اور شائع کردیں کہ میں قادر کردگار کو حاضر ناظر جانکر برملا شائع کرتا ہوں کہ مرزا صاحب کی

وہ تمام پیشگوئیاں جنکی تکمیل کی شہادت کے لئے میرا نام لکھتے ہیں وہ محض جھوٹ اور دروغ بےفروغ ہیں اگر اس بیان میں میں حق پر نہیں ہوں تو اس جھوٹ کا وبال میرے پر اور میری آل اولاد پر پڑے" پس مہربانی فرماکر چند سطور اشتہار کی شائع کردیں تاکہ ہمارے پاس جو یہ آخری اور قوی عذر تائیدات الٰہیہ اور حقانیت اسلام کا ہے وہ دور ہوجاوے اور ہم پھر اپنے بھائی بہنوں اور دیگر رشتہ داروں سے مل بیٹھیں۔

اگر درحقیقت ایسے اشتہار مشتمل بر حلف سے آپکو کسی قسم کے خوف اور نقصان کا خطرہ اور غضب الٰہی کا اندیشہ نہیں تو آپ بے دھڑک ایسا کرکے ہمیں سماج میں بٹھا ہیں گے گو بقول آپکے یہ قسم اُٹھانا اور اشتہار شائع کرنا فضول امر ہے لیکن ہم بہنوں کیلئے ویدک دھرم کے روحانیت اور حقانیت کا ثبوت ملجاوے گا۔ اس میں آپ کا کچھ بھی نقصان نہیں۔ پس مہربانی فرماکر ملفوف لفافہ میں اس کے جواب باصواب سے سرفراز فرمادیں۔ یہ سب کچھ اس لئے لکھا ہے کہ تقریر میں اشتعال آجایا کرتا ہے جیساکہ ظاہر ہوا۔ تحریر میں انسان سوچ اور سمجھکر قدم رکھتا ہے۔ میں خدا کی قسم کھاکر کہتا ہوں کہ اگر آپ ایسا کرسکیں گے تو ہم مرزا صاحب کی پیشگوئیوں کو سچ نہیں سمجھیں گے اور اُنسے (نعوذ باللہ) قطع تعلق کرینگے (بشرطیکہ آپ اور آپکی آل اولاد صحیح سلامت رہے) اور درصورت قسم اُٹھانے اور ا[1] خاکسار اور چند احباب ایک ڈیڑھ ماہ تک انتظار کرتے رہے اور اسی طرح لالہ ملاوامل کو بھی لکھا گیا کہ آپ ہم پر رحم کریں مگر ان لوگوں نے ہماری ایک نہ سنی۔

[1] اب بھائیو! آپ لوگ انصاف کیجئے اور ہمیں کوئی راہ بتلایئے کہ لالہ صاحب نیک نیتی پر آجاویں اب ہم کس مہاتما کے آگے روئیں اور اپنی حالت زار کو پیش کرکے اس کے رحم کو جوش میں لادیں لالہ مذکور کو تو اگر کوئی کاٹ کر ٹکڑی ٹکڑی بھی کردے تو بھی وہ حلفیہ بیان دربارہ تکذیب پیشگوئیاں آمادہ نہ ہوگا پھر انکی اس اقرار اور فرار پر بھی اگر کوئی بدبخت پیشگوئیوں کو منجانب اللہ نہ ملنے اور نہ کسی مہاشے کے گلے میں پگڑی ڈالکر قسم پر آمادہ کرے تو ہم کدھر جاویں اور کس کے دروازہ کو کھٹکھٹائیں۔ منہ

[illegible] — خاکسار عبدالرحمن از قادیان ۲۰ جولائی [illegible]

اب ہم مرزا صاحب کو امام اور انسان کامل رہنما مانیں یا نہ مانیں؟ اور پیشگوئیوں کو برحق مانیں یا نہ مانیں؟ بعد ازاں ایکدفعہ زبانی ذکر آیا جبکہ چند اور آریہ مہاشہ بھی حاضر تھے میں نے پھر عرض کی کہ آپ اگر فی الحقیقت مرزا صاحب کی پیشگوئیوں کے منکر ہیں تو آپ کیوں ہمارا آخری عذر نہیں توڑتے؟ پھر اُنہوں نے یا غالباً کسی اور مہاشہ نے کہا کہ مسلمان لوگ دوسروں کو مروا ڈالتے ہیں میں نے کہا کہ مرزا صاحب تو لکھتے ہیں کہ ایسے قسم کھانیوالے کی موت انسانی ہاتھوں یا منصوبوں سے ہرگز نہ ہوگی۔ آپ ڈرتے کیوں ہیں؟ کیا آپکے پیچھے دو عزرائیل اور دو ملک الموت ہاتھ دھوکر لگے ہوئے ہیں؟ آپکو غیر معمولی آتھم کیطرح خوف اور ڈر کس لئے اور کیوں دامنگیر ہے؟ دراصل یہ حق کا رعب ہے۔ افسوس ہے کہ آپ گذر جاویں گے مگر اپنے نام پر اخفا شہادت حقہ کا بار۔ اور داغ ساتھ لے جاویں گے بعد کی نسلیں اور اولاد آپکو کیا یاد کرے گی! افسوس کیا آپ اس امر سے ڈرتے ہو؟ کہ ایک داغ تو آریہ دھرم کو جھوٹے ہونیکا لگ گیا دوسرے داغ کا اندیشہ دامنگیر ہے؟ اگر ایسا ہی ہے تب بھی ہمیں خبر دیں تا کوئی علاج کیا جاوے بالآخر عام ہندو آریوں اور احمدی و غیر احمدی اہل اسلام کو معلوم ہو کہ لالہ شرم پت اور ملاوامل کا اس بیان پر قسم کھانیسے ڈرجانا کہ "مرزا صاحب کی پیشگوئیوں کے جھٹلانے میں اگر ہم (ملاوامل و شرم پت) ناحق پر ہیں تو اے پرمیشر ہم اور ہماری آل اولاد پر قہری عذاب نازل کر اور جھوٹے اور لعنتی کو بذریعہ موت یا آسمانی بلاء سے تا بدر وازہ دوزخ برساں" مرزا صاحب کی تمام پیشگوئیوں پر دوبالا رنگ اور رونق ڈالتا ہے۔

بعض صاحبان کہیں گے کہ اگرچہ مخالفین اور معاندین کی نسبت بہت کچھ لکھا گیا ہے مگر ہمارے لئے خصوصیت سے کچھ بھی تحریر نہیں کیا۔ سو اس بات کے جواب میں اتنا کہنا کافی ہے کہ جو کچھ ہم نے آریوں اور دیگر بعض مخالفین کی نسبت تحریر کیا ہے وہ سب دراصل آپ لوگوں کی دعا حاصل کرنے اور احقاق حق اور ابطال باطل کے بارہ میں ہدیہ کیا گیا ہے مگر پھر خیال آیا کہ کسیقدر خصوصیت سے آنحضرت صلعم اور صحابہ کا

مختصر حال اور ذکر خیر کیا جاوے تا کہ کسی رشید اور سعید کو فائدہ ہو اور خناس کسی کو آریہ کے لباس اور پیرایہ اور بروز میں دھوکا نہ دے جاوے۔ پس مناسب ہے کہ اس کتاب کی خوب اشاعت کی جاوے اور عوام کو آریوں کے فتنہ سے محفوظ رہنے کے لئے اس تریاق کو بہم پہنچایا جاوے۔ محمد رسول اللہ ﷺ والذین امنوا معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ ابی وامی) خدا یتعالیٰ کے رسول تھے آپ پر سلسلہ نبوت و رسالت شرعاً و قانوناً ختم ہو گیا۔ آپکے بعد کوئی ایسا نبی خدا کی طرف سے مبعوث نہ ہوگا جو آپکی غلامی سے سبکدوش اور کنارہ کش ہو کر الہام و کشوف سے بہرہ ور ہو اور قرآن شریف کی جگہ کوئی اور کتاب واجب العمل پیش کرے یعنی نئے مذہب کی تلقین اور نئی شریعت کی بُنیاد ڈالے۔ ہاں ہر صدی اور قرن میں حسب قول باریتعالیٰ وعد اللہ الذین آمنوا ... کما استخلف الذین من قبلھم خدا کے مامور اور مجدد آتے رہے ہیں اور آتے رہیں گے یہ سلسلہ اور نظام قائم رہیگا جبتک کہ اس دنیا کی صف نہ لپیٹ دیجاوے۔ اگر کوئی کہے کہ آپ پر کیوں سلسلہ نبوت ختم ہو گیا اور آگے کیوں نہیں چلا تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہر ایک سلسلے کے کمال کی ترقی کی ایک حد ہُوا کرتی ہے پس جب وہ حد آجاتی ہے تو پھر اُس کے بعد ترقی مفقود ہوتی ہے چنانچہ درخت ایک خاص کمال تک پہنچ سکتے ہیں اور آدمی

ترجمہ

سلہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا یتعالیٰ کے رسول ہیں اور وہ لوگ جو آپؐ پر ایمان لائے ہیں اور آنکی بیعت اختیار کرتے ہیں اُنکا یہ خاصہ ہُوا کرتا ہے کہ کفار کے اثر بد کے قبول کرنے میں پتھر کی طرح سخت ہُوا کرتے ہیں لیکن آپس میں وہ ایک دوسرے مومن کے استفادہ خیر سے بہرہ ور ہونے کے لئے رحیم کریم ہیں یعنی استحصال فضائل کے لئے جو خاص سچے مومن ہی سے مل سکتے ہیں۔ بہت نرم اور فروتن ہوتے ہیں لیکن کفار یعنی بددین فاسق و فاجر کے اثر بد اور رذائل سے محفوظ اور مامون رہنے کیلئے پتھر کیطرح سخت

اور گھوڑا اپنے اپنے دائرے میں ایک خاص حد تک ترقی کر سکتے ہیں مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ گھوڑا ترقی کرتا ہوا کبھی انسانی جامہ پہن لے پس سلسلہ نبوت بھی ترقی کرتا ہوا آنحضرت صلعم پر اپنے کمال کو پہنچ گیا جب کہ دنیا کی استعدادیں اس کمال کو پہنچ گئی تھیں کہ روحانی ترقیات کے استحصال کے[1] معراج کو پہنچ سکیں اور دنیا جیسے کہ پیشتر ذکر ہو چکا ہے رفتہ رفتہ ترقی کرتے کرتے آنحضرت صلعم کے مبارک زمانہ میں ایسی حالت کو پہنچ گئی تھی کہ تمام مہذب اقوام کا میل جول حیز امکان میں تھا اور عالمگیر مذہب دنیا پر شائع ہو سکتا تھا۔ پس اب ہمیں دیکھنا ہے کہ آنحضرت صلعم کی بعثت کے وقت کیا کیا امور پیش افتادہ تھے اور آپ نے دنیا میں آکر کیا کر دکھلایا۔

اگرچہ یہ مضمون بہت لمبا ہے اور کتاب بہت لمبی ہوتی جاتی ہے بلکہ جہانتک ارادہ تھا چار چند سے بھی بڑھ گئی ہے مگر پھر بھی ہم اس مضمون کو مختصراً ہدیہ ناظرین کرتے ہیں گو اختصاراً اس کا گلا گھونٹنا پڑے۔ اول ہمیں دیکھنا چاہیئے کہ جسوقت آنحضرت صلعم پیدا ہوئے تھے وہ زمانہ کیسا تھا اور نیز وہ لوگ جنمیں آپ کا نشو و نما ہوا وہ کیسے تھے اور اُنہیں کیسا کر دکھلایا۔

واضح ہو کہ عرب ایک ایسا ملک ہے کہ اسے عرب (اجھڑ۔ اکھڑ) کہا کرتے تھے اور فسق و فجور اور مال مردم خوری اور ناحق خونریزی جیسے کہ زمانہ جاہلیت کے اشعار سے ظاہر ہے ان لوگوں کا معمولی کھیل کود کا کام اور گذارہ تھا۔ ادنیٰ ادنیٰ بات پر کُشت و خون کے معرکے برپا ہو جاتے تھے اور خون سے ندیاں بہ نکلتی تھیں چنانچہ لکھا ہے کہ کسی قبیلہ کے ایک کسان کے کھیت میں کُتیا نے بچّے دیدئے تھے دوسرے قبیلہ کی ایک اونٹنی اُس کھیت میں سبزی کھاتی ہوئی کُتیا کے ایک پلّے کو اتفاقاً پاؤں کے نیچے کچل گئی اب اُس کسان نے کہا کہ بڑا افسوس ہے کہ کتیا کے پلّے نے ہمارے کھیت میں پناہ لی تھی پس کیا یہ ہو سکتا ہے کہ فلاں قبیلہ ہماری پناہ میں آئے ہوئے ادنیٰ جانور (پلّے) کو مار کر صحیح سلامت رہ جاوے چنانچہ

[1] انبیاء علیہم السلام میں سے ممیز انہ طور سے آنحضرت صلعم کو ہی معراج غایت درجہ کمالیت کا نصیب ہونا اور ماننا قرب الٰہی کا اور کسی نبی کو حاصل ہونا آپ صلعم کے بنظیر کمال اور ختم نبوت و رسالت پید و مری دلیل ہے۔ فتدبر۔ منہ۔

اس شعر سے یہ حکایت تعلق رکھتی ہے یا لبکر انشروا لی کلیبا۔ یا لبکر این این الفرار
ترجمہ اے بکر کے قبیلہ کے لوگو! تم نے جو ہماری کتیا کے بچے کو مروا ڈالا ہے اب
بہتر ہے کہ اُسے زندہ کردو پس اگر ایسا نہیں کرسکتے تو جان لو کہ تمہارے لئے کوئی
مفر باقی نہیں رہا یعنی اب تمہیں اس شرارت کی پاداش میں غارت کیا جاویگا
کیونکہ تم نے ہمارے ہاں پناہ لینے والی کتیا کے بچے کو مار ڈالا ہے اور ہماری عزت
اور نام کو خاک میں ملا دیا ہے گویا ہم جیتے جی مرلیئے۔ اور ہمارا کچھ باقی نہ رہا
پس اب ہم بس نہیں کریں گے جب تک کہ تمہارے سارے قبیلہ کو تہ تیغ کرکے اپنا
جی ٹھنڈا نہ کرلیں۔ قصہ کوتاہ اس امر پر دونوں قبیلوں میں پچاس سال تک خونریز
جنگ رہی اور اس پچاس سال میں متواتر خونریز جنگ سے جسقدر ہلاکت ہوئی ہوگی اس کا
اندازہ جنگ جاپان و روس کی یک سالہ جنگ پر قیاس کرنے سے خوب ذہن
میں آسکتا ہے اس پنجاہ سالہ جنگ میں قریباً دونوں قبیلوں کے تمام برنا و پیر لڑائی کے بھینٹ
ہوگئے اسی طرح ایکدفعہ گھوڑ دوڑ میں دو گھوڑے سب سے آگے سبقت لے گئے
ایک سوار سے عمداً یا سہواً دوسرے کا گھوڑا سہم کر ایک قدم پیچھے رہ گیا پس اس
حرکت پر وہ خوفناک جنگ ہوئی کہ قریباً دو سو سال کے بعد آنحضرت صلعم نے
اپنے زمانہ میں اُسکا فیصلہ کیا غرض ادنیٰ ادنیٰ بات پر گشت و خون سے زمین سُرخ ہو جاتی
تھی اور نالیوں اور بدروؤں میں خون بہ نکلتا تھا اور رستخیز برپا ہو جاتی تھی اور خوبصورت
جوانمرد گاجر مولی کیطرح کاٹے جاتے تھے اور قریب تھا کہ باہم خانہ جنگی سے ملک برباد
ہو جاتا کہ آنحضرت صلعم نے آکر ان لوگوں کی خبر لی اور ریگستان کی خاک کو کیمیا کر دکھایا
جیسے کہ اس آیت سے ظاہر ہے **وکنتم علیٰ شفا حفرۃ من النار فانقذکم**
منھا۔۔ وکنتم اعداً فالف بین قلوبکم یعنی تم ہلاکت کے گڑھے پر
آپہنچے تھے کہ اللہ پاک نے تمہیں اس سے نجات دی۔ اور تم ایکدوسرے کے جانی
دشمن تھے مگر فضل الٰہی نے محمدی سلسلہ کے ذریعے بجائے نفرت کینہ اور عداوت کے
محبت الفت اور ہمدردی سے تمہارے سینوں اور دلوں کو بھر دیا۔

حاشیہ۔ سلہ اس کینہ توز جنگ کی کیفیت حالی صاحب نے خوب لکھی ہے۔ دیکھو رسالہ ہذا صہ ۱۲۴

اصل مضمون کی طرف رجوع کر کے لکھتا ہوں کہ آنحضرت صلعم نے جو بُت پرستی کی بیخ کنی شروع کی اور جور و ستم کی راہیں مسدود کرنی چاہیں تو جسقدر عداوت اور دُکھ درد کا سلسلہ آنحضرت صلعم پر ٹوٹ پڑا اسکا اندازہ اس پُرامن زمانہ میں خصوصاً ہندوستان میں تو محال ہے مگر افغانستان میں اسکا نقشہ بالفعل دیکھا جاسکتا ہے جہاں ایک ادنیٰ فروعی مسئلہ دربارہ ممات مسیح علیہ السلام نے صاحبزادہ مولوی عبداللطیف صاحب کی زندگی کا خاتمہ کردیا گو بت پرست قبائل اور کینہ توز معاندین نے آنحضرت صلعم کی جان لینے کے لئے سو سو اونٹ کی شرط اور انعام مقرر کردیئے تھے مگر خدا کا مرسل اور مامور ایسا نہیں ہوا کرتا کہ وہ کام کئے بغیر ہی قبل از وقت کاٹا جاوے اس بربادی بخش اور خونخوار ملک میں جہاں آدمی کا مارنا پرندچرند سے بڑھکر حقیقت نہیں رکھتا ہے اور نہ رکھتا تھا اللہ پاک نے آنحضرت کو فرمایا فاصدع بما تؤمر یعنی جو کچھ تجھے حکم کیا گیا ہے اسکو اس تشریح اور تفصیل سے لوگوں تک پہنچاؤ کہ اُنکے چھکے چھوٹ جاویں واذ یمکر بك الذین کفروا لیثبتوك او یخرجوك ویقتلوك...... واللہ یعصمك من الناس یعنی اگرچہ مخالفت سخت ہوگی اور تیرے قتل کے لئے منصوبہ ہو رہے ہیں اور تجھے نکالدینے کے درپے ہیں مگر اللہ پاک تیرا مددگار ہے اور اُسنے ذمہ اُٹھالیا ہے کہ تیری کماحقہ نصرت اور حفاظت فرماوے کیونکہ الٰہی ارادوں اور کاموں پر انسانی منصوبے اور درندگیاں کچھ کارگر نہیں ہوسکتیں۔ کیونکہ لہ ما فی السمٰوٰت وما فی الارض

آخرکار جب کفار مکہ نے دیکھا کہ کسی طرح سے یہ سلسلہ رُک نہیں سکتا تو علاوہ اور منصوبوں کے ایک یہ بھی کیا گیا کہ آپ کو زہر دیا جاوے اور قتل کردیا جاوے مگر زہر خورانی اور دیگر منصوبوں کی اطلاع اللہ پاک قبل از وقت دیدیتا تھا اور اُن کے سب منصوبے خاک میں ملجاتے تھے۔ قصہ کوتاہ عرب جیسے وحشی اور خونخوار جنگلی ملک میں کسی مُصلح کا دندنا کر قدیمی رسومات اور مذاہب باطلہ کا کھنڈن کرنا کوئی آسان امر نہیں تھا اسپر طرفہ یہ کہ دعویٰ یہ ہو کہ کسی بشر کو طاقت

نہیں کہ مجھے (محمد) قبل از وقت ہلاک کر سکے زمین آسمان ٹل جائیں تو ٹل جائیں مگر خدا کی باتیں نہیں ٹل سکتیں میں اپنی طبعی عمر پا کر عزت افزائی کے ساتھ اُٹھایا جاؤنگا- اور میں اپنے متبعین کے لئے بشیر ہوں کہ ممالک بعیدہ کے وارث ہوں گے لیکن میں اپنے مخالفین کے لئے نذیر ہوں یعنی اُنہیں ہلاکت اور نیستی مقدر ہے اور کوئی نہیں کہ ان اٹل باتوں کو ٹالدے" وانہ لذکر لک و لقومک یعنی یہ قرآن تیری قوم اور تیرے لئے شہرت اور ناموری کا موجب ہوگا اور اسی کی بدولت تیرے متبعین تاریخی قومیں بنجاوینگی اور تیرے مخالف اسی طرح ہلاک ہونگے جس طرح موسےؑ کے مخالف فرعون اور اسکے تبعین عبرت انگیز ہلاکت گاہ میں نابود ہو گئے تھے (سورہ مزمل) آخر کار جب کفار نے دیکھا کہ دین حق رُک نہیں سکتا تو عمائد مکہ نے اکٹھے ہو کر عرض کی کہ آپ جو چاہو وہ ہم سے لے لو جس خاندان اور سردار کی لڑکی لینی منظور ہو وہ بھی لے لو اگر حکومت کی خواہش ہے تو ہم آپ کو بادشاہ مان لیتے ہیں لیکن آپ نے فرمایا کہ میں کیا کروں میں مامور ہوں آسمانی حکم کو روک نہیں سکتا اگر میرے دائیں طرف سورج ہو اور بائیں طرف چاند ہو جا اگر ال ہو تب بھی میں تبلیغ حق سے رُک نہیں سکتا غرض یہ ہستی باریتعالیٰ پر ایمان اور مکالمہ الٰہیہ اور عنایات متواترہ اور تائیدات متکاثرہ کا آپکے دل کے اندر احساس از بس تھا اور خدا کی وحی اور تازہ بشارتوں پر کامل یقین تھا

سلہ آریہ مسافر میگزین کا نامہ نگار خطا کار تعصب اور جہالت سے اندھا ہے کہ ایسے بے نفس اور معصوم اور دنیاوی جاہ وحشم سے نفور ذاتکے شان میں یوں لکھتا ہے کہ نعوذ باللہ آپکے دل پر ہوا و ہوس اور طمع مستولی تھی" - اگر کچھ بھی کمزوری ہوتی تو عین جوانی میں چہل سالہ بیوہ سے بیاہ نہ کرتے حالانکہ ہر قبیلہ کے روساء آپ کو لڑکیاں دینی باعث فخر سمجھتے تھے - مگر وہ پاک ہستی عالم پنجاہ سال تک بیوہ کو غنیمت گردانتا رہا - واہ رے تعصب تیرا خانہ خراب تو نے کیسے دانشمندوں کو اندھا کر دیا ہے

جو کسی اور طرف جھکنے نہیں دیتا تھا۔ مگر اُس ناقدر شناس قوم کے لیئے صرف طعن وتشنیع اور گوناگون تکالیف شاقہ کے ہی تختہ مشق نہ تھے جنہیں خود اپنی جان کو ہموم وغموم اور خطرات کی کٹھالی میں ڈالکر انجام کار روم و فارس اور مصر وہندستان کا بادشاہ بنانا تھا بلکہ اپنی اور عزیزوں کی جان پر تلواریں خون سے تر کراکر اور اپنے اوپر سفاک ظالموں کے تیر و ترکش خالی کراکر دین اسلام اور قرآن کریم نہائت تذلل اور فروتنی سے ہدیہ گذارنا تھا غرض آپکے (فداہ ابی و امی) آئینہ دل میں نور اور ایمان کا وہ چراغ جگمگ جگمگ کرتا تھا کہ عرب کے ناخواندہ اور جاہل بنی نوع انسان آپ کی پُر تاثیر صحبت اور کمالات ایمانی و اخلاقی و برکاتی و تاثیراتی و قولی و فعلی و ایمانی و عرفانی و علمی و تقدسی و افاضہ خیر کے عرصہ قلیل میں کثیر وجوہ فضائل سے مالا مال ہو جاتے تھے اور صدیوں کی جہالت قساوت قلبی دُنیا پرستی مال مردم خوری درندگی اور فسق و فجور کی بیسیوں ظلمتیں اُنکے اندر سے دھوئی جاتی تھیں اور قسما قسم کا ترک کردہ گناہ اپنے پیچھے گوناگون نیکی کو پاک شدہ قلب کا وارث اور جانشین چھوڑ جاتا تھا۔ قصہ کوتاہ آپکا کامل جذبہ اور اثر تقدسی اس بلا کا تھا کہ آپنے ہزار ہا دلوں کے زنگ کو دور کرکے اسطرح اُنہیں صیقل کیا تھا کہ انہیں شیشہ کی طرح صاف و شفاف کر دکھایا تھا اور انسان صحابہ کے حالات پڑھ پڑھکر حیران ہی رہ جاتا ہے۔

بُت پرستی جو آریہ ورت سے بھی سنگین تر تھی اُسکا ایسا نقش مٹایا کہ اُسکو سوائے آریہ ورت کے کہیں پڑوس میں سر چھپانے کی جگہ نہ ملی یہ کامیابی کسی دیگر مہاتما اور نبی کو نصیب نہیں ہوئی کہ سارا ملک صاف شفاف اور ہر ایک گناہ اور نجاست سے پاک ہو گیا ہو۔ ایک شخص کی اصلاح اور تبدیل مذہب انسانی طاقت کو ہرا دیتا ہے چہ جائیکہ ملک اور قوم کا معاملہ ہو۔ غرض ان امور کی تفصیل ہماری طاقت اور لیاقت سے بڑھکر ہے اور قلم کو اُس کے ادا کرنے کا یارا نہیں اس لیئے ان دقیق امور میں بالفعل ہمارا دست انداز ہی کرنا

قرین مصلحت اور انصاف نہیں مگر پھر بھی سرسری طور سے اتنا لکھنا از بس ضروری ہے کہ ضدی اور کینہ تو زبت پرستوں نے جب بوجہ شدید مقناطیسی طاقت اور اثر تقدسی کے اسلام کو سمجھا تو ایسے سخت موحّد ہوئے جیسے کہ پہلے سخت شدید بت پرست تھے اور اسلام کی خاطر اسطرح سینہ سپر ہو کر اپنی جانوں کو پانی کی طرح بہادیا کہ اسکی نظیر صفحۂ روزگار میں تلاش کرنا عبث ہے حتّٰی کہ بہتوں کو عرب کے موسم گرما میں جلتے ہوئے پتھروں پر لٹایا گیا اور جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کٹے گئے اور دھجیاں اُڑائی گئیں اور ہاتھ پاؤں شدید ظلم وستم سے کاٹے گئے مگر اسلام کو نہ چھوڑا اور آخر جب مدینہ میں بھی زندگی کے لئے آسمان دھنواں دھار ہوگیا اور حزن وہراس کے بادل منڈلانے لگے تو شریر النفس حملہ آوروں سے اسلام کو اسطرح بچایا کہ اپنی جان کو ردی چیز کی طرح بے تحاشا لڑائی کی بھینٹ کیا اور بہتوں نے یہانتک صدق ووفا دکھایا کہ اُنہوں نے اپنے ظالم باپوں کے مُنہ پر تلواریں چلائیں اور خویش واقارب کے نازک رشتے کو توڑا اور آتماکی قدرتی محبتوں کے جوش کو فرو کیا اور ظالم وسفّاک باپوں کو جنگلی گود میں پرورش پائی تھی اپنے ہاتھوں سے نہ تیغ بے دریغ اس لئے کیا کہ اُنہوں نے ناحق بت پرستی کی حمایت میں نہ صرف مکہ کو چھین لیا اور نہ صرف صدہا بے گناہ اور معصوم مردوں اور عورتوں کو توحید پر قائم ہوتے دیکھ کر گھر سے بے گھر کردیا تھا اور نہ صرف اُنکے مال ومتاع اور اُنکی زمینوں کو قبضے میں لاکر اتنے ظلم پر ہی قناعت کی بلکہ مدینہ میں بھی اُن بے دست وپا مظلوموں کا پیچھا نہ چھوڑا اور کتّوں کیطرح چاروں طرف سے محاصرہ کرلیا اور قریب تھا کہ اسلام کا استیصال اور خاتمہ ہوجاتا اور بنارس اور متھرا کی سی بت پرستی کا دور دورہ نہ صرف عربوں کی روحانیت کا خون کردیتا بلکہ ساری دنیا کی ضلالت پر ہلاکت میں اوندھی گر پڑتی - پس ایسے مواقع پر صرف دفاعی طور سے اُن بیداد ستمگار حملہ آوروں کو اُنکے بد ارادوں سے روکا اور ہر ایک عزیز چیز کو اُس پُر زور حق کی خاطر قربان کیا جبکا حظ اور ذوق گھٹادنی

بُت پرستی دہریت اور جہالت کے مقابلہ میں بہت ہی مؤثر ہو کر آنکھوں سے نعش کیطرح آنسو بہاتا تھا گو باپوں کے سینوں کو خنجر سے مجروح کرتے ہوئے بے اختیار آنسو چشم گریاں ڈیڈبا تے تھے مگر مشاہدہ آیات بینات اور نشانات اور تزکیہ نفس اور تبتل الی اللہ اور تعلّق باللہ نے ان امور کے ارتکاب کو بہت سہل کر دیا تھا۔ اور اصلاح نفس اور اصلاح خلق اللہ کے لئے کوئی چیز انکی سدراہ نہیں ہو سکتی تھی غرض یہ حق کا زور اور آنحضرت صلعم کا کامل جذبہ اور مقناطیسی طاقت تھی کہ انہیں حق کے مقابلہ میں اپنے خویش و اقربا اور پیارے والدین کو خس و خاشاک کی طرح پھینکنا پڑا۔ پس جب حق کی یہ پاسداری انسانی فطرت پر قدرتاً مستولی ہے کہ انسان بے اختیار ہو کر ایسے امور کا ارتکاب لامحالا کر گذرتا ہے پھر حق لانیوالے کو (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو ماتا پتا یعنی مادر و پدر سے بڑھکر کیوں اپنا محسن و مولا اور مطاع نہ مانیں یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں آیا ہے کہ آنحضرت صلعم کو ہر ایک رشتہ دار پر مقدم رکھنا ہر مومن کا ایمان ہے دیکھو آیت (النبی اولی بالمومنین من انفسھم[1]۔ ان کان اٰباؤکم و ابناءکم و اخوانکم و ازواجکم و عشیرتکم و اموال و تجارۃ ... و مساکن احب الیکم من اللہ و رسولہ ... فتربصوا) قصہ کوتاہ یہ وہ لوگ تھے کہ اُنہوں نے درحقیقت ہر ایک دنیوی وجاہت اور مال و متاع اور مکان اور عزّ و شرف اور تجارت اور دیگر وسائل منفعت اور مال و جان پر اسلام کو واقعی طور سے مقدم سمجھ لیا تھا اور دنیوی آلائشیں انکی دلوں سے دھوئی گئی تھیں اور اطاعت میں اسقدر ترقی کر گئے تھے کہ جب آنحضرت صلعم انفاق فی سبیل اللہ کا حکم فرماتے تھے تو گھر کا نصف بلکہ سارے کا سارا اندوختہ لا حاضر کرتے تھے۔ اسی طرح بعض نے یہانتک صدق و وفا دکھایا کہ جب مہاجرین مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ میں سکونت پذیر ہوئے تو مدینہ کے بھائیوں نے جو اُنسے سلوک کیا وہ بے نظیر اور قابل رشک ہے۔ اور وہ سلوک یہ ہے کہ اکثروں نے اپنا اپنا گھر مہاجروں کو مفت میں نصفا نصفی بانٹ دیا اور بعضوں نے جنکے ہاں دو دو بیویاں تھیں اُن میں سے ایک ایک مہاجرین کو دیدی۔ غرض جب عفیفہ بیویوں کو طلاق دے دے کر صدق و وفا اور انقیاد

[1] ترجمہ نبی مومنوں کے نزدیک اپنوں اور اپنی جانوں سے بڑھکر عزیز اور قابل اطاعت ہی۔ (اے احمدی لوگو!) اگر تمہارے باپ تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی بند اور تمہاری بیویاں اور دیگر رشتہ دار اور وہ مال جنکو تم نے کمایا ہے اور وہ تجارت جسکے نقصان اور خسارہ سے تم ڈرتے ہو اور وہ آرام دہ مکانات جنھیں تم پسند کرتے ہو۔ پس یہ چیزیں اگر خدا اور اسکے رسول اور اسکی راہ میں جہاد (حسب حال) سے بڑھکر پیاری اور پسندیدہ ہوں تو تم انتظار کرو کہ خدا کی بادشاہت آجا دے اور ایسے کچھ لوگوں کو جو دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کا قرار فسخ کرتے ہیں کاٹ کر جماعت سے الگ کر دے کیونکہ ایسے عہد شکنوں کے لئے جناب الٰہی سے کامیابی کی راہ مسدود ہوتی ہے۔ منہ

کے سلوک کو کمال تک پہنچایا اور اموال کا تو کیا ذکر۔ صاحبان یہ وہ باتیں ہیں کہ ایک معمولی سننے والے کو ایک کہانی سے بڑھکر وقعت نہیں رکھتیں لیکن جنہوں نے ایسا کیا اُنہوں نے اپنے دلوں اور ایمان کو کہانتک ترقی کے معراج تک پہنچایا تھا۔ جس کے ہاں دو فرمانبردار بیویاں ہوں اور ایسا کرنا پڑے تو جو کچھ اس کے دل پر گذرتا ہے وہی جانتا ہے دوسرے کو اس امر سے کیا اطلاع ہو سکتی ہے؟ مگر یہاں تو دیکھا جاتا ہے کہ بعض اوقات ایک اپنی ہمشیرہ اور لڑکی کو بھی دوسرے کو بخوشی دینا پسند نہیں کرتا جو بہر حال آگے پیچھے کہیں کسی کے پاس جاکر رہیگی پس بھائیو! اُس ایمان اور اطاعت اور صدق و وفا اور ایثار کی تلاش کرو جسکی تاثیر سے اپنی بیویوں کو خدا کی رضا کے لئے چھوڑ دینا اور نصف جائداد کا غیر کو وارث بنا دینا اور مولی کریم کی وحدانیت کی خاطر باپوں کے موہنو پر تلوار کھینچ مارنا اور ہر ایک تنگی ترشی اور سردی گرمی اور افلاس اور ابتلاؤں کا تختۂ مشق بننا اور حق کی خاطر وطن سے بیوطن ہو کر دوسروں کے در و دیوار سے چمٹنا او سفر پر حذر میں اپنی جانوں پر خطرناک واقعات کا وارد کرنا انکے لئے ایک سہل امر ہو گیا تھا۔ اور یہ سب کچھ اسلئے ہُوا تھا کہ انہوں نے دنیا کو ناپائیدار یقین کرلیا اور جان و مال اور ہر ایک مالوف شئے سے اُنکا دل برداشتہ رہتا تھا اور بموجب آیت وَمِنْهُم مَّن قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُم مَّن يَنتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا .... بہتیرے اپنی جانوں کو قربان کر کے اپنی زندگی کا فرض اعلیٰ ادا کر چکے تھے اور بعض کو اس بات کا انتظار اور تڑپ تھی کہ کب وہ وقت آوے کہ وہ بھی اپنی جان کی قربانی دیں جطرح انہیں اس دنیا میں قیصر و کسراء اور دیگر شاہاں گردن فراز کی جاہ حشمت کے استحصال کے خدائی مواعید پر پورا یقین تھا اس سے بڑھکر مابعد الموت رضاء الٰہی اور انعامات کثیرہ پر لذیذ ایمان دل میں جاگزین تھا۔ اور آخرکار جب حسب وعدہ الٰہی یہ اسلامی خادم صحرانشینی کے نشیب و فراز سے نکل کر تخت نشینی کو فائز ہوئے تو اپنی سابق حالت کا موجودہ حالت سے مقابلہ کر کے

طوالت پذیر ہوگئی ہے۔ منہ

اشک تعشق سے خدا کا شکریہ اور حمد کرتے تھے اور الٰہی وعدوں کو پورا ہوتے دیکھکر اُن کی روحانیت معرفت اور شناخت باریتعالیٰ میں اسقدر ترقی اور فرق عظیم واقع ہوگیا تھا جسقدر صحرا نشینی اور تخت نشینی میں فی الواقعہ فرق نمایاں ہے پس ایسے ایسے نشانات اور پیشگوئیوں اور تازہ تائیدات الٰہیہ سے انہیں خدا کی ہستی پر ایمان اور یقین اپنے کمال کو پراپت ہوا۔ ان واقعات صحیحہ اور مشہودہ محسوسہ امور سے انسان کا دل کامل طور سے ایمان اور یقین سے بھر جاتا ہے کیونکہ جس صورت میں قرآن کریم کے وعدے اور پیشگوئیاں جو اس جہان میں پوری ہونیکو تھیں وہ سب کی سب بلا کم وکاست پوری ہوگئیں پھر آخرت کے وعدوں اور پیشگوئیوں پر انسان خواہ نخواہ یقین کر ہی لیتا ہے کہ مابعد الموت کے حالات برحق اور صحیح ہیں۔ برخلاف انکے حضرت عیسیٰؑ کے انجیلی حواریوں میں سے بعض نے حضرت عیسیٰؑ پر اپنی عین حیات میں لعنت بھیجی اور کفر اور ارتداد میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا اور دنیا میں تائید الٰہی سے وہ بہرہ ور نہ ہوئے پھر انہیں آخرت کے مواعید پر کیسے کامل یقین اور رتی بھر ایمان حاصل ہوسکتا تھا۔ ابھی جو یہاں خدا ہے وہی وہاں ہوگا جسکی دستگیری یہاں نہ ہوئی تو وہ وہاں بھی بے نصیب اور اندھا ہوگا۔ اصل بات یہ ہے کہ زبانی لاف و گزاف سے تو ہر ایک کہتا ہے کہ میرا ہی دھرم سچا ہے اور میں دھرم کو ہر ایک مالوف شے سے عزیز تر مانتا ہوں لیکن یہ دعویٰ تو تب پایۂ ثبوت کو پہنچتا ہے کہ انسان جان جوکھوں کے کاموں اور خطرناک نقصانات اور زلازل شدیدہ میں دھرم کو پس انداز نکرے اور کسی شے دیگر کو عزیز اور معبود نہ ٹھہراوے۔

اس برگزیدہ گروہ کے افراد میں سے ایک صحابی کی نسبت لکھا ہے کہ ایک غیر مسلم ایک مسلمان کو قتل کرکے بھاگ نکلا اس کے پیچھے ایک صحابی گئے آخرکار اُس کو پکڑ کر گرا لیا اور اُس کے جرم کی سزا میں اسکی گردن کاٹنے لگے تھے لیکن اُس مجرم نے سمجھا کہ اب مر تو جانا ہی ہے صحابی مذکور کے

مُنہ پر تھوک لو۔ جب اُس نے صحابی مذکور کے مُنہ پر تھوکا تو صحابی نے اُسے رہا کردیا اب اس مجرم نے پوچھا کہ "اب تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا ہے"۔ فرمایا کہ "پہلے جو میں تجھے قتل کرنے کو تھا صرف خدا کے ارشاد کی تعمیل یعنی جرم کی سزا دینی ملحوظ خاطر تھی مگر اب تمہارے تھوکنے سے اس سزا میں میرا غصہ بھی شریک ہو گیا ہے اس لئے یہ فعل محض اللہ کے لئے نہ رہا بلکہ اپنی نفسانیت کی ملاونی اور شرکت بھی کسی قدر شامل ہو گئی۔ پس اس شرافت دیانت اور تقویٰ وطہارت قلبی اور اخلاق پسندیدہ سے متاثر ہو کر وہ مجرم کافر خود بخود مسلمان ہو گیا کیونکہ اُس نے دیکھ لیا کہ جس صورت میں یہ لوگ اسقدر خدا ہیں ہو کر اور اپنی نفسانیت اور ضد و کینہ اور ہر ایک شرارت سے کنارہ کش ہو کر ایسے نازک مواقع پر بھی للّٰہیت میں مستغرق ہیں تو پھر سخت جہالت ہو گی کہ ان کے مذہب کے اصول اور احکام سے دوری اور محرومی عائد حال ہو۔ ایسے ہی اخلاق نے عربوں زیر کیا۔ ورنہ بزور شمشیر؟ توبہ! توبہ!!

ناظرین! یہ وہ لوگ ہیں جو عرصہ قلیل میں آنحضرت صلعم کی صحبت تعلیم تزکیہ نفس اور اثر قدسی اور برکات ایمانی و عرفانی سے کچھ کے کچھ بنگئے ایک وہ وقت تھا کہ ایک کتے کے مرنے پر ہزارہا انسانوں کے خون سے نالیاں بہ نکلتی تھیں اور اب اُنہی لوگوں کو ایسا روحانی شربت پلایا گیا کہ بیجا غصہ اور کینہ کی آلائشیں دل و دماغ سے دھو ڈالیں۔ جو کام آنحضرت صلعم نے کیا اُس کی تفصیل تو حیز امکان سے خارج ہے لیکن ہر ایک انسان

حالی	عرب جس کا چرچا ہے یہ کچھ وہ کیا تھا زمانے سے پیوند جس کا جدا تھا زمیں سنگلاخ اور ہوا آتش افشاں پہاڑ اور ٹیلے سراب اور بیاباں	جہان سے الگ اک جزیرہ نما تھا نہ کشورستان تھا نہ کشور کشا تھا لوؤں کی لپیٹ بادِ صرصر کے طوفاں کھجوروں کے جھنڈ اور خار مغیلاں

اتنے پر غور کر سکتا ہے کہ ایک اپنے لخت جگر بچے یا دوست و آشنا سے کسی عادت بد کا چھڑوانا کیسا مشکل ہوتا ہے اور شراب قمار بازی اور زناکاری کی امراض سے کسی کو شفا دینا کوئی سہل امر نہیں مگر وہ کس بلا کی تاثیر اور جادو تھا کہ صدہا عادات بد عرب کے ہزاروں جاہل لوگوں سے چھڑوا دیں اور عرب کے ریگستان کو بارود کا پوڈر کر دکھا۔ جس نے آتش پرستوں کی آتش پرستی اور صدہا مخلوق پرستی کو نیست اور بھسم کر دیا۔

نہ کھیتوں میں غلہ نہ جنگل میں کھیتی
عرب اور کل کائنات اسکی یہ تھی
نہ واں مصر کی روشنی جلوہ گر تھی
نہ یونان کے علم وفن کی خبر تھی
پہاڑ اور صحرا میں ڈیرہ تھا سب کا
تلے آسماں کے بسیرا تھا سب کا
چلن انکے جتنے تھے سب وحشیانہ
ہر اک لوٹ اور مار میں تھا یگانہ
فسادوں میں کٹتا تھا انکا زمانہ
نہ تھا کوئی قانون کا تازیانہ
نہ ٹلتے تھے ہرگز جو اڑ بیٹھتے تھے
سلجھتے نہ تھے جب جھگڑ بیٹھتے تھے
بلند ایک ہوتا تھا گر واں شرارا
تو اس سے بھڑک اٹھتا تھا ملک سارا
وہ بکر اور تغلب کی باہم لڑائی
صدی جسمیں آدھی انہوں نے گنوائی
قبیلوں کی کردی تھی جسنے صفائی
تھی اک آگ ہر سو عرب میں لگائی
کہیں تھا مویشی چرانے کا جھگڑا
کہیں پہلے گھوڑا بڑھانے کا جھگڑا
لب جو کہیں آنے جانے پہ جھگڑا
کہیں پانی پینے پلانے کا جھگڑا
یکایک ہوئی غیرت حق کو حرکت
بڑھا جانب بوقبیس ابر رحمت
وہ نبیوں میں رحمت لقب پانیوالا
مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا
وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا
فقیروں کا ملجا ضعیفوں کا ماویٰ
یتیموں کا والی غلاموں کا مولیٰ
خطا کار سے درگذر کرنے والا
بد اندیش کے دل میں گھر کرنے والا
مفاسد کا زیر و زبر کرنے والا
قبائل کو شیر و شکر کرنے والا

(حالی)

قصہ کوتاہ جو لوگ خدا کی طرف سے مامور ہو کر دنیا میں عامۃ الناس کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے آتے ہیں اُنکے اندر ایک قسم کی آگ اور برقی طاقت ہوتی ہے جس سے مردہ روحیں زندہ ہو جاتی ہیں اور سوئی ہوئی استعدادیں جاگ پڑتی ہیں اور جو اُنکے ساتھ تعلق پیدا کر لیتے ہیں وہ دین و دنیا میں مظفر و منصور ہوتے ہیں اور جو اُنپر گرتے وہ چور چور ہو جاتے ہیں اور جن پر وہ گرتے ہیں اُنہیں وہ پیس ڈالتے ہیں۔ وہ خدا کی خواہشیں اور مجسم ارادے ہوتے ہیں جو اُن کے مزاحم اور سدراہ ہوتے ہیں وہ انجام کار ناکام رہکر کاٹے جاتے ہیں ایک وقت اُنپر ایسا آتا ہے کہ مخالفین کتّوں کی طرح اُنپر مسلّط ہوتے ہیں اور اُنکے پیروکاروں پر گوناگون مصائب اور تکالیف وارد ہوتی ہیں اور سچّوں اور جھوٹوں میں اس کٹھالی کے ذریعہ سے تمحیص ہوتی رہتی ہے مگر خدا مامورین و مرسلین کی زندگی اور حمائت اور نصرت کا ذمہ وار اور نگران حال ہوتا ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو فرعون اور اس کی افواج کی دھینگا دھینگی میں موسیٰؑ اور ہارونؑ دو بیکس اور کس مپرس شخص کچلے جاتے۔ اور آنحضرت صلعم اور دیگر انبیاء اکرام اور اُنکی تعلیم اور کارگذاری کا آج پتہ نہ لگتا۔

خدا تعالیٰ کی قدرت کا مشاہدہ اس امر پر غور کرنے سے ہر ایک پر اظہر من الشمس ہو جاویگا کہ اللہ کریم نے آنحضرت صلعم کی جان کی حفاظت اور عزو شرف کا ذمہ شروع سے لیا ہوا تھا اور فرمایا تھا کہ واللّٰہ یعصمك من الناس یعنی اللہ کریم تمہیں لوگوں کی دست درازی سے محفوظ رکھے گا پس اس کی تصدیق اس بیان سے ظاہر ہے کہ عرب جیسے وحشی ملک میں جہاں کتّے کی نسبت آدمی کا مارنا آسان اور سہل ہے اور تھا۔ وہاں آپ قدیمی بت پرستوں کی عادات اور رسومات اور شرک وغیرہ کی بیخکنی کر رہے تھے اور کوئی پہرا اور حفاظت کے لئے گارد مقرر نہ تھی مگر کسی کو یارا اور حوصلہ نہ ہوا کہ اُنکی جان پر حملہ آور ہو سکے یہاں تک کہ اگر بعض کینہ تو ز دشمن نے تلوار اٹھائی تو وہیں اُسکا بازو بے حس ہو گیا اور وہ

شہید ہو گیا مگر برعکس اس کے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر و حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم جنکے زمانہ میں روم فارس اور مصر اسلام میں داخل ہو چکا تھا اور جزیرۃ العرب کفار اور بت پرستوں سے پاک ہو چکا تھا اور ہر جگہ اور ہر آن میں اسلام کی گونج سنائی دیتی تھی اور ان مذکورہ بالا اصحاب کرام کے ساتھ ہزاروں ہزار جرار سپاہی دائیں بائیں اور آگے پیچھے ہوا کرتے تھے آخر مارنیوالوں نے ابوبکرؓ کو بھی شہید کر ہی دیا اور حضرت عمرؓ جیسے بیدار مغز اور پولیٹیکل مدبر کو بھی شہید کر ہی ڈالا اور حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ بھی اسیطرح شہادت سے رہگرائے عالم بقا ہوئے مگر اگر کوئی نہ مار سکا تو حضرت محمد صلعم کو نہ مار سکا اس کی وجہ یہی ہے کہ آپکی زندگی کا ذمہ اللہ پاک نے اُٹھایا ہوا تھا اور باوجودیکہ کوئی گارد اور پہرا اور سیاست حفاظت آپکے وجود باوجود کے اِرد گرد شامل نہیں ہوا کرتی تھی پھر بھی کسی دشمن دین کا وار نہ چل سکا بلکہ اللہ پاک ہر ایک منصوبہ اور شرارت کا علم قبل از وقت اُنہیں دیدیا کرتا تھا یہ بڑا زبردست ثبوت آپ کے منجانب اللہ ہونے کا ہے جو دیگر فرق میں مفقود اور کافور ہے اگر صادقوں سے خدا سردی مہری کرتا تو حق و باطل میں گڑبڑ پڑ جاتی اور دُنیا میں اندھیر پڑ جاتا۔

آریوں کے پنڈت وایو۔ لالہ اگنی اور سوامی دیانند اور شنکر اچاریہ اور لالہ لیکھرام کی حفاظت اللہ پاک نے نہیں کی۔ وایو اور اگنی کا حال بیحال تو ہمیں کسی ذریعہ سے معلوم ہی نہیں ہو سکتا کہ اُن کا انجام کیا ہوا مگر آخری تین نامبردہ اشخاص کا عبرت انگیز حال بیحال ہر ایک نیک و بد کو معلوم ہے۔ یعنی لالہ لیکھرام کی ذلیل موت کا حال تو بتفصیل لکھا گیا ہے مگر سوامی دیانند سرستی بھی کسی کے منصوبہ سے بُری طرح اپنی پاداش کو پراپت ہوئے اور پنڈت شنکر اچاریہ (جنہیں نہایت سینہ زوری سے دیانند جی نے خواہ نخواہ بودھ لکھ مارا ہے حالانکہ وہ بدقسمتی سے لوگوں کو ہمہ اوستی (ویدانتی) بنا تا بنا تا مر مٹا یعنی لالہ لیکھرام

کی طرح کسی کے ہاتھ سے ہلاک ہو کر باعث عبرت ہوا اور لوگوں کو انکے انجام بد سے ضرور بضرور عبرت لینی چاہیئے کیونکہ سوامی دیانند جی خود لکھ گئے ہیں کہ "جو پرمیشور کو جاننے والے۔ دھرم پر چلنے والے کل دنیا کے فیض رسان اشخاص سے دشمنی کریگا وہ ضرور برباد ہو گا۔" دیکھو ستیارتھ پرکاش باب ۱۱ صفحہ ۳۲۷ - پس میرے صاحبو! لالہ لیکھرام اور پنڈت دیانند جی نے حضرت محمد صلعم سے سخت عداوت اور کینہ توزدشمنی کی اس لیئے دنیا کے فیض رساں عظیم الشان شخص سے دشمنی کر کے ورطہ ہلاکت میں غرقاب ہوگئے اور لالہ لیکھرام جی نے کھلم کھلا فیصلہ مانگا اور دیالو کرپالو اور نیلوکاری قادر کرتار نے نہ صرف اس دشمن دین کو ہلاک کیا بلکہ اسکے مذہب کو بھی عقلاً فعلاً اور انصافاً دریا بُرد کر دیا اگر کوئی صاحب اس فیصلہ پر آمادہ پرخاش ہو اور تیوری چڑھائے تو کسی منصف سے اسکا تصفیہ کرے ورنہ باطن اور اندرخانہ میں اُسے رفتہ رفتہ ایشور کے اس فیصلہ سے رنجیدہ خاطر ہو کر ناستک (دہریہ) ہونا پڑیگا اور جب وہ حضرت کرشن جی مہاراج کی یادگار کو دیکھے گا تو اُس کے نور اور صداقت کی جھلک کے سامنے برف کیطرح پگھل جاویگا اور وہ یادگار اگرچہ فی الحال ہمارے دلوں اور کتابوں میں مرکوز اور مذکور ہے مگر عنقریب وہ وقت اللہ پاک لاویگا کہ اُسکا نقشہ اور صورت گذائی جسمانی طور سے بھی ظہور پذیر ہو گی فی الحال اس یادگار کیطرف دنیا کی توجہ میلان کرتے ہیں ع گر قبول افتد زہے عز و شرف۔ اور وہ تحریک یادگار حسب ذیل ہے۔

فتح اسلام اور یادگار اسلام

اور آئندہ نسلوں کے لئے زبردست نشان از مرسل یزدان و دیگر اہل اسلام

ہم لاہور کے معزز بلند منزلت عالی ہمت صاحب ہمت وجاہ و حشمت احمدی صاحبان و دیگر اہل اسلام کی خدمت میں التماس کرتے ہیں کہ آپ لوگوں کے شہر میں خدا تعالیٰ نے ایک زبردست نشان حضرت محبوب سبحانی حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کے ہاتھ پر ظاہر کیا ہے۔ پس آئندہ نسلوں کے فائدہ اور ہدایت کے لئے از بس ضروری ہے کہ اسلام کو جو اہل ہنود (آریہ مت یعنی ویدک دھرم) پر کامل فتح نصیب ہوئی ہے اُس کی یادگار میں ایک ستون یا اور کوئی مناسب پتھر نصب کر دیا جاوے جو عام گذرگاہ میں نظر آوے اور ہر ایک نو وارد شہر لاہور پر اس عظیم الشان فتح اسلام کی اطلاع اور تبلیغ ہوتی ہے اور اُس کے چاروں طرف وہ الہامات اور مباہلہ کی عبارتیں بطور اختصار نقش ہوں جو مابین حضرت مرزا صاحب مسیح موعود علیہ السلام و پنڈت لیکھرام وکیل ویدک دھرم طبع ہو کر شائع ہوئی تھیں۔ اور ان میں ایسے فقرات علی الخصوص درج ہوں۔ کہ "اے قادر کرتار تو ہم دونو فریقین (وکیل اسلام و وکیل ویدک دھرم) میں حق و انصاف کا فیصلہ کر اور جہالت اور تعصب اور جور و ستم کا ناش ہو۔ کیونکہ کاذب صادق کیطرح کبھی تیرے حضور میں عزت نہیں پا سکتا۔ سب قدرت و انصاف تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔ اگر ویدک تعلیم اور اصول در بارہ ارواح مادہ اور عارضی نجات وغیرہ برحق ہیں تو اسکی مخالف وکیل کا ناش ہو۔ اگر اسلامی عقائد اور قرآنی تعلیم منجانب اللہ ہی جسکے ماننے اور عملدر آمد کئے بغیر انسان کو دائمی مکتی (نجات) نصیب نہ ہوگی تو اُس کے مخالف اور منکر وکیل ویدک دھرم کا ناش ہو۔ کیونکہ صادق کی طرح کاذب کبھی تیری درگاہ میں عزت نہیں پا سکتا"۔ بعد ازاں نتیجہ اور فیصلہ جو دنیا کے حاکم رب العلمین نے کیا اُس کو بھی لکھ دیا جاوے۔ حاصل کلام۔ مباہلہ اور پیشگوئی در بارہ ہلاکت کاذب وکیل کے نقش بر سنگ ہو۔ کیونکہ جو عزت و شرف خدا کے اس نشان نے اہل اسلام کو اہل وید پر عطا فرمایا ہے پہلے زمانہ میں

کبھی ایسا وقوع میں نہیں آیا اور نہ امید ہے کہ آریہ صاحبان کبھی اس سبق کو فراموش کر سکیں۔ اگر خدانخواستہ اہل وید کو اہل اسلام پر فتح ہو جاتی۔ تو یہ لوگ اس نشان سے بڑا فائدہ اُٹھاتے۔ پس نہایت ناشکری اور غفلت ہو گی اگر اس تازہ نشان کو آئندہ نسلوں کے لئے قائم نہ کیا جائے خدا کرے ایسا ہو کہ ہر ایک لاہور میں جانے والا فتح پوری کو دیکھ کر عبرت پکڑے اور فریقین کی اگر تصویریں بھی دکھائی جاویں تو عین معاملہ تازہ بتازہ نظر آوے گا۔ اور ہزارہا دلوں کو بغیر مباحثہ کے ہی رحیم کریم سرب سکتیمان کے قطعی فیصلہ پر اطمینان اور ایمان نصیب ہوتا رہیگا۔ اور دُنیا کی زبردست یادگاروں میں سے ایک نرالی یادگار ہو گی۔ جس کے ذریعے سے مسیح موعودؑ کا چمکتا ہوا نشان اور بیس۲۰ کروڑ اہل ہنود پر کامل فتح کا نقارہ آنیوالی ترستی ہوئی اور حق و حکمت کی تشنہ نسلوں کے کانوں میں سنائی دیگا۔ اگر ہم لوگوں نے اس یادگار کو قائم نہ کیا تو کوئی آنے والی نسل اس ثواب عظیم کا حصہ لے گی انشاءاللہ جس صورت میں لارڈ لارنس صاحب فاتح پنجاب کی یادگار اور بت ایک قوم کی عزو شرف کا باعث ہے پھر وہ بہادر جس نے اسلام کی خاطر سینہ سپر ہو کر متعدد مقامات پر روحانی جنگوں میں بے نظیر فتوحات حاصل کی ہیں اور دُنیا کے کناروں تک اُسکا نام نامی روشن ہے۔ کیا اُس کی یادگار[لہ] قائم نہیں ہونی چاہیئے؟ دُنیا میں جو صرف نام و ننگ

حاشیہ لہ: آریہ صاحبان ایسی یادگار کسی صورت میں قائم نہیں کر سکتے کیونکہ اسمیں اُنکی رسوائی ہے۔ لیکن اسمیں اسلام کی سراسر عزت افزائی ہے۔ جبتک دُنیا ہے اور لیکھرام کی تحریر پراز تزویر دنیا میں موجود ہے یہی یادگار اُسکا جواب باصواب ہے بلکہ تمام آریہ قوم کیلئے سرمہ چشم ہے۔ اور اسلام کی صداقت پر یہ امر اظہر من الشمس ہے۔ یا تو آریہ صاحبان اس یادگار کی چمک دمک سے پگلتے جاویں گے اور اسلام میں داخل ہوتے جاوینگے۔ یا پرمیشر کو بے انصاف اور ظالم قرار دیکر بے ایمان ہو جاوینگے اور ناستک کہلائینگے۔ اگر معاملہ دگرگوں ہوتا یا مساوات میں فیصلہ ہوتا تو بھی ان لوگوں نے جو کرنا تھا وہ ہر ایک پر ظاہر ہے مگر اب تو ہمارا آپ پر حق ثابت ہو گیا اور وہ ہمارے مدیون ہیں باوجود مدیون ہونے کے شوخ ہیں اور مُنہ پر چڑھتے ہیں اور باوجود جھوٹے ہونیکے آریہ مسافر کی یادگار قائم کر رکھی ہے۔ منہ

اور دنیا طلبی کے لئے کارنمایاں دکھاتے ہیں انکی یادگاریں جگہ جگہ دیکھی جاتی ہیں۔ پھر وہ شحنہ حق جس نے بیس۲۰ کروڑ اہل ہنود کو یک لخت شکست دیکر انکے اصول اور عقائد کو باطل کر دیا ہے اس بات کا ضرور ہی مستحق ہے کہ اس کی زبردست یادگار قائم ہو۔ اور ضرور ہو ع گر قبول افتد زہے عز و شرف! ورنہ رسالہ ہذا ہیں تو یہ یادگار انشاء اللہ ابد تک رہے گی۔

معزز بلند منزلت عالی ہمت عقلمندوں کے روبرو زیادہ طوالت کی ضرورت نہیں وہ اس نیک تحریک کی ضرورت اور ثمرات اور نیک نتائج سے خوب واقف ہو سکتے ہیں۔ اور اس صدقہ جاریہ کے پُرتاثیر انجام سے ناآشنا نہیں۔

المعین خاکسار

ماسٹر عبد الرحمٰن از قادیان

پیشتر اس کے کہ ہم رسالہ ہذا کو ختم کریں۔ اتنا عرض کر دینا بطور اعادہ کلام کے بیجا نہ ہوگا کہ جس طرح ہمنے ثابت کیا ہے کہ دنیا کے تختہ پر آج کے روز کوئی ایسا آریہ نہیں جو اپنے مذہبی فرائض کو حسب فرمودہ دیانند سرستی ادا کر کے ایماندار کہلا سکے (دیکھو اختیار الاسلام حصہ دوم) اسی طرح یہ بھی ثابت کر دیا ہے۔ کہ تناسخ کا مسئلہ محض ظنیات پر مبنی ہے اور کسی کو معلوم نہیں کہ دو ہزار برس پہلے وہ کن جونوں میں سرگردان تھا۔ ہاں اگلے روز سنا گیا تھا کہ ایک جوان شخص اور جوان لڑکی نے کہا کہ "ہم گذشتہ جنم میں دونوں شودر تھے اور عہد یہ کر لیا تھا کہ جب ہم پھر انسانی جامہ پہنیں گے تو آپس میں دونوں شادی کر لیں گے۔ اور نیز کہا کہ اتنا عہد تو یاد آ گیا مگر باقی سرگزشت اور حادثات حافظہ سے اُتر گئے ہیں"۔ مگر اسپر اعتراض تو یہ ہے کہ کیوں جوانی میں اُنکو یہ عہد یاد آیا۔ اور اگر عہد کیا تھا تو کیا انہی کا اخیر کا عہد از بس ضروری تھا۔ وید کے پنتھ کی بابت اور کچھ جو نیک اوصاف اور اعمال صالحہ سے وابستہ ہے

وہ کیوں یاد نہیں رہا؟ اور نیز یہ بھی ہمیں شک ہے کہ وہ لاکھوں بلکہ کروڑوں برسوں گُتّے بلیاں بنتے بناتے کیوں ایک ہی محلے اور ایک ہی شہر اور ایک ہی ضلع سے جُدا نہیں ہوئے؟ قصہ کوتاہ یہ ہے شیطانی حرکت ہے نہ کہ ویدک دھرم کی برکت۔ اسی طرح ہم یہ بھی لکھ چکے ہیں کہ یہ وہم کہ نیوگ سے ہندو اور آریہ لوگ مردم شماری میں دوسروں سے بڑھ جاوینگے کیونکہ ایک استری گیارہ جوانمردوں سے مضبوط اور صحیح سلامت .... حاصل کرکے مضبوط اور کثیر اولاد پیدا کر سکتی ہے سو یہ سب غلط ہے کیونکہ مردم شماری ۱۹۰۱ء کے تجربہ نے مثل سابق اس خیال باطل کو طشت از بام کر دیا ہے اور ہندو مردم شماری میں نمایاں کوتاہی اور رقابت اور ذلت ظہور پذیر ہوئی ہے اور نیز ایک بڑے آدمی کا نیوگ کرا کر اپنی استری سے ہاتھ دھو بیٹھنا اور بعد از وقت بے فائدہ واویلا کرنا اور ستی کو بُرا بھلا کہنا اور اکثر تیز فہم مہاشیوں کا نیوگ کے نقصان سے خبردار ہو کر اس سے دست بردار ہونا اور اپنی قلم اور زبان سے نیوگ پر لعنت بھیجنا اور دیانند کے حق میں کچھ کا کچھ بعد از وقت کہنا اور بہتوں کا نیوگ سے بعد تجربہ ارتداد کرنا اور توبہ نامے لکھ لکھ کر بھیجنا اور اپنی قوم بالعموم کو اس شرمناک فعل سے روکنا اور پرماتما کا واسطہ ڈال ڈال کر اس بدفعلی کو مذموم مشتہر کرنا اور بُرا کہنا اور لاہور میں لالہ ہنسراج جی پرنسپل صاحب جیسے مہاتما بزرگوں کا نیوگ اور دیانند جی کی غلطی اور افترا پر واویلا مچانا اور نیوگ کے برخلاف لیکچر دینا اس امر کے مقتضی ہیں کہ اب سوامی کو سوامی نہ کہیں اور اُنکو دو کر صد ہا پنڈتوں سے کوئی خاص فضیلت کا لقب نہ دیں کیونکہ اُنہوں نے قوم کی عزو شرف پر پیٹ بھر کر ہاتھ صاف کر لیا ہے اور پُرانے جنم کی کسر نکال لی ہے۔ اسی طرح اب بقول دیانند آریوں پر کوئی فرض نہیں رہا کہ مردے کو نہ جلاویں جبتک کہ مردے کے وزن کے برابر گھی اور کستوری .... وغیرہ وغیرہ دو ستو روپیہ کا زر کثیر مہیا نہ ہولے۔

(ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۸ - ۶۲۹)

اور دیانند کی اس رکیک تاویل کے پیچھے نہ پڑیں۔ کہ وید میں جو اگنی سے دعا مانگی گئی ہے اُس سے مراد آگ نہیں بلکہ ایشور (خدا) ہے کیونکہ ایشور بھی نور کُل اور چمکیلا ہے۔ اور نیز سورج سے جو دعا مانگی گئی ہے اس سے بھی مراد یہ سورج نہیں بلکہ ایشور ہے۔ ناظرین! یہ سب غلط ہے کیونکہ ایتوار سوموار وغیرہ کے سنسکرت زبان کے قدیمی نام جیسے کہ ہدیہ ناظرین ہو چکے ہیں اُن سے ظاہر ہے کہ ایتوار (سورج) کا دن ہے جب سورج کی پوجا ہوتی تھی جسکا اصل ادیتوار ہے اور چندوار (چاند کا دن) چاند کی پرستش کا مظہر ہے۔ اور کروڑوں باشندگان متھرا ہردوار قنوج بنارس۔ ان معانی اور رسومات کے زندہ گواہ موجود ہیں اور نیز دیانند کے اس قول پر کہ جو کوئی اپنے دھرم پر قائم نہ رہے اُسکو راجا کی طرف سے لازماً ختماً سزاء دیجاوے (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۲۳) لعنت بھیجیں کہ وہ بزور شمشیر دھرم پر لوگوں کو قائم رکھنا چاہتے ہیں اور نیز اُنکے اس قول کو مردود سمجھیں کہ جو کوئی وید کو (صرف) بُرا بھی سمجھے یا کم از کم وید کے موافق عابد لوگوں کی تصانیف کی بھی تحقیر کرے (یعنی ستیارتھ کی) تو اُس کی سزا یہ ہے کہ اُسکو جلاوطن کر کے ملک سے نکالدینا چاہیئے۔ ستیارتھ صفحہ ۶۱۔ اور نیز اُن کے اس قول سے پرہیز کریں کہ گذشتہ جنم کی باتیں کچھ کچھ یاد آجاتی ہیں اور کچھ نہیں بھی آتیں۔ اور نیز انکے کہنے پر ایشور کو اس الزام سے بھی مُلزم نہ کریں کہ ایشور انسانی جون کے سارے علوم و فنون اور ویدک خزانہ اور تجارب کو ضبط کر لیتا ہے اور دوسرے جنم میں دوسرے روز پھر جاہل مطلق پیدا کر دیتا ہے اور اُس بیچارے بیمار نیم جان کو اور سر نو اُنہی کٹھن منزلوں کو پھر دوبارہ طے کرنا پڑتا ہے اور کولھو کے بیل کی طرح سرگردان رہتا ہے اور ایک غفلت یا بھول سے ایک چیونٹی کے کچلے جانیسے یا قطرۂ آب کو بیک چند ہزار کیڑوں کو ہلاک کر ڈالنے سے کروڑوں سال خبیث جنموں اور کیڑوں مکوڑوں میں ذلیل زندگی بسر کرنی پڑتی ہے (امید نہیں کہ کوئی ہماشہ کیڑے کی ہلاکت اور چیونٹی کی

بلبلاہٹ اور مظلومانہ شکایت سے بے قصور اور معصوم اگر مگر اسے عالم لقا ہوا ہو اور مکتی کا سزاوار ٹھہرا ہو اور نیز خدا پر یہ افترا پردازی بھی جائز نہیں کہ سزا تو وہ دیتا جاتا ہے مگر یہ نہیں بتاتا کہ کن بدکاریوں کی سزا عطا کی جاتی ہے تاکہ روحیں (جو چیتن ہیں) اُن ہلاکت گاہوں سے آگاہ ہو کر گناہوں کی نجات سے صحیح و سلامت جانبر ہو سکیں اور اُس کی خدائی کے دائرہ کو تنگ کر دیں۔ اور نیز اُس قدوس کی نشان میں یہ کہنا بھی جائز نہیں معلوم ہوتا کہ سرگ میں روحیں انند کرتی رہتی ہیں اور سارے گناہ دور اور کافور ہو جاتے ہیں مگر پرمیشور (نعوذ باللہ) دیدہ و دانستہ ایک گناہ اپنے پاس رکھ چھوڑتا ہے اور جب وہ روحیں اپنا پھل پا لیتی ہیں تو پھر وہ مخفی گناہ پیش کر کے اپنے عدل و انصاف کے قیام کے لئے انہیں بحر سرگ سے کھینچ نکالتا ہے۔

اور نیز یہ بھی قابل توجہ ہے کہ اگر کوئی دیانند کو برا بھلا کہے یا اُنکی افترا پردازیوں کی قلعی کھولے تو چنداں خفا نہ ہوں کیونکہ آریہ سماج اُس پنڈت کو اپنا امام اور مقتدا تو ہرگز نہیں سمجھتی اور اُسکا ہر قول اور فعل ستیند نہیں کہا جاتا اور تسلیم نہیں کیا جاتا اور نہ اُسپر عملدرآمد ہو سکتا ہے اور نہ سماج کسی شخص واحد کی اطاعت اور انقیاد کو جائز سمجھتی ہے بلکہ اُسکا عملدرآمد تو ویدک پنتھ پر ہے اور نیز نہیں معلوم کہ انہوں نے پانی پی پی کر کتنے کروڑ کیڑے مارے ہوں گے۔ اور کتنے کیڑے اور مکوڑے پاؤں کے نیچے کچلے ہوں گے پھر ہمیں کیا معلوم کہ وہ اب کسی قابل عزت جون میں اوتار لے کر خاص راج گدی پر مسند نشین ہوئے ہیں یا معاملہ دگرگوں ہے اور ناگفتہ ہے میرے خیال میں آتا ہے کہ وہ اب سرگ میں تو ہرگز نہیں گئے کیونکہ مہا پرلے کو سب لوگوں کے ساتھ اُنہیں ایک ہی تاریخ کو سرگ میں داخل ہونا پڑیگا۔ ہاں اب کوئی کہہ سکتا ہے کہ کسی ملک کے بادشاہ ہو گئے ہوں گے مگر یہ بھی غلط اور خلاف واقعہ امر ہے کیونکہ کوئی ایسا ویدک دھرم پر پورا پورا چلنے والا مہاتما آریہ چار سو سال کی عمر پانیوالا نظر نہیں آتا بلکہ تمام ملکوں کے بادشاہ عیسائی یا

مسلمان ہیں کوئی دھارمک آریہ ہرگز نہیں اگر کوئی کہے کہ راجا بن گئے ہوں گے تو
بھی غلط ہے کیونکہ بقول آریہ سماج کون ایسا مہا پُرش گذرا ہے کہ اوصاف حمیدہ
اور اعمال صالحہ میں اُنکا ہم پلہ اور رکیک تاویلوں اور نیوگ کو پیش کرنے والا گذرا ہو۔ کہ گذشتہ ہو
وہ تو یورپ کے ممالک کو قابو میں لانیوالا ہو مگر دیانند کسی ریاست کا بے اختیار راجہ ہوا اگر
کہو کہ ابھی بچے ہوں گے تو بھی غلط محض ہے کیونکہ اب اُنکو اوتار ہوئے ہوئے بتیس سال
سے زائد عرصہ گذر لیا اب تو ضرور کوئی دھرم پال اور یوگندر پال دعوی کر بیٹھیں گے
کہ ہم ہی سوامی جی مہاراج ہیں۔ اگر ثبوت چاہو تو جواب میں سکوت لا یموت ہے۔

خاتمہ

اب ہم بفضلہ تعالیٰ رسالہ ہذا کو ختم کرتے ہیں اور دُعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ
ہر ایک فرد بشر کو اس سے مستفید کرے اور قوموں کے لئے یہ رسالہ ہدایت اور رحمت کا
موجب ہو۔ ہر ایک پڑھنے والے پر واضح ہو کہ ہم یہ نہیں کہتے کہ آریوں اور

لہ اے پاک پروردگار تو ہماری غلطیوں سے درگذر فرما اور اپنے فضل و کرم سے حق کو
فروغ بخش اور باطل کا خانہ خراب کر۔ اے مالک و خالق ارض و سما تو اس آریہ ورت
پر رحم فرما۔ اس کے باشندوں مردوں عورتوں بچوں اور جوانوں اور بوڑھوں کی
آنکھیں کھول اور انکی تقصیریں معاف فرما اور اپنے فضل و کرم سے انہیں مالامال کر
کہ تیرے گھر میں کسی چیز کی کمی نہیں۔ تو آریوں ہندوؤں اور انکی عورتوں اور
بچوں پر رحم کر کہ آخر یہ تیرے ہی پیدا کئے ہوئے ہیں اگر تو ان پر رحم نہ فرمائے
اور تو ان کے دل نہ کھولے تو کون کھول سکتا ہے انسان عاجز اور ناتوان ہے
تیری دستگیری اور نظر رحمت کے بغیر کچھ نہیں کر سکتا تو اپنا فضل کر رحم کر اور وہ کر
جو تیری رحیم کریم مہربان بخشنہار ذات کے شایاں حال ہے۔ اے خالق ارض و سما

۲ تو انکے اور انکے آباؤ اجداد کے گناہ معاف فرما۔ یہ تیرے ہیں اور تیری زمین پر رہتے ہیں اور تیرا دیا کھاتے پیتے ہیں۔
پس جسطرح تو نے ظاہری اور جسمانی اسباب سے انہیں متمتع فرمایا ہے باطنی فیوض اور برکات اور روحانی آب حیات سے بھی

سکھوں اور دیگر مذاہب باطلہ میں کوئی خیر و خوبی نہیں۔ بلکہ ہر ایک فرقہ میں نیک و بد ہوتے ہیں اور ہر ایک فرقہ اپنی اپنی بعض صداقتوں کے لئے کم و بیش دلائل رکھتا ہے۔ لیکن اسلام کے مقابلہ میں دیگر مذاہب اپنی دولت صداقت میں ایسے نادار ہیں جیسے کہ بادشاہ کے مقابلہ میں ایک کنگال شود زہ ہے گو بادشاہ کے پاس بھی سونا اور چاندی کے ہزار ہا زیورات اور روپے موجود ہیں۔ لیکن ایک چوڑہا بھی کہتا ہے کہ میرے پاس بھی چاندی کی دوئنی موجود ہے۔ پس ناظرین اس رسالہ کے مطالعہ کرتے وقت اس امر کو مدنظر رکھیں کہ کثرت تعداد و دلائل کس فرقہ کے ساتھ ہیں اور روحانی کمالات تائیدات الٰہیہ اور آیات بیّنات کس فرقہ کے شامل حال ہیں۔ اور خدا کی نصرت تائید اور زندہ نشانات کن لوگوں میں نمودار ہیں۔ کیونکہ سچ بولنا جھوٹ سے پرہیز کرنا اور زنا شراب وغیرہ کے ارتکاب سے بکلی کنارہ کشی کرنا تمام فرق مخالف کے نزدیک مسلم نیکیاں ہیں۔ اور کسی کو انکی حقانیت میں کلام نہیں۔ لیکن سوال تو یہ ہے کہ عملی کارروائی اور مذہب کے اصول پر عملدرآمد کر کے ابتدائی زمانہ کے بزرگوں کے صفات اوصاف سے موصوف ہونا اور چال چلن اور نیک سلوک میں شہرہ آفاق ہونا کن لوگوں میں نمودار ہے اور فضائل کا اکتساب اور رذائل سے اجتناب کن لوگوں میں دستیاب ہے۔ کیونکہ اکثر آریوں کا یہ وطیرہ ہو گیا ہے کہ بدزبانی۔ توہین آمیز کلمات خبیثہ اور ناپاک بدبودار الفاظ کا استعمال کرنا۔ ان میں سے بہتوں کا پیشہ ہو گیا ہے اسی کو وہ کمال سمجھتے ہیں۔ سو بھائیو! عیب گیری اور تجسس میں کمال پیدا کرنا کوئی کمال نہیں بلکہ کمال اس میں ہے کہ ہمارے مذہب میں کونسی اعلیٰ خوبیاں اور اسرار عجیب و غریب ہیں جو دوسروں میں مفقود و معدوم محض ہیں۔ ایک بچہ بھی بطور گفتن کسی عظیم الشان عمارت کا عیب نکال سکتا ہے اور بیہودہ بکواس کر سکتا ہے لیکن کمال اور لیاقت امر ہیں

متحقق نہیں ہوتا۔ بلکہ کمال اس میں ہے کہ اپنا ذاتی کسب بطور نمونہ پیش کیا جاوے یہی وجہ ہے کہ مرزا غلام احمد مسیح موعود علیہ السلام جلسہ دھرم مہوتسو میں قرآنی خوبیوں اور کمالات کے بیان کرنے میں سب آریوں برہموؤں عیسائیوں اور سکھوں پر فوق لے گئے تھے اُس سال ۱۸۹۶ء سے لیکر آجتک پھر قرآنی اور ویدک تعلیم کی خوبیوں اور کمالات کے بیان کرنے میں کبھی آریوں اور دیگر فرق مخالف نے مرزا صاحب موصوف کیطرف رُخ بھی نہیں کیا اور نہ وہ کریں گے خواہ کوئی انہیں کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دے۔ ہاں عیب گیری جو رذالت طبع اور کمینگی ہے اُسمیں ان لوگوں نے دوسروں کو مات کر دیا ہے۔ گو اپنے گھر سے (وید) بیخبر اور نادار محض ہیں۔ انسان کو چاہیئے کہ ہر ایک چیز اور کتاب میں جو حق ہے اُسکو قبول کرلے اور جو باطل ہے اُسکو ترک کردے۔ میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اگر لالہ لوگندر پال پیڑہ رام نول رام وغیرہ وغیرہ درحقیقت وید پر تعشق سے قربان ہوئے جاتے ہیں تو بہتر ہے کہ پھر لاہور میں ایک جلسہ کرکے مرزا صاحب کے اُس مضمون کا مقابلہ خاص وید سے مستخرج مضمون سے کریں اور دکھائیں کہ علمی عملی اور روحانی کمالات اور استحصال وسائل معرفت (گیان) پر وید نے کیا کہا ہے اگر اس مضمون کا جو ۱۸۹۶ء کو جلسہ دھرم مہوتسو میں سنایا گیا تھا مثل نہیں لاسکتے (اور ہرگز نہیں لاسکیں گے) تو یہ داغ ہر زمانہ میں آپ لوگوں کی پیشانی پر نمودار ہوگا۔

آخری التماس

اے میری قوم! میری عرض داشت کو متوجہ ہو کر سن۔ ہر ایک فرد بشر کو اس دار فانی سے گذر جانا ہے[۱] اور نیک اعمال کے سوائے کوئی جاہ و حشمت اور تعلقدار ساتھ نہیں جاوینگے۔

حاشیہ

۱ آج سے پچاس سال بعد غالباً ہم میں کوئی بھی اس صفحہ روزگار میں نہ ہوگا اور آج کل کے جوان بوڑھے ہو کر دنیا سے گذر جاویں گے جیسے کہ آجسے پچاس سال گذشتہ کے جوان گذر گئے فرض کرلو کہ ہم نے آج دنیا کی ساری نعمتیں اور عیش و آرام اور بغض و کینہ کو سرانجام کیا ہے پھر آخر کیا ہوگا آخر وہ تمام بھی والدین اور عزیز و اقربا جنکی خاطر اور خوشنودی کیلئے حق اور انصاف کو ترک کیا ہے وہ ہم سے بیجا الگ کئے جاوینگے اور کوئی نہیں کہ موت کو ٹال دے اور کوئی مادری پدری شفقت اس نازک وقت میں کام نہ آویگی پھر کیوں

پس جس صورت میں والدین اور دیگر عزیزوں کی ہمدردی اور دلسوزی چند سال تک ختم ہے پھر وہ پرماتما جسکے ہاتھ میں ہر ایک ذرہ ذرہ ہے اُسکی خاطر اگر والدین اور ہر ایک چیز بلکہ عزیز کو ترک کرنا پڑے تو اُس کو ترک کرکے رضاء الٰہی کو مقدم رکھو۔ لیکن اگر وے راہ حق یعنی اسلام کے قبول کرنے اور عبادت الٰہی کے اندر مصروف ہونیمیں مزاحم اور سدِّ راہ ہوں تو بے شک اُنکے ساتھ نیک سلوک مرتے دم تک کرو کہ اُنہوں نے بچپن میں تمہاری خاطر صدہا دُکھ اُٹھائے۔

لیکن اس بات کو خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ مذہب وہی سچّا ہے اور اسی کی اصول برحق ہیں جن پر اگر کوئی آج عملدرآمد کرے تو انہی برکات اور فیوض کا منبع اور سرچشمہ ہوجاوے اور وحی اور الہام سے مشرف ہو کہ اسی حقیقی عرفان اور گیان کا مرتبہ حاصل ہوجاوے۔ جو ابتداء زمانہ میں کسی خاص مذہب کے پیروؤں کے شامل حال برکتیں اور عرفان اور گیان وغیرہ تھے۔ اگر ابتداء زمانہ میں الہام گمراہی کے لیئے تریاق کا حکم رکھتا تھا تو اب جبکہ گمراہی بکثرت ہے کیوں الہام اور وحی کی ضرورت نہیں۔ اگر ایک شودر اور ایک آریہ دونوں خدا کی درگاہ میں یکساں ہیں اور وہ پرماتما اظہار خوشنودی کسی ایک پر بھی نہیں کرتا تو پھر دونوں میں فرق کیا ہے زبانی دلائل اور لاف گزاف سے بھی کوئی قائل نہیں ہوسکتا۔ دیانند جی لکھتے ہیں کہ جو باتیں سلسلہ کائنات (اور نیچر یعنی قانون قدرت جاریہ) میں روز بروز مشاہدہ میں آرہی ہیں وہی حق ہیں اور جو اُنسے اتفاق نہیں رکھتیں۔ وہ محض جھوٹ اور باطل ہیں

نصیحت

اُس رب اور ایشور کو تعصب اور جور و ستم کے زیر اثر ہو کر فراموش کیا جاوے اور حق کی تلاش میں اپنی عمر کے عزیز حصّہ میں سے کچھ صرف کیا جاوے۔ نہایت ٹھنڈے دل سے مسائل دینیہ پر غور کرنا چاہیئے۔ تیزی تندی اور غضب کے ماتحت ہو کر آخرت کے سودے کی پڑتال نہیں کرنی چاہیئے ایسا نہ ہو کہ نکما حال ہو کر اس جہان سے گذر جاؤ اور پھر سوائے افسوس اور عذاب الٰہی کے اور کوئی چارہ جوئی نہ ہوگی۔ یہ خیال خام ترک کردو کہ کئے ہنہ چند کروڑ برس کے بعد مختلف ادنیٰ جانوروں کی جونوں میں تباہ و خستہ حال ہو کر پھر آریہ تمہیں آجاؤ

دنیا میں دیکھا جاتا ہے کہ جب کسی ملک مثلاً ہندوستان میں اگر کوئی حاکم یا گورنر نافرمان اور سرکش ہوجاوے یا سرکاری احکام کی تعمیل میں کوتاہی کرکے رعایا کو ورطہ ضلالت اور ہلاکت میں مبتلا کرکے گورنمنٹ عالیہ کا مخالف اور دشمن بنا دے تو گورنمنٹ عالیہ ایک اور حاکم کو بھیجکر ان خرابیوں کو دور کردیتی ہے اور لوگوں کو جادہ راستی اور اطاعت اور انقیاد کیطرف راغب کرکے انہیں انعام واکرام سے بہرہ ور کرتی ہے مگر ایسا نہیں ہوتا کہ بادشاہ جاہل مطلق خواب خرگوش میں سوتا رہے اور رعایا کشت و خون میں لہولہان ہوجاوے پس جس صورت میں سلطنت انگلشیہ ان امور کی خرابیوں اور بدانتظامیوں سے ہروقت اور ہر آن میں چوکنی اور ہوشیار خبردار رہکر اصلاح اور ترقی اور بہبودی خلائق میں ہروقت کوشاں اور مستعد ہے تو پھر پرمیشور کی نسبت یہ خیال کرنا کہ ہزارہا سال سے ویدک دھرم نیست و نابود ہوگیا اور رعایا یعنی مخلوقات ایشور سے باغی اور احکام الٰہی کی تعمیل سے روگردان ہوگئی اور آریہ ورت میں ماتنگی - بیج مارگی - وام مارگی وغیرہ ہزارہا فرقہ پیدا ہوگئے اور فرج اور ذکر کی پرستش اور بول و براز کے اکل و شرب کو باعث نجات یقین کر بیٹھے مگر اس سنگدل پرمیشور کو بقول آریہ صاحبان یہ خیال نہ آیا کہ کسی نیک نہاد آریہ کو وید کی تعلیم اور الہام و کلام سے بہرہ ور کرکے دنیا کو ناگفتہ بہ ضلالتوں اور نجاستوں سے رہائی دلا دے کیا کوئی دانشمند علیم کل پرمیشور کی نسبت یہ گمان کرسکتا ہے کہ وہ دیدہ دانستہ تماشا دیکھے اور تمام روئے زمین کو ورطہ ضلالت پر ہلاکت میں مبتلا دیکھکر خاموش بیٹھا رہے - جس صورت میں اسکے پیدا کردہ ادنیٰ ترین حاکم ایسی بدانتظامی کے دفعیے کے لئے رات کو سونا پسند نہیں کرتے تاوقتیکہ جور و ستم کو معدوم محض نہ کردیں پھر اس رب العالمین کی نسبت یہ گمان بد کرنا کہ وہ پانچ ہزار برس سے مخلوقات کو گمراہ دیکھ کر تماشا دیکھتا رہا نہائت درجہ کی جہالت ضلالت اور صریح نادانی ہے ایک ادنیٰ درجہ کی عقل والا باغبان جب دیکھتا ہے کہ چند پودے سوکھنے پر آتے ہیں اور

نشو و نما اُن سے مفقود ہوتا جاتا ہے تو پھر وہ آب حیات سے انہیں زندگی بخشتا ہے لیکن آریہ ورت کے مالک خالق نے بقول آریہ صاحبان مہابھارت کی جنگ کے بعد سے آجتک تمام زد سے زمین کے روحانی پودوں کو کملاتے اور جڑ سے اکھڑتے اور نشو و نما سے بکلی محروم ہوتے دیکھا اور کروڑوں مہاشہ مردوں اور عورتوں کو بُت پرستی کی نجاست خوری اور لنگ پرستی مورتی پوجا - بھیرم چکر - وغیرہ میں غلطاں اور سرگرداں ہوتے دیکھا اور ہزاروں شریف اور نیک طینت خاندانی عورتوں کو کاشی - ہردوار - گیا - متھرا - کوٹ کانگڑا وغیرہ میں ننگ و ناموس سے ہاتھ دھوتے دیکھا اور کروڑوں بدعتوں اور گمراہیوں کے طوفان کو آریہ ورت میں برپا ہوتے دیکھا مگر اُسنے کوئی علاج اور حفاظت کا سامان مہیّا نہ کیا۱؎ بھلا جسکا بچہ بیمار ہوجاتا ہے تو کیا وہ اُس کی خبر نہیں لیتا - اور اُسے اُسکا معالجہ نہیں کرنا چاہیئے کیا اُس کو اُسکے حال بے حال پر چھوڑ دینا چاہیئے کہ وہ خود بخود اپنی عقل و فکر سے کام لے کر اپنا علاج خود بخود کرلے گا اور خود ہی تریاقی نسخہ جات وید کے ناقابل برداشت پستک سے نکال کر اپنی عوارض سے شفایاب ہوجاویگا اگر یہ صورت برحق تھی اور دنیا خود بخود ویدک پستک سے آپ ہی گمراہی اور ہر ایک قسم کی ناپاکیوں اور بے باکیوں سے مبرا ہو سکتی تھی - تو کیوں اُس نے مہابھارت کی جنگ سے لیکر آجتک اپنا علاج آپ نہ کرلیا - کیا پرمیشر کو دنیا کے کروڑوں جیو اور بھولے بھالے اور ناسمجھ جاندار مخلوق کیساتھ اتنا پیار

حاشیہ

۱؎ اگر کوئی پنڈت مثل پنڈت لیکھرام سوامی دیانند جی اور شنکر اچاریہ ویدک دھرم کو عروج بھی دینے لگا تو جھٹ اُس کا گلا گھونٹ دیا اور اُس کی ذرا امداد اور دستگیری نہ کی - کیا پرمیشور کو ویدک دھرم سے بھی محبت رحم نصرت اور ہمدردی ہے بلکہ ویدک دھرم پر یہ مثل صادق آتی ہے کہ کبھو نہ دیکھا ظالم کا کھیت پھلتا پھولتا "منہ
اگر اس ضرب المثل کو دنیا غلطی سے استعمال کرتی ہے اور ہندو مسلمان مرد اور عورتیں اور لڑکے اس سے

نہیں جتنا کہ اب باپ یا ما کو اپنے بچہ سے محبت اور اُنس کا تعلق ہوتا ہے بقول لالہ دیانند سرستی پرمیشر کا نام ماتا پتا رکھا ہوا ہے لیکن جو سلوک ماتا پتا ایشور نے آریہ لوگوں سے کیا ہے وہ کسی دشمن کو بھی نصیب نہ ہووے آمین۔

جس صورت میں رحمان اور رحیم کریم رب العالمین سورج چاند اور اکل وشرب کے سامان جو جسمانی نشو و نما کے لیے ازبس ضروری اور لابدی ہیں انھیں ہمیشہ ہر آن اور ہر لحظہ میں یکساں مہیا رکھتا ہے تو پھر روحانی پہلو کیطرف سے یہ گمان کیا جاوے کہ اُس نے جسم کی پرورش کا انتظام تو خوب کیا ہے مگر روحانی طور سے دنیا کو مردہ رہنے دیا یہ کس قدر بیباکی اور ناسپاسی ہے اور کسقدر رب پر بدظنی ہے۔

جس صورت میں عین خشک سالی اور قحط کے وقت وہ رحیم کریم بارش بھیجکر دنیا کی خبر لیتا اور پرورش کرتا ہے اُسیطرح گمراہیوں اور بدعتوں کے طوفان بے تمیزی کے وقت ضرور اپنی سنت مستمرہ کے موافق صداقت کا آفتاب چڑھاتا ہے۔

اسلام چونکہ زندہ مذہب ہے اسکی زندگی کے لیے ہر صدی میں مجدد پیدا ہوتے رہے ہیں اور ہوں گے مگر آریوں کو یہ بات ناز یبا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کروڑوں بنی نوع انسان باشندگان ہند میں کوئی کامل آریہ آجکل موجود نہیں گویا ویدک دھرم مرگیا ہے (جیسے سنسکرت زبان مرگئی ہے) *۔ مگر اسلام میں ہزاروں نیک

حاشیہ* سوامی دیانند کا یہ فرمان کہ ۴۰۰ سال کی عمر حاصل کرو بالکل غلط ہے کیونکہ زمانہ قدیم کے آریہ راجاؤں کی جو فہرست اور شجرہ نسب ستیارتھ پرکاش کے صفحہ ۲۰۵ میں دیا ہوا ہے اُن میں سے کسی آریہ نے بھی چار سو سال بلکہ دو سو سال بھی بادشاہی نہیں کی پھر کیا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ بھی آج کل کے آریوں کیطرح پورے آریہ نہ تھے اور دین و ایمان سے بے بہرہ تھے؟ ہرگز نہیں۔ خدا کی قدرت ہے کہ جب کسی احمدی نے یہاں کے پنڈت سے پوچھا کہ چار سو سال کی عمر ایماندار آریہ پا سکتا ہے اُسنے کہا نہیں پھر دوسرے مہاشہ نے کہا کہ اگر ستیارتھ میں ایسا ہی لکھا ہے تو بیشک سچ ہے مگر دوسرے پنڈت نے کہا کہ اس کا اور مطلب ہوگا یہ بات نہیں ہو سکتی آخر جب کتاب پیش کیگئی تو جھوٹی توجیہ اور بناوٹ دلیلیں پیش کرنے لگے حالانکہ پہلے اسے رد کرتے تھے ہی

مسلمان موجود ہیں اور احکام آلہی کے پابند ہیں اور ہر ملک بلکہ دیہات اور امصار میں اسلام کی زندگی گونج رہی ہے اسکی وجہ یہی ہے کہ اس باغ اسلام کا مالی خبردار اور ہوشیار ہے اور ہر ایک موسم اور بہار میں مناسب احتیاطیں اور حفظ ماتقدم کے طور پر صدہا تجویزیں عمل میں لاتا ہے لیکن آریہ مت اور دیگر مذاہب باطلہ کا باغ خشک ہو گیا ہے اور اس کے مالی نے کوئی خبرگیری نہیں کی یہی وجہ ہے کہ ۴۰۰ سال کی عمر کا پانا * جو اعلیٰ درجہ کے برہمچاری آریہ کے لیے فرض ہے محال ہے اور وید شاستر کا ماہر ہو کر ایشور کے احکام سے خبردار ہو کر آلہی منہیات اور مرضیات سے سماجیوں کو افعال بد اور اعمال صالحہ سے واقف کرنا آجکل امر محال ہو رہا ہے پس نہ وید آریوں نے سارا دیکھا ہے اور نہ اُسکی احکام کی تعمیل کر سکتے ہیں کیونکہ جس صورت میں ابتک معلوم ہی نہیں کہ آخری حصہ وید میں کیا امور کردنی اور ناکردنی ہیں پھر ہم کیونکر کہہ سکیں کہ کوئی بجا آریہ باعمل موجود ہے۔ بلکہ موجودہ ستیارتھ پرکاش کے اصول شائع شدہ کے موافق بھی کوئی آریہ نہیں چنانچہ ہم اس امر کو بتصریح پیشتر بیان کر آئے ہیں۔ پس کسی کامل آریہ کا نہ ہونا اور کسی عیسائی ایماندار کا ایمان کے ذریعہ سے پہاڑ کو چلا نہ سکنا اور زہر کا پیالہ پیکر صحیح سلامت نہ رہ سکنا اس امر کو بوضاحت تام ظاہر کرتا ہے کہ سب مذاہب سوائے اسلام کے مردہ ہیں اور تمام پودے ہر ایک باغ کے مرجھا گئے ہیں اور اُنکی آبپاشی نہیں کی گئی پس آریوں کا یہ کہنا کہ ابتدا میں جب انسانی طبیعتیں اور دماغ اعلےٰ درجہ کے تہذیب کو نہ پہونچے ہوے تھے اسی وقت ویدک پستک کا طومار اُنکی گردن پر رکھنا انصاف سے بالکل غلط ہے

* بعض کوتاہ اندیش آریہ مہاشے کہتے ہیں کہ سنسکرت میں الہام نازل ہونا چاہیے نہیں کوئی حاشیہ سمجھا دے کہ مردہ زبان میں الہام نازل کر کے دنیا کو گمراہ کرنا سلسلہ تاریخ کا طول دینا ہی مدنظر ہوگا یا یہ مدنیتی ہوگی کہ ویدک پستک کیطرح الہام مخفی اور روپوش رہے اور نیک ہو کر چار پائے کم ہو جاویں۔ الہامی کتاب عربی میں ہونی ضروری ہے کیونکہ یہ بڑی وسیع اور ام الالسنہ زبان ہے لکھا کہ بعض اشیا کے نام ہزار ہزار الفاظ سے تعبیر کیے گئے ہیں یہ اسلیے ہے کہ عرب کے لوگ کلام آلہی کو خوب شرح اور مفصل طور سے کسی

بلکہ انصاف یہ ہے کہ جب بچہ پیدا ہوا اُس وقت کی خوراک اور لباس عالم شباب کے لباس اور خوراک سے مختلف ہونی چاہییں یہ جائز نہیں کہ ننھے بچہ کو کوٹ پتلون پہنا دیا جاوے جبکہ ایک پتلون کی ایک پہلو میں اُس کا سارا جسم سما سکتا ہے اسی طرح شروع دنیا میں فوق الطاقت وید کی پستک کا بوجھ اُٹھوا دینا یا بجائے ایک چھٹانک غذا کے پانچ من اناج کھلوانے کی سعی کرنا یا کرانا حد درجہ کی بیبا کی اور جہالت سب پر عیاں اور خارج از بیان ہے۔ حق یہ ہے کہ ہر صدی میں کوئی نہ کوئی مصلح آنا چاہیے اور برکاتِ اور الہام الٰہی سے ہر زمانہ میں نیک انسانوں کو مشرف ہونا چاہیے جیسے کہ ہوتا آیا ہے اور ہوتا رہے گا اسمیں کوئی انصاف سے بعید بات نہیں بلکہ بعید از عقل و انصاف یہ بات ہے کہ ایک بچہ کو وید کی پستک کا مکلف بنایا جاوے حالانکہ اُسے مختصر ہدایت نامہ درکار ہے جو فی الواقعہ اس تودہ طوفان کی برداشت سے لاچار ہے +

معزز بلند منزلت دانشمندوں کے روبرو زیادہ طوالت کی حاجت نہیں

اللھم انا نعوذ بک من شرور انفسنا و سیئات اعمالنا و ما فی صدورنا و نستغفرک سبعین مرۃ واغفر لنا ذنوبنا وارحم وانت خیر الرحمین

سچے مذہب کی شناخت

یکم اپریل سنہ ۱۹۰۲ء کو تین آریہ صاحبان حضرت اقدسؑ کی زیارت کے لیے حاضر خدمت ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ آجکل جو آریہ سماج کا جلسہ ہوگا اسمیں کوئی ایسا صاحب بھی آیا ہے جو سنسکرت کا عالم فاضل ہو اور وید پڑھا ہوا ہو۔ آریہ صاحب نے کہا کہ ابھی تک کوئی ایسا آدمی نہیں آیا لیکن کل ۲ اپریل کو اپدیشک آویں گے (یہ نہیں کہا کہ وید کا عالم اور سنسکرت کا فاضل آوے گا) +

پھر آپ نے فرمایا کہ سچا مذہب وہ ہوتا ہے جسمیں روحانیت اور کشش ہو

اس کے بغیر کوئی مذہب قائم نہیں رہ سکتا۔ جب تک یہ امر کسی مذہب میں نہ ہو اس کا قیام ایسا ہوتا ہے جیسے ایک بیج پتھر پر ڈالا جاتا ہے جو بہت جلد نیست و نابود ہو جاتا ہے۔ ذرا سی آندھی چلی اور خاک اُڑی اور نہ بیج گیا بیج نرم زمین میں ہو اور اُس کی آبپاشی اخلاق فاضلہ سے کی گئی ہو تب بات بنے +

زبان کی تیزی اور لاف وگذاف کچھ حقیقت نہیں رکھتیں +

بیشک آجکل مذاہب کی کشتی (دنگل) ہو رہی ہے حتیٰ کہ یہودی بھی اپنے مذہب کی اشاعت میں کوشاں ہیں اور بدھ مت والے بھی۔ لیکن آخر میں غلبہ اسی کو ہونا ہے جسمیں کوئی ایسا شخص ہو جو خدا سے قوت اور طاقت پاکر آوے اور اسمیں مقناطیسی کشش ہو۔ اور وہ ایک انجن کی طرح ہوتا ہے دیکھو جسطرح گاڑیاں بغیر انجن کے چل نہیں سکتیں اسی طرح کوئی مذہب بھی چل نہیں سکتا جو قوم کے لیے انجن کا قائمقام ہو۔ بہت کم ہیں جو اپنے نفس کا مطالعہ کرتے ہیں جو مذہب کی علت غائی ہے صرف دوسرونکو سب وشتم سے یاد کرنا اور نکتہ چینی اپنا وطیرہ بنا لینا اور بات ہے لیکن اصلاح نفس اور مختلف اقسام کے فسق وفجور سے بچنا اور اخلاق فاضلہ حاصل کرنا ایک ایسی بات ہے جو خدا کو پسند آتی ہے خدا تعالےٰ صرف ہڈیوں پر بس نہیں کرتا ہے وہ تو عادات اور اعمال اور اخلاق کو دیکھتا ہے بہت ایسے ہیں کہ اپنے بزرگوں (رشیوں) پر ہی تمام کمالات انسانی وفیوض روحانی کو ختم کرتے ہیں لیکن سچا مذہب وہ ہے کہ اُسکا پیرو خود ہر زمانہ میں اپنے بزرگوں جیسا ہو کر دکھلا سکے ورنہ قصے کہانیاں کسکے پاس نہیں ہیں۔ سناتن دھرم والے بھی بہت سے قصے بیان کرتے ہیں لیکن کیا وجہ کہ وہی خدا اب موجود ہے جو ہزاروں برس پہلے تھا اور انسان اپنے قویٰ کو معدوم نہیں کر چکا ایسے لوگونکی مثال ایک اندھے کی سی ہے جو کہتا ہے کہ اگرچہ میں اندھا ہوں لیکن میرے بزرگ بینا تھے یا اُسکی طرح کہ جو ننگا ہے اپنے عیبوں پر کوئی جرح نہیں کرتے بلکہ دعوےٰ سے کہتا ہو کہ میرے دادا جو تھے وہ بھی عمدہ عمدہ لباس فاخرہ پہنا کرتے تھے میری برہنگی کو جانے دو۔ (خاکسار عبد الرحمن)

وہ کہہ لیتا ہے اور گر گذرتا ہے اور مایوس ہو کر کسی حکیم کی حکمت اور ہادی کی ہدایت کو لغو گردان کر پس انداز کرتا ہے اور میٹھا کڑوا لگتا ہے اور کڑوا میٹھا معلوم ہوتا ہے اسی طرح آج کل بعض آریہ مہاشون کا حال بحال ہے جن کا علاج آریہ سماج کو ازبس ضروری ہے ورنہ ایسے لوگ مزید دکھ اور درد کا باعث ٹھہرینگے واضح ہو کہ الفاظ کید۔ مکر اور سجدہ کے سچے معانی صدہا بار شائع کئے گئے اور ازالہ اوہام کیا گیا ہے مگر جو دیدہ و دانستہ تعصب کی پٹی باندھ لے اور دوسرونکو بھی گمراہ کرنیکی کوشش کرے اس کا اسکے سوا اور کیا علاج ہو سکتا ہے کہ لالہ لیکھرام کی طرح نبتہل فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین کا مصداق اور تختہ مشق ہو کر عدالت عالیہ الٰہیہ سے اپنی پاداش کو پہنچے۔ واضح ہو کہ ہر زبان مین ذومعنی الفاظ ہوتے ہین جن کی دو یا دو سے زائد معنے لئے جاتے ہین چنانچہ لفظ شُہدا ہمارے پنجاب مین (غریب مسکین) کے معنے مین آتا ہو اور بعض اضلاع مین اس کے معنے لچے گنڈے اور بدمعاش کے مستعمل ہین اور نیز جب ایک لفظ ایک زبان سے منتقل ہو کر دوسری زبان مین آجاتا ہے تو اسکے معانی مین فرق نمایاں نمودار ہو جاتا ہے چنانچہ لفظ شراب جسکے معنے عربی مین صرف "پینے والی چیز" کے ہین۔ اردو مین ایسی چیز پر عاید ہو گئے ہین کہ جسکا پینا قطعی حرام ہے۔ اسی طرح لفظ حضرت کے بھی دو معانی مستعمل ہو گئے ہین۔ سو جس طرح بدقسمتی سے لفظ حضرت اور شراب وغیرہ کے معانی اور نام بدنام ہو گئے ہین اسی طرح الفاظ کید۔ مکر اور سجدہ کو تنگ دائرہ مین نادان لوگون نے محدود کر دیا ہے حالانکہ لفظ مکر کے معنے عربی مین باریک تدبیر کے ہین جو نیک و بد موقع پر استعمال ہو سکتی ہے چنانچہ

لہ مہرشی دیانند سرستی نے اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش کے صفحہ ۳۰۷ مین خوب فرمایا ہے کہ "جو کوئی ایشور کو جاننے والے" اور دھرم پر چلنے والے کل دنیا کے فیض رسان اشخاص سے دشمنی کریگا وہ ضرور برباد ہوگا" اگر ان کلمات سے نیک نیت آریے اور بھلے مانس سماجک مہاشے کا اتفاق رکھے ہے اور انمین صداقت کی بو آتی ہے اور انمین سرستی کی کذب بیانی اور گپ لایعنی نہین (جیسے فی الواقع امر ہے) تو بیشک لالہ لیکھرام (وکیل ویدک دھرم) دنیا کے فیض رسان اور دھرم پر چلنے والے اور ایشور کو جاننے والے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے ساتھ دشمنی کر کے اور مقابلہ اور مباہلہ مین آکر آسمانی فیصلہ سے ہلاک ہو گیا۔ اور فریقین (مرزا غلام احمد و لیکھرام) کی یہ دعا کہ "ہے پرمیشور جہالت اور تعصب اور جور و ستم والے کاذب کا ناش ہو۔ کیونکہ صادق کیطرح کاذب کبھی تیری درگاہ مین عزت اور فروغ نہین پا سکتا" درگاہ الٰہی مین قبول ہو کر حسن و باطل مین فیصلہ کر گئی۔ لیکن اگر دیانند سرستی کے کلمات مندرجہ بالا سے آج دیانندی

ازالہ غلطی۔ لاہور کے مہاتما لالہ ہنسراج جی نے لیکچر نیوگ کے خلاف نہین دیا بلکہ شری مہرشی روچی رام جی نے دیا ہے جنکو شری ۲۰۹ اور سوامی کہنا بجا ہے۔

قرآن مین آیا ہے - ولا یحیق المکر السیئ الا باھلہ - یعنی مکر کرنیوالے پر ہی برا مکر الٹ پڑتا ہے یاد رہے کہ اگر لفظ مکر کے معنے صرف فریب بازی اور روبہ کاری ہی کے ہوتے (جیسے بیمار آریون نے سمجھا) تو اسکے ساتھ لفظ سیئ (برا) نہ لگایا جاتا - اسی طرح لفظ کید بھی ان کیدی متین (یعنی میرا کید شرافت متانت پر مبنی ہوتا ہے) لفظ متین کے ساتھ ہوکر مستعمل ہوا ہے - اسی طرح آدم کو خلیفہ یعنی بادشاہ وقت کے طور پر مخاطب کرکے ملائکہ کو اسکی اطاعت اور انقیاد پر مکلف کیا گیا ہے کیونکہ خلفاء اور ملوک کی ہی اطاعت اور انقیاد سیاق کلام سے علے العموم ملحوظ خاطر ہوتی ہے نہ کہ وہان سجدہ کے معنے متھا ٹیکنے کے معنے ہین جو قیم ہندوؤن اور آریو نکا رویہ ہے اگر صرف متھا ٹیکنے کے ہی معنے ہین تو اُسی قرآن مین لیسجد لہ ما فی السموات وما فی الارض کے کیا معنے ہوئے یعنے اُسی پاک ذات کی زمین و آسمان اور ما فیہا یعنی شجر و حجر اطاعت اور انقیاد مین لگے ہوئے ہین یعنے اپنے فرائض کے پابند ہین کیا اسکے معنے یہ ہین شجر و حجر متھا ٹیکا کرتے ہین؟ بس اب اگر کوئی دل کا اندھا لفظ مکر جسکے پاک معنے دوسرے بُرے معنے سے نکھیڑنے کے لیے السیئ (بُرا) ساتھ لگا گیا ہوا ور کید جسکے ساتھ متین لگایا گیا ہو جو متکلم کی متانت اور شرافت پر دال ہے اور سجدہ جسکے معنے سیاق کلام مین قدم بوسی یعنے انقیاد کے ہین وہ ان مین شک لاکر ایک ہی معنے لیکر خدا پاک کو مکار روبہ کا فریب باز کہے وہ خود مکار روبہ کار اور بے ایمان عمداً نادان ہے نہ کہ نیک ایمان دار چار سو سال کی عمر پانیوالا ایکا آریہ -

اب ہم واقعات کی رو سے دیکھنا چاہتے ہین کہ آیا ان الفاظ سے مسلمانون نے کبھی غلطی اور دھوکا کھاکر اللہ پاک کو ان رذیلہ صفات سے متصف کیا ہے ؟ یا مانا ہے سو ایسا ہرگز نہین - بلکہ ہزار ہا سال کا تجربہ اور تاریخ اس امر کی شاہد ہے کہ ایسے مغالطے مین لالہ لیکھرام گندر پال اور دھرپال ہی عمداً گرے ہین اور کوئی نہین گرا - مگر قطع نظر اسکے وید کے صدہا ذومعنی الفاظ سے سخت خوفناک نتائج

بقیہ حاشیہ - آریے روگردان اور بے ایمان ہو گئے ہون اور ایشور کو است (جھوٹ) کا حامی اور ست (سچ) کا ناش کرنیوالا ماننے ناستک ہونے لگے ہون اور آریہ سماج کے اصول کہ "ست (سچ) کے گرہن (قبول) کرنے اور است (کذب) کے تیاگنے (ترک) کرنے مین سروداُدیت (مستعد) رہنا چاہیئے" کو محض گپ اور پوپو نکی لیلا تصور کرنے لگ گئے ہون تو انکی مرضی - ہمین ایسون سے سروکار نہین ہمین

مگر فرض ہے کہ اب ہم واقعات کی رو سے دیکھتے ہیں۔ کہ ان الفاظ سے مسلمانوں نے کبھی غلطی کھاکر اللہ پاک کو ان رذیلہ صفات سے متصف کیا ہے۔ یا مانا ہے؟ ایسا ہرگز نہیں ہوا۔ لیکن برخلاف اس کے ہزارہا سالوں کا تجربہ اور تاریخ شاہد ہے۔ کہ ایسے مغالطہ میں یوگندر پال اور دھرم پال ہی گرے ہیں مگر قطع نظر اس کے وید کے ذومعنی الفاظ کے ذریعے ایسی خوفناک غلطی اور نادانی وقوع میں آئی ہے۔ کہ دنیا کو ہلاک کر دیا ہے۔ چنانچہ لفظ اگنی وید میں نام دیوتا۔ ایک عورت کا تیسرا خاوند۔ نام ایشور پر استعمال کیا گیا ہے۔ ان بخت لفظ نے لاکھوں کو آتش پرست بنا دیا۔ اور لاکھوں کو اجری وجری۔ بول وبراز کھانے والے بنا ڈالا۔ (ستیارتھ پرکاش ۶۷۴)

خدا جانے یہ لوگ دیانند کی رکیک تاویلوں کو کس طرح ہڑپ کرتے جاتے ہیں۔ جو ذیل میں ہدیہ ناظرین ہیں۔ اگنی کو اس لئے پرمیشور کہا گیا۔ کہ وہ آگ کی طرح روشن ہے۔ اور منو کو ایشور اس لئے کہا گیا۔ کیونکہ منو بمعنے عالم ہے۔ (اگر حقیقت میں منوجی واضع قوانین کو ہی رام رام کی طرح ایشور بنا لیا ہے۔ اور .... سرشٹی دیوتا کا لفظ ایشور پر اس لئے جائز کر دیا ہے۔ کیونکہ ایشور کے صفات دیوتا میں ہیں۔ اور دیوی بھی ایشور کا نام ہے۔ (ستیارتھ پرکاش باب۱)

ایشور کو اندر اس لئے کہا گیا۔ کہ وہ پرورش کرتا ہے۔ اور ایشور کو اندر بمعنی بجلی اس لئے کہا گیا۔ کہ وہ اسکی طرح چمکدار نور کل ہے۔ اور ایشور کو وایو اس لئے کہا گیا۔ کہ وہ ہوا کی طرح راحت بخش اور نیز حرکت کرنیوالا محیط کل۔ آرام دینے والا ہے۔ اور دیو اس لئے ایشور کو کہا گیا۔ کہ وہ روشنی آرام اور راحت کے سامان بہم پہنچانے والا ہے۔ اور ماتا پتا اس لئے کہ وہ مادر وپدر کی طرح پرورش کرتا ہے اور خبر گیری کرتا ہے۔ حالانکہ ان معنوں کے ٹھہرانے اور اچھے برے کی تمیز کرنے کے لئے اگنی۔ وایو۔ دیوتا وغیرہ کے ساتھ کوئی لفظ اول آخر میں نہیں دکھایا گیا۔ پر مگر جس کے ساتھ لفظ ممیز بھی ہو گیا اس کا اقرار کرنا موت ہے۔ یا ایمان؟ پس ایسی تاویلوں سے ہر ایک چیز کو ایشور کہہ سکتے ہیں۔ چنانچہ اگر وید میں کبھی پیپل کا لفظ بھی آگیا۔ تو کہدیں گے۔ کہ پیپل کا نام اس لئے پرمیشور ہے۔ کہ وہ تیتر۔ طوطوں کیطرح جہان کی پرورش اور خبر گیری کرتا ہے۔ اور ریل یا تار برقی اس لئے ایشور بنجاوینگے۔ کیونکہ یہ بھی راحت سفر اور آرام کے اسباب مہیا کرتی ہے۔ اور کبھی۔ سوئی۔ لاٹھی۔ تلوار۔ بندوق بھی ایشور کے معنوں میں تاویلاً جائز ہو جاویگا کیونکہ یہ چیزیں بھی آرام کے اسباب بہم پہنچاتی ہیں۔ اور بروں کو لانے والی ہیں۔ گویا رودر ہیں یا آریا۔ بس بھائیو! بس کرو! جہان تاویلوں کا اسطرح پٹ پاٹ گیا۔ اور دروازہ کھلگیا۔ پھر آریوں کے سامنے کس کو دم مارنے کی گنجائش ہے۔ ہرگز نہیں۔ انہی تاویلوں نے تو دیوی۔ دیوتے۔ اور اگنی وغیرہ کی بت پرستی کو دگل لیا ہے۔ مگر آخر تے ہوگی۔ چنانچہ یہ ساری تاویلیں رسالہ **میں مسلمان ہو گیا** میں بہ تشریح تمام ملا کلام لکھی جاچکی ہیں جو آریوں کی مرض کے لئے تریاق کا حکم رکھتا ہے۔ ۵ ابیات

آریو ذرا انصاف کرنا ٭ طرف داری تعصب پر نہ مرنا ٭ کہو کب دین حق کا یہ نشاں ہے ٭ تمہارا جس طرح اب ورد زبان ہے
کجا وہ جب کجا یہ لغو حرکات ٭ معاذ اللہ نہ سایہ خرافات ٭ معاذ اللہ کیا شان خدا ہے ٭ کہ دل جس پر تمہارا فدا ہے

آوازۂ خلق نقارۂ خدا

اس میں شک نہیں۔ کہ ہم اس امر کے بالکل خواہاں اور محتاج نہیں۔ کہ کوئی ہماری تعریف یا مذمت کرے کیونکہ جب اللہ پاک نے کتاب ہذا کی تکمیل پر بذات خود مذکورۃ الصدر نام تجویز فرمایا۔ اور ہمارے مرشد اور مولا کی ارشاد کی تعمیل پر صادر کیا (جو عزت فی الواقعہ بہت کم لوگوں اور انکی کتابوں کو نصیب ہوئی ہے) پس ہمیں تمام جانگداز محنت اور اخلاص کا پھل اور اجر مل گیا۔ مگر پھر بھی بعض احباب کی حوصلہ افزائی اور قدر دانی قابل ذکر ہے۔ جو ہدیہ ناظرین ہے (نقل مطابق اصل)

حضرت ابی المکرم مولوی نور الدین صاحب! "میں اس کتاب کو بہت پسند کرتا ہوں"۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب "ماسٹر عبدالرحمان نے نہائت جانگداز محنت اور دردمندی سے کتاب لکھی ہے۔ اور ہماری امیدوں سے کہیں بڑھ کر لکھی ہے۔ اور فی الجملہ علی الجملہ بہتوں کے لئے ہدائت کا موجب ہوگی۔ انشاء اللہ۔

منشی فخر الدین صاحب! "میرے نزدیک یہ کتاب بہت ہی عمدہ ہے۔ .. خصوصاً حقیقت اسلام عرقریزی سے لکھی گئی ہے۔ اور آریوں پر کامل طور سے اتمام حجت کی گئی ہے"۔

میاں محمد حسین از لاہور۔ اول سے آخر تک از حد قابل تعریف اور لائق شکر گزاری ہے۔ میں ہمیشہ سے کتاب کی عبارت آرائی۔ اور انشا پردازی کو غور سے دیکھنے (یعنی نکتہ چینی) کرنے کا عادی ہوں۔ آپنے جہاں آریوں اور سکھوں پر اتمام حجت کی ہے۔ وہاں عبارت کے مقفا بنانے میں بھی کوئی کسر نہیں رکھی۔ میاں محمد حسین از میانمیر۔ کتاب "میں مسلمان ہوگیا" خوب لکھی ہے۔ شاباش۔ شاباش!! شاباش!!! مرحبا مرحبا!! مرحبا!!! جزاک اللہ خیر الجزا خوب ہی۔ آریہ صاحبان کی قلعی کھولی ہے۔ گویا آریہ مت کا بخیہ فی الواقعہ ادھیڑ دیا گیا ہے۔ اس کو پڑھ کر کمال خوشی ہوئی۔ اور ایسا دل کرتا ہے۔ کہ اگر آپ پاس ہوں۔ تو آپکے ہاتھ چوم لوں۔ ... ... وغیرہ وغیرہ وغیرہ آریوں کے لئے یہ اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔

خادم قوم عبدالرحمان متوطن (ریاست کپورتھلہ) حال وارد قادیان، ۲۴ دسمبر